فتبارک اللہ احسن الخالقین

للہ الحمد کہ دریں ایام خجستہ فرجام تاریخ شاہ آباد دیرینہ بنیاد



نامۂ مظفری

١٣٢٦ھ

از تالیف لطیف ناظم اقلیم نکتہ دانی صدر ایوان تحقیق بیانی

جناب منشی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی

باہتمام مولوی محمد عبد اللہ مالک مطبع

در مطبع مجتبائی لکھنؤ مطبوع گردید

١٩١٧ء

فہرست تصاویر مندرجہ کتاب نامہ مظفری

فہرست مضامین تاریخ نامہ مظفری جلد اول

فہرست اُن اشخاص کے اسماء کی جن کے حالات نامۂ مظفری جلد دوم میں درج ہیں

غلط نامہ وصحت نامہ کتاب نامۂ مظفری جلد اوّل

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	
نظر	نطر	۲	۱۷	جلال خان برادر بہادر خان		۹	
دریاخاں	دریاخان	۷	۱۰	بعنایت آپ سرگذشت			
افتخار یافت	افتخار بافت	۷	حاشیہ سطر آخر	صفحہ (۳۳۵) بادشاہنامہ	حاشیہ	۹	سطر اول
لودی کے	لودی نے	۸	۲	عبدالحمید لاہوری			
بیٹے	بنیٹے	۸	۶	کو	لو	۱۰	
پاسخاطر تھا	پاسخاطر	۸	سطر آخر	سنہ ۱۰۴۰ مطابق ۲۲۴	سنہ ۱۶	۱۰	حاشیہ آخر سطر

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ ۶	اولی الامر	اولوالامر	۳۰	حاشیہ ۱۳
وہ کیسا عاقل و منتظم	وہ کیسا ناقل و نتظم	۱۴	حاشیہ آخر	نوردید	مشکوک	۳۳	حاشیہ سطر آخر
شایان نتوانند	شایانتوانند	۱۵	حاشیہ ۲	ہریک	بریک	۳۴	حاشیہ سطر آخر
بادشاہنامہ مصنفہ				لشکر	لسکر	۳۷	۳
عبدالحمید لاہوری مطبوعہ	باوشاہنامہ	۱۵	حاشیہ ۱	وبعدازو	مشکوک	۳۷	حاشیہ ۲
ایشیاٹک سوسائٹی [illegible]				خوب	خوف	۳۸	۳
واقع کلکتہ				میر بخشی داراشکوہ	میر بخشی میرزا داراشکوہ	۳۸	حاشیہ سطر اول
داراشکوہ	مشکوک	۱۷	حاشیہ ۵	غم	علم	۴۰	حاشیہ ۲
باپ	باب	۱۸	حاشیہ سطر آخر	مواخذہ	مواحذہ	۴۰	حاشیہ
پرگنی	پرگنی	۱۹	حاشیہ سطر ۶	باونبرے	باونبرے	۴۶	حاشیہ سطر اول
بہانہ	مہانہ	۱۹	حاشیہ سطر ۶	نصرت	نصرف	۴۷	حاشیہ ۴
مفسد	مفید	۱۹	حاشیہ ۱۶	گرفتہ	گرفتر	۴۹	حاشیہ ۵
دوسرے	مشکوک	۲۱	حاشیہ ۱۹	توپ	نوپ	۴۹	حاشیہ ۳
جانیکے	مشکوک	۲۲	حاشیہ سطر آخر	گشت	گشید	۵۱	حاشیہ سطر آخر
پای بند زندان	پاے زندان	۲۵	حاشیہ ۳	ایستادہ	السادہ	۵۱	حاشیہ سطر آخر
بمنصب	مشکوک	۲۵	حاشیہ ۲	بآب زد	باز د	۵۲	حاشیہ ۲
دارالسلطنت سے	دارالسلطنت	۲۶	۳	فیل مستے	قیل مستے	۵۲	حاشیہ ۱
بہ دلیر خان	مشکوک	۲۶	حاشیہ سطر اول	کے لیے	کیلیے	۵۳	۱۴
متعین بود	مشکوک			یہی	یہ بھی	۵۴	۱۲
عالمگیر نامہ (۶۲۳)	صفحہ ندارد	۲۶	حاشیہ سطر آخر	رعب	اعب	۵۸	۱۱
بادشاہ تھا	مشکوک	۲۷	حاشیہ ۴	آبسی	مشکوک	۵۸	۱۱
روز	مشکوک	۲۸	حاشیہ ۲	نہ کرسکا	کرسکا	۵۸	آخر سطر
شاہجہان	ساہجہان	۲۹	حاشیہ ۱۱	پل	پل	۶۲	۲
اخبارات	اختیارات	۲۹	حاشیہ سطر اول	بلاجنگ	ملاجنگ	۶۲	۲
پہردن	مشکوک	۳۰	حاشیہ ۴	روز	رور	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
لشکر	بشر	۶۲	۱۸	بجز	بجبر	۸۹	۱۸
توپخانہ	توپحانہ	〃	۱۹	تھے	نہے	۹۰	۱۸
ہم	مم	۶۳	حاشیہ سطر آخر	اچھی جگہ	جگہ	۹۲	۷
پڑا	پرا	۶۴	۱۳	بود	لود	〃	حاشیہ ۲
مصئون	مصون	〃	حاشیہ سطر اول	ماچی	باچی	۹۳	۵
جنوب	جبوب	〃	حاشیہ ۱	برج	مشکوک	۹۴	حاشیہ ۲
دلو	لو	〃	حاشیہ سطر آخر	ملاقی	ملافی	〃	حاشیہ ۳
شرارہ ریز	شرارہ زیر	۶۸	حاشیہ ۱۱	فرقہ	مشکوک	〃	〃
روے	دوے	〃	حاشیہ ۱۰	صفحہ ۹۳ ۸۹ عالمگیرنامہ	۰	〃	حاشیہ سطر آخر
مرکولش	مرکولیش	〃	حاشیہ ۱۶	صفحہ ۹۴ ۸۹ عالمگیرنامہ	۰	۹۵	حاشیہ سطر آخر
بند	بد	〃	حاشیہ ۱۶	جس سے	سے	۹۷	۱۱
میگزید	میگمید	۷۳		عزیز	عرنیز	〃	۱۴
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ ۵	دہ	دو	〃	سطر آخر
چالیس گز	چالیس	۷۸	۶	بجد	لحد	۹۸	
عالمگیرنامہ	مشکوک	۷۹	حاشیہ سطر آخر	فیروزمند	فیرومند	〃	حاشیہ
پیشخانہ	تبخانہ	۸۰	حاشیہ ۵	نیروے	یروے	〃	حاشیہ ۲
خبر	جبرا	۸۰	حاشیہ ۶	تیغ سرافگن	تیغ تیرافگن	〃	حاشیہ ۲
دلیرخان	مشکوک	〃	〃	جیغہ وفیل	صیغہ وقیل	۱۰۰	حاشیہ آخر
کروہ	کردہ	〃	〃	سیوادا	مشیوادا	۱۰۰	حاشیہ ۱
وندکا	دندکا	۸۱	حاشیہ ۳	مرصع دوتقوز ۱۱ نفائس اقمشہ	مشکوک	۱۰۰	حاشیہ ۲
دراستون	ریاستون	۸۲	۷				
صفحہ ۸۰ عالمگیرنامہ	عالمسگیرنامہ	۸۴	حاشیہ سطر آخر	سیوا از راہ پختہ کاری	سیوا از نزاد پختہ کاری	۱۰۰	حاشیہ ۳
جبرا	جمرا	۸۶	حاشیہ ۹	بے یراق	بے براق	۱۰۰	حاشیہ ۳
بیٹے	بیبے	۸۹	۴	سپاہیون سے	سپاؤنسے	۱۰۴	۸
جس نے	مشکوک	〃	۶	افغان	افعان	۱۰۵	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
حالانکہ	یالانکہ	۱۰۶	۱۵
تنبیہ کے	تنبیہ سے نے	۱۰۹	آخر
مانند سیلاب کوہ ربا	مانند سیلاب کوہ رپا	۱۱۰	حاشیہ ۲
دلیر خان	دلپر خان	″	″
محمد ہاشم خافی خان	محمد ہاشم وخاتی خان	″	۳
آگہنتد	گہنتد	″	″ آخر
رالیسنگہ پرتھی راجہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳
غنیم کے لشکر کا	غنیم کا لشکر	۱۱۴	۱۱
پرینده	پربنده	۱۱۴	۱۴
صفحہ ۱۰۰۱ عالمگیر نامہ	۱۰۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۴	حاشیہ سطر آخر
قراول	قمراول	۱۱۵	۸
بنده ہاے	بنده یاے	۱۱۶	حاشیہ ۲
استیلای اعدا و ہجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیہ ۱
از مقابلہ فوج دلیر خان	مشکوک	″	حاشیہ ۵
صفحہ ۱۰۰۴	صفحہ ۱۰۴	۱۱۶	حاشیہ ۶
دکینون	دکتیون	۱۱۷	۸
تیمن	یمن	۱۱۷	۱۳
دلیر خان از ین معنی	دلیر خان ازیمعنی	۱۱۹	حاشیہ سطر اول
پاره	پارچہ	۱۲۰	حاشیہ ۱
روانہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۲
خیل ادبار	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۳
رسیده بلطمہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۴
یمین	مین	۱۲۲	سطر آخر
زمیندار	زمیدار	۱۲۵	حاشیہ ۱
موضع سہری	موضع سحری	۱۲۶	۸
ادبادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیہ ۱
باپرسش	یاپرسش	۱۲۸	حاشیہ ۲
نزدیک بیر	یہ بیر	۱۲۹	″ سطر آخر
نیتاجی	نیتاہی	۱۲۹	۸
اصفہان	ہفتان	۱۳۰	۷
نایره	تاده	۱۳۰	حاشیہ ۱
گرائید	گرائند	۱۳۰	حاشیہ ۲
فرح آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
یہ مقام	نہ مقام	۱۳۱	حاشیہ
ملار	ملاو	۱۳۴	حاشیہ
بکوشند	کشند	۱۳۴	حاشیہ ۱
تقبل	بقبل	۱۳۴	حاشیہ ۹
آیا	یا	۱۳۷	حاشیہ ۱
سپرد	سیر	۱۳۷	۱۹
می ورزید	ورزید	۱۳۸	حاشیہ ۱
روپیہ	مشکوک	۱۳۸	″ ۸
دیوگڑھ رسیده	مشکوک	″	″
سازدومن بعد	مشکوک	″	″
بان	بال	۱۴۰	حاشیہ ۱
عادل خان	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۲
وجہہ	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۳
جہات	م	۱۴۰	حاشیہ ۴
پنجہزاری	سہاری	۱۴۰	حاشیہ ۵
یکہزار سوار از تابینان	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۶

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محمد امین سے کھایا	محمد امین سے یعنی کھایا	۱۴۲	۳	ہاتھ	ہاسھ	۱۶۳	حاشیہ۶
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۴۳	۱۳	غازی الدین خان	غازی الدیحان	۱۶۳	حاشیہ۹
پیدا ہوئی	پیدا	۱۴۴	حاشیہ۲	کوکہ	گوکہ	۱۶۳	حاشیہ۱۲
فرزند	فرزند	۱۴۵	۱۳	ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۶۵	۱۶
راجپوتونپر	راجپوتپر	۱۴۵	۱۷	گڑھیون	گڑھون	۱۶۶	۲
بعرض والا رسیدہ	بغرض والاہ سیدکہ	۱۴۷	حاشیہ۱	کٹہرہ	کیٹرہ	۱۶۶	۸
تبعقدیم	بقدیم	”	حاشیہ۳	چڑھائی	چرہائی	۱۶۶	۸
والی جے پور کے	والے جیپور	”	حاشیہ۴	تاریخی واقعات مین	تاریخی واقعات سے	۱۶۶	۱۷
گوشمالی کو	گوشمالی	”	حاشیہ۹	ٹھٹھر ونیر	مشکوک	۱۶۶	آخر
لڑنے مین	لڑنیمین	۱۴۹	۱۱	بروار	سروار	۱۶۶	آخر
مرہٹے	مرہٹنے	۱۴۹	۱۲	پانڈے بروار کے	مشکوک	۱۶۷	۸
گوداوری	گواداری	۱۵۰	۴	پڑاؤ لشکر	پشکر	۱۶۷	۹
صوبہ برار	صوبہ برابر	۱۵۴	۱۰	پیشہ وردعایا	پیشہ وردعایا	۱۶۷	۱۳
بکوشش فراوان	بکوشش مرادان	۱۵۵	حاشیہ۲	بدفتر استفسار	مشکوک	۱۷۷	حاشیہ
نااتفاقی	ناالتفاقی	۱۵۶	۸	خجستہ شیم ہر دو روپیہ زرمچہ	خجستہ سم	۱۷۸	آخر حاشیہ
ہوتی رہین	ہوتی مین	۱۵۷	۲	نذر ناظرین	نذر حاضرین	۱۸۰	۴
نہ تقوز	سرتفور	۱۵۸	حاشیہ۲	صدد وئی	صدولی	۱۸۳	۱۴
پسر	مشکوک	”	حاشیہ۳	دوہ نیمی	دوہ نیمی	۱۸۳	۱۴
ایک اربسی	ایک اربسی	۱۵۹	۹	جھنڈ	جھنڈ	۱۸۶	۲
ناڈونا مراجستان مین	راجستان	۱۶۰	۶	تھے	تھی	۱۸۶	۱۴
درہ بیوری	درہ بیوڑی	۱۶۰	۱۱	اوربانی وسرگروہ	اور محلہ کے بانی اور سرگروہ	۱۸۶	۱۷
ماڑوار	ماڑواڑہ	۱۶۰	۱۲	مولاگنج کے بانی تھے	مولاگنج کے تھے	۱۸۶	آخر
ملاقات	ملاقات	۱۶۰	آخر	اہلخانہ نیا والدہ نواب	اہل خانہ نواب	۱۸۹	۳
جھنڈا	چھنڈا	۱۶۱	۱۶	دلیرخان	دلیرخان		
معلوم ہوسکتے	معلوم نہ ہوسکے	۱۶۲	۱۴	غزل ونصب	غسل ونصب	۱۹۵	۱۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہرگروہ	ہرگردہ	۱۹۶	۳
بسیار	لبسبار	۱۹۸	حاشیہ
بروز	بزور	۲۰۰	حاشیہ
قبائل	قبایل	۲۰۰	حاشیہ
فروگذاشت	فروگداشت	۲۰۱	حاشیہ
شہباز خان	شہ نادخان	۲۰۱	حاشیہ
ہرسال	برسال	۲۱۰	حاشیہ
مشید	مشبد	۲۱۱	
چنانچہ قنوج مین	مگر ڈیڑھ سطر غلطی سے لکھ گئی	۲۱۳	آخر
روایت بھی	روایت سمجھی	۲۱۷	۲
کرلیتا	کرلیتا	۲۱۹	۸
ماثر عالمگیری	ماثرالامراء عالمگیری	۲۲۲	۱۶
غری خیل	عزی خیل	۲۲۷	۱۵
بازید خیل دو ہزار سوار	بازید خیل دو سو سوار	شجرہ ۲۲۹	متعلق عزی خان سطر ۳
لکھا ہے	لکھتا ہے	۲۳۳	۹
سید نظام ساکن بھانی	سید نظام خان بھانی	شجرہ	۷
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد حسان	شجرہ	
نواب اعزاز خان	جانشین	شجرہ	
نواب مقصود علیخان	نواب مقفود علیخان	شجرہ	
جو شیدند	شیندند	۲۴۰	حاشیہ
جو چھوڑ جاکر	جوچھوا کر	۲۴۲	۹
اندرز و نصیحت	اندر و نصیحت	۲۴۲	۶
مقبرہ نہ تھا	مقبرہ بنا	۲۴۵	حاشیہ
طاہر خان	طایر خان	۲۴۵	حاشیہ
پابوس	ماہوس	۲۴۶	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پرتاب بلی	پرتابت سبلے	۲۵۲	
فقرہ	فقرۃ	۲۵۰	حاشیہ
امیدوار بود بدانند	امیدوار بود ندانستند	۲۶۰	۴
نفاذ	نفاد	۲۶۰	۵
بنا بر دلیر خان	بنا بردلیر خان	۲۶۴	حاشیہ
انکی اجازت سرکار سے	انکی اجازت و سرکار سے	۲۶۵	۱۴
بارا خان	مشکوک	۲۶۷	۲
تشکی	مشکوک	۲۶۸	۱۳
اپنے	اسے	۲۶۸	۱۷
مسلمانان	مسلمان	۲۷۴	۱۰
پیش امام	مشکوک	۲۷۴	۱۰
بتصرف	متصرف	۲۷۵	۱۱
قلیل الرقبہ	فلیل الرقبہ	۲۷۹	۱
بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۰	مہر مندرجہ
پیر غلام	پُر غلام	۲۸۰	۴ در فرمان
بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۴	سند مہر فرمان
اُردی	اردوی	۲۸۶	۳
اراضی کا جو پیر محمد کو	اراضی پیر محمد کو	۲۹۳	۱
خصایص الحبیب	حضائیل الحبیب	۲۹۷	۹
آب زمزم سیمین بھرکر	آب زمزم سے آئین بھرکر	۳۰۲	۳
قبر سے	قبرون سے	۳۰۴	۱۶
اصل ہوتا	اصل نہو	۳۰۶	۱۵
عالی ہمتی	عالی ہمتی	۳۰۷	۹
سلیم خان	مشکوک	۳۰۸	۱۳
امریا	امربا	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پھپوہا	مشکوک	۳۱۱	۵
نواب سردارخان	نواب دلیرخان	۳۱۹	۹
تحریر	مشکوک	۳۱۶	۷
دیوڑھی	ڈیوڑہی	۳۲۲	۱
شہزادہ	مشکوک	۳۲۴	حاشیہ
تحریک	مشکوک	۳۲۵	حاشیہ
نمود	بمود	۳۲۹	۸
نگلہ سہاگ	نگلہ مہاگ	۳۳۱	۱۸
ہدایت خان	بدایت خان	۳۳۲	۲
واقعات بابری ترجمہ	واقعات بابری بزبان ترجمہ	۳۳۵	آخر
اقبال نامہ جہانگیری	اقبال جہانگیری	۳۳۶	۲
کوٹہ خاص	کورخاص	۳۴۱	۹
بیجون	پیجون	۳۴۴	۲
اِنھون نے اُنکی	اونھون اِنکی	۳۴۴	۷
زیر بیت	مشکوک	۳۴۴	۱۵
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰
قدامت	قداست	۳۴۷	۷
”		”	حاشیہ
یہ سجع بطفیل احمد دست شاہ کندہ کرایا تھا	یہ سجع مہر میں کندہ کرایا تھا	۳۵۰	۵
باقی رہ گئی	باقی رہگئی تھی	۳۵۴	۹
صوبہ دار و ناظم تھے	ناظم اور صوبہ دار بھی تھے	”	آخر
شاہ آباد	شاہ آبا	۳۶۲	۲
زیر اختیار ہے	اختیار رہے	۳۶۴	۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
نواب دلیرخان	نواب سردارخان	۳۶۵	۴
مبتذل ہوئی	مبذول ہوگئی	۳۶۶	[illegible]
استظہار	مشکوک	۳۶۷	حاشیہ
شاہجہانی	شاہجہان کے	۳۶۹	۴
پہونچے اور	پہونچے	”	آخر
اگر اپنے	اپنے	۳۷۰	
تو تیر ورنہ	ورنہ	”	۶
کا [illegible]	کا [illegible]	۳۷۲	حاشیہ
بدلیوا [illegible] سیدہ	بدلوا [illegible] سیدہ		
مقاہیر	مقاہیر	۳۷۲	حاشیہ
جمع غفیر	جمیع عنصر	۳۷۲	حاشیہ
بقیۃ السیف	بقیۃ النفت	۳۷۲	حاشیہ
ہیچ کس	بقسیم کس	۳۷۱	حاشیہ
سرزمین	سرمین	۳۷۳	۲
شرف ملازمت	شرف ملا رمت	۳۷۴	حاشیہ
کولاپور	کولام پور	۳۷۵	۴
داد شجاعت	مشکوک	۳۷۸	حاشیہ
عبور	مشاکوک	۳۸۳	حاشیہ
خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ	۳۸۳	۹
ملخص	مخلص	۳۸۳	حاشیہ
آزردہ خاطر ہو کر	آزردہ خاطر فراد	۳۸۴	۹
بتعاقب	بتعاف	۳۸۴	حاشیہ
ہفتدہ	ہفتد	۳۸۴	حاشیہ
بازلقیاس آفتاب ہمیر فیت	مشکوک	”	حاشیہ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہمت باختند	مشکوک	۳۸۴	۴	جانور	جا نور	۴۰۹	آخر
از حضور مورد	خفوو مورہ	۳۸۴	آخر	مجالست	مجالبست	۴۱۵	۸
شبرغان	شیرغان	۳۸۵	۴	بجبل متین	بہ بجبل متین	۴۱۷	۹
علی خان تاریزن	علی تارین خان	۳۸۶	۱۰	مُرید	مورید	۴۱۸	۱۰
گذاشت	گذشت	۳۸۷	۴	پشاورند	پشاوراند	۴۱۸	۷
برآورد	مشکوک	۳۸۷	حاشیہ آخر	شیخ احمد مجددی	شیخ احمد محدوق	۴۱۸	حاشیہ
مصحوب	معجوب	۳۸۹	حاشیہ	مادرزاد ولی تھے	مادرزاد ولی تھی	۴۱۸	۲
زین از اسپ	مشکوک	۳۹۳	حاشیہ	لنگر	لشکر	۴۱۸	۲
سواران المانی	الحاقی	۳۹۳	حاشیہ	وطن	وطرہ	۴۱۸	۵
راجہ پہاڑ سنگہ	راجہ بہار سنگہ	۳۹۴	۱۰	اُس کا	آپ کا	۴۱۸	۸
تعاقب بھی کیا	تعاقب بھی لیا	۳۹۴	۱۵	فتح جنگ خان	فتح خان	۴۲۴	۱۴
دس حصہ زیادہ تھے	دس گنی سی بھی زیادہ تھے	۳۹۵	۶	دروازہ	درازہ	۴۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید الدولہ			بانتہاز	پانہاز	۴۲۸	حاشیہ ۳
قطب الدینخان	وقطب الدین خان	۳۹۷	۱	نزدیک	نزدبک	۴۲۸	″ آخر
سنہ جلوس مین	سنہ جلوس			گھوڑے کے	گھوڑون کے	۴۲۹	۲
شاہجہان نے	شاہجہان سے	۳۹۵	حاشیہ	مخالفت	محالفت	۴۳۱	۶
آیندہ زمانہ مین بھی	آیندہ زمانے	۳۹۷		تحاسد	تخاسد	۴۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۴۳۴	۸
سادات	سادادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امر کا	۴۳۵	۱۲
پیش صدمہ پای فوج	پیش صدپلے فوج	″	حاشیہ آخر	اولاد نواب لیرخان	اولاد الغضب لیرخان	۴۳۹	حاشیہ آخر
نوزخم کھاے	نوزخم کھاکر گرے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گستہ شد	۴۳۹	″ آخر
چغتائی	چختائی	″	حاشیہ	قسمت باخود کردہ	قسمت باخود باکرم	۴۳۹	حاشیہ ۱
معاینہ	معایک	۴۰۴	۹	بتقریب	بتقرب	۴۵۵	۵
جس مین	جن مین	۴۰۷	حاشیہ ۱	فرزندون کو	فرزندنکو	۴۵۶	حاشیہ ۱
مخاطبت	مخاطب	″	حاشیہ ۱	جہانگیر کو لکھکر	جہانگیر لکھ کر	۴۶۱	حاشیہ ۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آنی تھی	۴۶۲	حاشیہ۹
وارثِ سلطنت	وارت سلطنت	۴۶۲	حاشیہ۱۲
اُسنے نکالکر	اُسنے نکالکر	۴۶۵	حاشیہ آخر
داور بخش	دادر بخش	۴۶۸	حاشیہ۹
چھہ ہزار سوار	چھہ ہزار سوا	۴۷۵	۷
یہ اختلاف	یہ ختلاف	۴۷۷	۱۸
لشکر ہیں	لشکرین	۴۷۹	حاشیہ۱
گردانیدہ	گردانبدہ	۴۸۳	حاشیہ۲
جاچکا	آجاچکا	۴۸۳	آخر
دریاخان کا سر	دریاخان کا مزار	۴۸۷	۴

غلطنامہ جلد دوم نامہ مظفری

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مثنوی گُل گشتی	گُل گشتی	۲	۱۳
ہر یک	بر یک	۸	۵
کبھی اُردو بھی	کبھی نثر بھی	۸	۱۲
وہ عیوض اے	وہ در	۱۱	۴
چین وتردد	چلن وتردد	۱۴	۱
موظف	موطف	؍؍	۲
قریب جو درخت تاڑ ہے بتلاتے ہیں	درخت تاڑ	۱۴	۱۴
محلہ دلیر گنج واقع شاہ آباد	مشکوک	۱۵	۱۶
ہر دلعزیزی	ہر دلعزیز	؍؍	۴
بھی	بہی	۲۵	۱۱
فرق	فرق	۲۵	۱۵
اوجیالے	اوجیالی	۳۰	۳
زندہ رہے	زندہ رہیلے	۳۲	۱۱
ارکان دولت سے	ارکان دولت	۳۳	۳
موروثی	مشکوک	۳۳	۸
قاضی ناصر الزمان صاحب	مشکوک	۳۳	آخر
ارتفاع	ارقطاع	۳۴	۱۵
اوقات	اوفات	۳۴	۱۷
رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر
قدغن	فدغن	۳۵	۳
سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
عرف مرزا ننّھو	عرف مرزا ننّھو	۳۸	حاشیہ۱
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
سنہ ۱۲۶۶ ہجری	سنہ ۱۳۲۶ ہجری	۳۹	۳
ذیوجاہت شخص گذرے	شخص گذرے گذرے	۴۲	۲
احمد گیر باعجز	احمد کبریا	۴۶	۱۶
بیاض	یاض	۴۷	۸
سید اعجاز احمد صاحب ابن ظہیر العلما	سید اعجاز احمد صاحب علما	۵۷	۱۷
یہ طبع ہوکر	طبع ہوکر	۵۷	۱۸
آل اولاد رسول	مشکوک	۵۸	آخر
سنہ ۱۱۷۵ ہجری	سنہ ۱۲۷۵ ہجری	۶۳	۶
املاک تھی ضبط ہوکر	املاک تھی کا ضبط ہوکر	۶۴	۱۴
شیخ داود	شیخ داوُد	۶۷	حاشیہ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
معانی لکھے ہین	مشکوک	۶۸	حاشیہ۳	آپ کا کلام	کلام	۹۴	۱
سِرّ خدا	مشکوک	۶۸	حاشیہ۴	مناجاتین و غیرہ تصنیف	مشکوک	۹۴	۱۷
شل	ضل	۶۸	حاشیہ۶	مسرور ہوجاے	مشکوک	۹۵	۱۷
سنہ ۱۲۵۷ ہجری	سنہ ۱۲۶۵ ہجری	۶۸	حاشیہ۷	عرض	غرض	۹۵	۱۴
نقش	نش	۶۸	حاشیہ۱۱	آسمان ستاتی	آسمان اور شاقی	۹۹	۱۴
ہر دو	ہر زید	۶۸	حاشیہ۱۲	باہوت	ہاہوت	۱۰۰	۱۷
ہرے بھرے	ہتر بھرے	۶۹	۱	سلامتی ذات	مشکوک	۱۰۱	۱۱
زوجہ	روجہ	۷۰	۷	بشاشت افزا	"	۱۰۱	۱۲
امانت	امامت	۷۲	۸	یہ فدوی	بہ فدوی	۱۰۱	۱۲
مولوی صاحب	مشکوک	۷۳	آخر	تشریف لاے	تشریف اے	۱۰۱	۱۴
لحاظ	مشکوک	۷۵	۳	عرض می نماید	می نماید	۱۰۱	آخر
مورد	مشکوک	۷۶	۴	باین اہتمام	مشکوک	۱۰۲	۵
عادت	عبادت	۷۶	۱۲	بہ تعلیم	تعلیم	۱۰۲	۷
انھین کا	انھین کے	۷۷	۱۴	بذمہ بندہ	بندہ	۱۰۲	۷
قدر	غدر	۷۸	حاشیہ۱	کہ رہے یاد	کہ رہون یاد	۱۰۵	۹
تعلقہ دار	تعلقہ دا	۸۰	۸	جو ہون	جون ہون	۱۰۵	۱۲
استفادہ	استعفادہ	۸۵	۷	کیا عجب ہے	کیا عجب ہین	۱۰۵	۱۳
حافظہ	حافظ	۸۵	۵	اُسنے کچھ ایسا رنگ	اُسنے کچھ رنگ	۱۰۶	۱۴
مزار	مرزار	۸۶	۱	سنہ ۱۲۷۸ ہجری	سنہ ۱۲۸۷ ہجری	۱۰۸	۱۵
کبھی وہ	تو	۸۶	۸	سنہ ۱۲۹۷ ہجری	سنہ ۱۲۷۷ ہجری	۱۰۹	۳
جنکے	اُنکے	۸۹	۳	حکیم صاحب کا	حکیم صاحب	۱۱۱	۱۵
مزار	ہزار	۹۱	۶	ندوۃ العلما	ندو العلما	۱۱۳	آخر
عالم رویا	مشکوک	۹۱	۱۹	ترددات	تردات	۱۱۵	۳
متعلقہ صہ ۹۱	متعلقہ صہ ۸۷	۹۲	حاشیہ۱	ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھے	۱۱۵	حاشیہ۱
دلی خطرات	دلی خطرت	۹۴	۱	سیرت	سرت	۱۱۶	۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پڑے	پے	١١٦	حاشیہ سطر١	نہایت نامور	نہایت مامور	١٤٧	٢
سروش	بروش	١١٦	حاشیہ سطر١	ذریعہ سے بہیج ہوے تھے	ذریعہ سے ہوے تھے	١٤٧	٩
جینے کی صورت ہو	جینے کی خواہش ہو	الف١١٦	٧	خلفاے شیخ محمد	خلفای شیخ محمد	١٤٨	١
تماشاگاہ نیرنگی	تماشا نیرنگی	١١٦	١١	مہدی قادری		١٤٨	۵
گہر	کہر	١١٧	۵	اینجانب	اینجانت		
لگایا ہے	گلتا ہے	١١٧	٦	پانچروپیہ یومیہ پاتے تھے	پانچ روپیہ پاتے تھے	١۵٩	١٣
وہ محشر	محشر	١١٨	١٤				
ہر قصر و ایوان	ہر قصر و اون	١٢٢	١٤	نواب کمال الدین خان	نواب کمال الدین	١٦٣	۵
ثنای مصطفے مین	مصطفے مین رات دن	١٢٢	آخر	مزروع کنانیدہ	مزروع کنایدہ	١٦٣	١٢
رات دن				بالضامنی	بالضامنی	١٦٤	١
کچھ اور ہی ادا ہے	تلوار ہی ادا ہے	١٢٣	١٧	وصول یافتم	وصول باقم	١٦٤	٣
				سرکار خیار	رکار خیار	١٦٨	٢
نبیون کو	نبیون لو	١٢٤	١٣	مقررہ ضمن	مقررہ صمن	١٦٩	٢
بالاپیر	بالاپر	١٣۵	حاشیہ سطر١	فردے مزین	فردے مرین	١٦٩	٤
تذکرہ دلیرخان	مشکوک	١٣٦	حاشیہ	قسمتنامہ	قسمت نامہ	١٧٠	٦
مسماۃ جمیلہ	مشکوک	١٣٧	حاشیہ	ویوجہے	ولوجہے	١٧۵	١
رودبدنی مین	رودبدنی کے	١٣٨	حاشیہ	سنہ ١٠٨٧ ہجری سے	سنہ ١٠٨٧ ہجری	١٧٦	
بی بی نیکبخت	بی بی نیکبخت	١٣٨	حاشیہ آخر	کئی مہینے	کئی مہینے		
قاسم ولی	قایم ولی	١٣٩	حاشیہ ١	نبیرہ مہدی صاحب	مشکوک	١٧٧	٧
زانوارادہ	زانوازادہ	١٣٩	حاشیہ ١	حضرت بالاپیر صاحب	حضرت پیر صاحب	١٧٨	١۵
غوثیت مآب	غوث مآب	١٣٩	حاشیہ	دیگ خرد	دیگ حرد	١٧٩	٤
ناگزیر ازین بے ادبی	ازین ناگزیر ازین بے ادبی	١٤٣	١	پیچاپیش	پیچاپیث	١٨	١٤
				واپس آئے	واپس	١٨٠	١٨

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالکہ مجاز نہین	مالکہ مجاز نہین	۱۸۱	۵
مادری	مادری	۱۸۲	۲
وہ از روی وراثت	وہ مجھے از روی وراثت	۱۸۲	۴
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸
میان جمیل	میان خلیل	۱۸۴	۱۲
فصل تفصل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸
قلائد الجواہر مین بھی	قلائد الجواہر	۱۹۲	۹
سنہ ہجری	سنہ ہجری	۱۹۳	۸
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸
چڑھالی	جڑھالی	۱۹۵	۱۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶	۱۲
ابن رفاعہ نے	لے	۱۹۷	آخر
خانقاہ حماۃ کے	خانقاہ حماہ کی	۱۹۸	۵
بجز آپکے	بجز آپ	۲۰۱	۲
بنام الہیہ قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ
مسقفہ	متفقہ	۲۰۷	حاشیہ ۲
مورث سادات	سادات مورث		
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	شجرہ ۲۵
عالی منزلت	عالی عالی منزلت	۲۰۹	۷
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳
آپکے حین حیات	آپکے حین حیات مین	۲۱۰	۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
چار مرافعات	مشکوک	۲۱۴	۶
دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند تھے	۲۱۴	۶
نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد صاحب بہادر	۲۱۴	حاشیہ نمبر
سید حسین	و سید حسین	۲۱۵	۱۱
بچپن کو	مشکوک	۲۱۷	۱
فضل احمد نمکہ آمد ثم ۲۴ ۱۳	فضل احمد نمکہ آمد مرد	۲۱۷	۱۳
چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۷	۱۴
بجز	بجز	۲۱۹	۸
مورد	موری	۲۲۰	۱۲
مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ
طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲	۶
امیدوار	امید ولد	۲۲۳	۳
بسنت راے	نسبت راے	۲۲۳	حاشیہ ۳
شہر حماہ	شہر حماۃ	۲۲۷	۱۷
مشورہ کے بغیر نہین کرتے تھے	مشورے سے نہین کرتے تھے	۲۲۸	آخر سطر
آبائی مراسم ہونیسے نہایت تعظیم و توقیر کرتے	آبائی مراسم ہوتے سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹	۶
پوشیدہ نہین رکھتے تھے	پوشیدہ نہین رکھتا تھا	۲۲۹	۷
حافظ امام بخش صاحب سندیلوی	حافظ امام بخش صاحب	۲۳۰	۷

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سودا ازدہ	صبح سودا ازدہ	۲۳۲	۳	نتھون	نہون	۲۵۵	۱۴
مگر گردش فلکی	کیونکہ گردش فلکی	۲۳۲	حاشیہ آخر	خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	رر آخر	آئی تھین	آئی نہین	۲۶۵	۱۶
ادہر سے شجاع الدولہ	ادھر سے شجاع الدو			بھوانی دین رائے دربسکب رائے	بھوانی دین اور بسکب رائے	۲۶۹	۱۶
اودھر سے	ادھر سے	۲۳۶	۱۲	شاہ آباد ضلع ہردوئی	شاہ آباد ضلع ہردوئی		
سید شرف الدین محمد		۲۴۲	حاشیہ	خواتین ہند کی	کے خواتین ہند کی	۲۷۳	۱۰
خود	خو	۲۴۳	۱	سرزمین	سرزمین	۲۷۵	۲
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۴۳	۱۲	خامہ	نامہ	۲۷۸	۱
باغ مرہونہ	باغ مرجونہ	۲۴۳	۴	علم پناہ	علم و پناہ	۲۷۸	۱۲
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۴۵	۴	صاحب تحقیق	صاحب توقیر	۲۷۹	۱۱
۱۲۵۷ھ ہجری	۱۱۵۷ھ ہجری	۲۴۷	۱۳	بنجاتا	بنجا	۲۷۹	۱۵
بست وچارم قضا	بست وچارم قضا شد			در وجواہر تحقیق	در وجواہر و تحقیق	۲۸۰	۱۰
بغمش شد دل غمگین	بغمش شد دل غمگین	۲۴۷	۱۲	رئیس کاکوری	رئیس کاکوروی	۲۸۱	۸
ہرکہ نخواہد کہ بنید در جہان	گر تو نخواہد کہ بنید در جہان	۲۴۸	۹	بوستان بنظیر	بوستان بے نظیر	۲۸۵	۷
نگاہ ہے	نگاہے	۲۴۹	۹	۱۹۱۵ء			



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دوجہان کی حمد وثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی محدود قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسنے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر بناکر بمصداق اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ عقل و نور کا پتلہ بنادیا اور اپنی معرفت و تقرب کا رتبہ عنایت کرکے بقولے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ بشر کو ملائکہ سے بڑھادیا اُس حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس مشت خاک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی قوت و شجاعت سے شیر نیستان کو مغلوب کرکے اپنی افضلیت کو ثابت کردیا اُس فیاض ازل کی فیاضی نے اس قطرۂ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان جودنے ابر گہربار کو بھی شرما دیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح سے خاموشی اختیار کرکے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود حقیقی کے سامنے سرنیاز جھکاکر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفت ہے ظاہر کرنا چاہیے

حمد الٰہی کیطرح نعت رسالت پناہی بھی احاطۂ تحریر مین نہین آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم فخر بنی آدم کی ذات مبدء کائنات عالم ایجاد مین نہ آتی تو بمصداق لولاک لما خلقت الافلاک آفرینش ہیجدہ ہزار مخلوقات کی وجود مین نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ وحدت کثرت مین نہ سماتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز نہوتی تو یہ معرفت الٰہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین و آخرین کی ذات مجمع الحسنات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی مین یکتا ہوکر خاتم الانبیا ہوئی دنیا مین علم و حکمت کی اعلی تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہونچی اُسکی محبت و اتباع ہر امتی پر فرض ہوکر وسیلۂ نجات قرار پائی۔ اُسکا رخ آئینۂ خدا نما اور خطاب شافع محشر اور نام نامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُسکی آل واطہار اور اصحاب کبار جو آسمان ہدایت کے ستارے تھے اِن سب پر ہمارا دل و جان نثار ہے۔

جملہ ناظرین با تمکین کیخدمت مین خاکسار احقر الکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض پرداز ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق ایکبار کتاب ماثر الامرا جو صمصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے مین آئی اسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا اور اراکین دولت شاہجہانی و عالمگیری سے ہین ایسے قوت بازوے سلطنت اور شیر نیستان شجاعت تھے کہ جنکی دلاوری اورنگ زیب جیسے اولوالعزم جری بادشاہ کی نظر مین بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہان کے باشندے بجز چند زبانی روایات کے اپنے مورث اعلی کے حالات سے مطلق آگاہی نہین رکھتے

ان تواریخ مین جو شاہی وقائع نگارون نے بطور روزنامچہ کے لکھی ہین اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جنکو بادشاہ نے حرف بحرف سُنا ہے نواب دلیر خان ایسے گرامی قدر الفاظ سے یاد کیے گئے ہین کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد مین آجاتا ہے صمصام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ وماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب ہین اخذ کر کے نہایت بیش بہا فقرات مین تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان ممدوح ایسے شجاع وبااقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس مہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فتحیاب ہی ہوے بارگاہ صاحبقرانی یعنے دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت وخطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجہزاری سے قدر افزائی ہوئی تھی۔

خلعت واکرام وقتاً فوقتاً جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید بران تھے تعجب وتاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کسینے فراہم نہین کیے شاہی تواریخ مین جابجا اُنکے حالات درج ہین مگر وہ بجز بعض شائقین امرا کے ہر ایک کے یہان مجتمع نہین ہین اور بعض قلمی کتابین جو طبع نہین ہوئین ہنوز پردۂ گمنامی مین پڑی ہین اور جلد دستیاب نہین ہوتین مزید بران عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب سے مفقود ہوئی جاتی ہین۔ اپنے بزرگون کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور فخر روزگار آبا واجداد کے اوصاف

نہ جاننا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ مین ممتاز ہو سکتی
کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے وقعات
کو پردۂ گمنامی پڑا رکھنا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصۂ دراز کے
گذرے ہوے واقعات جب تک نہ دُہرائے جائین تازہ نہین ہوتے اسی بنا پر
خاکسار نے کتب کمیاب کا پتہ چلایا اور اس دردسری کا بار اپنے سر لیا ابتک ان
حالات کے فراہم نہونیکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد مین
جو ذیعلم لایق اشخاص ہوے انکی توجہ واقعات نگاری کیطرف مبذول نہوئی شعروسخن
کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی تازکخیالیان اور سراپاے محبوب مین موشگافیان انتہا کو
پہونچادین حسن و عشق و ہجر و وصل گل و بلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
ہوے ہین اگر کمر یار کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال مین ملک عدم ہی دکھادیا اور باریکی
اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو نہ ملسکی اسلیے اُسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جانان نے
کہ درازی مین میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالون
سے عرش برین کو ہلادیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھادیا۔ اگر کثرت گریہ اور
جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھون کے سات پردون سے ساتون طبق آسمان کو ڈبودیا
اسمین شک نہین کہ زور قابلیت سے اس فن کو معراج پر پہونچادیا اور مبالغہ کی رنگ
آمیزی سے ملمع کو زر کامل بنادیا لیکن بجز رنگین خیالات کے واقعات ندارد ہین۔
چونکہ آجتک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل مین نہ مجتمع کیے تھے لہذا راقم کو اس
کتاب کی تصنیف مین جو جانکاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آے ہین انکو راقم ہی کا
دل و دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کا غذات بغور دیکھنا

مفید مطلب وقعات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان مین ترجمہ کرنا گویا
ہفتخوان کے راستہ کاٹے کرنا اور ایک دریاے عمیق مین غوطے لگانا تھا۔ اس میدان
بے پایان مین جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنی محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے
پُرانے کاغذات جنمین فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب
کے متعلق روشنی پڑتی تھی جابجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کرکے ان حضرات کو
جنھون نے بہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس
مین کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات مین پیش آیا اُسکی تحقیق کے
لیے معمر محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبونکی خدمت مین
خطوط بھیجنا پڑے۔ سوا ے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جابجا مضامین مین آ ے ہین
اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب الغرض و گزیٹر وغیرہ کے مدد لیگئی
اور تا امکان تحقیقات حالات مین کوئی کمی نہین کیگئی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ
شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقۂ علما شعرا صلحا وغیرہ مین فخر روزگار و مقبول عام ہوے
انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر مین لائے گئے ہین
راقم نے کوئی طبعزاد قصے نہین لکھے بلکہ جو کتابون مین پا ے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ
لوگون نے فرما ے وہ راست و بے کم و کاست درج کیے ہین۔ اس کتاب کو دو حصہ پر
تقسیم کیا ہے پہلی جلد مین بانی شاہ آباد و اُنکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد
کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہین۔ دوسری جلد مین دیگر
اہل کمال کے وقعات تحریر کیے ہین اور جو تصویرین کہ اسمین شامل کیگئی ہین وہ بھی
اصلی و صحیح ہین بعض انمین شاہی زمانے کے قلمی مرقع ہین جنپر مصورون کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابونکی مہرین بھی پڑی ہوئی ہین اور ان تصویرونکی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی مین مصوری کا فن کمال کو پہونچگیا تھا اور امرا مین اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلیے ان نوابونکی تصویرین بھی کھینچی گئین۔ چنانچہ نواب دلیر خان کی دو تصویرین اتاری گئین ایک مین وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوے ہین اور دوسرے مین صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونون عہد شباب مین رحلت فرما ہوے اسلیے ان کی تصویرون مین بھی جوانی کے آثار نمایان ہین اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ مین صلاحیت تصویر بعینہٖ کھینچنے کی تھی یا نہین یہ شک اس صورت مین جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویرین ہین جنمین بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر مین جسقدر حصہ کہ سفید بالون کا ہے اتنا ہی دوسرے مین ہے۔ اور نقش ونگار وخط وخال کے لحاظ سے ہر دو تصویرین سر مو فرق نہین ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب مین درج ہین انسے گو اردو خوان حضرات کو کسیقدر الجھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہین ایک یہ کہ جو اہم واقعات بیان ہوے ہین انکا ثبوت ان اسناد سے کماحقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعہ سے کاغذات کے مطالب ومضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگون کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہیگی۔

ایک بار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ مین یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلیے کہ انسے



نواب دلیر حاں داڈئي ساہآباد

شاہان سلف کی شان وشوکت اور اسناد سے اپنے بزرگون کی زبان اور طریقہ انشاپردازی کا پتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے اُمید ہے کہ میری غلطیون کو معاف فرماکر عیب چینی سے درگذر فرمائینگے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات وجانفشانی کے صلہ مین دعاے خیر سے جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائینگے ؎

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار

نواب دلیر خان کے مفصّل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے اُنکے والد دریاخان[1] بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور مین ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان وسردار تھے وہ گھوڑونکی تجارت وزراعت کیا کرتے تھے

[1] دریاخان ہم یکے از سردار قوم افغان باقرزئی بود وریاست کثیر از قسم دیہات وچاہات و باغات وجاگیرات بطور رسم ولایت در نواح پشاور بقبض وتصرف خود میداشت ومکان بود وباش متعلقان خاص موسوم موضع بربر بود امیر الامرا خان جہان لودی از حسن اخلاق او بدرجۂ راضی شدہ وسرداری را کار فرمودہ از دریاخان دستار بدل شدہ وا ورا برادر خود خواندہ ہمراہ خود بحضور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی آوردہ ملازمت کنانیدہ واز حضور اول بمنصب سہ ہزاری وسہ ہزار سوار سرفرازی یافتہ بعد چندے دریاخان متعین ملازمت شاہزادہ خرم المخاطب بہ شاہجہان شدہ وپسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امراے شاہزادہ والا تبار افتخار یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضعداری مین نہایت مشہور تھے دریا خان نے امیر الامرا خانجہان لودی کے توسط سے دربار جہانگیر مین رسائی پیدا کی اور منصب سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسپ ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے بعد وہ متعدد صوبونکے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگذاری سے بہت سی شاہی خدمتین بجالاے نور الدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو شاہزادہ خرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن مین استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے بہادر خان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار سے سرلبند ہوے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان ایام شاہزادگی سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سے جدا نہوے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہجہان کے دربار مین بڑا رتبہ و رسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ و بھائی کیوجہ سے شاہجہان بادشاہ کے حضور مین باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھون نے اپنی ذاتی شجاعت اور خداداد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور ایسی ایسی مہمات سر کین کہ مشہور عالم ہوگئے اُنکے عجیب و غریب کارنامون سے شاہی تواریخ کے صدہا صفحے بھرے ہوے ہین ابتدا ہی سے بارگاہ شاہجہانی مین دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر تھا

سنہ ۹ جلوس مین جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کرکے سربلند کیا تھا اور سنہ ۱۳ج مین بیس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امرا کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب الحکم بادشاہ کے دلیر خان وہ روپیہ ذوالقدر خان قلعہ دار کابل کو سپرد کرکے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت جسمین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہین تھی بلکہ خاص اور معتبر اشخاص جو اس کام کے لایق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانکی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی پیشتر شاہجہان نے جلال خان معروف بہ دلیر خان کو منصب ۱۳ نہ صدی ذات و پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب مین تدریج ترقی ہوتی رہی ماثر الامرا مین ہے کہ انکے بڑے بھائی بہادر خان سے بعض رخنہ اندازون نے بلخ و بدخشانکی مہم مین شاہجہان کے دلمین ناخوشی پیدا کرائی اور تیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان انکے ذمہ لگایا گیا حالانکہ بہادر خان نے اس مہم مین بڑی کارنمائی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو انکے منصب اور فوجکی سالانہ تنخواہ مین مقرر تھی سرکاری مطالبہ کے معاوضہ مین ضبط کرلی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزاری منصب اور ہزار سوار اور خلعت و فیل اور خطاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

ملہ مبلغ بست لک روپیہ کہ زیولا از دار السلطنت لاہور رسیدہ بود مصحوب سید بہادر و لد سید لطف علی و جلال خان برادر بہادر خان و محمد امین ولد شاہ قلیخان روانہ کابل ساختند کہ بذو القدر خان قلعہ دار آنجا سپردہ برگردند بادشاہ نامہ صفحہ ۲۰۰ سال ۱۳ جلوس حالات شاہجہان بادشاہ ملہ جلال خان برادر بہادر خان نہصدی پانصد سوار بادشاہنامہ سلسلہ فہرست منصبداران ملہ جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بست و یکم از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات ہزار سوار و خطاب دلیر خان و بمرحمت فیل سرفراز گردید و بتدریج پایہ اعتبار برافراخت سرکار قنوج و کالپی از بہادر خان باوصف خدمت نمایان ضبط شد و فوجداری آن محال بجلال خان تفویض یافت ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان ردیف دال۔

مشہور ہوگئے یہ سربلندی انکو سنہ ۲۱ جلوس شاہجہانی مین حاصل ہوئی۔

تاریخ اخبار محبت[1] کے صفحہ ۲۳۶ مین مرقوم ہے کہ کل قنوج و کالپی کی جاگیر بہادرخان سے ضبط ہوکر دلیرخان کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی منصب و خطاب[2] کو رکیساتھ خلعت و سرپیچ مرصع اور تلوار و اسپ و فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلیے رخصت کیے گئے چنانچہ دلیرخان کالپی و قنوج مین پہونچکر تحصیل وصول اور دیگر ملکی انتظام مین مشغول ہوے ترقی منصب کے متعلق شاہنشاہنامہ میر ابو الفضل معموری[3] مین مذکور ہے کہ جب سنہ ۲۳ جلوس شاہجہانی مین قندھار کی مہم پیش آئی اور بہادرخان نے وہان عالم جوانی مین انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادرخان کے بڑے فرزند دلاورخان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا اور دلیرخان کو دوہزاری و پانصدی کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایکبار سنہ ۲۴ جلوس مین دلیرخان اور فرزندان بہادرخان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور یہ حسب الطلب اپنی جاگیر سے جو بانس بریلی کے تعلق مین تھی روانہ ہوکر دار السلطنت دہلی پہونچے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے تو اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکو اکیس گھوڑے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا کیے تھے اور جب سنہ ۲۷ جلوس مطابق سنہ ۱۰۶۲ھ مین انکی جاگیر پر کسی سرکش راجہ نے دست درازی کی

---

۱ سرکار کالپی و قنوج کہ در جاگیر بہادرخان بود تغییر نمودہ متعلق بہ سرکار خالصہ آوردہ جلال خان پسر دریا خان (?) را کہ منصب یکہزاری یکہزار سوار از اصل و اضافہ و خطاب دلیرخان عطا (?) خلعت و سرپیچ مرصع و شمشیر و اسپ و فیل سرافراز نمودہ بنابر مصلحت وقت و چشم نمائی کہ بحق شاہزادگان کسے کلمۂ درشت نگوید و از حرکت بے ادبی باز ماند فرق نمودہ برائے بند و بست آنجا دلیرخان را رخصت فرمودہ دلیرخان در سرکار کالپی و قنوج رسیدہ مشغول تحصیل شدہ صفحہ ۲۳۶

۲ از واقعات قندھار بعرض رسید کہ بہادرخان افغان فوت شدہ دلیرخان برادرش و غیرہ ہفت پسر جمیع نوکران او در نزد بادشاہزادہ عمدة الملک جہت تسلیم مناصب بادشاہی فرمودہ و اعلیحضرت پسر کلان او را کہ پانزدہ سالہ بود دلاورخان نام داشت ہزاری و پانصد سوار فرمودند دلیرخان برادر او را دو ہزاری و پانصد نمودند چار پسران او کہ خورد سال بودند یومیہ مقرر فرمودند اقربائے نعش او را بوطنش رسانند شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۲۰

۳ جلال خان عرف دلیرخان و پسران بہادرخان افغان از جاگیر خود کہ در توابع بانس بریلی باشد بموجب حکم رسیدہ ملازمت نمودند بیست و یک اسپ و پنجاہ ہزار روپیہ بہ ایشان مرحمت فرمودند شاہنشاہنامہ قلمی سنہ ... مطابق سنہ ... جلوس شاہجہانی

اور اس بات پر اُنسے سخت جنگ ہوئی فریقین کے بہت لوگ مارے گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا
اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے اسپر فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان
صوبہ دار سنبھل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلع وقمع کیا جائے چنانچہ حسب الحکم اسکا تعلقہ ضبط
کیا گیا اور چند پرگنے اسکے انکی جاگیر مین شامل کیے گئے دلیر خان اور انکے بھتیجے مورد عنایت ہوئے
بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک تونی مخاطب بہ علامی فاضل خان مین لکھا ہوا ہے کہ جب
شاہجہان بادشاہ سعید آباد مین رونق افروز تھا دلیر خان کابل سے آئے اور شرف حضوری سے
مشرف ہوکر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب ۱۰۶۲ھ مین قندہار کے محاصرہ کیغرض سے شب دوشنبہ
۱۶ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خان موصوف
کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اسوقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا مع
نقرئی زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ مین ایکطرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان ممدوح
کے چچا نیکنام خان اور یوسف خان و عنایت خان ہر دو برادر بھی معیت مین تھے دلیر خان نے
اپنے فرائض منصبی خوب ادا کیے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کیگئی اور بہت کچھ انتظام ہوا
ستر ہزار سوار و چھ سو امراء و منصبدار اور بیشمار آلات حرب وغیرہ توپخانہ کے تھے ایک کروڑ روپیہ
بطور ساہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اسمین بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھوں نے وہان خوب
جانبازی کو دخل دیا تھا۔ ان دونوں محاصرون مین علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم بھی شریک تھے

سنہ دریں ولا بعرض رسید کہ پسران بہادر خان برادر دلیر خان کہ توابع بانس بریلی کہ جاگیر اوست با یکی از زمینداران آن ضلع بر سر [illegible] آن ضلع
گرد و کاشت ترکتاز معرکہ کارزار گرم گردیدہ جنگ صعب روداد از ہر طرف مردمان بسیار بکار آمدند زمیندار مذکور بعد کشتہ شدن
سپاہیان بسر بہ فرار آورد برستم خان کہ جاگیردار سنبھل بود حکم صادر یافت کہ خود در آن ضلع زمیندار مذکور را برساند و تنبیہ و تادیب او کوشد
جلال خان برادر بہادر خان با پسران او مورد عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را ضمیمہ جاگیر آنہا فرمودہ ۲۲ شاہجہان نامہ
سنہ بست و دوم سعید آباد بقدوم والا فخر گشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمودہ بست اسپ پیشکش گذرانید
بادشاہنامہ عرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان [illegible] نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور

اسکے بعد جب تیسری بار ۱۰۶۳ھ مین قندہار کے محاصرہ کیلیے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے حسب
منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ اہتمام
کیا گیا دلیرخان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندہار
پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ دلیرخان کے ساتھ قلعہ بست سے جو اس نواح کے مشہور
قلعون مین تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا آکر شاہزادہ
داراشکوہ کی خدمت مین حاضر ہوے حسب الحکم قلیچ خان و جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے
اسدم ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی ایکہزار کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا
داراشکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان و غیرت خان مورچہ آگے بڑھائین اور راجہ اجروپ
تختہ و چوب سے پناہ بنائین اور دلیرخان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کرے
اور آج رات مین قزلباشونکو مین بھی پسپا کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے
مقابلہ ہوا بڑی جانفستان لڑائی ہوئی دو تو نطرفکے کثرت سے لوگ تہ تیغ بیدریغ ہوے اور کشتونکے
پشتے لگ گئے القصہ قندہار کی جانکاہ مہم مین دلیرخان نہایت دلیری و شجاعت کو کام مین لائے
جب اس مہم کو عرصہ دراز ہوگیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہوگئی تو شاہجہانی لشکر نے پاے
حصار سے کوچ کیا دلیرخان شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت بادشاہ قدردان جوہر
شناس نے انکے منصب مین پانسو سوار کا اضافہ[1] کیا اور ایک گھوڑا معہ نقرئی زین کے مرحمت
فرماکر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ مین انکا منصب ڈیڑھ ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔
بعد از آن ۲۴ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

[1] دلیرخان باضافۂ پانصد سوار بمنصب ہزاری دو ہزار سوار و اسپ با زین نقرہ سرفراز گشتہ بکابل رخصت گردید شاہجہان نامہ مذکور
مصنفہ فاضل خان وزیر اعظم ۱۰۶۵ و ابتدای سال ہفتاد و پنجم از عمر ابد قرین جشن انعقاد یافت دلیرخان و ارادت خان بعنایت خلعت
فاخرہ قامت افتخار برافراختند شاہجہان نامہ مذکور

ابھی شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو خلعت فاخرہ عنایت کرکے سربلند کیا تھا۔
سنہ ۶۷ھ مین جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو معظم خان میرجملہ کیساتھ دکن بھیجا کہ وہان جاکر تم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہمراہی مین جو اس مہم کیلیے مامور ہی بیجاپور کو تاراج کرڈالو کیونکہ علی عادلشاہ والی بیجاپور مرگیا ہی اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہین ہی اسکے غلامون نے جو امیر ہین ایک لے پالک لڑکا جسکا نام سکندر ہی اسکے مسند پر بٹھلایا ہی اور ملک مین بدنظمی پھیلی ہوئی ہی اس واقعہ کے متعلق ظفرنامہ شاہجہانی مین مرقوم ہی کہ معظم خان و دلیرخان ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۶۷ھ کو شہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن پہونچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدر کا قلعہ فتح کیا اسکے بعد گلبرگہ مین جب بیجاپوری جمع ہوی اور وہان بادشاہی لشکر آیا تو ایک روز دشمن کے سوار دفعتہً شاہی رسد کے بیلونکو چراگاہ مین تھے اپنے آگے رکھ لیا اور اپنے پڑاؤ کیطرف روانہ ہوی جب بادشاہی لشکر مین یہ خبر پہونچی تو معظم خان نے دلیرخان سے کہا کہ یہ مویشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیرخان اپنی جمعیت کو لیکر دشمنونکے سر پر پہونچگئے اور انکے ایک بڑے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور سارے مویشی چھین لیے اس معرکہ مین دشمن افتان وخیزان بھاگے اور دلیرخان معہ اپنی جماعت کے اپنی قیامگاہ کو واپس آئی۔ اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر مین جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک روز شہزادہ اورنگ زیب نے اپنی فوجکی خود ترتیب کی اور مخالف کی فوج مین بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ بھی بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوی اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیرخان جو مقدمۃ الجیش تھے خود آگے لڑے اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے تلوارونکی کئی ضربین انکے لگین مگر چونکہ مسلح تھے اور زرہ وغیرہ پہنے ہوے تھے کوئی زخم انکے بدن پر نہین لگا۔ جب خان محمد و فاضل و رستم و عبدالخان کے فرزندونسے تھے مخالف کیطرف سے قریب بیس ہزار سوارونکو لیکر بادشاہی لشکر پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک فوجکے سردار دلیرخان تھے غنیم کی فوج

دلیر خان کے لشکر کیطرف آئی تو اسنے بان اندازی شروع کی اسوقت بھی دلیر خان نے شجاعت کی
خوب داد دی۔ اسی زمانہ مین دشمن کی فوج جب چارونطرف ملک مین پھیلگئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ
محمد سلطان کیساتھ دلیر خان کیے گئے اور دشمنونکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسوقت خانموصوف نے
ہرطرف سے مخالفونکو گھیر اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلبرگہ پہونچا تو وہان یہ انتظام کیا گیا
کہ ایک جماعت سید محمد گیسودراز کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی
خانہ بربادی کیطرف آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۷ھ کو قلعہ دار قلعہ کی کنجیان
لیکر شہزادہ کیخدمت مین حاضر ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ غرضکہ ان مہمات مین دلیر خان نے خوب خوب
بہادریان دکھائین اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا
اسکے بعد فوجکی طلبی کا حکم گیا اور دلیر خان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضوری
سے مشرف ہوئے سنہ ۳۱ جلوس مین شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان[۱] کو نقارہ مرحمت

[۱] شاہجہان بادشاہ نے خلقتًا ایسا دل و دماغ پایا تھا کہ جسکی نظیر لائق بادشاہون مین ملنا مشکل ہو عالی دماغی اور نازک مزاجی کے کیساتھ اسمین امارت و نفاست اور شاہانہ فیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ اسکی قدردانی و داد و دہش ضرب المثل ہو اسکی بنائی ہوئی عمارتین ایسی عالیشان ہین جو آجتک عدیم المثال سمجھی جاتی ہین شاہجہان کے عہد مین اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہونچگئی تھی اور تیموریہ بادشاہت کا شباب تھا اسکے عہد مین جو صوبے زیر حکومت تھے انمین وہ امن تھا جو کسی بادشاہ کے عہد مین نہین ہوا راجپوتانہ مین کسی نے سرکشی نہین کی بلکہ راجپوتون نے وہ وفاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دو سرونسے ہونا مشکل ہین دربار کی وہ شان و شوکت تھی کہ کسیکو نصیب نہین ہوئی توران مین بلخ و بدخشان اور آبائی ممالک ماوراء النہر فتح کر لیے مگر اسوجہ سے کہ انمین خرچ زیادہ بہت اور انتظام مین روپے کا صرف زیادہ ہوا اور مصارف سے حاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن مین فتوحات نمایان کین احمد نگر کی مملکت کو فتح کرکے شامل خالصہ کر لیا اور دو ریاستین گولکنڈہ اور بیجاپور کی جو باقی رہی تھین انکو اپنا باجگذار بنایا اور وہانکے تخت نشین بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ مین لینا چاہا اضلاع دکن کی پیمائش کرائی بندوبست دہ سالہ جاری کیا۔
شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانون پر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوون پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد مین جو ہندوون کو امور سلطنت مین عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت مین نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہین بڑھایا اور آمدنی کو بڑھا لیا اکبر نے جو ۵۱ سال کی عمر تک بڑی زمانہ مین خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جہانگیر نے بائیس سال کی حکومت مین خرچ کر ڈالا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماسبق سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و منتظم بادشاہ تھا سنہ ۱۰۳۷ھ سے سنہ ۱۰۶۸ھ تک دولت آباد برار تلنگانہ وغیرہ کے قلعجات

کر کے بلند آواز کیا۔ ۱۰۶۷ھ مین شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صوبہ بنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منھ پھیرا اور پٹنہ عظیم آباد پر لشکر کشی کر کے ملک خالصہ پر دست درازی شروع کی حتی کہ بنارس تک آگیا جب شاہجہان و داراشکوہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبر آباد سے شاہزادہ سلیمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ۔ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطعہ مین نظم کیا جو بادشاہ نامہ مین شاہجہان نے درج کرادیا ہے ؎ شاہ بخت کشور اقبال گرفت ۔ بہ تیغ زعدو ملک و سر و مال گرفت ۔ چل قلعہ بیکسال گرفتی کہ کیش ۔ شاہا نتواند بہ چہل سال گرفت ۔ صفحہ ۱۰۱ بادشاہ نامہ اور کئی کرور روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات مین جو رقم اسنے دی اسکی چوتھائی بھی کسی عہد مین نہ دیکھی ساڑھے نو کرور روپیہ جسمین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک انعام مین مرحمت کیا۔ دو کرور پچاس لاکھ صیغۂ تعمیرات مین صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کرور دس لاکھ دارالخلافت اکبر آباد کی عمارات مین جسمین پچاس لاکھ تاج محل مین جو بارہ برس کی مدت مین میر عبد الکریم و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات مین صرف ہوے اور پچاس لاکھ قلعہ معلے دہلی کی تعمیر مین اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت مین اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور مین اور بارہ لاکھ عمارات کابل مین اور آٹھ لاکھ عمارات کشمیر مین اور آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمد آباد وغیرہ مین خرچ ہوے ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ہجری مطابق ۱۲ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدایش ہوی خرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ نے تربیت کی بعد انتقال اسنے باپ جہانگیر کے ۱۰۳۷ھ مین تخت نشین ہوا (شہاب الدین محمد شاہجہان صاحبقران ثانی لقب اختیار کیا) بے بدل خان نے مصرعہ تاریخ جلوس سے جلوس شاہجہان داد زیب ملت و دین ۔ اور میر صالح خوشنویس نے ؎ شاہجہان بادشہ شاہ جہان۔ پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت مین بہتر لاکھ روپیہ اہل استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پا بوسی کا اٹھا دیا سادات علما و صلحا کے لیے ملاقات کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ باوضو رہتا اور عبادت الٰہی کیا کرتا اسکے عہد مین اہل کمال ایسے جمع ہوے کہ دارالسلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بن گیا بائیس صوبہ اسکے تابع تھے اور بائیس کرور سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج مین دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے اور ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار شاہزادون اور امرا کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار کی جماعت بادشاہ کے ہمرکاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات مین رہتی جاٹون و قچدارون کی جماعت اسکے

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہان جاکر
یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادر پور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے
اسمین محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی
لشکر خیمہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کرکے
محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اسوقت کمال بیفکری سے خواب غفلت مین

بقیہ سابقہ علاوہ بھی علامی سعد اللہ خان اور افضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تنخواہ مین بارہ بارہ کرور دام یعنے تیس لاکھ سالانہ مقرر تھے اور پنجہزاری منصب والے امیر کی تنخواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۷۴۳) مین مرقوم ہے منصبداروںمین چار شخص ہفت ہزاری اور سترہ پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کرور دام کی جمع کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ مین جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہر خانہ مین شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کرور کے جواہرات شاہزادون مین تقسیم کیے اور پانچ کرور کے جواہرات زیورات مرصع مین استعمال کیے اور دو کرور کے جواہرات ملبوسات مین جڑوائے ایک کرور کی تیاری مین تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانبا اور پانچ گز بلند تھا جسمین باہر کیطرف لعل و یاقوت و زمرد جڑے ہوے تھے تخت پر دو طاوس مرصع نصب تھے اور دونکے درمیان ایک درخت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس مین تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کا جسمین پانچ لعل اور چوبیس در شاہوار جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فراش نصب کرتے تھے اور دس ہزار امرا اسکے سائے مین بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام دلبادل تھا ایک قندیل جو طرح طرح کی گلکاریون اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضۂ اقدس کے لیے معہ نذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قندیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

المختصر ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو ۷۶ سال کی عمر مین بنظیر فرمانروائی کرکے بعرض حبس بول و رعشہ و اختلاج قلب شاہجہان نے انتقال کیا اور آگرہ مین اپنی پیاری بیگم ارجمند بانو ممتاز الزمانی کے ہم پہلو تاج محل مین مدفون ہوا تاریخ انتقال ؎ شاہجہان کرد وفات ز عالم سفر کرد شاہجہان ۔ ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ نکلتی ہے مدت سلطنت اکتیس برس دو ماہ ہی علحدگی سلطنت کے بعد ۸ سال گوشہ نشینی عبادت الہی و شغل آیات نویسی و خیر خیرات مین گذرانے بعد رحلت کے فردوس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوسپر عیش پسندی اسدرجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ سروکار نرکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھکر محمد شجاع نہایت سراسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی دیر لڑا آخر کار اسپر رعب چھاگیا اور بیساختہ بھاگ کر ایک کشتی مین بیٹھا اور پٹنہ کیطرف روانہ ہوا یہان بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ توپخانہ ورسد وغیرہ کا سامان سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب شجاع پٹنہ سے مونگیر پہونچا اور وہان بھی اسکے پاؤن نہ جمنے پاے تو وہانسے وہ بنگالہ چلا گیا آخر کار پٹنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ماثر الامرا مین ہے کہ انھین ایام مین ایک ہزار کا انکے منصب مین اور اضافہ ہوا غرضکہ شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے نہایت عجلت سے دار الخلافت کو آرہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہان ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ پر[1]

---

[1] شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹون مین باہم خانہ جنگیان ہوکر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار مین ہمہ تن مصروف رہا آخر کار اس محنت وجانکاہی سے ضعف دماغ اور صحت مین فتور لاحق ہوا ۳۲ سنہ جلوس، ذی الحجہ ۱۰۶۷ ہجری کو حبس بول کے مرض مین مبتلا ہوا شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی چیز حلق سے نہ اتاری اطبا نے ہر چند علاج کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت مین مصروف نہوسکا اور نہ باہر آسکا شکوہ دارا شکوہ جو بڑا بیٹا اور ولیعہد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ مین لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد مین چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنے داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیٹیان ارجمند بانو عرف تاج محل کے بطن سے تھین سلطان داراشکوہ . مرزا محمد شجاع
محمد اورنگ زیب . مراد بخش . جہان آرا عرف بیگمصاحبہ اور روشن آرا . شاہجہان نے ان سبکو آداب تعلیم
سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا
ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت مین طاق تھا . ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا
تھا . داراشکوہ کی عمر اوسوقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہانکو کبھی
پسند نہوئی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان وشوکت کیطرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام
لینے مین بے صبر تھا اور احتیاط کو مکروہ جانتا تھا مگر تصوف مین ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا
اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالبعلم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلا کر وید کا ترجمہ سنسکرت
سے فارسی مین کرایا کتاب سر اکبر اور نور الانوار وغیرہ خود اوسکی تصنیفات سے آجتک موجود ہین جو راقم کی نظر
سے گذری ہین وہ بجاے اللہ اکبر کے پربھو انگشتری پر کندہ کرا کے پہنتا تھا فخر کرنیوالے شخص کے مغلوب
کرنے کی فکر مین رہتا تھا اسلیے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (بیرون کے لیے بھلا اور بھلون کے لیے برا ہے) اس
سے چھوٹا محمد شجاع تھا جسکی عمر اسوقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش
پسند تشیع خیال تھا اسکے بارہ مین شاہجہان کہا کرتا تھا کہ (شجاع جز از سیر چشمی وصفے دیگر نہ دارد) اس سے
چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا بیحد جری نہایت متحمل سوچکر بات کہتا اور ملکی جوڑ توڑ مین خوب چست
مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنا لینا اوسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقوے اور صوم و صلوۃ
کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطرے اٹھانیکو وہ فخر جانتا تھا مہمات عظیم مین بڑی بڑی فوجون کی
سپہ سالاری کر چکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا کہ (ذی عزم و مال اندیش بنظر می آید غالب کہ تحمل امر خطیر ریاست
تو اند شد) مراد بخش سب سے چھوٹا گجرات کا صوبہ دار تھا عیش دوست مے نوش اسکے متعلق شاہجہان
کا قول تھا کہ (مراد بخش بھول الکیف باکل و شرب ساختہ دائم الخمر است) جہان آرا نہایت عقیل و وجیہ تھی
امورات سلطنت مین دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد مین داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی زیادہ
عزیز تھی . روشن آرا نہ چندان فرزانہ نہ باپ کو اسقدر محبوب . محلسرائے شاہی مین وہ جہان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہو گئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دارا شکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبرین پہونچایا کرتی تھی شاہجہان نے ہر چند چاہا کہ بھائیون مین اخوت و محبت رہے مگر سب نصیحتین ضائع گیین فتنہ پردازون نے بخشین ڈلا دین ایک دوسرے سے بدلا لینے مین مستعد تھا جب شاہجہان علیل ہوا تو اسنے دارا شکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور دارا شکوہ نے اختیار پاکر اپنے حسب مرضی معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر وقایع نگارون کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک مین ہلچل پڑ گئی بعضونکو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہین رہا جب بھائیون کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخر وقت ہے اور دارا شکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے گجرات مین تاج شاہی سر پر رکھا اور شجاع نے بنگالہ مین خودسری کر کے ممالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ وہ بنارس تک آگیا اور دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا مفصل قصہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر دکن مین تخت پر نہ بیٹھا مگر در پردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا بہانہ کر کے دارالسلطنت کو چلا شاہجہان کو جب اپنے تینون بیٹون کی یہ سرکشی اور خبرین معلوم ہوین تو اوسکو بجز دارا شکوہ کے اور کسی کا اعتبار نہ رہا اسلیے جو دارا شکوہ کہتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آگرہ چلا آیا جب اورنگ زیب برہانپور کیطرف روانہ ہوا تو اوسنے یہ سوچا کہ شجاع کیطرح اگر مراد بخش بھی دارا شکوہ کے لشکر سے مغلوب ہو گیا تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم تم دونو ملکے باپ کے پاس چلین اور دارا شکوہ مغرور و مفسد کو جسنے باپ کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے دور کرین اگر ہمنے کمی کی تو دارا شکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہین رہینگے اور اس ملحد کے غلبہ سے کفر کا رواج ترقی پاکر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہین تم سلطنت کرنا غرضکہ مراد بھی اورنگ زیب کے ہمخیال ہو کر ۲ رجب کو اثناے راہ مین دیبالپور کے قریب معہ لشکر کے اورنگ زیب سے آملا جب دارا شکوہ نے اورنگ زیب کے آنیکی خبر سنی تو اسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگھ کو دیکر اونکے سد راہ ہونیکے لیے روانہ کیا اور راجہ سے دونون شہزادون کو روکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

داراشکوہ نے شکست پائی اس وحشتناک خبر کو سنکر شہزادہ نہایت مضطر ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل ہوئی خوبی تقدیر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب داراشکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سُنی تو نہایت سراسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی جسمین ساٹھ ہزار سوار تھے اور خزانہ کا منھ کھولدیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجہان نے عالت کی حالت مین دونون بیٹون کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ مین جانا چاہا بلکہ پیش خیمہ بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونون لشکرون کے درمیان میرا خیمہ کھڑا کرین مگر داراشکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائیگی وہ راضی نہوا۔ بعض کہتے ہین کہ شایستہ خان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کر کے شاہجہان کو منع کیا غرضکہ داراشکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیئے گیا اور اکبرآباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عرصہ مین جہان آرا کیطرف سے ایک خط اوسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ للہ الحمد اب اعلحضرت اچھے ہین اور عبادت الٰہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ مین توجہ کرتے ہین اور ملکی انتظام مین مصروف رہا کرتے ہین تمکو اسپنے ولی نعمت کے مقابلہ مین مسلمانونکی خونریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صف آرائی بمقتضاے اولی الامر منکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے جہان تک آگئے ہو وہین قیام کرو جو تمھارے دلمین باتین ہون آگاہ کرو تاکہ سب بادشاہ سے عرض کیجائین اور تمھارے کل کام کرادیئے جائین ادھر خط پہونچا اودھر داراشکوہ جنگ کو پہونچگئے عالمگیر نے اس خط کے جواب مین اپنا عریضہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا۔ حضرت ظل سبحانی کی خدمت اشرف مین یہ عرض ہے کہ جب ملکی و مالی اختیارات انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادۂ کلان کے ہاتھ مین آے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیازمند کے ایذا اور آزار کے درپے ہوا اسوقت مین بیجاپور مین حسب الحکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اسنے سب امیرونکو حکم بھیجکر میرے پاس سے ہٹا لیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہونچتا تو ہفت اقلیم مین کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے غنیم کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم نکل آیا داراشکوہ نے میری طرف سے آپکا دل برا کیا جسونت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کیخدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو سلیمان شکوہ کے ہاتھون سے ذلیل کرایا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجے سنگھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل مقابلہ کو دھولپور آیا ہے مگر مجھ صف شکن کے مقابلہ مین کامیاب نہوگا بہتر ہے
کہ وہ پنجاب مین اپنی جاگیر پر چلا جاے اور مجھے حضور کیخدمت مین رہنے دے یہ عریضہ بھیجکر اورنگ
زیب اپنی فوج کی آراستگی مین مشغول ہوا۔ ۱۶ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب
کے ہردو لشکر سامنے آے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح
جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوے اور داراشکوہ کے ہودہ
مین ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبراکر ہاتھی سے اوترا اور حالت اضطرابی مین بے ساز
گھوڑے پر سوار ہوا اس حال مین ایک خدمتگار اسکی کمر مین ترکش باندھتا تھا ایک گولہ کے
لگنے سے اسکا دایان ہاتھ اوڑ گیا اور خدمتگار مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہوکر بھاگا
فوج بھی خالی ہودہ دیکھکر فرار کی فکر مین ہوئی داراشکوہ معہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبرآباد آیا اور
وہان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیان لیکر باپ کو بغیر منھ دکھاے اندھیری رات مین
دہلی چلا گیا او ہر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مرادبخش کا چہرہ کثرت زخمون سے گلزنگ ہوگیا تھا
اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈہ سے سواد اکبرآباد مین آگیا تمام ارکان
دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت مین حاضر ہوگئے شاہجہان نے اسی حالت مین اورنگ
زیب کو یہ خط لکھا کہ مینے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرف تمھارے دیکھنے کی آرزومند ہے
تمکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت دامنگیر اوسپر اسیقدر نزدیک ہوکر مجھسے نہین ملے۔
ملنے آؤگے تو البتہ دولت دوجہانی سے برخورداری پاؤگے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب
کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدمبوسی میرے لیے
رحمت پروردگار ہے مدتون سے اسوقت کا منتظر تھا اب مین اپنی مراد کو پہونچا حضور کے دیدار سے
آنکھونکو روشن کرونگا فضل خان خوش وخرم لوٹے باپ بیٹے کی سعادت نشی سے خوش ہوا دوسرے
روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیور یہ جسکا نام
عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتین زبانی کہلا بھیجین جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہوے تو فتنہ پردازو ان

جنکو شہزادہ کا اتالیق بنا کر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علحدہ ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل سے نے سمجھایا کہ شاہجہان کا ارادہ آپکو قلعہ مین قید کرنے کا ہے اورنگ زیب اوسوقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آے امرا زبانی پیغام لاے مگر یہ باپ سے صاف نہوا خلیل اللہ خان نے بھی جانبکی مافعت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان نے جو قابل دید ہے مگر بوجہ طوالت کے یہان نہین لکھا جاتا ہے اورنگ زیب کو بھیجا اُس کا جواب اورنگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کرون تو بجا ہے اور کمال ارادت سے دوڑ کر آؤن تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرحکا حجاب حضور سے ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت الگ ہو جانے سے مجھے وہم نے مغلوب کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھولدین اور میرے ادمیونکو سپرد کر دین تو تلافی تقصیر کے لئے حضور مین حاضر ہون اور کبھی ایسے امر کا روادار نہون جسمین حضرت کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہونچی تو شاہجہان نے قلعہ کھولدیا اور شہزادہ محمد سلطان نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو سب کارخانے ضبط کرکے مہرین لگادین اور شاہجہان بادشاہ کو اپنے باپ کے حکم سے نظربند کرلیا اسحالت مین جہان آرا باپ کیطرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے پاس آئین کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ دارا شکوہ کو ملک پنجاب معہ مضافات کے عطا فرمائین اور مرادبخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بنگالہ بدستور رہے اور ملک دکن محمد سلطان کو عنایت کردین اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ممالک محروسہ کی ولیعہدی کا منصب عالی آپ کو مبارک ہو آپ اسبات کو قبول فرمائین اور غرضمندونکی بات پر نہ جائین بغیر کسی وسوسہ کے اعلیحضرت کیخدمت مین چلیے اور اونکے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اورنگ زیب نے دارا شکوہ کے عداوت کی شکایتین کین اور ان درخواستونکو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخرکار بعد گفت وشنید کے اورنگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جانیکے لیے سوار ہوا شایستہ خان اور شیخ میر نے سامنے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل ودوراندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیحضرت کا اختیار واقتدار کچھ نہین رہا تو کیا ضرورت کہ آپ محل خطر مین جاتے ہین اس سمجھانے سے اورنگ زیب واپس چلا آیا بیگم صاحبہ کے جانیکے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھکر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیب پریشانی وحیرت کا عالم چھایا اوسوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح ومشورت کرکے دلیر خان سے مدد وشرکت چاہی دلیر خان نے یہ راے دی کہ الہ آباد سے دریاے گنگا اوترکر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہوا میرے بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانون کا ہے وہان چلکر پٹھانون کو جمع کرکے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضاے وقت اور مناسب حال ہو اوسپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہون شاہزادہ سلیمان[1] شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز اسکے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل حکیم تقرب خان اور راے رایان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت معہ علماء والی کے آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا مسند پر شاہزادون کیطرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور پر سب امرا ومنصبداران سے لین پھر شان وشوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہوکر دارا شکوہ کی حویلی مین چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانون اور کارخانون توشہ خانون کو سربمہر کیا ۲۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو شاہجہان بالکل نظربند ہوگیا۔ اسکی تاریخ عاقل خان نے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار کہی۔ جو بحساب ابجد عجب کے تخرجہ سے صحیح آتی ہے۔

[1] سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود او موافقت در مرافقت خود را مشروط بر رفتن شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افاغنہ است نمودہ متعہد گردیدہ کہ در آنجا سپاہ از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہرچہ صلاح باشد بعمل خواہد آمد سلیمان شکوہ قبول این گنگاش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب راجہ جے سنگہ والی جیپور کو جو دلیر خان کے بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور بہت دوستانہ فہمایش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ داراشکوہ عالمگیر پر کسیطرح غلبہ نہین پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی مہمات مین اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور چالون سے خوب واقف تھے اسلیے اونھون نے ہر طرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی شرکت مین بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہین آخر مین فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی غرضکہ دلیر خان کو راجہ نے اونکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ نے الہ آباد کیطرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تمہید اٹھا کر معذرت کی اور راجہ جے سنگہ کے ساتھ اسی منزل مین رہ گئے اور شاہزادہ کے ساتھ کوچ نہ کیا چار ناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہان سے چلکر

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل　جے سنگہ چون برین معنے آگہی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے تجربگی سود خود را از زیان نشناختہ نرد تدبیر غلط باختہ است بمقتضاے دوستی و مودتے کہ با او داشت بابلاغ نصائح دوستانہ و تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ خرابی او و قبیلہ اش حاصلے نداشت باز آوردہ وزر عزیمت و آوردن عتبہ عالمگیری با خود متفق و ہم داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بنا بر قرارداد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان تمہیدے نمودہ با راجہ جے سنگہ در ہمان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ با مین سلیم پور و مستعد انتقبیل عتبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزاری ہزار سوار منصب پنجہزاری پنجہزار سوار و الا رتبہ گشت۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔ ردیف دال

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور متھرا کے مابین عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ جسمین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جمدہر مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب مین ایک ہزار کا اضافہ کرکے پنجہزاری منصب اور پانچہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان کی شجاعت اور وضعداری سے خوب واقف تھا اور مدتون معرکون مین انکا ساتھ رہا تھا اسلیے اوسنے انکو خاص امرا مین شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا مین عالمگیر نے مرادبخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار تھا اور اپنے ساتھ چتر و لوازمات شاہی علیحدہ رکھتا تھا ۴ شوال کو متھرا مین گرفتار کرکے شیخ میر اور دلیر خان کے سپرد کیا کہ سلیم گڈھ کے قلعہ مین پہونچا آو چنانچہ یہ دونون سردار معہ اپنی جماعت کے شہزادہ مراد کو لیکر شاہجہان آباد پہونچا آئے اور عالمگیر سے جب وہ کوچ کرتا ہوا

لے چہارم ماہ شوال در قصبہ متھرا در اول روز مراد بخش را دستگیر نمودہ بصوابدید رای صائب بعد از دو پاس شب آن تیرہ روز تختہ اندوز را با عمدہ فدویان دو لتخواہ شیخ میر سپردہ و دلیر خان را با جمعے ہمراہ کردہ بقلعہ سپہر بنیاد شاہجہان آباد فرستادند کہ آنجا پاسبانان مکافات باشند عالمگیر نامہ ۱۳۸
چہاردہم خضر آباد و مرکز دائرہ اقبال گشتہ در روز دیگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذارش یافت برسانیدن مراد بخش بقلعہ شاہجہان آباد متعین شدہ بودند شرف بساط بوس یافتند ۱۴۲ عالمگیر نامہ

سے دلیر خان بپای وری طالع از تبعیت و ہمرہی سلیمان شکوہ تخلف ورزیدہ بود شرف اندوز تقبیل سدہ اقبال گشتہ بعطاے خلعت فاخرہ و اسپ با ساز طلا و شمشیر و جمدہر مرصع و باضافہ ہزاری ہزار سوار منصب پنجہزاری پنجہزار سوار مطرح انظار کرمت و ار عالمگیر نامہ صفحہ (۱۳۰)

خضر آباد پہونچا تھا شیخ میر د دلیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و استبازی
پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تاریخ رمضان کو
خضر آباد سے سند رباڑی کو جو ایک کوس دارالسلطنت سے تھی عالمگیر نے کوچ کیا
اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ
راجہ جے سنگہ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنو کی حکومت و فوجداری
ایرج خان سے نکالکر دلیر خان کو دیگئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان
کے فرزند جمال خان کو عطا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ مین
جمال خان کو ہزاری منصب اور چارسو سوارون کی سرداری
سے سربلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے
فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت مین یہ مثل
اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر ۵ ذیقعدہ ۵ جلوس
کو جبکہ عید گلابی کا جشن تھا اور شاہزادون نے صراحیان بادشاہ کیخدمت مین گذرانی
تھین بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان پسر دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب
تھے اور بسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جوانمرگ انتقال کر گئے۔
جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو دارا شکوہ اوسکے آنیکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

سلہ و فوجداری سرکار لکھنو از تغیر ایرج خان بہ دلیر خان مفوض گشتہ جمال خان پسر دلیر خان مذکور بہ نیابت پدر بتقدیم
آن خدمت مامور و بمنصب ہزاری چار صد سوار سربلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ
سلہ و بعرض اشرف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر بہ فوجداری بیسواڑہ تعین بود با جل طبعی روزگار
حیاتش بسر رسید شد عالمگیر نامہ سال پنجم

سے لاہور روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے آرہا تھا لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند اکر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو دارا شکوہ سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کر چکا تھا اب تخت نشینی مین اسکے کون حارج تھا نجومیون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مقرر کیا مگر اسے داراشکوہ کیطرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے قلعہ مین جاکر حسب آئین خاندان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اورنگ زیب[1] عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب وسکہ اور جشن کو تو

[1] اورنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدایش ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مین ہوئی اور مادہ تاریخ (آفتاب عالمتاب) ہے جب ۴۰ برس کی عمر مین ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عدد کی میم بڑھا کر آفتاب عالمتاب مم خود تخت نشینی کی تاریخ نکالی اور خطاب (ابو المظفر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھکر لقب مین شامل کیا گیا۔ اورنگ زیب نہایت دیندار بادشاہ تھا اعمال وعقائد حنفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف کے جاری کرتا ہر ہفتہ مین تین دن دوشنبہ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے خورو نوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کسب کرتا ٹوپیان بنا کر اور قرآن لکھکر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد مین آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوۃ شرعی صرف خاص سے دیتا دو قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھکر مدینہ منورہ ومکہ معظمہ بھیجے جسمین ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرف سے مطلا ومذہب کیا گیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا تھا مگر فرط پرہیزگاری سے آخر عمر مین وہ بھی مزامیر کے ساتھ ترک کردیا لباس نامشروع زر وجواہر کا بھی نہین پہنتا تھا بدعت اور آئین جہالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے مین ہمیشہ کوشان رہتا کوئی لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دیتا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہین کیا جو ممتاز ہندو خوشی سے مشرف باسلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اورنگ آباد دکن سے اکبرآباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن وراحت رسانی

جلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی مین امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل کیواسطے متبرکین بنوائین اور بادشاہی خزانہ سے مسجدونکا خرچ مقرر کیا شاہجہان کے عہدمین اوننا سی ہزار روپیہ ایام متبرکہ مین خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار روپے مقرر کیے تمام قصبات مین مدرسے اور اسمین طلبا کے لیے علما و فضلا متعین کیے شیخ نظام کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کرکے مسائل فقہ کے دفع اختلاف کے لیے فتاواے عالمگیری لکھائی خود ہمیشہ کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق و شکستہ خط خوب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا اعتکاف کرتا فارسی انشا پردازی مین کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف مین دفتر دانش کلمات طیبات دستورالعمل آداب عالمگیری رقعات عالمگیری ہین وہ اپنے ہاتھ سے چند سطرین بلاناغہ روز لکھتا علاوہ فارسی کے ہندوون سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا مگر شعرا کے شعر بہت قدردانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹونکو بیاض مین اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ شعر اسی کا ہے ؎ غم عالم فراوانست و من یک غنچہ دل دارم * چسان در شیشہ ساعت کنم ریگ بیابان را بیٹونکو مذہبی اور فنون سپہگری کی تعلیم دلاکر بیکلے روز کا نہ دیا تھا ہمیشہ باوضو رہتا اور باوجود تخت نشینی کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) نکالی گئی حرم سرا مین لڑکیون کے لیے عقائد دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلاخوف بادشاہ تک آکر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کرسکتا ہے اطراف مملکت مین کوئی صوبہ دار و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہین دیسکتا تھا اکثر اوقات جرائم پر تحمل ہوتا اور قصور معاف کردیتا اور سزا دینے مین تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹون کے حالات پر نظر رکھتا اور انکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کرکے دریافت کرتا جب انکو فوج دیکر بھیجتا تو انکے ساتھ معتمد اتالیق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو مین رہین اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے پوشیدہ نہ رہتی دکن مین بیٹھتا مگر پچھم و پورپ کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالامال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت اور اُسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جزو کل کے اخبارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرف بحرف پڑھتا ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چارو نطرف کان لگائے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو خدا کی مدد پر نظر کرکے ثابت قدمی کرتا چہرے سے خوشی و ملال دونون کے آثار ظاہر نہوتے ضعیفی کے زمانہ مین دکن کی دشوار گذار پہاڑیون مین لشکر کشی کرنا گویا جفاکشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبراتا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے حکم کے قدم نہ اوٹھا سکتا امیر نذرین دیتے اور بیش بہا خلعت پاتے شاہجہان کے خزانہ مین چھ کروڑ سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر اورنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صدہا مہمات او لاکھون سپاہیون اور امیرونکی تنخواہ مین خرچ ہوجاتی تھی۔ صبح صادق سے عالمگیر اوٹھتا اور مسجد مین جاکر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف مین مشغول ہوتا بعدہٗ تخت عدالت پر بیٹھکر ستم رسیدون کا انصاف کرتا ولیم ہائیفس عالمگیر کی آمدنی پچاس کرور لکھتا ہے شاہجہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بیجاپور و ریاست گولکنڈ وغیرہ اسنے فتح کرکے ممالک خالصہ مین داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہوگئی تھی ہندوستان مین جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس تک بڑے کروفر اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو بمجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ اسکو کب چین سے بیٹھنے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو بدستور بحال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہجہان کے دل سے دارا شکوہ کی محبت نہین جاتی تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سبکو قتل و قید اور شاہجہان بادشاہ کو معزول کیا اگر دارا شکوہ یا دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ یہی برتاو کرتے جو اسنے بھائیون کیساتھ کیا یہ اپنی خودکامی اور چالونپر شرعی حجتین بھی قایم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ دکن کے فتوحات او مرہٹون کے

عہ دلیر خان بعنایت خلعت و فیل با مادہ فیل سربلند گردید صفحہ ۱۵۷ عالمگیر نامہ

ساتھ ہاتھی و ہتنی عنایت فرمائے جلوس[۱] کے بعد عالمگیر نے دارا شکوہ کے استیصال کیطرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب[۲] بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اور اُسکا سپہ سالار

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلعہ وقمع مین صرف ہو گیا اسکے عہد مین راجپوت بگڑ گئے مگر اسنے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیان تھین جنکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات مین بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد اعظم درج کیا ہے اولاد کا لائق و نالایق ہونا اسکی حسن تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری روز جمعہ کو پہر دن چڑھے ۵۱ برس حکومت کرکے ۹۱ برس کی عمر مین اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھیجی گئی او شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد مین اس قبر مین جو اسنے اپنے حین حیات بنوالی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا چبوترہ سنگ سُرخ کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہی قبر کے تعویذ مین ریحان بوتے ہین تجہیز و تکفین کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپیون کی سلائی کے جو بچے تھے وہ حسب وصیت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوے تھے مساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح و ریحان و جنت نعیم) تاریخ رحلت نکالی گئی۔

[۱] اس جلوس کی خوب خوب تاریخین نکالی گئین چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر خراسانی نے (شہنشاہ فلک اورنگ) اور دیگر شعرا نے (سزاوار سریر بادشاہی) لکھین۔

[۲] یہ بہادر خان دلیر خان کے بھائی نہ تھے انکا شاہجہان کے عہد مین انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ مین میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دوآب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مغالطہ کے لیے صراحت کر دیگئی۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

کرکے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے ملجاؤ اور وہ قوی پشت ہوجا جب عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہردوار کیطرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہے تو اُسنے دلیر خان کو سدِّ راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اونکے ساتھ اونکے بھتیجے دلیر ہمت خان جو نواب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے اور شیخ میر وصف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سبکو خلعت اور گھوڑے عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوے اور اُسی تاریخ کو خود عالمگیر کرنال گیا اور وہانسے ۲۰ ذیقعدہ کو کوچ کرکے روہرو پہونچا بوجہ برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہردوار کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریاے گنگ سے اوترنیکی فکر مین تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان سری نگر کیطرف عاجز ہوکر چلا گیا ۲۱ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ کی مہم سے فرصت کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوگئے ادہر عالمگیر تو یہ انتظام کررہا تھا اودہر دارا شکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہان شاہی خزانہ اور توپخانہ اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کرور روپے کے قریب اسکے پاس دولت ہوگئی تھی اسلیے وہ سپاہ کی فراہمی مین مصروف ہوا مگر اُسکا یہ خیال تھا کہ جب تک برسات ختم نہوگی دریاے ستلج حائل ہے عالمگیر یہان نہ آسکیگا لیکن عالمگیر نے کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اسنے امیرونکو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب دارا شکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان کو پانچہزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریاے ستلج کے گھاٹ بند کرکے عالمگیری لشکر کو روک دے

اس ضمن مین داراشکوہ نے کوئی تدبیر اوٹھا نہ رکھی تمام امیرونکو اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ مین اشتعال دلاکر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتون کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھاکر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینوجہ بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کیطرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤدخان سد راہ تھے مگر بہادرخان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سُنی تو اُسنے داؤدخان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجین دریاے بیاس کے اسطرف آگئی ہین اور عنقریب داراشکوہ بھی لاہور سے آنیوالا ہے عالمگیر نے اُسوقت دلیرخان اور راجہ جے سنگہ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونون سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آملین تم جس جگہ ہو وہین ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیرخان موضع گڈھ سارنگ مین خلیل اللہ خان سے جاکر ملے جب یہ بادشاہی لشکر پہونچگیا تو داراشکوہ پر رعب چھاگیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلاگیا اور داؤدخان کو کشتیان وغیرہ غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیرخان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور مین قیام نہ کرین اور بلا توقف داراشکوہ کا تعاقب کر کے اسکا قدم کہین نہ جمنے دین یہ حکم سنکر دلیرخان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر مین داخل نہوے اور ۱۱ ذی الحجہ کو ایک روز اور قیام کر کے
آگے روانہ ہوگئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا
اُسکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے
چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہوگئے اسپر بھی توپین اور اجناس کے علاوہ ایک
کرور سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیگیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار سوار
تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان مین رہ کر بھکر کیطرف روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی
دریائے راوی سے اوتر کر جہان سے ملتان تین کوس پرہے جا کر خیمہ زن ہوا دلیر
خان اور خلیل اللہ خان معہ چند دیگر امراے کے جو بموجب حکم شاہی ملتان مین ٹھہرے
ہوے تھے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو کر شرف حضوری سے
مشرف ہوے اسی زمانہ مین کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان
کے بھتیجے جنکا نام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے
بیٹے تھے اور صوبہ کابل مین کمکی فوج مین تعینات تھے جوانمرگ
انتقال کر گئے انکا سن جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے ملال
کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور
دارالخلافت کا عازم ہوا صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے
بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ توپخانہ وخزانہ وسپاہ بکثرت
رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے

سلہ واقعہ نگار دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان ولد بہادر خان روہلہ کو کمکیان
آنصوبہ بساط جہان درنوردید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیمور کے قلعدار بھی رہے تھے۔

تعاقب کے لیے بھیجا او سوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے رستم خان اور دوسرے دلیر ہمت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شرزہ خان و ننگلی خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کیوقت دلیر خان کو خلعت مین ایک ہاتھی اور جمدھر مینا کار مرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب دارا شکوہ ملتان سے بھکر کیطرف روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے دیا اثنائے راہ مین صالح گرز بردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری بادشاہ کیطرف سے لیکر پہونچا بھکر مین دارا شکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے علیحدہ ہوگئے اور عالمگیری لشکر سے ملگئے اور دارا شکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہوئے آخر وہ سیوستان ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہان سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہ دارا شکوہ کے لشکر کو شکستین دین اور کشتیان و سامان چھین لیا ٹھٹھہ مین عالمگیر کا فرمان[1] دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تعاقب کرکے فوراً مابدولت کے حضور مین چلے آؤ یہان دوسرے اہم کام درپیش ہین اس سفر مین دلیر خان

---

[1] یرلیغ لازم الامتثال بنام شیخ میر و دلیر خان پرتو ورود افگند کہ ترک تعاقب نمودہ برجناح سرعت و استعجال خود را بپیشگاہ جاہ و جلال رسانند کہ کارہاے اہم درپیش است بنابر آن شیخ میر و دلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی از بھکر کوچ کردہ برجناح استعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردیدہ و بست و پنجم ماہ جمادی الاول اخلاص کیش شیخ میر و دلیر خان بموکب گیہان ستان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اکسیر خاصیت گردیدند و عاطفت بادشاہانہ بہ برکت ابطائے خلعت خاص و اسپ با ساز طلا اختصاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیر نامہ

کو بڑی محنت اوٹھانا پڑی اکثر دشوار گذار جنگل جسمین منزلون آبادی و پانی کا نام نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپایے ضایع ہو گئے اور لشکر کے خزانہ مین بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نرہا تھا بالآخر ۸ ربیع الثانی کو دلیرخان اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافت آگرہ کیطرف روانہ ہوے ۱۰۶۹ھ ۲ تاریخ جمادی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کھجوہ مین شکست دیکر واپسی مین شکار کھیلتا آرہا تھا شرف اندوز ملازمت ہوے بادشاہ نے دلیرخان اور شیخ میر کو الطاف شاہانہ سے **خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔**

اس عرصہ مین دارا شکوہ نے گجرات مین میدان خالی پاکر اور وہانکے صوبہ دار شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کر کے مراد بخش کا ساز و سامان اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف مین کیے اور ولایت گجرات مین ایک ماہ سات روز رہکر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کر لیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ اسی درمیان مین اُسنے شجاع کے مقابلہ مین عالمگیر کے شکست پانیکی خبر غلط سنی اور اجمیر کا ارادہ مصمم کر دیا ادہر عالمگیر دارا شکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کیطرف بڑہا ۱۹۔ جمادی الثانی کو قصبہ تودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ مذکور کے قلعہ مین رکھے جائین چنانچہ حسب الحکم راجہ راے سنگہ کو خلعت دیکر قلعہ کی محافظت سپرد کی گئی اسوقت [1] دلیرخان کو خلعت مین گھوڑا معہ ساز طلائی کے

[1] درین ہنگام دلیرخان بمرحمت اسپ باساز طلا و پردل خان بعطاے خلعت و دلیرخان و لد بہادر خان روہلہ بمرحمت اسپ سرفرازی یافتند۔ ۳۰۵ عالمگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بھتیجے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور پردل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ اجمیر مین نواب دلیر خان کا عالمگیر کیطرف سے دارا شکوہ کو شکست دینا

دارا شکوہ نے اجمیر[1] مین دو پہاڑون کے درمیان جو ایک درہ تھا مین اپنا لشکر ڈالا اور اسکے ہر دو جانب دیوار اوٹھاکر راہونکو بند کردیا اور توپونکو قاعدہ سے لگاکر نہایت مستحکم پناہ بنائی ادہر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر جرار لیکر تالاب رامسر پر اوترا اور دوسرے روز موضع دیورائی مین جہان سے اجمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کو ہراول فوج یعنے مقدمتہ الجیش کیا جب دونون لشکر مقابل ہوے عالمگیر نے حکم[2] دیا کہ شیخ میر اور دلیر خان معہ دلیر ہمت اور رمست اپنے بھتیجون کے لشکر سے آگے بڑھےئین اور توپخانہ کے نزدیک جاکر دشمنون کے گھات اور حملہ سے خبردار رہین حسب الترتیب چار روز تک

---

[1] در جنگ اجمیر کہ دارا شکوہ سر تا سر دو کوہ دیوار استوار برآوردہ سد سکندر و حائلے محکم دو پیش رو داشت و جابجا توپ و تفنگ و سائر آلات نبرد و ادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر در پناہ حمایت دیوار ہمت بمدافعت و محاربت بیگماشت جنود عالمگیری را یورش بر مورچالش صورت نمی بست۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔

[2] و از کمال دوربینی و حزم بادشاہانہ حکم اشرف صادر شد کہ عمدہ نوآئینان عقیدت منش شیخ میر با لشکر التمش و دلیر خان با دلیر و رمست پسران بہادر خان روہلہ از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ مہیاے رزم و پیکار از غدر و دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ مین حرب وضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیشقدمی نہین کرنے دیتا تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان مین تھے اور قلب لشکر کا مقام نہایت محفوظ و مستحکم تھا اسلیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہین چلتی تھی اور داراشکوہ کا پلہ بھاری تھا چونکہ روزیہ حال دیکھکر شب مین اورنگ زیب نے اپنے جان نثار امیرونکو بلا کر تاکید کی کسیکو غیرت دلائی اور کسیکی خلعت و انعام سے ہمت بڑھائی غرضکہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب[1] سے پہلے دلیر خان توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوے اور دشمنون کیطرف اپنی دلیری وجرات سے علم بلند کردیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیونکے بائین جانب سے سوار ہوکر دلیر خان سے آگے بڑھے دونون سردارون نے باہم اتفاق کرکے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کیطرف تھا حملہ کیا اور ان دنون تہمتنون نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفون کے حواس بگاڑدیے انتہاے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوے اور کمال مردانگی سے صفین الٹتے ہوے شیر کیطرح غنیم کے مورچہ مین گھس گئے مخالف کی فوج دوسرے

[1] نخست دلیر خان از دست راست توپخانہ با فوج خود سوار شدہ باستظہار اقبال دشمن مال غدیو جہان لواے جرأت و دلیری بجانب آن جسارت کیشان برافراخت و بعد از وے بدہ زبدۂ نوئینان عقیدتمند شیخ میر با ہمراہان خویش از دست چپ سوار شدہ بادپیوست باجملہ شیخ میر و دلیر خان بمیامن ہمت اخلاص پرور باتفاق یکدیگر بر مورچال شاہنواز خان کہ بسمت کوکلہ پہاڑی بود حملہ آور گشتند و بازار کارزار گرمی پذیرفت این دو تہمتن بقدم شجاعت و مردانگی داخل مورچال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بد فرجام از نیام قہر و انتقام کشیدند شیخ میر بکار آمد و دلیر خان کوششہاے مردانہ و تلاشہاے دلیرانہ کردہ زخم تیرے بر دست خورد ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

مورچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو مہلت نہین دیتے تھے اور وہ اسحالت کو دیکھکر قدم آگے نہین بڑھا سکتے تھے۔ داراشکوہ کے لشکر مین زلزلہ پڑ گیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہوگئی اور جو دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ مین آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برسائی اور جدال و قتال مین نہایت کوشش کی اس ہنگامہ مین شیخ میر مارے گئے اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اوسوقت اونھون نے ایسی جنگ مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیر انکے ہاتھ سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اوسکے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے نکلگیا اور وہ اسی کاری زخم سے مرگیا اور شاہنواز خان بھی اسی معرکہ مین ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نرہتے تو انھین نے میدان لیا تھا اس[1] جانستان مہم مین بجز دلیر خان اور شیخ میر کے

[1] وچنانچہ گذارش یافت از جنود نصرت طراز سوای فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے دیگر بجنگ نرسیدہ محمد شریف میربخشی داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکم رسیدہ از پشت گذر کرد بہمان کاری زخم درگذشت و در سپہداران موکب بہان ستان کسیکہ مصدر خدمت شایان وجانفشانی نمایان گشتہ توفیق ادای حق عبودیت دریافت آن دو سردار دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ وپیکار کہ نسیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر اعتصام وزیدہ اقدام ثبات خصم تیرہ سرانجام لغزش پذیرفتہ راجہ جے سنگہ از عقب رسیدہ ضمیمہ آن فوج منصور گردید صفحہ ۳۲۴ - عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ نکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگہ آے
اور امیر الامرا اور اسد خان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سوار ہوے چنانچہ
خود تاریخ شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ مین مفصل حال لکھا ہوا ہے
اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف مین بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ
یون لکھتا ہے ؎

چنان تیغ را بود شوق مصاف — کہ چون برق جستی ز ابر غلاف
غضب آنچنان کرد در مرد کار — کہ رگ شد بہ تن افعی جمدار
چو سرپنجہ از دست میشد رہا — ز کین مست گشتے بروے ہوا
پلارک بد و شیشہ نہ پیوستہ بود — کہ ترکش ز زیر بغل جستہ بود

دارا شکوہ[۲] اپنے محلات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر معہ

---

[۱] آخر کار اثر فتح و وزیدن نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان بود کہ باظہار جلادت
در مقابل صدمات بہادران مورچال دارا شکوہ کہ متصل گولہ توپ و بان و حقہ آتش و آلات جانستان
می بارید باوجود جمع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلا ملاحظہ جان خود ننمودہ در مقابل آنہمہ صدمات
ہوش ربا ے نا لہائے توپ زہرہ شگاف کہ با صداے آن کوہ دہل دہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گردیدہ
بود از ہمہ مبارزان پیش قدم بودند و چندان سر و تن پامال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر و صورت
آنہا پیدا نبود تا آنکہ دو زخم گولی و تیر بدست دلیر خان رسید دست راست او را از تردد باز داشت باز ہرچہ از دست
او بر آمد کوتاہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت ؎ ز نگجنت زرہ چو بارندہ میغ ٭ تگرگش ز پیکان و
باران ز تیغ ٭ بر آمد ز قلب دو لشکر خروش ٭ رسید آسمان را قیامت بدوش ٭ در آمد دو دریا بعربدہ ہش چو ابر ٭
زہر پشتہ سر بر دن زد ہژبر ۔ صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۲ ۔ شاہنشاہ نامہ قلمی

[۲] دارا شکوہ کی باقیماندہ سرگذشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہونچا اور وہانسے
قندہار جانا چاہتا تھا مگر ملک جیون جو اسکا احسانمند تھا اسنے اپنی جاگیر دادر مین اسکی پیشوائی کر کے

فیروز میواتی کے پیچھے سے احمد آباد کیطرف مفرور ہوا اور بجز دوسرے دارا دسنگے کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) اپنے یہان مہمان ٹھہرایا انہین ایام مین اسکی بیوی نادرہ بیگم دختر خسرو پرویز جو اسکی تباہی کے الم مین مسلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور مین میان میر اپنے پیر و مرشد کے مزار کے قریب دفن ہونیکو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیجدیے چند خدمتگار اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون مہمان کش احسان فراموش نے طمع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا جب دارا شکوہ اور ملک جیون دہلی پہونچا تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب الحکم عالمگیر کے دہلی کہنہ موسومہ خضر آباد مین سیف خان اور نظر بیگ چیلہ کے ہاتھوں سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو قتل ہوا اور اسکا نعشہ ہمایون کے مقبرہ مین دفن ہوا اسکا بیٹا سپر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور سنہ ۱۰۷۰ھ مین سلیمان شکوہ سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار مین وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴۴ سال چند ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدایش ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ کو اجمیر مین ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب قلعہ سے بھاگنا چاہا تو حسب ایماء عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعوے پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی پیر و مرشد جہان و جہانیان سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و عا بموعود در نظر داشتہ از خون این نامراد درگذشتند نقصان بدولت سلطنت والا نداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف مصروف براین است کہ وجود بے سواد این ضعیف درمیان نباشد مواجا این قسم مردم کم مایہ چہ لطف دارد ہرچہ خواہند بکنند۔ مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت مین اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار مراد بخش قصاص مین قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ع اے وائے بے بہانہ کشتند۔ ۱۰۷۲ھ سنہ ۵ جلوس مین شاہجہان کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ مین کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا اور وہ دلجمعی سے حکومت کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اوسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرضکہ ماہ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ مین عالمگیر کو یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے مقتولون کی تجہیز و تکفین سے فرصت کرکے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹۔ تاریخ[1] کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر کھائے ہوے تھے اس منزل مین بادشاہ کی خدمت مین آکر حضوری سے مشرف ہوے بادشاہ نے کمال عنایت سے دلیرخان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے اور انکے منصب مین جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجون کو بھی جنمین رستم خان و دلیرہمت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا اور دلیرہمت خان[2] کے جنکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا دو سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوے۔

[1] نہم موکب جلال از قصبۂ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آنجا مقام در ین منزل دلیرخان کہ در جنگ زخم تیر برداشتہ بود عزبوس دریافتہ بعنایت خلعت و شمشیر و انعام پنجاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و منصبش کہ پنجہزاری پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیرنامہ صفحہ ۳۳۰۔

[2] دلیرہمت خان لد بہادر خان روہلہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب اشت دو صد سوار از تابینان او دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیرنامہ دلیرہمت خان بعد تبدیلی عبدالعزیز کے نربار کے فوجدار ہوے اور بوقت تقرری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوے افغانان یوسف زی کے معرکہ مین انہون نے خوب معرکہ آرائی کی تھی بیسویں سنہ جلوس مین یہ خلعت فوجداری مدآباری سے سرفراز ہوے ایکبار بادشاہ نے انکے ہاتھ راجہ جے سنگ کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کوچ کرتا ہوا دہلی پہونچا تو جملہ مراسم جشن وخوشی کے جو جلوس ثانی پر ملتوی رکھے تھے ۲۴ ماہ رمضان ۱۰۶۹ سنہ ہجری کو تخت سلطنت پر جلوس کرکے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلا[51] پائے تخت نے نکالین امرا و شعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی کے جشن مین دلیرخان[52] کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار مروارید مرحمت کیا دلیرخان[53] نے اشیائے نفیس و جواہرات بادشاہ کے حضور مین گذرانے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔ انھین ایام[54] مین دلیرخان کو اپنی جاگیر پر جانے کی رخصت دیگئی۔ اور اُسکے ساتھ دلیرخان کو چالیس گھوڑے جنمین دس[55] عراقی اور تیس[56] ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

[51] چنانچہ عزیز اللہ خاں ملا باقی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یوتیہ من یشاء اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ و تاج بادشاہان۔ لکھی

[52] و بہ دلیرخان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با ملاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

[53] و محمد امین خان میربخشی و دلیرخان و اصالت خان و مرتضے خان و امیرخان و اسد خان و فیض اللہ خان و جمعے دیگر از امرائے عظام و عمدہائے بارگاہ سپہر احترام پیشکشہا از نفایس جواہر و دیگر رغایب نوادر گذرانیدند عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

[54] دریں ایام دلیرخان رخصت جاگیر یافتہ بمرحمت دہ اسپ عراقی و سی اسپ ترکی سربلند شد۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

نواب دلیرخان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا

جب میدان کہجوہ مین شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھاکر صوبہ بہار و بنگالہ کیطرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیگر جسمین بہت نامی سردار اور دلیرخان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب مین روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میرجملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچگیا تو وہ بنگالہ پہونچے مگر ۲۷ رمضان سنہ ۲ جلوس کو معظم خان کی نااتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکلکر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر مین خلل پیدا ہوا جب آخر ربیع الاول مین برسات کا موسم ختم ہوگیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صف آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیان ہوئین کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دارا شکوہ کی مہم سے بھی فرصت کرچکا تو اوسنے دلیرخان[1] کو کمک کے لیے تجویز کیا

[1] چون دلیرخان از پیشگاہ عز و جلال بکومک معظم خان میرجملہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ مساعی جمیلہ بروے کار آوردہ تعین گردید دلیرخان کہ دران ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود بنلاشہلے مردانہ ظہور آورد کہ ناسخ واستانہاے رستم و اسفندیار است چون انتظار رسیدن نیزا دمی برد در اثناے راہ خبر رسید کہ دلیرخان در گذر دودہ کہ بکدم تلی نیز اشتہار دارد شہر حال بنوارہ داؤد خان عبور نمودہ وقت و در روز طلوع خورشید ابر گردید صفحہ ۵۳۳ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہونچی تو دلیر خان کے آنے تک لڑائی ملتوی کردیگئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب لشکر بادشاہی اکبرنگر کو روانہ ہوا تو اثنائے راہ مین خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے ۶ تاریخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیاہے دوروز مین لشکر تک آجائینگے اس اثنامین بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ سے ہٹ جائین تو معظم خان انکا تعاقب کرین اور اسلام خان اکبرنگر جاکر دریا کے دوسری طرف کا انتظام کرین چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان کو معہ فتح جنگ خان وزبردست و دلاور خان ونیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار سوارون کی جماعت سے اکبرنگر رخصت کیا۔ جب[1] دلیر خان دریا کے اوسپار آگئے تو معظم خان خان خانان کو انکے آنیکا انتظار ہورہا تھا جسوقت دلیر خان لشکر بادشاہی مین آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہوگئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگا تین حصہ ہوگیاہے پار اوترا اور وہان ایک جزیرہ مین جو دریا کے درمیان مین تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے مہانندی پر پڑا ہواہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو توپخانہ ولشکر دیگر داؤد خان اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیاہے لیکن اب خوف سے جو

---

[1] دو درہمین ایام خبر عنقریب پیوستن دلیر خان کہ از بہادران و دلاوران مشہور آن عہد بود و از حضور بکومک معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صوابدیدہ کار دران دانست کہ تا رسیدن آن سردار نامدار دست از کارزار کشیدہ بدفعہ پردازد۔ تاریخ محمد ہاشم خافی خان قلمی ۲۹۵۔

[2] دلیر خان کہ آنطرف آب رسیدہ انتظار عبور معظم خان میکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فوج بادشاہی را تقویت تازہ بہم رسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحۂ ۱۲۴۔

پل باندہا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اسطرف اپنے
لشکر لیے ہوے پڑے تھے آخر دن مین جریدہ دریا کے اسپار آے اور معظم خان
سے ملاقات کی اور صلاح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر
گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان سے اتفاق
سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونون خان شجاعت نشان مہاندی
کے غنیم کے برابر مورچے لگائین اور اوپر توپخانہ جماکر دشمن کیطرف گولہ باری شروع
کردین چنانچہ ادہر لشکر نے کشت و خون شروع کرکے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا
اور اودھر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریاے مہاندی کے کنارہ
مورچے باندہ دیے اور اعدا کے برابر دمدمہ بناکر توپخانہ لگادیا جب مورچون کا
استحکام ہوگیا تو دونون طرف سے رات و دن توپ و بندوق چلتی رہی ۸ تاریخ
کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کرین
اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لودیخان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع
آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادرون کو جسجگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور
نہایت گہرا تھا اور اوسکے گرد جنگل نہایت دشوار گذار تھا اوترنیکو لیگئے پہلے
بندوقچیون اور بیلدارون کو معہ چند توپون کے اوتروادیا اوسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر
قراولون کے کشتیون مین بٹھاکر اوتارا اور گھوڑونکو تیرادیا قراولون نے نہایت
چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیے جب فریق ثانی نے یہان کے لوگون
کو روکا تو ادھر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کیطرف بڑھا لائے اور گولون کی
زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسرون پر سبقت کرکے اپنے آدمیون کو اوترو ادیا تمام رات آدمی گھوڑے
اوترتے رہے اور یہ دونون خان شہامت نشان بھی دریا سے اوترکر اپنے
لشکر کو پہونچے چونکہ دریا کے اوس پار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچالین خالی
تھین اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اسلیے اسکی خبرداری عبداللہ
خان وغیرہ کے سپرد کیگئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے
سوم جمادی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کرکے نالہ
کے کنارہ جسجگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ
مین شاہزادہ محمد سلطان بھی معہ اہل حرم کے محمد شجاع کے یہان سے بادشاہی لشکر
مین آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالدہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہان پر مہاندی
پایاب تھی اوترنیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجدیا محمد شجاع نے یہ خبر سُنکر
اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو معہ توپخانہ کے بگلہ گھاٹ
اور مالدہ کیطرف بھیجا کہ سدراہ ہون اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر
کے برابر پڑا یہ حال دیکھکر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوے معظم
خان گنگا کے دو تین نالون کے درمیان جو جگہ ہے وہان ایک ماہ سے قیام
گزین تھے اب وہ کوچ کرکے اور مہاندی سے اوترکر مالدہ کو جارہے تھے کہ دلیر خان
کا نوشتہ[1] آیا جو انھون نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس مین تحریر کیا تھا

[1] در اثناے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ در ستیل گھاٹ دلیر خان و نبرد
دجنگے دلیرانہ روے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاحش
خوردہ را فرار سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تفنگ و یک زخم نیزہ برداشتہ با ہفت سوار نیمجان از ان
مہلکہ بر آوردہ و خواہر زادہ او و دیگر روسا و سقہوران دران دار و گیر دستگیر سرپنجۂ اقبال عدو بند دشمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر جسمین قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے قصد سے آے اور ستیل گھاٹ پر مجھ سے اور اوسنے نہایت سخت جنگ ہوئی میرے آدمیون نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ کرکے انکو پسپا کردیا اور وہ شکست فاش کھاکر بھاگ گئے مرزا بیگ مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نیجان ہوکر معہ سات سوارونکے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روساجنمین سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ وگروہے انبوہ ازان جسارت کیشان طعمۂ تیغ سرافشان مجاہدان فیروزی نشان شدہ برخے ہنگام گریز ازان رستخیز و ستیز در آب مہاندی بغرقاب عدم فرو رفتہ اند وان خان جلادت نشان دلیرخان بعد ازین فتح بہ بنگلہ گھاٹ رسیدہ بر کنارہ مہاندی مورچال بستہ و سید عالم با توپخانہ برابر نشستہ معظم خان زین لطیفہ نصرت کہ نیرنگی طالع والاے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بہجت قرین و مسرت افزود گشتہ صفحہ ۲۲۰ عالمگیرنامہ ؎ دلیرخان بدان فوج مقابلہ رو داد دلیرخان باوجود کہ آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب با ستظہار نوارہ بودند اکثر را کشتہ و بسیارے را اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیرخان تحسین و آفرین نمودہ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۵۱۴۔ ؎ دلیرخان کہ از پردلان یکہ بہادر روزگار آنعہد می شمردند بدان سپہ سالار دو جنگ و تردد غریب رو داد اولا معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ دلیرخان را بطریق ہراول مقرر ساختہ بود دلیرخان را ان فوج مقابلہ و مقاتلہ غریب رو داد باوجود آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند دلیرخان بحملہ ہاے سر دریا چنان کار بر اعدا تنگ آورد کہ بیشتر آنہا طعمۂ تیغ و سنان افغان جلاوت نشان گردید و جمع کثیر زخمی و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدند معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر این عطیۂ الہی بجا آوردہ بر دلیرخان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۸۹۰۔

سے مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگ گئے
مین مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کا تلوار کے
گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح سنکر نہایت مسرور ہوا اور
دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کا ہے مگر خافی خان
نے اس فتحیابی مین دلیر خان کو اور بھی باوقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان
اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہونچے اور وہان مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس پر
بگلہ گھاٹ سے ہے وہان بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کیطرف
سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہان
کے مورچون کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر مین آئے دلیر خان نے دمدمہ
باندھکر اوسپر توپین نصب کر دی تھین اور رات دن دشمنون پر گولے مارتے تھے چونکہ
یہان سے خشکی کے راستہ سے تین راہین جہانگیر نگر کو جاتی ہین ایک مالدہ ہو کر
جہان سید سالار خان و جمال دلزاق لشکر لیے ہوے نہایت محافظت سے پڑے
ہوے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسپر دلیر خان قبضہ کر چکے تھے
تیسری شیر پور و ہجراپور ہو کر مہاندی کے پیچھے سے اور بگلہ گھاٹ وہان سے آٹھ
کوس پر تھا اور اب تک کوئی فرقہ اوسپر قبضہ کرنیکو نہین گیا تھا لودی خان معہ لشکر
اور توپخانہ کے اوسکی محافظت کو معین ہوے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اترنیکی
کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرضنکہ ۴ شعبان سنہ ۲ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر
بادشاہی بنگلہ گھاٹ سے اوترنے کے لیے روانہ ہوا جب بنگلہ گھاٹ پر لشکر
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اوسنے فوج و توپخانہ
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسا رہا تھا
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی مین ڈالدیا اسکے بعد اور
فوج بھی داہنے بائین جانب سے روانہ ہوئی اوسوقت مخالفون نے توپ و
بندوق و تیرون کے برسانے مین کوئی کمی نہ اوٹھا رکھی کچھ فوج تیرونکی نشانہ ہو گئی
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جوانمردون نے
جنکو اپنی سپاہگری کی غیرت دامنگیر تھی رُخ نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونون طرف
پانی غرقاب تھا اسلیے نالہ کے درمیان دونون جانب سے لکڑیان گاڑدی تھین
کہ آدمی اسکے ادھر اودھر نہ جائین اور پایاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ مین

سلخ شعبان دوم سال جلوس معظم خان از محمود آباد بعزم عبور از جهاندی که از انجا دو کروه است و از بنگله
گهاٹ پایان تو گذر پایاب بهم رسیده بود بر کنار آن ناله رسید فوج مخالفت که آنطرف آب تزک
و استحکام توپخانه پرداخته مستعد و اقعت بود دست باندا ختن توپ و تفنگ بر کشود نخست دلیر خان
بسیاهی همت و جلادت با سران دیگر فیل سوار آب زده روان گردید آنها در میان ناله بهادران
را از تیر و تفنگ در گرمی آتش پیکار بر افروختند برخی از کسالت کیشان هدف ناوک
قضا گشته و بسیارے زخم برداشتند و بعضے از صدمهٔ پیکان برگردیدند چون ناله دو طرف گنده غرقاب
بود در میان ناله از طرفین معبرها چوبها بزمین فرو برده بودند که نشان پایاب باشد درینوقت بسبب
لشکر آب تلاطم در آمد ریگ زمین بدر رفت و بعضے از مواضع پایاب شده و چوبها غلط
نشان پایاب هر جاے خود نماند بدین سبب سوار و پیاده بسیار طعمهٔ امواج قضا بحر هلاکت گشتند

آیا تو یکبارگی تلاطم پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیان گر گئین اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کیوجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایکہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان مین فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہوکر دلاورون کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوے اونھون نے کمال جانبازی و غیرت چشمی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ مین اپنے لشکر کو دریا مین ڈالدیا اسی حالت مین فتح خان دریا کے تموج سے مع گھوڑے کے اس گرداب بلا مین ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہوا مگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہین پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہونچگئے اور غنیم قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیم نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنون کا منھ پھر گیا اور ٹھہرنے کی تاب نہ لاے انھون نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچون کے قریب پہونچے تو بادشاہی لشکر نے اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیگر اسطرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایان ہوے مگر اسقدر مرعوب ہوے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیم کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسنے ٹانڈہ مین بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحۂ ما قبل۔ فتح خان پسر دلیر خان دران میان رخت حیات بسیلاب اجل داد خان شہامت نشان بعد گذشتن از آب بساحل مقصود رسیدہ وبکوشش دلیرانہ اعادی آوارہ را دشت ادبار ساختہ مجموع آنہارا بدست آورد۔ از ماثر الامرا لخص عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل
کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسنے اپنا
دل ملک بنگالہ سے اوٹھا لیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس دیر سالہ حکومت
کو چھوڑ کر دہ تردی پور گیا اور وہان سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان جسمین جواہرات و
اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیون مین بھر کر ۵ شعبان سنہ ۲ جلوس عالمگیری
کو مع بلند اختر و زین الدین و زین العابدین ہر سہ پسران اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا
و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی
جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لودی خان
جو شیرپور اور ہجراپور مین تھے اونھون نے تیس کشتیان شجاع کی گرفتار کین ۵ شعبان
کو محمد شجاع کے نامی سردار مثل سراج الدین و اسفندیار معموری و میر مرتضے و ابن حسین
داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کوکہ و داراب پسر فاضل خان مع اہل و
عیال کے بادشاہی لشکر مین آ گئے ۱۹ تاریخ کو دلیر خان معہ خانخانان کے تردی پور
سے کوچ کر کے ہجراپور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوے۔

۹ رمضان سنہ ۳ جلوس کو محمد شجاع معہ ہر سہ فرزندان و سرداران
کے بنگالہ سے جزیرہ رخنگ کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا

۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین یہ خبر[1] پہونچی کہ شجاع

---

[1] نوزدہم شعبان از وقائع بنگالہ بمسامع حقائق مجامع رسید کہ تا شجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ پاے
جسارت فشردہ حتے المقدور در مراتب مدافعت کوشش می نمود بمساعی جمیلہ و ترددات شایستہ
معظم خان و دلیر خان و داود خان قواعد ہمت و ثبات ش اختلال فاحش یافتہ بجائیکہ سزاوار اعداے بدسگال
باشد از انجا بر کشتی نشستہ روانہ جہانگیر نگر شد از ورود خجستہ خبر السیادہ پاے بساط سلطنت و بندہاے آستان

ٹانڈہ مین پہنچ سکا اور بادشاہی بہادرون نے اوسے ملک بنگالہ سے نکالدیا اس خبر سے شاہی دربار مین شادیانے بجے اور امرا مبارکباد بجالائے بادشاہ عالمگیر نے دلیرخان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ مین اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسپر لڑائی کا خاتمہ اور فتح کا دار مدار تھا۔ دلیرخان ہی کے نصیب مین لکھی گئی تھی۔ کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منھ نہین موڑتا تو اوسنے اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیرخان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمرد آدمی کی قدردانی کے ثبوت مین ایک حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثرالامرا تاریخ خافی خان شاہنشاہ نامہ تاریخ ہندوستان ہر ایک مستند کتاب مین درج ہے یہان تحریر کیجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دلیرخان کے ہاتھی کے آگے[۱] آغرخان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادہ نکلے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مراسم تہنیت بجا آوردہ تسلیم مبارکباد نمودند و نقارہ ہاے نشاط بنوازش آمد و عاطفت خسروآ بعنایت معظم خان و دلیرخان و داؤد خان و چندے دیگر عمدہاے کمکیان لشکر ظفر اثر بنگالہ را بمرحمت ارسال خلعت نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

[۱] آغرخان پیشاپیش دلیرخان ہراول میرفت اسپ او بآب زدہ ہمین کہ بالاے آن کنار برآمدہ چپقلیش عظیم رو داد فیل مستے کہ پیش روے خصم آمدہ او را با اسپ بخرطوم بر داشتہ بر انداخت نامبردہ در ہمان گرمی بضرب شمشیر کار فیلبان را ساختہ بجاے او نشست دربن ضمن دلیرخان این ماجرا بچشم خود دید و از باعث غرق شدن پسرش فتح خان عالم در چشم او تاریک بود فیل خود را برابر فیل آغرخان رساند از عقب سید و تحسین گویان برگرد وے گردید آغرخان با ہمہ شکر قدردانی دلیرخان کشادہ گفت کہ این فیل در سرکار قبول افتد برلے آنحضرت خداوند گرفتہ ام من اسپے از اسپان کوتل مرحمت شود دلیرخان گفت فیل ہم بشما مبارک دو اسپ خوب جہت وے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شما باشد آغرخان قبول نہ نمود و از فیل فرود آمدہ بدلیرخان داد۔ ماثرالامرا صفحہ ۷۰ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۱۷۔

چھوم کو تلوار سے مارتا اور پھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا ناگہان غنیم کے فیلبان کے اشارہ سے آغرخان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری ہاتھی نے آغرخان کو معہ گھوڑے کے سونڈ مین لیکر اوپر اوٹھایا اور آبشار پر ایسا ٹپکا کہ راکب و مرکب دونون جدا ہوکر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے جا گرے دونونکے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغرخان پھر گھوڑے پر سوار ہوکر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے مین قوت نہ تھی اسلیے یہ سمجھا کہ اس بلاے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑا دی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑے کی پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس مین نرہا اب حیران تھا کہ کیا کرون شیخ محمد فاضل خانسامان نے کہا کہ کمر سے خنجر نکالکر ہاتھی کے بناگوش پر سہلائی اگرچہ بباعث غرق ہونے فرزند فتح خان کے دلیرخان کی آنکھون مین دنیا اسوقت تاریک تھی مگر اس بہادر کا رستمانہ کام دیکھکر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لاے اور تحسین و آفرین کرتے ہوے ہاتھی کے اردگرد پھرنے لگے آغرخان نے کہا کہ مینے یہ ہاتھی سرکار کیلیے گرفتار کیا ہے مین امیدوار ہون کہ آپ فیلبان کو حکم دین کہ اسکو فیلخانہ مین داخل کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کوتل گھوڑون مین سے مرحمت ہو دلیرخان نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کرکے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغرخان ہاتھی سے اوترآیا اور باصرار تمام ہاتھی دلیرخان کو دیدیا۔

نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جاکر فتح کرنا

آسام کی مہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اوسکی فتح نصیب نہین ہوئی تھی اس ملک کی پامالی وکشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کرادینا انھین کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ جو قدرت نے انکی طبیعت مین خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فتحمندی کے ساتھ رحمدلی اور تحمل کا وصف جو انکی ذات مین سرایت کیے ہوے تھا اسکے ثبوت مین یہ آسام ہی کی مثال موجود ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھون نے اوسکی خطا بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد خانخانان علالت کیوجہ سے وہان سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام مین ٹھہر گئے بادشاہی پیشکش او زندرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہونچایا اگرچہ وہان لشکر مین اور بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر[1] منصب اور شجاعت مین انھین کو فوقیت حاصل تھی انھین کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھین کو راجہ نے نذ بھی دی

[1] وپس از آوارگی شجاع ہمراہ معظم خان در تسخیر مملکت آسام بالش آن گروہ نافرجام دلیر خان سعیہاے شایان نمودہ ہمہ جا شریک غالب بود ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔

اور انھین کے توسط سے بادشاہی پیشکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ مین اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہین تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہین کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب الطلب لشکر لیکر دار الخلافت دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اوسوقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین شاہجہان کی علالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام مین خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادون مین لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ مین سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ مین کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور پیشکش ادا کرتا تھا۔ مگراب اوسنے بھی گھوڑاگھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جسمین اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک مین لے گیا ولایت کامروپ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہین قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ مین شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولاناتھ کو بھیجکر اسے بھی اپنے تصرف مین کرنا چاہا اسوقت آسام مین راجہ جے دھجسنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت توپخانہ وسامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی مین دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اوسنے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سُنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اوسنے اسامیون کا ایک لشکر عظیم معہ توپخانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کیطرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اسنے دیکھا کہ دونون طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ مین مقابلہ کی تاب نہین اور کمک امید نہین تو وہ از راہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولا ناتھ وزیر بھیم نراین جو یہ جانتا تھا کہ مین اسامیون سے کبھی غالب نہین ہوسکتا جب آسام والون کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون کا کوئی مانع نرہا و لایت بادشاہی پر وہ قابض ہوگئے محمد شجاع اپنے حال مین گرفتار تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کرسکا اسامیون نے دلیری کرکے آگے اور قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے پرگنہ کری باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے متصرف ہوے اور موضع مست سلہ مین جو پرگنہ کری باری کے قریب ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو وہان کی محافظت کے لیے مقرر کیا جب سنہ جلوس عالمگیری مین محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب مین عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہوکر اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اسمین لکھا کہ بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کرکے ولایت کامروپ جو ممالک بادشاہی سے ہے لینا چاہا تھا مگر مینے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے اپنے انتظام مین لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھین متعین کردین چنانچہ اسکی معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ کو اسامیون کے اقرار کے موجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا گیا اس اثنا مین راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ سجان سنگھ بندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے سُنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوے ہین تو انھون نے
اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنون کے خالی کیا اور اوسکے بعد دریاے
بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیون کی اس پُر فریب
حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جاکر ٹھہر گئے
انکی مدد کو یوسف خان آغر خان بھی پہونچگیے اور وہان جاکر جو مقامات خالی ہوے تھے
قبضہ مین کیے جب رشید خان زنگاماٹی کیطرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے
نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوے اور اونھون نے دوبارہ کامروپ کے تصرف
مین لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان نبرد
بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامائی مین
ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخانان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ
کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور مین اس
امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کیطرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امرا اور سرداران
لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوے ہین وہ سب خانخانان کے ساتھ موافقت
کر کے اسکی صلاح اور راے پر چلین چنانچہ حسب الحکم بادشاہی لشکر معہ ج
مطابق ۱۸ ربیع الاول سنہ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ راے
قرار پائی کہ اثناے راہ مین کوچ بہار ہے وہانکے راجہ کا بھی قلع قمع کرتے جانا
چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہان سے اس
راستہ سے جسطرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہین کی تھی روانہ ہوا جنگل
نہایت خطرناک و دشوار گذار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپین اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہونچ گیا تو اوسپر جو راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ بہار کے قریب بادشاہی لشکر پہونچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جا کر چھپا اوسنے اپنے وزیر بھولا ناتھ کو پانچ چھ ہزار فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل مین رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ۶ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کوچ بہار مین داخل ہو کر خیمہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دلجوئی سے انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہرہ سنکر اپنے مکانون مین آبسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض تھا لشکر بادشاہی مین حاضر ہو کر بکمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلعت سے سربلند ہوا۔ ایک سو چھ توپین۔ ایک سو چھبیس زنبورکین ورامچنگی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھولا ناتھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ مین جا کر معہ زن و فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن وہمراج زمیندار کوہستان کی حمایت سے دامن کوہ مین پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلیے لشکر تعاقب نہ کر سکا زمیندار کوہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکالدو۔
کوچ بہار[1] بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہے پچپن کوس طول اور پچاس کوس کا عرض اوس عہد مین تھا ملک کی آب و ہوا پورب کے شہرونمین نہایت لطیف تھی۔ چونکہ کوچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا ادھر ان کی گوشمالی آیندہ پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب الحکم بادشاہ کے چارسو سوار اور ایکہزار پیادے دیکر وہانکا فوجدار مقرر کیا اور کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس انتظام سے فرصت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا او گھوڑا گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۸ تاریخ کو لشکر دریاے برھماپتر پر پہونچگیا اور دو کوس رنگاماٹی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہان رشید خان بھی آگئے دریا کے کنارے جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس نواح کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے لیچلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار ازراہ دور اندیشی دریا کا کنارہ نہین چھوڑتا تھا اور تکلیف و سختی کو گوارا کرتا تھا کہ مبادا یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہوجاے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے قرار پایا کہ دلیرخان[2] مقدمۃ الجیش یعنے فوج کے ہراول ہوکر آگے آگے چلین اور میر مرتضے داروغہ توپخانہ اونکے ساتھ رہے غرضکہ اسی طریق سے

---

[1] اب کوچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہین ہا موجودہ رقبہ (۱۳۰۰) میل مربع اور آبادی تقریباً چھ لاکھ ہو آمدنی گیارہ لاکھ سلامی ۱۱ توپ راجہ صاحب کا نام مہاراجہ سری نریندر و نارائن بھوپ بہادر جی سی ایس آئی۔ والی کوچ بہار ایڈنکانگ پرنس آف ویلز بہادر ہے راجہ صاحب ولایت بھی گے ہین دہلی دربار بھی تشریف لاے تھے۔

[2] و مقرر ساخت کہ دلیرخان با فواج ہراول و میر مرتضے با توپخانہ منصور آن او بسمت مقصد متلی خود سرگروہ پیش پیش افواج قاہرہ رہ نورد نصرت و فیروزی گردید عالمگیر نامہ صفحہ ۶۹۵۔

روانگی ہوئی ہاتھیوں نکے ذریعہ سے دشوار گذار جنگل صاف کیا گیا اور تبرداروں سے
ناہموار راستہ برابر کروایا جسجگہ نالے دلدل آئی اونمین درختون کی شاخین اولئے
کے دستہ اور گھاس کے پشتارے بھر کرانسے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار
گذار ہونے سے ایک دن مین دو ڈہائی کوس سے زیادہ لشکر نہین چل سکتا تھا غرضکہ
۶- جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچگیا یہان سے گواہٹی جو ممالک بادشاہی کی
سرحد پر ہے چالیس کوس تھی گرگاؤن جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ
تھی جوگی گھپہ پر آسامیون نے پہاڑ کے دامن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت
مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لانبی تھی اور برج نہایت مضبوط
تھے دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گڑھے کھود کر اونمین تیز بانس کی سیخین جسکو بھالچہ
کہتے تھے گاڑی تھین اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اسمین بھی بھالچہ گاڑے
تھے دریاے برہماپتر اوس سے دکن کیطرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف
دریاے بناس پلے کوہ سے گذر کر دریاے برہماپتر سے ملگیا تھا اور اوتر کیطرف
خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انبوہ کے ساتھ واقع ہوے تھے اس قلعہ کے پیچھے
ایک اور پہاڑ تھا جسے پنچ رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسیطرحکا ایک حصار اور قلعہ
بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ مین پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی تین سو
بیس کشتیان معہ سامان و آلات حرب کے تیار تھین کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جاے
تو دریا کیطرف سے بذریعہ ان کشتیون کے کوہ پنچ رتن کے قلعہ مین پہونچکر مقابلہ کرین
اور جب لشکر وہانسے آگے بڑھے تو گھاٹ پر جمکر انپر چھاپہ مار بن اور رسد بند
کردین اس قلعہ مین بھی چھ ہزار اسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

یہان پر دریا کی دو شاخین ہو گیی تھین جنکے درمیان خشک زمین تھی جسپر اونھون نے مورچے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ لشکر بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے توپ و بندوق سے اوسپر اگ برسائین اور آگے نہ جانے دین- دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید نصیر الدین و یادگار خان و میانہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ دریا کے دوسری جانب قیام کرین اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہو- ایک جماعت کو جوگی گھپہ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریاے بناس کے کنارہ سے پہاڑ تک راستہ بند کر دے تاکہ ان گمراہون کے بھاگنے کا گمان باقی نرہے جب یہ سب انتظام ہو گیا تو آسامیون نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار مین نرہے اور رات کیوقت دونون قلعچون کو خالی کر دیا اور کشتیون مین بیٹھکر بادشاہی بیڑون سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگی بیڑے حصار کیطرف روانہ ہوے آسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لاے اور بدحواس ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیان چھوڑ کر جنگل مین پناہ لی اور بہت سے پانی مین غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوے اور بعض گرفتار ہوے ایکسو اڑتالیس کشتیان اور چونسٹھ توپین چھوٹی بڑی اور بیشمار بادلج اور سیسہ و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قلعچے بلا جنگ کے قبضہ مین آ گئے یہ پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر آسامی محصور ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تسخیر مین بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریاے برہما پتر و دریاے بناس و جنگل و پہاڑ حائل تھے اور دیوار مین صلاحیت نقب لگانیکی نہ تھی دو گز زمین کھودنے سے پانی

نکلتا تھا الغرض وہان عطاء اللہ خان کو تھانہ دار مقرر کرکے بادشاہی لشکر گواہٹی کو
چلا اور دریاے بناس پر پل باندھکر اوتر گیا اور ۱۲ تاریخ کو گواہٹی سے دو کوس
آگے بڑھکر لشکر خیمہ زن ہوا وہان آسامیون کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا
اور جنگ پر آمادہ تھا اور اوسجگہ آسامیون نے دو قلعے نہایت مستحکم بناے تھے ایک
قلعہ موضع ہری گھاٹ مین تھا اور اسکا حصار پانچ پہاڑونکو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ
ماندو پر ایک طرف اسکے دریاے برہماپترا اور دوسری طرف اسکے محاذ مین ہری
گھاٹ تھا اور تمام کشتیان آسامیون نے ان دونون قلعون کے درمیان مین جمع
کی تھین اور ان دونون قلعونمین ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہان اوترنیکے
بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوترکیطرف قلعہ کے جو راہ ہے
وہان جاکر محصورونکی راہ بند کردو جب آسامیون نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبراے
اور رات کیوقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ کشتیونمین آئے اور کچھ دریا سے اوترکر بھاگ
گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہان سے کوچ کرکے سری گھاٹ ہوتا
ہوا قلعہ مین داخل ہوا قلعہ ماندو اور قلعہ کجلی بن کے محافظون نے دوسرے قلعہ
کا یہ حال دیکھکر بلا جنگ اپنے قلعے بھی خالی کر دے القصہ گواہٹی جو قدیم سے شاہی
سرحد تھی وہان تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیون کو نکالدیا
محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجدار اور حسن بیگ کو کجلی کی حراست پر تعینات کیا
اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شبانہ
روز سپاہ ہتیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا ہوتی لشکر کے آگے
قراول یعنے بندوقچی اور اونکے پیچھے توپخانہ اور اوس کے بعد لشکر کے

پشت وپناہ[1] دلیرخان تھے اور اونکے ساتھ انکی کل فوج ہراول مین تھی اس عرصہ
مین ولایت درنگ کا زمیندار حاضر ہوکر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیے
اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اوسنے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی
نذر کیا خانخانان نے ان دونون کی دلجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا اسجگہ دریاے
برھماپتر پر آسامیون کا ایک قلعہ جمدھر نام کا تھا جو وہانکے بہت بڑے اور مشہور
قلعون مین تھا حصار اوسکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ قلعہ پہاڑ پر
بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کاٹکر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریاے مذکور
واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چوڑا تھا محاذی مین اسکے ایک قلعہ
عظیم الشان جسکا نام سیملہ گڈھ[2] تھا بنا ہوا تھا چونکہ گرگانون راجہ آسام کا دار الملک
اور مسکن تھا اور وہ دریاے برھماپتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکر نے جمدھر کی
تسخیر کا ارادہ فسخ کرکے سیملہ گڈھ کیطرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کرکے زجدھانی
لینا چاہیے اس غرض سے ۱۰ رجب کو بادشاہی لشکر جو بیشمار تھا دوروز مین اس
طویل وعریض دریا سے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا اثناے راہ
مین آندھی کا سخت طوفان آیا اور اسقدر بڑے اولے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی
ضایع ہوے اور کثرت سے چوپاے وگھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لاے
اور بھاگ کر دریا مین گرے انکو وہان کے جونکے تھپیڑون نے غرقاب کردیا ۱۱ رجب کو
لشکر سیملہ گڈھ پہونچلیا اور دو گولیونکے فاصلہ پر قلعہ سے لشکر نے پڑاو ڈالا سیملہ گڈھ

---

[1] ودر عقب توپخانہ دلیرخان با فوج ہراول فرود آمدہ سد راہ مقہوران باشند ۷۰۳ عالمگیرنامہ

[2] قلعہ سیملہ گڈھ آن حصنے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروے قدرت وطاقت ارباب ہمم

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالیشان تھا کہ بلندی مین آسمان سے باتین کرتا تھا دیوار اسکی نہایت بلند وچوڑی بنائی تھی جو دکن کیطرف پہاڑ تک کھنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لانبی تھی اور دوسری دیوار شمال کی تین کوس کی لانبی تھی جو دریاے برہم پتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونون دیوارونپر پانچ برج استنے بڑے بنے ہوے تھے اور ہر برج کا چار سوتیس گز کا تھا اور چھوٹے چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بناے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان مین دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونون جانب ایک ایک خندق عمیق کھودی تھی اور اومین بجاے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی تاکہ اوسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیوارونپر توپین اور بادلج اور تمام آلات جنگ وپیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی اِین لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی وکثرت سامان پر ایسے مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو پچھم کیطرف گیا ہے پڑا ہوا تھا لشکر کے سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے اردگرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ مکا

بقیہ صفحہ ماقبل عالیہ افزون وساکنانش از سنگ باران حوادث از آسیب منجنیق فلک مصون از دو جانب آن قلعہ دیوار عریض استوار رفیع کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کرد منتہی میشود بکوہے سر بچرخ دادہ کشیدہ واز شمال تا سہ کروہ بدریاے ذخار مذکور رسیدہ و آن ہر دو را بدستور قلعہ برج و کنگر ساختہ درون وبیرون خندق بزمین بردہ اند وہمہ جا بہ توپ وبادلج وتفنگ وسائر آلات واداے جنگ مستحکم کردہ قریب سہ لک آسامی جنگجو وران بقدم ثبات در مقام مدافعت ایستادہ۔ ماثر الامرا

گشتہ ... وسعت غوطہ خورد دلو آسمان بچشش	بہرہ ور چون حصار چرخ برین ثور چرخش بجاے گاو زمین

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان[1] اپنی فوج ہراول لیکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کارگر نہو مورچے باندھ دیے اور دمدمے بنا کر انپر بڑی بڑی توپین لگا کر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہونچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے اور علے الاتصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیان برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیونکے مینھ کو اپنے بدن پر جسطرح کہ ابر باران کے قطرات فصل بہار مین سبزہ پر گرتے ہین تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نرہتے بعض راتون مین آسام والے موقع پاکر شبخون بھی مارتے اور غلبہ پانیکی تاک مین اہل مورچال پر حملے کرتے اودھر سے شاہی لشکر کے جوانمرد بھی اون ظالمونکو پسپا کرتے اور اپنی تلوارین انکے خون سے رنگین کرتے بقیۃ السیف بھاگ کر قلعہ کے حصار مین پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبۂ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیون کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جسمین خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہونچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے مکر سے غافل پڑی تھی وہ یکبارگی

[1] وبصوابدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضے با اہل توپخانہ از معسکر فیروزی لواء پیش رفتہ درجائیکہ بندوق از قلعہ نمیرسید برابر یکے از برجہاے کلان مورچال بستہ و توپہاے بزرگ بر دمدمہ برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۷۰۶ عالمگیر نامہ

آکر اونپر ٹوٹ پڑے مگر اوسوقت دلیر خان[1] کے افغان آگاہ ہوکر نہایت جرات ودلاوری سے اونکے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہونچگئے ان شیرونکے حملہ کی تاب آسامی نہ لائے اور روباہ کیطرح بھاگے اور ناکام پھرے چند روز اسیطرح محاصرہ مین گذرے۔ شاہنشاہ نامہ[2] مین ہے کہ چوتھی شب مین آسامیو نے سخت چھاپہ مارا اس رات مین دلیر خان سے نمایان جنگ کی اس معرکہ مین بہت سے آدمی خانموصوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرسنگھ اور دلیر خان کے سپاھیونکے ہاتھونسے مارےگئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپونکے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوس[4] سے گرد تک نہین گرتی تھی جسجگہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر پڑا تھا وہ سرزمین[3] نہایت خطرناک تھی شبخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ مین دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکارونکے

سلہ تا بنیان دلیرخان بر جسارت وچیرگی آنہا آگہی یافتہ بکومک پرداختند مقہوران حملہ تاب آن شیردلان نیاوردہ روبہ صفت گریزان شدند وکارے نساختند۔ ۷۔ ۷ عالمگیرنامہ

سلہ وشب چہارم شبخون عظیم آوردند ودران شب از دلیرخان تردد نمایان گردید وبسیار مردم دلیرخان بکار آمدند وآسامیان نیز ازمردمان دلیرخان وراجپوتان امرسنگھ کشتہ گردیدند۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۸۴۴۔

سلہ وسرزمینے بود قلب وخطرناک کہ درسوابق ازمنہ درہمین مکان لشکرہاے عظیم ہندوستان کہ بعزیمت تسخیر آندیار رفتہ بودند بحجد آنقوم غدار دستخوش ہلاکت وپائمال خرابی شد کسے جان بسلامت ازان ورطہ نیاورد لہذا راے قرار گرفت کہ درکشائش انحصار سرعت وتعجیل بکار برد۔ ماثرالامرا عالمگیرنامہ۔

سلہ ودلیرخان بلوازم قلعہ کشائی ہمت بربست وازدرون وبیرون جنگ درپیوست وچون ہر توپے کہ برج وبارہ میرسید ازکمال استواری حصار عزگردے ازان برنمی خاست واثرے از شکستن دیوار وافتادہ کنگرہ مرتب نمیشد۔ ماثرالامرا تذکرہ دلیرخان

شبخون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہونچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچکر نہ آیا پہلے
حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسنے
لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جرار
اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا
مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچکر نہ آیا تھا۔ جب اسکے
بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کیطرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہونچا مگر آگے بڑھنے
کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ عزیمت کر کے واپس آیا۔
جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی
مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر پھونک کر
کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی
چاروں طرف سے رسد بند کر دیتی۔ وہاں کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین
لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اسحالت مین یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیوارون
مین سے ایک پر یورش کیجاے اور نہایت جلد یہ مہم سر کیجاے دیر کرنے مین ہزارون
آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرہاد خان یورش کے موقع دیکھنے گئے
ہر طرف جنگل اور آدمیون کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے
لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کیجانب جنگل کم تھا اسلیے اسطرف یورش
کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر اسطرف

ملہ مقرر گردید کہ دلیر خان باجمعے از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافتہ از انجا یورش نماید

جائین اور جسوقت خانموصوف یورش کرین تمام لشکر یکبارگی جنبش مین آجاے اور
حملہ کرکے محصورونکو ہر طرف سے مضطرب کیا جاے لہذا ۱۵ رجب شب کے
وقت دلیرخان معہ اپنے لشکر کے جنمین انکے بھتیجے رنمست خان اور راجہ نرسنگھ

بقیہ صفحۂ ماقبل وسائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فیروزی طراز باہتزاز آمدہ از پیش روے خود حملہ آور شوند و محصوران
را از ہمہ سو مضطرب ساختند تزلزل در بناے ثبات و رخنہ در اساس حیات آن بیدنیان افگنند و شب پانزدہم
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیرخان با راجہ نرسنگھ و فرہاد خان و رنمست خان وغیرہ باین سمت
معین شد اتفاقاً یکے ازان قوم کہ از مدتہا در ممالک پادشاہی بسر میبرد و در نیولا در احاد لشکر منتظم بود
بکراندوزی در مقام کینہ توزی شد و بصورت دولتخواہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این بوم و بر کماہی آگاہی دارم
اگر برہبری من عمل نمایند افواج فیروزی را بموضعے میبرم کہ ازانجا یورش بآسانی آید و ہماندم بمحصوران
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حدود ۔ ست جمعیت و ہجوم نمودہ مترصد باشند
دلیرخان برہنمونے ان نابکار اواسط شب رہگراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباشیر صبح بمکانے آوردہ راہ
یورش نمود کہ خندق بر آب داشت صعوبت طرق اجتماع مقصوران بیش از دیگر جوانب بود اہل حصار
یکبار چندین ہزار توپ و تفنگ و ادوات آتشبازی رہا کردہ روے ہوا را از بر و دو تیرہ ساختند
و حقہاے باروت از بالاے برج و بارہ شرارہ ریز و زمین و زمان از صوت توپہا زلزلہ انگیز شدہ
دلیرخان از وفور جلادت و تہور رخ تافتن ازان آشوبگاہ کہ از موبجاے جوہر مردی و مردانگی بود تجویز نہ نمودہ
فیل سوارہ از کمال جلادت باب خندق راند ہمراہان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند عرق
جرات حرکت نمودہ دران رستخیز بلاکہ پردلان روزگار را ہمت میلغزید یورش کردند حربے صعب در
پیوست اکثرے از عساکر اسلام را تن از آسیب زخم فگار و جمعے را وران بذل کوشش نقد جان نثار شد
پنج تیر بہ دلیرخان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شدہ و تیر بسیار بر فیل مرکوبش و حوضہ آن نبد شد خان لادر
باجوقے بپاے حصار رسیدہ بستیاری شجاعت ببالاے دیوار بر آمد و با اہل ضلال برزم و قتال درآویخت
و پس ازان جانب دروازہ و دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لواے استیلا برافراشتند کفار مغلوب و رعب
ہراس گشتہ بدر فرار زدند۔ از ماثر الامرا صفحہ ۷۱۱۔

وفرہاد خان ویادگار خان وسرانداز خان وجمال خان ومیانہ خان وآغر خان و
قراول خان وغیرہ اور ایکہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر مرتضے
داروغہ توپخانہ تھا روانگی پر تیار ہوے اتفاق سے ایک آسامی جو مدت سے بادشاہی
لشکر مین ملازم تھا اوسنے اپنی بدطینتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
کہی کہ مین اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہون اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
کرین تو مین ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤنگا کہ جسجگہ دیوار بھی بلندی مین کم ہو اور خندق بھی
زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکروکینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
لشکر بھیجنے کا وعدہ کردیا اس مکار نے اسیوقت آسامیونکو جو قلعہ مین محصور تھے
کہلا بھیجا کہ فلان جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہون تم سب اپنی فوج کو مجتمع
کرکے میرے آنے کا انتظار کرو مین ان سبکو تمھارے تیرون کا نشانہ بناؤنگا
دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب مین قلعہ کیطرف روانہ ہوے
جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار مین تھا پہونچے تو میر مرتضے کو معہ میانہ خان
وجمال خان کے وہانپر چھوڑا کہ دشمنونکو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کرکے
یورش سے غافل رکھین چنانچہ میر مرتضے نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ
لگادیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بدنہاد آسامی اپنی بدنیتی سے خان شجاعت
نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اوسنے تجویز کی تھی لیگیا وہان جاکر دیکھا
تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
ہرطرف نکلنا دشوار آسامیون کا ہر جگہ سے وہان پر ہجوم زیادہ جب دلیر خان
اس جگہ پہونچے تو اکبارگی اہل قلعہ نے ہزارہا توپ وبادلج وبندوق وآتشبازی

سکے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئین سے ہوا مثل ابر
سیاہ کے ہو گئی توپونکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین و
زمان مین اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سرونپر گرگر شرارے
برساتے تھے اور بندوق کی گولیان برق کی طرح چمک کر غازیون کے گریبانون
مین پہونچتی تھین حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے
جو دھوکا دیکر شکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر مین تھا اس سے لیے
اسکو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصداق ولا یحیق المکر
السیئ الا باھلہ نتیجہ ظہور مین آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی
وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک
سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی
اور دلاوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الٰہی پر تکیہ
کرکے اپنا ہاتھی جسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی مین ڈالدیا
یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور ماثر الامرا سے لکھ رہے ہین مگر خافی خان و شاہنشاہنامہ
وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہین مضمون سبکا ایک ہے مگر بعض کتاب مین صراحت
زیادہ ہے۔ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۰۷ مین شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاءاللہ
صاحب دہلوی لکھتے ہین کہ صبح نہین ہوئی کہ وہ آسامی دلیر خان کو خندق
پر لیگیا جسکے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادھر سے آسامیون نے طرح طرح کے
جانستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے
حقے اور پتھر برسنا شروع ہوے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ مین اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند دلیر[1] افغانون نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہین ہے اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہو نیسے بچگئے تو پتھرون پر سر ٹپکنے اور رائگان جان دینے سے کیا فائدہ ہو گا رائے صائب کا مقتضا یہ ہے کہ ابھی قابو کے وقت باقی ہے اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کرین پھر قلعہ کی تسخیر کرین دلیر[1] خان نے تمام عمر منھ نہین پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور شہادت کو سعادت دارین سمجھا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے

[1] دلیرخان فیل را در ان آب بے پایان رانده و از باریدن آتش بالا نه اندیشیده بعضے افغانان دلباختہ فہمانیدند که کاران گذشته که امید نجات از میان آتش باشد معهذا از گرداب بر آمدم سوائے سر بسنگ زدن و جان رائگان دادن فائده نخواهد شد مناسب آنست که قابوے وقت باقیست به بنگاه مراجعت نموده باز بکار قلعه باید پرداخت دلیرخان قبول نه نموده آتش غیرت عار فرار بر خود گوارا نه نموده و سعادت شهادت سرمایه نجات دارین دانسته بر فیلبان بانگ بهیبت زد که فیل را پیش بران افغانان و بهادران جانفشان دیگر مثل قراول خان معدود چند به تبعیت دلیرخان تکبیر گویان در آب زدند هر که گوله اجل میرسید بآب سر فرو برده باز سر بالا نمی توانست نمود جمعے کثیر در آب فرو رفت سه چار گولی را مچنگی بر جوشن آغرخان و دلیرخان رسید و کارگر نه شد آخر بر فافت چند شیردلان بپاے حصار رسیدند دلیرخان بزور بازوے خود بدو همدمان جان باز بالاے دیوار کوه آسمان شکوه بر آمد و آسامیان بمقابله در آمدند با وجود هجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان نثاران بجبر دیدار البوار پیوستن و جمعے رو بفرار آوردند خانخانان از وقوع چنین فتح نمایان بعد فتح خود در قلعه آمده دلیرخان را آفرین گویان در بغل گرفته جمیع همراهان را تحسین نموده دو رکعت شکر ادا نمود شاهنشاه نامه صفحه (۲۵۰) و تاریخ خافی خان صفحه (۳۰۰) قلمی۔

ڈاٹا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔
جب یہ حُسن دلیری اُنکے جانباز بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت مین آئی اور اونھون نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر یورشس کی۔
عالمگیر نامہ مین ہے کہ وہ[1] موقع ایسا پرخطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُردلان روزگار کے قدم ہیبت سے لرزتے تھے اور روئین تنون کی روحین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھین دلیر خان نے اعداسے وہ جنگ عظیم کی جو لابیان سے ہے خان ممدوح کے ہمراہیون نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسامیون نے قابو پاکر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جماعت شہید ہوئی تین چار گولیان راچھنگی اور پانچ تیر دلیر خان کے لگے مگر چونکہ وہ زرہ چلتہ بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوضہ اوسکا بند ہو گیا دلیر خان اپنے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیر خان کمال قوت اور انتہاے شجاعت سے جست کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے پیچھے اُنکے بہادر بھی پہونچے

[1] دران موقف خطرناک و عرصۂ قیامت اثر پردلان روزگار را قدم ہمت از نہیب آن میلغز ید و روان تہمتن و روح روئین تن از خوف اشوبش برخویش می لرزید با اعداے نابکار داد گیر و دار داد و جنگے عظیم در پیوستہ حربے صعب روداده صفحہ ۱۱۱ عالمگیر نامہ

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔
اس معرکہ کو خافی خان جو اکثر دلیر خان کو دیو نبرد کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب مین نہایت قدر افزا الفاظ سے یون لکھتا ہے کہ اس شب مین دلیر خان سے ایسی کارنمائی ظہور مین آئی جسکی شرح نہین ہوسکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانون کے ہاتھون سے ہلاک ہوے۔ چند پتھر و گولیان اونکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے زور بازو اور کمند جرأت و حملہ شجاعت سے جسطرح کہ شہباز جست کر کے شکار پر پہونچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ بہادری کی اور داد تہوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک شمہ انکی اس شجاعت کی داستان سے سنتا تو زبان انصاف سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلہ دران شب از دلیر خان تردد ے کہ بشرح و بیان است نیاید بعرصہ ظہور آمد و از مردمان غنیز از دست افغانان دلیر خان جمع کثیر بدار البوار پیوستند سہ چار گولہ تفنگ و سنگ بر جوشن دلیر خان سید دلیر خان بزور بازوے خود و ہمدان جان باز و کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہبازے کہ خود را بقصد صید زند بالاے دیوار کوہ آسمان شکوہ بر آمد و بعد برآمدن نیز چنان داد تہوری داد کہ اگر رستم دستان شمہ ازان داستان می شنید زبان بانصاف کشادہ ہم رستمے بر خود نمی پسندید و اگر افراسیاب آن جرات و جلادت او را مشاہدہ می نمود انگشت حیرت بدندان میگرید از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ جنگ اسام۔ ز تیغ نہنگے برافروختہ ٭ ز تیغ از نہنگان سر انداختہ چنان
ہوا ست رزمے ز بالا و پست ٭ فتادہ یلان ہمچو از بادہ مست ۱۲

اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
اونگلی اپنے دانتون مین دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر مرتضے
اور دوسرے لوگ بھی حصار مین داخل ہوے اور جو مورچون مین تھے وہ بھی یاوری
ہمت سے خندق پھاندکر پہونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
بدحواس ہوگئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کیطرف اسی
اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیابر جو شملہ گڈہ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط
قلعہ تھا اور اوسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے
اندر بھی پہونچگیے محمود بیگ بخشی فوج لیکر ان مفرورون کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ
کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا اور کچھہ آدمیون کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ جدھر مین مقیم
تھی وہ بھی شملہ گڈھ کے فتح ہوجانیکی خبر سنکر بھاگ گئی۔ تاریخ اخبار محبت وخافی خان
وشاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۷۳ مین ہے کہ خانخانان اس
فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازان یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے
گھرون مین آباد رہین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوے تھے انکو جہانگیر نگر کو بھیجا کہ بارود
کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانون کے کام کرین۔ کہتے ہین کہ خانخانان اور دلیر خان
اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانون
کو گرفتار کرکے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوے مبتلائے
عذاب تھے وہ رہائی پاکر اپنے مکانکو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی وبلندی

ووسعت اور کثرت سامان کو دیکھکر متحیر تھا پانچ روز مع لشکر کے قلعہ کلیابر مین قیام کیا
بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیگر قلعہ کلیابر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مرزائے
سبزواری اور سید تاتار اور کشن سنگہ کو قلعہ جمدہر کا تھانہ دار مقرر کرکے لشکر شاہی نے
کوچ کیا اور دو منزل تک دریاے برہماپتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اسلیے دریا کے
کنارے سے گذر نہو سکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہو کر پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا
جب لشکر سولہ گڈہ مین پہونچا تو راجہ کے مدار المہام نے جسکو وہانکی زبان مین بھوکن کہتے تھے
ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی
یعنے گواہٹی سے جسقدر راجہ وہانکی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی توپخانہ لیگیا ہے وہ
کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی ہین بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عنقریب شاہی
لشکر اسکی راجدہانی کرگاؤن مین پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیون کا صرف
فریب اور لشکر کے غافل کرنیکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اسلیے سپہ سالار
نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کرگاؤن کے فتح کے ارادہ سے ۲۲ رجب
کو لشکر چلکر لکھو گڈہ مین ٹھہرا یہان گیارہ ہاتھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور
اسجگہ ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کیطرف سے ایک پاندان اور پیالہ طلائی
اور دو گھوڑے نقرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب جسمین ندامت کا اظہار اور صلح کی
درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکر و فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بالفعل
لشکر بادشاہی کرگاؤن آتا ہے وہان پہونچکر جیسا مقتضائے مصلحت ہوگا عمل مین لایا
جائیگا۔ کرگاؤن دریاے دکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریاے دہنگ سے ملا ہوا ہے
مگر اوسمین اسقدر پانی نہین ہے کہ بڑی کشتیان چل سکین اسلیے لکھو گڈہ مین جو مجمع

دریاؤن کا ہے وہان بڑی کشتیان چھوڑنے کی راے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیان بناکر ہمراہ لیجائین اور بعض ضروری چیزونکو اونپر رکھکر کام مین لایا جاوے چنانچہ ابن حسین جو جنگی بیڑون کا داروغہ تھا معہ منور خان وجمال خان وزمینداران بنگالہ کے بیڑونکی حفاظت کو چھوڑا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کوچ کرکے جسجگہ کہ راجہ کے بیڑونکا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیان راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئین جو بادشاہی کارخانہ مین داخل کی گئین یہانپر ایک بڑا تبخانہ راجہ نے اپنے ایک برہمن کے لیے بنوایا تھا یہان بھی تھانہ بٹھلایا گیا اسجگہ ایک نوشتہ ان مسلمانون نے کہ جو ممالک بادشاہی سے کرگاؤن مین قید کرکے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال و زروجواہر اور نفیس اشیاء کولیکر کوہستان کامروپ کیطرف بھاگ گیا ہے جو یہانسے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل مین چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سنکر ۴ شعبان کو لشکر موضع لکھپور مین پہونچا اور وہانسے فرہاد خان وسید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیون کے نہایت جلد پیشتر سے روانہ ہوے اور راجہ کے مال وسامان کے ضبط کرنے مین مصروف ہوے اسروز لشکر موضع ترہانی مین جسجگہ دریاے دکھو اور دریاے دہنک ملا ہے جاکر ٹھہرا اس نواح مین ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوے اور ایک جماعت فوج کی لکھپور و ترہانی اور موضع لام دانگ مین انتظام کے لیے مقرر ہوئی ۵ شعبان سنہ جلوس کو شہر کرگاؤن یعنی دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضے مین آگیا۔ کرگاؤن مین عرصے سے جو مسلمان کہ قید ہو کر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی وشادمانی کا اندازہ حد بیان سے

باہر ہے گویا اونھون نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپین کہ راجہ نے تالاب مین غرق کرادی تھین نکالی گئین چنانچہ دوسواسی توپین اور ایکسو سے زائد تعداد مین ہاتھی اور تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آے اسکے علاوہ چھ سو چھپتر توپین منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین اور ایکہزار دو سو رام جنگی یعنے بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین اور دو ہزار صندوق بارود جسمین ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار اٹھائیس سپر اور لوہا و سیسہ و شورہ و گندھک حد حساب سے زائد اور ایکہزار سے زیادہ کشتیان جنگی اور ایکسو بجرے آراستہ نہایت بڑے اور ایکسو بہتر انبار چانول کے جسمین ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش مین یقینی ہلاک ہوجاتا ان چیزون کے علاوہ بہت سی چیزین آسامیون نے چلتے وقت آگ لگاکر برباد کرڈالی تھین غرضکہ ۷ شوال ۱۰۷۲ھ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق یہ شعر ہے سے کم واقع میشود بیک سال ٭ باکوچ بہار فتح آسام ٭ یہان جو مسلمان قید تھے انپر طرح طرح کے جور و ستم ان بدینون نے کیے تھے اور انمین سے ایک جماعت کثیر کو راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقیماندہ مسلمانون کو خان معظم نے کشتیونپر بٹھلا کر انکے وطن کو روانہ کردیا اور ایک سال تک واسطے مالگذاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کردیا کرگاؤن کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مزروعہ موضع سیملہ گڈہ سے کرگاؤن تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہان سے وہانتک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے مسلسل لگے ہوے تھے کہ گویا ایک باغ ہو جنکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات مین رنگین وخوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلونمین کیلہ کٹھل ترنج لیمو
اناناس املہ بکثرت تھا باشندے وہانکے قوت وجرات ونشانہ لگانے مین طاق راجہ
کے مکانات کے گرد ایک باند اوسکے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چارونطرف ایک
خندق پرآب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس جونہایت وسیع اور بلند لکڑی
وگھاس سے بنائے تھے منجملہ اونکے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایکسوپچاس گز اور عرض
چالیس جسکے چھیاسٹھ ستون اور دور ہر ستون کا چار گز جنپر لکڑیان منبت کار اور تختیان مجی
صیقلکار جنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی وچمک پیدا ہوجاتی تھی اسکی تعمیر مین تین ہزار
نجار اور بارہ ہزار مزدور دوسال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل مین اکر
بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول وتاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
خوابگاہ کی محافظت مین تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتمد میر غضب
تھا راجہ کثرت حشم وخدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولوالعزم کو خراج دیتا نہ انکی
اطاعت وفرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور **دلیر خان** معہ لشکر کے چندروز
گرگاؤن مین رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھرونمین آباد رہی انھون نے وہان
عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال وسامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
ملکی ومالی سے فرصت حاصل کرکے اطمینان سے بیٹھے اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب مین بادشاہ نے ایک فرمان
مرحمت عنوان معہ خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا مین برسات کا موسم آگیا وہان کی بارش ممالک ہندوستان سے مقدار مین
زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی خنجگل و پہاڑ سے مور و ملخ کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بیدغدغہ پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پاکر آتے اور حربے کرتے بارہا مقابلہ ہوا مگر وہ ہر بار مغلوب ہوے ایکبار جب سرانداز خان اور محمد مراد بیگ کو کجپور کی تھانہ داری اور وہان کے مفسدونکی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونون مین باہم نا اتفاقی پیش آئی او مراد بیگ اپنی خود رائی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیون کا بیڑا آگیا اور اسنے بادشاہی بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیون کے کشتیون سے اوتر کر کنارہ پہونچا اور وہان سے ترمہانی چلا گیا اس اثنا مین دلیر خان کے افغان بغیر چند کشتیون کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنون کیطرف دوڑے اور ان کشتیون مین جو قبضہ مین کر لی تھین دشمنون کے بیڑے سے ٹکراتے ہوے باہر نکلے اور دیولگانو پہونچے مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جسمین سامان رسد وغیرہ تھا آسامیونکے قبضہ مین آگئے اور انھون نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہی لشکر کے قبضہ مین صرف کرگاؤن اور متھراپور کے کچھ نرہا یہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا اسکے علاوہ رسد اور غلہ کے نرہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب جسکو بیدلی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل ملک کے باشندون کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے سرتابی

سلہ چون سیر منزل شجنانہ طرف مسکن راجہ برآوردہ از انتشار این خبر اسامیان چون مور و ملخ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشوخی زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بہ تنبیہ انجماعہ پرداختہ ہزارہا از ان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانخانان مقرر نمود کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۲ صفحہ ۷۰ تاریخ محمد ہاشم خافی خان۔

سلہ وبغیر چند کشتی از افغانان دلیر خان کہ بجز ظہور نوارہ غنیم ان پردلان بہ نیروے بازوے جلادت ان سفاین بیان نواڑہ مخالفان زدہ در رفتند و بہ دیول گاؤن رسیدند ۱۲ ۔۔۔ نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کامروپ سے اوترا اور قصبہ شولاکوری جو کرگاون سے چار منزل ہے اسمین اکر ٹھہرا اور بھوکن بھی نہرولی کے کنارہ جو قریب متھراپور کے دریاے دہنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم مین وہان ایک دریاے عظیم الشان ہوجاتا ہے آکر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگونکو طلب کیا اور وہان میدان حشر کیطرح مجمع اکٹھا ہوا اور نہایت بلند ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بناکر تیار کی جسکا ایک کنارہ پہاڑ سے لگاکر دوسرا دریاے دہنک تک ملا دیا تھا آسامیون نے کئی مرتبہ بڑی بڑی جمعتین اکٹھا کین اور دریا سے اوترکر دلیرخان کے لشکر پر شبخون مارنا اور نہایت سخت حملہ کرنا شروع کیے ایکمرتبہ دلیرخان خود سوار ہوکر ان ظالمون کے سر پر ہوپہونچے اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا جس سے دوبارہ آسامیون کو دلیرخان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نرہی بعض مرتبہ کالی گھٹا ابر کی اوٹھکر اس شدت سے برستین کہ پانی سوارونکے رکاب تک آجاتا اور جس طرح کہ کثرت اشکباری سے عاشقونکی آنکھون کو کھولنے کی فرصت نہین ہوتی ہے پانی ایکدم کو

سلہ وران شب تا ردلیرخان کہ بذات نفس خود بدان تیرہ روزان مقابلہ کارزار افتاد تردد رستمانہ وسعی بہادرانہ بظہور آمد بعد آسامیان رو بفرار آورد دلیرخان تا سہ گروہ میان آب گل تعاقب پرداختہ بسیارے را بقتل رساند و مراجعت نمود صفحہ ۴۰ خافیخان

سلہ مقاہیر شقاوت فرجام چندین نوبت بجمعیت و ہجوم تمام از آب گذشتہ بر لشکر دلیرخان شبخون آوردند آویزشہاے صعب کروند نوبتے آن خان شہامت شعار خود سوار شدہ بر آن مخذولان تاخت وجمعے کثیر را طعمہ صمصام انتقام ساخت و دیگر بار بہ لشکر او جسارت نہ نمودند۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۷۰۸ ۔ چون بتخانہ لشکر شاہی بطرف مسکن راجہ برآوردار قشا این خبر آسامیان جوق جوق فراہم آمدہ شوخی زیادہ از حد نمودند دلیرخان ہزاران آن القوم قتل و اسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۲۲ بفوج سپہ سالار چند بار شوخی نمودند و از ہر دو طرف کشتہ شدند آسامیان بعد کشتہ و اسیر گردیدن فرار نمودند مکرر و سر موزچال دیرخان ریختند و بسیار کشتہ گردیدہ و فرہادخان دو زخم برداشت و دلیرخان تا سہ کردہ دران لادگل تعاقب نمود ۱۲ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۵۷۔

مہلت نہ دیتا اس عرصہ مین بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لرزہ اور سہال کی وبا پیدا ہوگئی صدہا آدمی لشکر کے مریض ہوکر مرنے لگے حتے کہ ایک بڑی جماعت بادشاہی لشکر کی ہلاک ہوگئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مر گئے اس آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہوجانیسے جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہوگیا لشکر مین نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا ہوا۔ ایکسو تہتر انبار غلہ کے تھے منجملہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ مین رہے باقی آسامی شبخون مار کر لے گئے اس زمانہ مین اوقات بسری کو یہی چاول تھے اور دیگر جنس غلہ تھی عرصہ تک لشکر کی گائین ذبح کرکے گذر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار مین لیمون و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہین وہ بھی کھائے گئے۔ اب تک جو کچھ صلح کی استدعا کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور وبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسنے دیکھی مخالفت پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھکر وہانسے لشکر نے کوچ کیا اور ۳ محرم سنہ جلوس کو کرگاون آیا اسامی اسبات سے اور بھی شرارتین کرنے لگے اور لشکر کو عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے تھے شاہی لشکر مین رات بھر کوئی شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایکمرتبہ آسامیون نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات مین دلیر خان[1] اور راجہ سجان سنگھ کے مورچہ پر آکر جدال و قتال کرنے لگے

---

[1] نوبتے مقاہیر اجماعے عظیم نمودہ در مہتاب شبے بمورچال دلیر خان و راجہ سجان سنگھ آمدہ نائرہ جدال و قتال برافروختند چپے کثیر طعمہ صمصام انتقام مبارزان فیروزی مال گشتہ جبر خذلان و نکال ملاسطے مید و ختند دلیر خان را از خیرگی و جرات آنہا عرق غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودہ بتعاقب آن جسارت کیشان پرداخت و تا نالہ وند کار بستر تیغ جلادت بجون بسیارے از ملاعین رنگین ساخت و پس از وقوع این معنی اسامیان ضلالت کیش سراز ہوائے شبخون پرداختہ دیگر قدم جسارت بنزدیکی کرگاون نگذاشتند ۱۲- ۸۰۱ عالمگیر نامہ

دلیر خان کو اوسوقت شجاعت کا جوش آگیا خود اونکے تعاقب کو اوٹھ کھڑے ہوے اور نالہ دند کا ٹک آسامیون کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے ٹکڑے کرتے ہوے لے گئے اوران شریرون کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر شبخون کی جرات نرہی اور کرگاون کے نزدیک قدم نرکھا جب کرگاون مین بھی امراض وبائیہ پیدا ہوگئے تو بجز صبر وشکر کے کوئی چارہ نرہا وسط ماہ صفر مین بارش کم ہوئی اور مخالفین جنگل اور درون مین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان کامروپ مین چھپا لشکر بادشاہی نے رستون کے کھلجانے سے آسامیون کو چار ونطرف سے نکالدیا اب پھر عنایت الٰہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا اور مخالفون کے امید کی کشتی خشکی مین آگئی ۴ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کرگاؤن سے نالہ دند کا جو پایاب ہوچکا تھا اور نہر ولی سے کہ وہ بھی پایاب تھی اوترکر بجدلی بھوکن کے سر پر پہونچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوے پڑا تھا مگر خائف ہوکر بھاگا اور اوسکی مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ مین آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی اسکے بعد آسامیونکو مایوسی ہوگئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نرہی ہر طرف سے رعایا اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد بجدلی بھوکن جو نامی سردار اور اس ملک کے بہادرون کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہوکر معہ اپنے تین بھائیونکے بادشاہی لشکر مین آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جسمین دہکدہگی وخنجر مرصع اور گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کیوجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر مین آگئے اب راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سردارون کا اعتبار نرہا اکثر سردارونکے اہل وعیال آمنی سیخون پر کھینچکر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہوے

اس عرصہ مین راجہ کے نکلنے کے لیے بادشاہی لشکر کامروپ کیطرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت مین مبتلا ہوگیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیجکر عاجزی کرتا تھا مگر اوسکی استدعا قبول نہین ہوتی تھی اب راجہ نے جانا کہ مین عنقریب گرفتار ہوجاؤنگا تو اُسنے دلیر خان کا توسل ڈھونڈھا اور اونکا دامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ کی اور خانخانان کو راضی کردیا۔ ۷ جمادی الثانی کو لشکر موضع تپام مین پہونچا تپام درہ نامروپ کے برابر ہے وہان کا راجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطین طے کرنیکو آے بعد گفتگوے دراز کے یہ امور قرار پاے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ تپام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے اور

سلہ راجہ ضلالت آمین کہ ہموار بارسال سفرا وسیلہ امر التماس صلح وطلب عفو می نمود و بقبول مقرون نمیشد درینوقت کہ گرفتاری و استیصال خویش قریب الوقوع میدید بہ دلیر خان توسل جستہ در التماس مصالحت و اظہار عجز و مسکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنابر صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۱۲- ۷۰۰ عالمگیرنامہ

سلہ و پس از گفتگوے بسیار چنین قرار یافت کہ راجہ بالفعل صبیۂ خود با دختر راجہ تپام و بست ہزار تولہ طلا و یک لک و بست ہزار تولہ نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل براے خانان و پنج زنجیر فیل بجہت دلیر خان بفرستد و متعاقب درعرض دوازدہ ماہ سہ لک تولہ و نوزنجیر فیل بسرکار بادشاہی واصل سازد و ہر سال بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تتمہ پیشکش کہ اداے آن در مدت دوازدہ ماہ مقرر شدہ بود چہار کس از عمدہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گروگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہ بنگالہ فرستد و فرزندان و عیال بدلی بھوکن با بہنے از رعایاے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال محبوس بودند بہ لشکر ظفر اثر رساند و نیز مقرر شد کہ از سمت اوتر کول ولایت وزنگ کہ بکیطرفش کوہ اہتی و طرف دیگرش بدیاے الی برادی کہ از حوالی قصبہ

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور ایکسال کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی مین داخل کرے اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تا اداے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹونکو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر مین حاضر رکھین اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہین اور بدلے بھوکن کے اہل وعیال اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ مین قید تھی لشکر بادشاہی مین پہونچائی جاے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اوترکول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریاے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جدہر سے گذرتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی وڈومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ مین نہ تھی ممالک محروسہ مین داخل کیجاوے چنانچہ ان امور کا عہدنامہ راجہ کیطرف سے اور قبولنامہ خانخانان کیطرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا میر مرتضے کو لکھا گیا کہ توپخانہ اور دیگر اشیا جو کرگاؤن مین ہین اور وہ رعایا جو مسلمان و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکرگاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر ہوا کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کرگانو بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل پیشکش معینہ مین سونا وچاندی اور راجہ آسام اور راجہ تپام کی لڑکیان اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائین اپنے ہمراہ لاے الحاصل

تبیٖیہ صفحہ ماقبل میگوید متصل ست از جانب کول م لایت بیل تلی وڈومریہ کہ ہیچگاہ در تصرف بندہاے بادشاہی نبودہ داخل پیشکش و ضمیمہ ممالک محروسہ باشد وحد فاصل میان مملکت بادشاہی وولایت آسام درجانب کرکول دریاے کلنگ ودر اطراف کول دریاے آلی براری قرار یافت وعہدنامہ مشتمل بر تعہد این امور از جانب آسامیان وقولنامہ از قبل خانخانان نوشتہ شد ۱۲ عالمگیرنامہ

۱۰ ماہ مذکور سنہ ۵ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھوگڈھ پہونچا وہان میر مرتضے تمام اشیا اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آرہا تھا اور کل اہل لشکر وہانکے قیام سے گھبراکر بھاگنے کو تیار تھے اسلیے خانخانان معہ لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیر خان[1] معہ لشکر اور جنگی بیڑون کے بغرض وصول پیشکش جس مین ہاتھی وغیرہ رہگئے تھے ٹھہر گئے خانخانان حدود بادشاہی کو جو ابھی مقرر ہوے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو مین جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اکر ٹھہرا وہان شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جاے چنانچہ حسب الحکم وہ وہان مقرر کیے گئے دوسرے روز[2] دلیر خان آٹھ ہاتھی پیشکش کے لیکر آگئے اور وہان سے کل لشکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوے ۲ رمضان سنہ ۶ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان[3] نے انتقال کیا بنگالہ کے وقایع نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

---

[1] دلیر خان را با اکثر لشکر و نوارہ بانتظار رسیدن بر بقیہ از فیلان پیشکش کہ ہنوز نرسیدہ بود در لکھوگڈہ گذاشتہ ۱۲ عالمگیر

[2] روز دیگر دلیر خان از لکھوگڈہ رسیدہ ہشت زنجیر فیل کہ راجہ آسام از جملہ فیلان پیشکش بتعاقب ارسال داشتہ بود رسانید ۱۲ عالمگیر نامہ ۱۲

[3] اسموقع پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خانخانان کا نام میر محمد سعید اور خطابی میر جملہ معظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالمند سردار تھا اصفہان کے اردستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اسکی کل املاک پاکر اپنی حسن لیاقت سے بادشاہی درباروں مین رسائی پیدا کی سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گلکنڈہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر جملہ دیا اسنے عرصہ تک دکن کا خوب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آزردہ خاطر ہوکر اورنگ زیب کے توسل سے شاہجہان کے دربار مین

لاہور مین ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگذار اور خیرخواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اوسکی روح کو ثواب پہونچایا گیا او

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجہان نے اسکے استقبال کو دانشمند خان کو بھیجا اسنے نذر مین ایک الماس قیمتی دو لاکہ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجہان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کر کے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلمدان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اوسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ مین سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ رگھنا تھ جسمین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تھا اور چندر بہان جو فاضل خان کا تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہم پر یہ مقرر ہوا اور وہان اسنے کارنمائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت مین اسے مصلحتاً نظربند کیا تو شاہجہان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا (کہ از بازپرس روز جزا نہ اندیشیدہ) اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کھجوہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہان فتحیابی حاصل کر کے خطاب خانخانان و جاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہان کی رداءت آب و ہوا سے علیل ہوا ۱۸ ربیع الثانی کو یہ دریائے دہنگ کے پاس آسامیون کا مورچہ دیکھنے گیا یکبارگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اوتر کر تکیہ لگایا اور ایک گھنٹہ بیہوش رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود جدا ہو کر یہان سے بنگالہ چلے جائینگے اس دل آزار فقرے سے اور روحانی صدمہ ہوا آخر کار واپسی لشکر مین وہ ۲ رمضان بروز چہارشنبہ سنہ ۱۰۷۳ ہجری مطابق سنہ ۶ جلوس کو انتقال کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار دوراندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دونون جوہر اسکے ہاتھ مین تھے کوئی امیر قریب العہد اسکا مقابل نہ تھا اور کشورکشائی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبہ تلنگانہ دکن مین اسکی یادگار ہے حیدرآباد مین اسکے نام کا تالاب و باغ و حویلی مشہور ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہونچا اور
وہان دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہونچا اور وہ حسب الطلب
بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اوسوقت دلیر خان نے بادشاہ
کو ہاتھی اور نو گھوڑے ٹانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان
کو خلعت پہنوایا اور انکو اپنے ہمچشمون مین نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا
اسکے بعد دلیر خان کو اونکی جاگیر پر جانے کی اجازت دیگئی اور رخصت
کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلائی تھا
انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتوین سال جلوس اور اڑتالیسوین برس
عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۴ھ تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگھ کے دکن جاکر سیواجی مرہٹے کی مہم فتح کرنا

سیواجی نے جب ملک دکن مین قزاقی کا پیشہ اختیار کرکے لوٹ مار مچائی
اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے
اعلانیہ غارتگری کرکے اپنے ملک کے حدود وسیع کرلیے اور بہت سے قلعے
چھینکر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہوگئی اور چونکہ اسکی ولایت دریا کے

۱؎ دلیر خان بموجب یرلیغ طلب از بنگالہ رسید و بدولت زمین بوس فایز گردیدہ یک زنجیر فیل ونہ اسپ ٹانگن برسم پیشکش گذرانیدہ بعطاے خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۲-۸۵۵ عالمگیر نامہ
۲؎ دلیر خان بعنایت اسپ با ساز طلا مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۶۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اسلیے بعض بندر جو اسکے قریب و ر تصرف مین تھے وہان جو جہاز لیجاتا اسکو موقع پاکر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان مین پڑجانیسے کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان تھے سیواجی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذائین پہونچائین چنانچہ اسکے ثبوت مین علاوہ فارسی تاریخونکے مسٹرڈی لافوزام اے ہسٹری انڈیا مین جو بزبان انگریزی انٹرنس کورس مین داخل ہے یون لکھتے ہین کہ سنہ ۱۶۶۴ء مین شہر سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسیلو کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہوگئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور زیادہ بڑھ گئی اسلیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری شہر سورت کے حاجیونکے جہازونکو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اسلیے اسنے ایک بڑی فوج راجہ جے سنگہ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہدنامے کے یہ شرائط قرار پاے کہ بیس قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجاپور کے مقابلہ مین مع اپنی فوج کے مغلونکی شرکت کرے اسکے عوض مین چند اضلاع سے اسکو چوتھ لینے کی اجازت دیگئی اور اسکے لڑکے کو فوجمین پانچہزار سوارون کا افسر بنایا گیا انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخونسے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا یہان پر لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب مکر و فریب کی تھی کبھی وہ عالمگیر سے لڑرہا ہے اور کبھی عالمگیر کیطرف سے وہ عادل شاہ کے قلع قمع کرنین

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاکی سے نکل گیا عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہین لکھ سکتا مسلمانون سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگڈہ عرف دولت آباد مین رہتا تھا اسکے بیٹے مالوجی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر مین ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالوجی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کیوجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالوجی ایک چالاک سلحدار تھا جسنے حسن خدمتگذاری سے جادو راے کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرلی اس بیوی سے شاہ جی کے گھر سیواجی پیدا ہوا جب سیواجی کی مان شاہ جی سے ناراض ہوکر کہ اسنے دوسری شادی کرلی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیواجی ساتھ تھا۔ سیواجی کی پیدایش کا زمانہ ۱۶۲۷ء ہے اسوقت مین تین سلاطین کا تخت دکن مین ڈگمگا رہا تھا اور مغلون کے ہاتھ سے اوسکی مان ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ مین لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہوگئی سیواجی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیواجی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لٹیرون کی صحبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کرکے شہر اور قلعون پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹون کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹونکو بطور کمک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بیقاعدہ فوج کے انسے مدد لیتے تھے جب سیواجی نے بیجاپور کی سلطنت مین جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونیکی وجہ سے اکثر بیقلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ مین کیا اسپر والی بیجاپور نے سیواجی کے باپ شاہ جی کو قید کردیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ مار خاموش

بیٹھا رہا باپ کی رہائی کے بعد اوسنے افضل خان میر لشکر بیجا پور کو دھوکہ سے مار لیا اور
راجگڈہ کو اپنا راجدہانی بنایا اوسوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اسنے اسکے قلعے
اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیواجی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا اورنگ زیب
اس عہد مین دکن کا ناظم تھا سیواجی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہجہان کی
علالت سے شاہزادو نمین باہمی جنگ وجدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے
دارالسلطنت دہلی چلا آیا تو اسنے مہلت پاکر شاہی حدود مین دست اندازی شروع
کی اور رات کے وقت قلعہ جنیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کرکے خوب لوٹا سیواجی نے
اورنگ زیب کے معاملہ مین بڑی غلطی کی اوسکی زور و قوت و عقل و سیاہ کا ٹھیک تخمینہ
نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے ماموں شایستہ خان امیر الامرا کو سیواجی کی تنبیہ کو بھیجا
چنانچہ سنہ ۱۰۷۰ ہجری مین امیر الامرا نے قصبۂ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کر لیا اور سیواجی
امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا۔ امیر الامرا قصبہ پونہ مین اس حویلی مین جو سیوا
کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الامرا
پر چھاپہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اوسکا فرزند ابو الفتح ہلاک ہوا سیواجی نے شہر
سورت کو جسے اس زمانہ مین باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیون کے جہاز کو
غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلیے عالمگیر کے آتش غضب کا
شعلہ بھڑک اوٹھا اور اسنے پیشتر راجہ جسونت کو سیواجی کے استیصال کو بھیجا
جب اوسنے خاطر خواہ یہ مہم سر نہ ہوسکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خان
کو اوسپر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے انکے پاس
پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت مین امرائے

نامدار سے تھے منتخب کیے گئے اور چند امرا بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور
ہوے اوس زمانہ مین **دلیر خان اپنی جاگیر پر تھے انکے نام بادشاہ**
نے فرمان بھیجا کہ سیواجی کی گوشمالی مابدولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے
جدا ہو کر اس مہم کیطرف روانہ ہوا ور راجہ جے سنگہ سے مل لو چودہ ہزار سوار اس
مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ مین بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا
دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا القصہ حسب الحکم دلیر خان اپنی جاگیر
سے دکن کو روانہ ہوے جو لشکر کہ سیواجی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۹ ربیع الاول
ستہ جلوس کو دار الخلافت سے دکن کو روانہ ہوا اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن
پہونچگیا وہان شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اوسکی خدمت مین حاضر ہوا چار روز وہان
قیام کر کے ۸ ماہ مذکور کو وہان سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ مین پہونچگیا
اور مہاراجہ جسونت سے حسب الحکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگہ نے کل سامان و
اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہان کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو سات
ہزار سوار دیکر قلعہ جنیر کیطرف بھیجا گیا اور قلعہ لوہ گڈہ مین تھانہ بٹھلایا گیا اور تین ہزار سوار
وہان تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہان لشکر مقرر
کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی حراست کے واسطے دیے گئے ان سب

حاشیہ صفحہ ماقبل [1] راجہ جیسنگہ و چندے از امراے نامدار و عمدہاے آستان سپہر مدار مثل دلیر خان و داود خان و زبردست خان
و راجہ سجان سنگہ و راے سنگہ وغیرہ قریب چہار دہ ہزار بودند بتقدیم این خدمت تعین نمودہ بدان صوب مرخص کردند

[1] یرلیغ گیتی مطاع بنام دلیر خان و احتشام خان و برخے دیگر کہ در محال تیول خویش بودند بغرض مدد رسیدہ بیوست
کہ از انجا عازم مقصد گشتہ براجہ پیوستند ۔ ۸۶۲ عالمگیر نامہ

[2] بہجت دلیر خان خلعت و یک زنجیر فیل و براے احتشام خان خلعت مرسل گشت ۸۷۱ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ راے قرار پائی کہ قلعہ پورندھر اور رورمال جو سب سے بڑے قلعے سیواجی کے ہین پہلے فتح کیے جائین یہ دونون قلعے ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جبجگہ سے کہ ساسور یک منزل کے قریب تھا پہنچا دلیر خان[1] جو مقدمۃ الجیش فیروزی تھے اپنی فوج دتوپخانہ لیکر قلعہ کیطرف سب سے پیشتر روانہ ہوے چونکہ زمین کتل دار و دشوار گذار تھی اسکو طے کرکے ساسور مین پہونچے اسکے بعد ہی آگے بڑھے اور اوترنیکے خیال مین تھے انکے سوار کھڑے ہوے اچھی پڑاؤ کیلئے جگہہ تلاش کررہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی اور قریب آکر لڑنے لگی دلیر خان نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جب کل فوج درست ہوگئی اسکے بعد مرہٹھ کی فوج پر حملہ کردیا وہ اُنکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

[1] در سال ہفتم دلیرخان ہمراہی راجہ جیسنگہ بانفصال سیوا بھونسلہ کہ ریشہ استقلال در سرزمین دکن فرو بردہ تاخت و تاراج غبار شورش برانگیختہ بود دستوری یافت وچون راجہ در سال ہشتم بانتزاع قلاع سیوا ہمت برگماشت و از قصبہ پونہ بکشایش قلعہ پورندھر و رورمال روانہ گردید دلیر خان کہ مقدمۃ الجیش فیروزی بود با فوج ہراول و توپخانہ منصور پیشتر روانہ شد از کتل ساسور گذشتہ نزدیک بدان مکان در صدد نزول بود کہ ناگاہ فوج از غنیم نمودار گشتہ غبار انگیز پیکار شد آن خان شہامت پرور سپاہ ظفر اثر را توزک کردہ بر آن جسارت پیشگان حملہ آور شد آنہا بحملہ بہادرانہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوہے کہ آن ہر دو قلعہ بر فراز آن بود کشیدند دلیر خان جنگ کنان و خصم افگنان بر آن کوہ برآمد و بسیارے را طعمہ شمشیر گردانید و معمورے کہ در کمر کوہ بود و آنرا ماچی گویند آتش زدہ بعزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہر دو حصار بر فراز افروز توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پا پیہ ہمت نہ کشیدہ بپاوری شہامت و بسالت [illegible] عجالۃً مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہر دو حصار بہ نبرد آرائی و ہنگامہ افزائی گذشت یک برج قلعہ پورمال بصدمات متواتر توپہا بانہدام یافت۔ از مآثر الامرا و عالمگیر نامہ

بھاگی **دلیر خان** اس فوج کیطرف جدہر قلعے تھے جنگ فرار آمیز کرتی ہوئی تک پہونچے بہت سی جماعت دلیر خان کو مارتے اور پسپا کرتے ہوے دامن کوہ تک پہونچے بہت سی جماعت دلیرخان نے اور اونکے بہادرون نے قتل کرڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار مین جاکر پناہ گزین ہوے اور جو باقی تھے وہ ادہر اودہر بھاگ گئے **دلیر خان** معہ اپنی فوج کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہانکے لوگ باچی کہتے تھے اوسمین آگ لگادی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونون قلعون مین جو لوگ محصور تھے انہون نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی دلیر خان نے اپنی **خداداد ہمت** سے اوس جلتی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہونچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر ودڑ کر دلیرخان کے لشکر کیطرف آیا **دلیر خان** نے اپنی سپاہ اور دونون بھتیجے غیرت خان و مظفرخان اور دوسرے افغانون کو لیکر قلعہ رودمال کے پاس مورچال باندھی اور آتش خان میر آتش کو معہ توپخانہ کے لیکر دونون حصارون کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگہ دوسرے روز جسجگہ کہ ٹھہرے تھے وہان سے کوچ کرکے ساسور آے اور قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاو ڈالا اور مورچے دیکھکر اپنے قیامگاہ کو واپس گئے کمک کی خبرگیری اور دیگر انتظام مین مصروف ہوے اس عرصہ مین احتشام خان جو نہایت کارگذار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجاے اونکے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوے ات ودن شاہی لشکر اور مرہٹون سے لڑائی برپا رہتی تہی ادہر سے بہادر تیغ چلاتے اور اودہر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اسی اثنا مین ایک برج قلعہ روز مال کا جسپر
برابر گولہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا دلیر خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر ۶ شوال کو
اس قلعہ کے برج پر چڑھا لے گیے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرتے تھے وہ اسکے
مقابلہ کی تاب نہ لاے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھیرا تھا اسکے اندر گھس گئے
دلیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑ دیا محافظون نے
پناہ مانگی اس یورش مین چار آدمی دلیر خان کے زخمی ہوے اور سات آدمی مخالف
کے جان سے مارے گئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوے جب راجہ جے سنگہ کو یہ معلوم ہوا
تو اونھون نے اپنے بیٹے کیرت سنگہ کو ایک بڑی جماعت راجپوتون اور پٹھانون کی
دیکر بھیجا کہ دلیر خان کے لشکر مین پہونچکر اونکے افغانون کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر
مین کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے
اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظون نے دیکھا کہ ہم مین محافظت اور مقابلہ کی تاب
نہین ہے تو اونھون نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر آکر
دلیر خان کے پاس حاضر ہوے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادرون
کے ہاتھ آگیا دلیر خان نے اس گروہ کے دو سردارون کو جو قلعہ
دار تھے خلعت دیا اور انکو مع دیگر ہمراہیون کے راجہ کے پاس بھیجدیا راجہ
نے بھی سب شخصونکو خلعت دیکر اور انکے ہتیار لیکر سبکو انکے وطن چلے جانیکے لیے

سلف دلیر خان مردم خود را تحریص یورش نمودہ بر فراز آن برج بر آوردہ محافظان بزینہار درآوردند ۱۱

سلف درین یورش و آویزش چہار کس از تابینان دلیر خان پیکر مردمی بزینت زخم آراستند ۱۱

سلف و ناچار محصوران از قلعہ بیرون آمدہ دلیر خان ملاقی شدند و از فرقہ مذکور دو سردار را دلیر خان خلعت دادہ با دیگر
همراہانش پیش راجہ فرستاد ۱۲

رخصت کردیا اُس قلعہ کی فتح مین کل پچاس سوار اور تیس پیادے پادشاہی لشکر کے کام آے اور تیس سوار اور ستتر پیادے زخمی ہوے اس فتح کے بعد داود خان کو معہ چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیکر سیواجی کے ملک کی تاراجی کے لیئے بھیجا گیا قطب الدین خان نے جنیر سے اور لودیخان نے تلوکن سے غرضکہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤن کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیئے تاکہ سیواجی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بدچلین اور بدطریقہ تھی گوشمالی پاے۔ بندگان خدا کو راہزنی اور غارتگری سے نہ ستاے ایک رات مخالفین نے دوسرے قلعہ سے نکلکر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ معہ اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہان انکی نہ چلی رسول بیگ معہ ہمراہیونکے غافل پڑا ہوا تھا مرہٹون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چودہ شخصونکو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زبردست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان پہونچگیے اور اون سے لڑنے لگے چار آدمی مخالف کے قتل کر ڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کیئے باقی اپنی جان بچاکر بھاگے اور قلعہ مین جاکر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولون کی نعشین اوٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر سطرف مورچہ بردل خان اور سوبھکرن بندیلہ کا تھا اونھون نے انکو بھگا یا اس چپقلش مین آٹھ آدمی مخالف کے زخمی اور چار آدمی جان سے مارےگیے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان اور راجہ راے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیئے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نواحی رو ہیرہ او

سلہ زبردست خان از مورچال خود و محمود ملازم دلیر خان با جمعے از ان خان شہامت نشان سیرہ بمقتضائی آن آویختند و جہار تن از اعدہ گشت صمصام انتقام ساخت و بسیارے مجروح و خستہ گردانیدند بقیہ بسیت نیم جانے برآوردہ بہ پناہ قلعہ در رفتند و یکے از آ مبان پرنجا جبال ما

قلعہ راجگڈھ کے قریب پہونچگئے پچاس گاؤن اون موذیون کے برباد کیے اور چار موضع جنکے باشندے لڑنیکو آئے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعۂ کنواری اور قلعہ لوہ گڈہ وغیرہ کیطرف بھی جاکر تاخت وتاراجی کیگئی اور اس نواح کے شریر رعایا کی گوشمالی کرکے قریب قصبہ پونہ کے جاکر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب اس اطراف کو خراب کرچکے تو ۴ ذیقعدہ کو لشکرگاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڈہ کی چوٹی پر جمع ہوکر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے وہان پہونچکر خوب انکی سرکوبی کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید مین آئے وہ تعداد مین تین سو مرد و عورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کرکے لائے گئے قلعہ رودمال تو فتح ہوچکا تھا اب قلعہ پورندھر باقی تھا اور اسپر دمدمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ ۲۴ ذیقعدہ کو دمدمہ بنکر تیار ہوگیا اور سفید برج کے مقابلہ مین دمدمہ پر توپخانہ لگایا گیا لیکن اوسپر سے لڑائی شروع ہوئی اودھر سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوئے پہلے دلیر خان کی سپاہ معہ اور بہادرون کے مورچال پر پہونچگئی اور انکے پیچھے زبردست خان برادر دلیر خان اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اونہنگامہ جدال و قتال کا گرم ہوا طرفین سے ماردہاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ مین دلیر خان کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگہ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگہ جو پانسو آدمیونکا سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مارے گئے اسوقت[1] دلیر خان دمدمہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تائید جنگ کی کررہے تھے اور آگے اُنکو

---

[1] دلیر خان متصل دمدمہ ایستادہ تاکید جنگ و کارزار و قیام پیش برد کار میکرد بصدمات توپخانہ در برج سفید شکست بہم رسیدہ و رخنہ پیدا شدہ یافتہ مبارزان نصرت نشان کمر یورش بستہ خود را بپای برج رسانیدہ شروع در کاوش آن نمودند عالمگیر نامہ صفحہ ۸۹۰

بڑہاتے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے توپخانہ کے صدمے سے سفید برج
ٹوٹ گیا اور اوسمین بہت سے سوراخ پڑ گئے اسحالت مین بہادرون نے تکریوشش
کی اور برج سفید کے پاس پہونچگئے مرہٹون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
کے درمیان مین باروت بچھادی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پاکر برج سیاہ کیطرف آئین
تو باروت مین آگ لگاکر اونکو اوڑادین لیکن انہی آدمی اُسمین خود اُنکے اوڑگئے بادشاہی
لشکر چاہتا تھا کہ برج سیاہ بھی اسیوقت لے لین مگر شام ہوگئی اور دونون برجونکے
درمیان کچھ نشیب تھا وہان جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچکر سفید برج کے پاس مورچہ
باندہا مخالف برجِ سفید سے مجبور ہوکر ہٹگئے اور برج سیاہ مین چلے گئے اب برجِ سفید
بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اور توپین برج سیاہ پر لگائی گئین اور دونون برجونکے
درمیان جو نشیب تھا پاٹنا شروع کیا مٹی اور پتھر سے پانچ چھہ روز مین وہ نشیب پاٹ دیا
گیا اور اوسکو بلند کرکے اوسپر توپین لگادی گئین اور برابر اوسپر گولہ باری کیجاتی تھی جس سے
اس برج مین بھی سوراخ ہوگئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے
جو اسکے قریب تھا خالی کردیا اب یہ دونون برج بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگئے یہحال
دیکھکر سیواجی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے اور بہت سے عزیز
واقارب اور دیگر آدمی میرے اوسمین جو محصور ہین وہ سب قید ہوجائینگے اور اسکے بعد
راجگڈہ جسمین میرے اہل وعیال وسامان ومال ہے وہ بھی جبر وقہر سے بادشاہی بہادر
چھین لینگے اسوجہ سے اُسنے راجہ جےسنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجنا شروع کیے
اور آخر مین ایک پنڈت جسکا وہ بہت معتقد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور امن کا مستدعی
ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی وعاجزی سے بے ہتیار مجرمون کیطرح یہان آئے

تو امان دیجائیگی ۷ ذی الحجہ کو سیواجی معہ چند آدمیوں کے جس طریقہ سے کہ آنا قرار پایا تھا راجگڈھ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبرات کو پہونچگئی کہ کل سیواجی آنیوالا ہے[1] راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصۂ کارزار مین پیش قدم اور حصار کے بہت قریب پہونچگئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلیغ کرکے آگے بڑھجانا چاہیے دلیرخان نے اوسوقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوے آگے بڑھگئے دشمن یہ حال دیکھکر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فوج کے ہٹانیکی کوشش کرنے لگے دلیرخان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوے قلعہ کے دروازہ کے پاس ہٹا لیگئے اور ساٹھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور اور بہت سے زخمی ہوے اس ہنگامہ مین کچھ آدمی دلیرخان کے بھی زخمی ہوے اور کچھ کام آئے اسوقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیرخان کے ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوے اور کچھ کام آئے اس حال مین کہ ہنگامہ جدال وقتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کہانتک پہونچی اتنے مین مخبر خبر لائے کہ سیواجی موضع سیواپور مین آگیا ہے وہان سے سرفراز خان تھانہ دار

[1] چون سیوا بر جد و جد کوشش کار طلبان آگاہ گشتہ دانست کہ عنقریب حصن پورندھر کہ بسیارے از اقربا و مردم کاری او درآن محصور بودند مسخر خواہند گشت براجہ طرح آشتی انداختہ۔ راجہ بہ دلیرخان کہ از پیش قدمان عرصہ پیکار بودند و سینۂ آنہا بحصار بسیار نزدیک رسیدہ بود پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تدبیر یورش بر حصار نمایند خان مذکور بجد و اہتمام بلیغ شروع در پیش بردکار کردند از مشاہدہ اینحال مقہوران بجمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ برسم مدافعت پرداختند مبارزان فیروزمند بحملہ ہاے متواتر دلیرانہ آن جسارت نشان را از پیش راندہ بدروازہ قلعہ رسانیدند و سیرد سے مردانہ روے دادہ قریب شصت تن از اعدا تیغ شیرافگن دلیران دشمن شکن سر از ہواے ہستی پرداختند و بسیارے مجروح گشتند و چندے از تابینان راجہ و دلیرخان و کیرت سنگہ چہرہ مردمی بگلگونہ زخم آراستند معدودے جان سپردند در راہ عبودیت درباختند انتخاب ماثر الامرا و عالمگیر نامہ ۹۰۱۔

کے ہمراہ جو وہان تعینات تھے یہان آرہا ہے راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرک سین کچھواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیواجی کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان ومال وآبرو کی امن چاہتے ہو تو کل قلعے بادشاہی لشکر کے سپرد کردو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام تمھارا یہان آنیکا نہین ہے اودیراج کے پیام کے جواب مین سیواجی نے کہا کہ یہان تک مین آگیا ہون جو دولتخواہی اور بندگی کا مقتضا ہوگا وہی عمل مین لاونگا اسنے مین وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا کہ تم جاکر اسکو خیمہ مین لاؤ جب وہ خیمہ مین آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات کی معانقہ کیا سیواجی نے بہت عاجزی وخوشامد سے کہا کہ مین معافی کی امید پر بہت سے قلعے نذر کرتا ہون راجہ نے یہ سنکر اوسکو جان ومال کی امان دی اور غازی بیگ میر توزک کو اشارہ کیا کہ سیواجی کا آدمی لیجاکر دلیر خان سے کہو کہ سیواجی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری واطاعت بادشاہ کی قبول کرلی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ مین محصور ہین انکی جان سے معترض ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہونچایا اور سیواجی کے آدمی نے حصار کے دروازہ پر جاکر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کھٹکے قلعہ سے نکل آؤ اونھون نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مہلت چاہی سیواجی چونکہ جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ مین ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنمین چار ہزار جنگی آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیون نے قلعہ مین جاکر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اوسنے قلعہ مین جاکر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جو اوسمین موجود تھا ضبط کیا سیواجی نے پانچ قلعے اور اوسی روز موسومہ لوہ گڈھ - ایسا گڈھ - سنگی - تکونہ - رودہیرہ بادشاہی پیشکش مین نذر کیے اور ان قلعونکے انتظام وقبضہ کے لیئے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہین اوٹھایا تھا راجہ جیسنگھ نے سیواجی کو راجہ رائے سنگ کے ساتھ کرکے دلیر خان[1] کے پاس بھیجا لانکے پاس جاکر ملاقات کرو جب سیواجی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اونسے ملاقات کی اور اُسکے بعد دو گھوڑے عربی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جمدھر معہ ساز مرصع اور وہ خلعت نو نو پارچہ کے جسمین نہایت نفیس وبیش بہا ٹکڑے تھے سیواجی کو عنایت کیے -

اسکے بعد دلیر خان سیواجی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اسکا ہاتھ پکڑکر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیواجی کو خلعت و گھوڑا صینعہ وہاتھی بخشا -

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ الندوہ مین جو اورنگ زیب کی بے تعصّبی کے بیانمین ہے لکھا ہے اور وہ چھپکر شایع ہوچکا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیواجی مین دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد مصالحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانیکے متعلق پیام کیا

[1] چون دلیر خان ہنوز بپاے حصار اقامت داشت راجہ شیوا را نزد خان مذکور فرستاد و او بعد ملاقات دو سر اسپ باساز طلا و یراق با ساز مرصع و مرتقوز از نفایس اقمشہ او را داده رخصت نمود نزد راجہ آورده دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت و اسپ صیغہ و فیل بخشد از سر نو عہد و پیمان بجان آورده اقامت ساخت و سیوا زنہار از بختہ کاری سلطنت بشمیر بستہ بازو اکرد گفت بے یراق خدمت خواہم کرد صفحہ ۹۴۷ شاہنشاہ نامہ -

اور سیواجی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیواجی کو دو عربی گھوڑے اور تلوار وجمدھر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ مین دیا اور اوسکے کمر مین تلوار اپنے ہاتھ سے باندھی مگر اوسنے ایک ساعت بچشم کار یسے باندھکر تلوار خانموصوف کے آگے رکھدی کہ مین بے ہتیار خدمتگذاری کرونگا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے القصہ جب سیواجی نے راجہ کی بہت منت وسماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت مین اوسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اسکے لئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اسکے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا فرمان گرزبردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیواجی کو وہ نہایت عنایت کے ساتھ پہنایا اور صلحنامہ کے یہ شرائط طے پاے کہ منجملہ بتیس قلعوں کے جو سیواجی نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ مین کر لیے ہین تئیس قلعے بادشاہ کے نذر کرے اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ حاصل ہوا اسقدر ملک بھی شاہی آدمیون کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہو آتنی آمدنی کا ملک اپنے قبضہ وتصرف مین رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہوکر راجہ کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مہم اس حدود مین پیش آے تو اسمین مدد کرے غرضکہ سنبھاجی اسکا بیٹا پنجہزاری منصبدار و نمین منسوب کیا گیا اسکے بعد راجہ نے سیواجی کو رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرصع اور ایک ہتنی عنایت کی تفصیل قلعجات مفتوحہ کی جو سیواجی نے بادشاہی آدمیونکو دیے تھے یہ ہے۔ پورندھر۔ رودرمال۔ کنڈانہ کھندکلہ۔ لوہ گڈہ۔ ایساگڈہ۔ تنکی۔ تکونہ۔ روہیرہ۔ نار درک۔ ماہولی۔ بھنڈادورک

پلس کھول۔ روپ گڈہ۔ بکڈ گڈہ۔ موہجن۔ مانک گڈہ۔ سروپ گڈہ۔ ساگر گڈہ۔ مرک گڈہ انکول۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔

اسکے بعد پھر ایک بار سیواجی راجگڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آے راجہ نے تلوار وجمدہر معہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندہر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے سامعت مین آئی تھی اسوقت فتح کے شادیانے بجاے گئے تھے اور راجہ کو اور عمدۃ ابجیش[1] دلیرخان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیرخان کے دواسپہ سہ اسپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ مقرر ہوے اور چند سرداروںکے لیے بھی خلعت ارسال ہوے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رائسنگہ وکیرت سنگہ ہین۔

شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اس فتح کے صلہ مین دلیرخان اور انکے ہمراہین کا نمایان اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خانجہان لودی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنجہزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیرخان اس منصب پر سرفراز ہوے اور باعث فخر قوم کے ہوے۔

---

[1] عمدہاے آن جیش مسعود دلیرخان بمرحمت خلعت قامت مباہات افراخت ویکہزار سوار تابینان دلیرخان دواسپہ سہ اسپہ مقرر شد کہ منصبش از اصل و اضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار بود از انجملہ دو ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ باشد صفحہ ۲۰۔ عالمگیر نامہ دلیرخان و ہمراہان او اضافہ نمایان عطا فرمودند بعد از استیصال خانجہان لودی اعلیحضرت افاغنہ را بمنصب پنجہزاری سرفراز نفرمودہ بودند مگر دلیرخان باین مراتب فائز گردانیدند و باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۵۴ و ۲۴۳۔ تاریخ محمد ہاشم خانی خانی

خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۳
حکومت عالمگیر مین لکھتے ہین کہ کرنل ڈف صاحب تاریخ مرہٹہ مین رقمطراز ہین کہ کوہ
پورندہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچی سطح سے بلند ہے اسپر دو قلعے
تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑاکر قلعہ لے لیا محصورون نے قلعہ سے باہر آکر
حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ مین مقیم ہوگئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے
لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جاکر اونکے گھرونکو تاراج کر دیا اسوقت مرہٹے اپنے
سردار کو لیکر مغلون پر حملہ آور ہوے اور اونکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اوتارا اوسوقت
دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوے اپنے آدمیون کو دیکھ رہے
تھے کہ کسطرح قدم اوٹھاتے ہین جب اونہون نے اپنے آدمیونکو ہٹتے ہوے
دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانونکو اپنے
پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والون کو للکارا اور
اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہوکر دلیر خان کے آدمیون کے قریب آگئے
اور سخت کوشش افغان بھی اونکی تلوار سے چکرائے مگر دلیر خان نے اونکے
سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بناکر مار ڈالا سردار کے مرتے
ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونھون نے قلعہ بالا پر جاکر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے
کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوے کہ اونھون نے سیواجی کو اطلاع دی
کہ اب ہم قلعہ مین نہین ٹھہر سکتے۔

خانی خان لکھتے ہین کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی یہانتک
کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا اگر عجز و انکساری کیوجہ سے سیواجی کو

معافی دیگئی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی مین حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیواجی **دلیرخان** سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ مین مصروف تھے چونکہ وہ اسوقت کی صلاح مین شریک نہ تھے اسلیے خان ظفرمند سیواجی پر خفا ہوے اور اسکو دہمکایا کہ جب تک مین ایک ایک آدمی مار نہ لونگا پورندہر کے قلعہ کا پیچھا نہ چھوڑونگا مگر انکو یہ خالی دہمکی دینا منظور تھی سیواجی نے خود کنجیان **دلیرخان** کے حوالہ کر دین اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہین مین تقصیر کی معافی چاہتا ہون تجربہ نے مجھے بتلا دیا کہ ایسی سپاہ سے جنکے سپاہی ایسے اورنگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ مین بادشاہی ملازمون مین داخل ہونگا۔

تاریخ ہندوستان مین ہے کہ مرہٹونکی ناگہانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریک راتونکے شبخون سے اور دشوار راستونکے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلون کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوے مگر آخر کار دشمن بیشمار مارے گئے اور مرہٹون نے راہ فرار اختیار کی مرہٹون نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکوانہ ہتھکنڈے اوٹھا نرکھے مگر دلیرخان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے اوڑا دیے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھون نے بڑے بڑے سردارونکو دھوکہ اور سخت حملون سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیرخان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹونکو سر نہ اوٹھانے دیا اس مہم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیواجی بادشاہ اورنگ زیب کا مطیع رہا اور بیجاپور کے محاصرہ مین بادشاہی لشکر کیطرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا جیبون کے لوٹنے کے بعد پھر اوسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیرخان بادشاہ کیطرف سے بھیجے گئے جسکی سرگذشت باترتیب سنہ جلوس مین لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھنا ہین انگریزی مورخ عالمگیر اور سیواجی کے معاملات کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواجی کو حقارتاً موش کوہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کترواتی ہے جس سے اس کوہی موش کے پکڑنے مین اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسرون پر شبہہ پیدا ہوا خود دکن جا نہین سکتا تھا سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن مین شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہوجاے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالارون کو روانہ کیا جنمین ایک راجپوت جے سنگہ اور دوسرا افغان دلیرخان تھے یہ دونون پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہوکر لڑ چکے تھے اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونون کو بہت دوم دکن مین بھیجا جہان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونون کے واقفکار تھے اور دلیرخان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہوگیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانونکی تاریخین شہادت نہین دیتین مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات مین یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھدینا مناسب سمجھا گیا۔

نواب دلیر خان کا ملک بیجاپور کو جا کر قتل و قمع کرنا

جب دلیر خان سیواجی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہونچا کہ ما بدولت کو والی بیجاپور کی گوشمالی منظور ہے تم جا کر ولایت بیجاپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی بیجاپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اسنے حسب معاہدہ ایک کرور روپیہ پیشکش کا جو اوس سے چاہیے تھا نہین ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین جب اورنگ زیب صوبہ دکن کا ناظم تھا اور ملک بیجاپور مین طایف الملوکی سے نہایت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے بیجاپور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت بیجاپور پر بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کر کے ایک کرور روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھکر اپنا لشکر اُسکے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اوسکے بعد شاہجہان بادشاہ کے علالت کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لیے دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ جنگ و جدال کرتا رہا اسوجہ سے والی بیجاپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع ملگیا اور زر معاہدہ کے ادا کرنے مین تساہل و بے پرواہی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ بیجا بہانے بناتا حالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اسکے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتون کے ساتھ جب سیواجی نے اسکے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنمین قلعہ نیالہ کہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادلشاہ بہت گھبرایا اور اوسنے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق وحال کے پیشکش کے ادا کرنیکا وعدہ کیا چنانچہ اورنگ زیب
نے سیواجی کی تنبیہ وتادیب کے لیے فوج قاہرہ بھیجی اور اُسکی ایسی گوشمالی کی کہ
اُسنے پناہ مانگی اور والی بیجاپور اُسکے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ
والی بیجاپور نے مکروشرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیواجی کی لڑائی کے وقت جب
اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیواجی کے
استیصال مین کوشش کرے اور دوسری طرف سے بیجاپور کا لشکر اسکا قلع وقمع کرے
عادلشاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیواجی کے حدود مین تعین کیا
جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن مین وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد
کا ٹنا میری خرابی حال کا مقدمہ بنیگا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور
کے درمیان مین سیواجی حائل رہے اسلیے مصلحت کار کے لیے سیواجی کے
پاس دلی موافقت کے نامہ وپیام بھیجے اور اسکے ساتھ ہمداستان ہوکر اسکی مدد
کی زر نقد اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی گولکنڈہ حیدرآباد کو اسکی
کمک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان
برابر بھیجتا رہا اور اپنا رسوخ جتاتا رہا جب بادشاہ کو اسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا
اور سیواجی کی مہم سے لشکر فارغ ہوا تو راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کو حکم بھیجا کہ
بعد بندوبست قلعجات مفتوحہ اور ولایت سیواجی کے تم بیجاپور جاکر وہان کا محاصرہ
کرو اور خاص بیجاپور کے پایہ قلعہ تک پہونچکر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور
بربادی مین اوٹھا نہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پاکر خواب
غفلت سے بیدار ہو۔

القصہ ۲ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۶ھ کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندھر سے کوچ کرکے بیجاپور کیطرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیواجی بھی بموجب اپنے معاہدے کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہونگا ساتھ ہوا سیواجی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے تھے لشکر کے **مقدمة الجیش دلیر خاں** تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار سوار کے تھے جنمین انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانونمین زبردست خان لودیخان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پُردل خان جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان وغیرہ اور اونکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردارونمین دتاجی رستم راؤ سید نجابت پورنمل بندیلہ نرسنگھ گور چتربھوج چوہان آتش خان داروغہ توپخانہ معہ پانسو برق اندازکے موجود تھے بادشاہی منشی **دلیر خاں** کی تعریف مین یہ لکھتا ہے کہ ہراول فوج دلیر خان تھے جنمین دلیری و شجاعت کا جوہر چمکتا تھا ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ مین دیا گیا اور دائین جانب فوج کے سردار فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

اسیطرح لشکر کے دوسرے حصونکے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلین بادشاہی لشکر نے طے کی تھین کہ ابو محمد جو بہلول خان کا نبیرہ تھا اور عادلشاہ والی بیجاپور کا ایک نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین چلا آیا راجہ جے سنگھ نے اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اوسکو پنجہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

ـــــــــــــــــــــــــــــ

لہ دسر گردگی ہراول بجوہر دلیری و شجاعت دلیر خان منوط گشتہ ۹۸۹ عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا۔ ۲ جمادی الاخر کو جب قلعہ پلٹن جو سرحد بیجاپور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیواجی کے لشکر کا سردار نیتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خافی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیئس ہزار سوار قلمی اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے نیتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعے کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کردیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد نیتاجی قلعہ منگل بیدھ کی فتح کو بھیجا گیا یہ قلعہ بیجاپور سے سولہ کوس تھا اور سیواجی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ پلٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کرکے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیون کے قبضہ مین آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کرکے بڑی شان و شوکت سے منزلین طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کہاون بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ مین آگیا اور قلعہ منگل بیدہ جو نہایت پرانا اور وہان کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پتھر چونہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ مین مخالف کے قزاول دو سے نمودار ہوے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑے چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچون مین مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوے اور انکو دفع کردیا۔ اس عرصہ مین جاسوس خبر لاے کہ پانچ کوس پر یہان سے غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوسجگہ مقام کیا دلیر خان معہ راجہ راے سنگھ و قطب الدین خان و قباد خان و کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تنبیہ کے

لیے روانہ ہوئے مخالفین اُنکے آنیکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہان پہونچا تو میدان خالی پایا مگر اُنکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑہا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جسمین بارہ ہزار سوار تھے اور اُسکے سردار شرزہ[1] صدوی وابو المحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوئے یہ دیکھتے ہی فوراً دلیر خان[2] جھپٹے اور اُونکے سر پر ہوپنچگئے اور کمال شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو اُنکے خون سے رنگین کردیا دشمن اُنکے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور منھ پھیر کر توک دم بھاگے بعد وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈہونڈھنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصونپر تقسیم ہوگئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولون پر حملہ کیا مگر بازی نہ لیگیا اس زدوکوب مین یاقوت حبشی جو ایک نامی سرداران سیہ باطنونکا تھا مارا گیا اور پندرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آئے اور چتر و علم گھوڑے ہتیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور اس جنگ مین دلیر خان[3] اور دیگر

[1] شرزہ خان صدوی دوازدہ ہزار پیادہ کرناٹکی بشمار بعد فوج سابق بیجاپور پیوستۂ اطراف فوج ہراول فروگرفتند وجلو ریزنا تند سیلاب کوہ ربا بر فوج بادشاہی زدند دلیر خان شیر نبرد در مقابل آنہا استقامت ورزیدہ حملہ ہاے پیاپے رستمانہ شرزہ خانرا ہزیمت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۲۱۰ تاریخ محمد ہاشم وخافی خان۔

[2] بمجرد دیدن فوج اعادے دلیر خان و راجہ رائسنگہ دکیرت سنگہ کہ درمین و یسار آن خان شہامت شعار بودند بنیروے شجاعت و دلیری جلو ریز بر مخالفان تاختند و صمصام انتقام و تیغ کین بخون آن مخذولان ادبار آئین رانگین ساختند مقاہیر تیرہ روز خیرہ رو بمشاہدہ نیروے بازوے سطوت و جلادت بہادران شہامت خوے تاب ثبات در خود ندیدہ روے ہزیمت از عرصہ نبرد بر تافتند ۹۳ عالمگیر نامہ

[3] دلیر خان و دیگر بہادران کار طلب پیکار جو از ہر سو بازوے جلادت کشودہ بامداد را آویختند و حملات متواتر بر آنہا نمودہ بضرب تیغ آبدار و سنان آتشبار گروہ ما را از روزگار شان انگیختند۔

بادشاہی بہادرون نے ایسے حملے دشمنوںپر کیے کہ اونکو تلوارون نیزونپر رکھ لیا اور ہلاک کردیا[1] دلیرخان جسطرف اپنی کمال دلیری و دبدبہ سے رخ کرتے تھے اوسطرف دم بھر مین غلبہ کے جھنڈے کھڑے کردیتے تھے اور اونکی جمعیت کو منتشر کردیتے تھے غرضکہ اک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہوگیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کرچکا تو اسکے بعد سردارون نے دشمنون کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوے تو چارون طرف سے اکٹھا ہوے اور جیساکہ شیوہ دکنیونکا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوے اور شوخی کرنے لگے پہلے چندبان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اونپر بھی حملہ کیا تو انکا پیر نہ جما بادشاہی بہادرون نے اپنی باگ اسطرف سے موڑی جب مخالفین نے نیتاجی پر ہجوم کیا اسوقت کیرت سنگھ و فتح جنگ خان اوسکی مدد کو پہونچگئے اور نہایت شایستہ کارنمائی کی اور مخالفونکو دفع کردیا اس ہنگامہ مین جادون کلیانی جو عمدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آے دوسری بار دشمنون نے راجہ رایسنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچگئے اور وہ بھاگ گئے شام کیوقت دلیرخان معہ اپنی فوج کے لشکرگاہ کو آگئے اسی تاریخ کو قلعہ دار منگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفرازخان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اونپر ٹوٹ پڑے اور اونھون نے تھوڑی جمعیت

---

[1] خصوصًا دلیرخان کہ روے صولت و دلیری بہرطرف کہ می آورد در دم لواے غلبہ و استیلا می افراخت و سلک جمعیت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت بالجملہ بعد از تردد بسیار و آویزش بسیار مخالفان مردود رہگراے فرار گشتہ بودند ۹۹۳ عالمگیرنامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جہانتک جرأت بہادری کی انتہا تھی ظاہر کی آخر کار معہ اپنے ساتھیون کے زخمی ہو کر ہلاک ہوگئے مگر منھ نہ موڑا غرۂ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوے آدہ کوس لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی سیاہی نمودار ہوئی ابو المحمد نبیرہ بجپتر اور شرزہ مہدوی اور نبیرہ بہلول اور خواص وغیرہ معہ دوسرے سردارونکے ایک فوج عظیم لیے ہوے آرہے تھے جب مخالف نزدیک آے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہوگئے اور دونون طرف سے بان چھوڑنا شروع کیے اور بندوق کی باڑھ مارنے لگے راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ معہ اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھ کر لشکر بادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہین انکو دفع کر دین اور مین غنیم کے قول پر جسطرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہون غرضکہ راجہ موصوف نے کیرت سنگہ و فتح جنگ خان وسیواجی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنون نے اپنی عادت کے موافق منھ پھیرا اور اونکے تعاقب کو ادہر کا لشکر روانہ ہوا اُدہ دوسرے پلٹے دونون لشکر ملگئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے قریب سو آدمیونکے دشمن کے جانسے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوے کچھ راجہ کے راجپوت بھی کام آے ان بہادرون نے انکو تین کوس بھگا یا داود خان بھی معہ اپنے ہمراہیونکے جو دشمن کے مقابلہ مین تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا اور راجہ سجانسنگہ نے جو انکے ہراول تھے خوب کارنمائی کی دلیر خان نے داہنے طرف فوج کے دشمنون پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب تھا کہ تیر و گولی سے لڑائی گذر کر نیزے و تلوار کی نوبت پہونچے مگر دشمنون کے پیر اکھڑ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۲۰ رجب کو بادشاہی لشکر نے جا کر بیجاپور سے پانچ کوس پر پڑاؤ ڈالا اور سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجاپور قلعہ مین محصور ہو گیا بیجاپور کا قلعہ بلندی و وسعت و مضبوطی مین مشہور روزگار تھا اور اوسمین بڑی کثرت سے فوج و آلات حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی اسمین جمع کیے تھے اور تالاب نورسپور و شاپور کو خالی کر دیا اور کنوین اور باولیان خاک و خاشاک سے پاٹ دیے اور تمام عمارتین و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرضکہ جو بادشاہی لشکر اس شہر کی بربادی کرتا اُسنے اپنے ہاتھ سے خود کر ڈالی اوجسب دستور اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج متفرق کی اور اسمین سے التمین شرزہ مہدوی اور سیدی مسعود و عزیز وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت مین جا کر شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھائے ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ رائسنگہ پر ٹوٹی راجہ نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پسپا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان کیطرف رخ کیا جنمین دو سو تلوارین کھینچے ہوے جھپٹے خان موصوف بھی نہایت شجاعت سے اُنکے دفع کرنے مین مصروف ہوے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگہ نے دلیر خان اور داود خان و کیرت سنگہ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکلکر معہ لشکر کے جنگ کے انتظار مین کھڑے ہوے بادشاہی لشکر سے اشخاص مذکور دشمن کی طرف جا رہے تھے مگر راستہ مین راجہ رائسنگہ و قطب الدین خان دیگر سپاہ غنیم کو دفع کر کے فتحمند واپس آ رہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکرگاہ مین داخل ہوگئے چونکہ قلعہ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مدنظر نہ تھا اسلیے توپخانہ سنگین جو اس مستحکم قلعہ کے لائق ہوا اور دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہین لیے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ بیجاپور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے خرابی کا اوٹھا نہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا نشان اس اطراف مین نہین باقی چھوڑا تھا اور لشکر مین پانی و غلہ وغیرہ کی رسد کی بھی نہایت قلت تھی اسلیے صلاح وقت اسی مین دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر کی جسنے شاہی حدود مین غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۹ رجب کو نواح بیجاپور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کیطرف روانہ ہوا ۱۵ تاریخ کو دریاے بھیمرہ پر قیام کیا اسدن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہونچے اور ابھی فوج صف بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کیموافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا دلیرخان کیطرف بڑھا دلیرخان نے ایسا مردانہ حملہ کیا کہ اونکو ہلاک کردیا ایک گروہ داؤدخان کیطرف بڑھا اور دوسرا گروہ سبحان سنگہ کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادرون کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفرور ہوگئے اسی زمانہ مین سکندرخان جو قلعہ پرنیدہ سے لشکر شاہی کو آرہے تھے چھ ہزار دشمنون نے اونپر نرغہ کیا اور خان مذکور نے نہایت شجاعت سے مقابلہ کرکے جان دی اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان مین بیان ہوچکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے اسکے دفع کرنیکے لیے

لہ جوقے بطرف دلیرخان رفتہ جسارت آورد خان مذکور با حملہ مردانہ گرد ہلاک از روزگار شان برآورد (۱۰۰۱) عالمگیرنامہ

چند روز قیام کیا دیانت راے جو عادلشاہ کا بڑا معتمد تھا وہ اوسکی طرف سے راجہ کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع آلات بھی جو اوسنے بھیجے تھے دیے یہان سید عبد العزیز بخاری کو قلعہ منگل بیدہ کی قلعہ داری اور محافظت پر مقرر کرکے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولاپور اور پرنیدہ کے درمیان قیام کرے اور وہان سامان رسد وغیرہ چھوڑکر جریدہ طور پر دوسری بار دولت بیجاپور کو روانہ ہوا اسی ضمن مین سیواجی کے فوج کا سپہ سالار نیتاجی سیواجی سے جدا ہوکر مخالفون سے جا کر ملگیا ۶ ۲ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پرگنہ پرنیدہ مین آیا اور دشمن کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان[۵۱] حسب معمول ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے صفین باندھ دین اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے اشارہ سے نالہ سے اوترکر اسطرف کھڑے ہوے دلیر خان[۵۲] جسجگہ تھے وہانسے اسقدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہان پہونچکر ٹھہر گئے راجہ نے قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ راے سنگہ کو بائین جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ لشکر کو نالہ سے اوتارکر پڑاو کی محافظت کرین اور خود نہایت جلد نالہ سے اوترکر دلیر خان اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہوگئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج سے جدا ہوکر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوے اور ما بقی[۵۳] دلیر خان کیطرف

۵۱ دلیرخان با فوج ہراول برسم معہود پیشتر تر بمنزل رسیدہ بدستور ہر روزہ در پیش لشکرگاہ صف بستہ بود صفحہ ۲۰۰۰ عالمگیرنامہ

۵۲ دلیرخان از جائے کہ بودہ پیشتر آمدہ بجائے کہ بان اعدا دسے میرسید قرار گرفت

۵۳ مابقی فوج رو بسوے دلیرخان نہادند و از جملہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ و داؤد خان بودند بیشترے بسمت دلیرخان شتافتہ بردہجوم آوردند و کیپاس از روز ماندہ مقہوران با فوج دلیرخان بکارزار درآمدند آن خان

مچھلے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معہ ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا اسکے تھوڑی دیر کے بعد منجملہ ان سات ہزار سوارون کے کہ جو راجہ اور داود خان کے برابر تھے اونمین سے زیادہ تر دلیر خان کیطرف دوڑے اور اونپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر ملگیا ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنون نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کرنیکو اوٹھے ایسی تلاشس مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنون کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈالدیا غیرت خان و مظفر خان خانموصوف کے دونون بھتیجے ساتھ تھے اونھون نے بھی اپنے چچا کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادریان دکھائین دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے جھپٹتے تھے اور جسطرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فورا وہان پہونچ جاتے اور دشمنون کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہامت شعار بعد فتح آن جمع نابکار در آمدہ تیلاشہاے مردانہ وحملہاے دلیرانہ سلک جمعیت آنہا را از ہم گسیخت وجمعے از گروہ ادبار پژوہ را بہ تیغ الماس گون چون تپاک معرکہ بر آمیخت غیرت و مظفر برادر زادہ او دیگر مبارزان جنگ عشقان ویکہ دیدے اخلاص نشان کہ دران فوج بودند دستبردہاے نمایان نمودند و در ہر طرف کہ بر سپاہ نصرت پناہ از استیلا ے اعداد ہجوم خصم کار تنگ میشد دلیر خان خود را رسانیدہ دشمنان منکوب را مغلوب میساخت چون مخالفان در مقابلہ فوج دلیر خان طرفے نہ بستند خاسر و ناکام ازان سمت عنان ہمت بر تافتہ بفوجیکہ مقابل راجہ و داود خان بود ملحق شدند صفحہ ۱۰۴ عالمگیر نامہ

در ہر طرف کہ بر فوج بادشاہی غلبہ دکنیان میشد دلیر خان خود را میرسانید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۴۔

عمل مین آئی کہ دشمنون کو سنبھلنے نہ دیا اور اونکی صفین نہ بندھنے
دین جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہوکر
اسطرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اوررداودخان کے مقابلہ مین
تھی شامل ہوے راجہ جے سنگہ نے اسوقت نواب **دلیر خان** کو اپنے پاس
بلایا اور بائین جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان وغیرہ کو اپنے
آگے کرکے ان ظالمون سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ مین مخالفون نے اور بھی
شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفونپر
حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا وکنیون کا جسقدر
مقدور تھا اونھون نے کوئی کوشش لڑائی کی اوٹھا نرکھی مگر آخر مجبور ہوکر ناکام بھاگے
لشکر شاہی نے دس کوس اونکا تعاقب کیا اور فتحمند واپس آیا ایکسو نوے بادشاہی
بہادر کام آے اور دو سو پچاس آدمی زخمی ہوے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
لوگ قتل و زخمی ہوے بعض زخمی آدمی دشمنونکے جو گرفتار ہوے انسے معلوم ہوا
کہ خواص خان و شہباز خان سرداران فوج مخالف بھی زخمی ہوے لشکر شاہی نے تین
منزلین طے کرکے غرۂ شعبان کو قلعۂ پرنیدہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام
کیا یہان معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدرآباد نے عادلشاہ سے اتفاق کرلیا
ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
تھے اور اب اپنے خواجہ سرا رضا قلی کو جو نیکنام خان مشہور ہے اُسکو چھ ہزار سوار او
پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجاپور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
نواحی پرنیدہ سے اس قصد سے کہ عادلشاہ کی ولایت کو دوبارہ جاکر جہانتک ممکن ہو

برباد کرکے روانہ ہوا۔ رمضان ۹ جلوس کو تلجاپور لشکر پہونچ گیا پھر وہان سے
جاکر قلعہ کنجوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنگ فتح کرکے قیام کیا اس عرصہ مین نیتاجی بھی
دشمنون سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے
دلی کو روانہ ہوا سنبھاجی اسکا بیٹا اور پانسو سوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ
تھے ۱۰۷۶ ہجری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگہ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی
عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دارالخلافت کے قریب پہونچا
تو بادشاہ نے رام سنگہ ولد جے سنگہ اور مخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا اسنے
پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے
اشارہ سے وہ پنجہزاری منصب والون مین بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزاری منصب
کا متوقع تھا افسردہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت وجہالت کا اثر بادشاہ کو محسوس
ہوا عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا اسکے لیے
خلعت وجواہرات وہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور ایک
کونہ مین علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائین معروض ہوئین
وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگہ کے مکان کے پاس شہر کے باہر
ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگہ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول وقرار ہوے
ہین اور وہ مجرے سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مجرے کو برابر حاضر ہوتا رہا فولادخان
کوتوال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگہ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھسے
ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کرکے گیا ہے اگر فضل وکرم بادشاہانہ سے
اسکے جرم سے درگذر کریگا تو مین احسانمند ہونگا بادشاہ نے راجہ کی سفارش

پہرہ اوٹھادیا سیواجی موقع پاکر ۲۷ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیواجی کے فرار ہوجانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے راجہ جے سنگہ کو لکھ بھیجا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اوسکی فوج کا افسر ہے اسکو گرفتار کرکے دلیر خان کے ہمراہ بھیجدینا چاہیے اور جملہ صوبہ داران کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیواجی جسجگہ ملجاے اسکو گرفتار کرکے ہمارے حضور مین روانہ کرنا چاہیے۔

القصہ جب سیواجی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ مین بادشاہی لشکر کے قریب شرزہ مہدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتاز خان و دوتاجی پر نرغہ کیا بادشاہی بہادروں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قلت سپاہ سے اونپر میدان تنگ ہوا بہت سے لوگ کام آے آخر دمین[1] دلیر خان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ خان شہامت نشان فوراً بلا توقف معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوے جسجگہ لڑائی ہوئی تھی وہان پہونچے رات کے وقت وہان قیام کیا اور قریب ڈیڑہ سو آدمیون کے جو کام آے تھے انکی لاشین اوٹھانے کا حکم دیا کہ لاشین خاک سے اٹھاکر جو مسلمان تھے ہین وہ دفن کیجائین اور ہنود ونکی جلائی جائین راجہ رائسنگہ بھی لشکرگاہ سے کوچ کرکے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

[1] اوآخر روز دلیر خان ازین معنی آگہی داد آن خان شہامت نشان بلا توقف با فوج ہراول روانہ آنصوب شد و بجائیکہ جنگ واقع شدہ بود رسید شب آنجا توقف گزید و قریب صد و پنجاہ تن از مبارزانے کہ جان نثار شدہ بودند اشارہ کرد کہ لشہاے آنہارا از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندوان را سوختند و راجہ رائسنگہ نیز باشارہ راجہ اواخر شب رفتہ بادیوست خانمذکور روز دیگر بدفع اعادی کہ بمسافت ۔ کردہ از جنگ گاہ اقامت داشتند روان شد و مخالفان از استماع خبر آمدن اوردیوادی فرار نہادند ۱۱۔ عالمگیر نامہ

دشمنون کے دفع کرنے کے لیے جو اوسجگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے
تھے روانہ ہوے مخالفون نے دلیر خان کے آنیکی خبر سنی
تو بھاگ گئے ۵ شوال کو نیلنگہ سے لشکر بادشاہی اوسہ کیطرف پلٹا اور ۷ کو
مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر بیجاپور وگلکنڈہ کا سواے ابوالمحمد اور رضاقلی کے
جو پیچھے ہین تین فوجون پر تقسیم ہوگیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شرزہ مہدوی
اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حبشی اور تیسرے حصہ کا سردار نبیرہ بہلول ہے
اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کارزار بیٹھا تھا اتنے مین سہ پہر کو خبر آئی
کہ شرزہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالونکے سر پر آگیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے
دور تھے اوسنے لے لیے ہین اور دونون فوجین اگر داود خان و قطب الدین خان سے
جو رسد لانیوالونکی خبرگیری کے لیے مقرر ہوے تھے مقابل ہوئی ہین اور انھون نے
اونٹونکو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوے آرہے ہین جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی
تو دوسوقت [ل۱] دلیر خان معہ اپنی ہراول فوج کے جہانتک جلد ممکن تھا اسجگہ پہونچکے

ل۱ دلیر خان با فوج ہراول بتعجیل ہرچہ تمامتر بکومک سیدہ خانہ زور بسیتے کہ داود خان و قطب الدین خان با غنیم لئیم آویزش داشتند روان شد و چون پارچۂ رہ رفت اتفاقاً فوج از اعدا بقصد اینکہ از عقب فوج داود خان و قطب الدین خان رآیند از جنود بحالت جدا شدہ باین سمت کہ خانہ زور میرفت آمدہ بود آنخان جلادت پرور بر آن روباہ صفتان حملہ آور شدہ آنہارا متفرق ساخت و از انجا بیشتر رفتہ در حالتیکہ داود خان و قطب الدین خان دواب گی را سالم از تعرض معاندین دہ عسکر نصرت قرین مودہ از سر جمعیت خاطر با غنیم خویش معرکہ آرائے نبرد بودند با نہا پیوست لودیخان غیرت برادر زادۂ دلیر خان کہ پیش روے او بودند مرکب جلادت برانگیختند دلیرانہ بر مخالفان تاختند و رایت غلبہ و استیلا افراختہ بسیارے را بر خاک ہلاک انداختند و چون فوجے دیگر از ان بیل ذ بار بکومک رسیدہ دلیر خان از فیل فرود آمدہ بر اسپ سوار شدہ و جنود بر سران سیہ بختان رسید جلیہ سرخیہ ہمت دو دلیری ردے جرات و جسارت شان از عرصہ کارزار بر تافت و بسیارے را طعمہ صمصام انتقام ساختہ تا دو کردہ در پیے آن مدبران شقاوت پژوہ تاخت ۱۰۱۲ عالمگیر نامہ

دلیر خان جسطرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑھے
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان و قطب الدین
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کرین اپنے لشکر سے جدا ہو کر آرہی تھی دلیر خان
نے ان روباہ صفتون پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا دلیر خان اوجگہ سے فرصت
کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چوپایہ دشمنون
سے چھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہین اور نہایت اطمینان سے دشمنونکے
ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہین دلیر خان اونسے جا کر ملے لودیخان اور غیرت خان
دلیر خان کے بھتیجے جو انکے سامنے تھے اونھون نے اپنے گھوڑے اوٹھلے
اور نہایت شجاعت سے مخالفون پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کر کے خاک پر
ڈالدیا جب مخالفون کی فوج اور کمک کو آگئی دلیر خان ہاتھی سے اوتر کر
گھوڑے پر سوار ہوے اور جلو ریز اونکے سر پر پہونچے اور اپنی خداداد
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھلاے کہ مخالفونکا منھ
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شہر یتہ تیغ بیدریغ کیے
دو کوس تک دشمنون کو بھگاتے لے گئے دلیر خان کی روانگی
کے بعد راجہ جے سنگھ نے کچھ بندوقچیون اور افسرونکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور فوج
غنیم کی جو داہنے جانب نمودار ہوئی تھی اونپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح
جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھکر خوب لڑے آخر کار دشمن مغلوب ہو کر
بھاگے راجہ دلیر خان کیطرف جانیکے لیے بڑھے مگر سنا کہ دلیر خان مظفر و منصور ہو کر آرہے
ہین پہر رات گئے کل فوجین بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئین اس لڑائی مین دو سو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چارسو پینسٹھ زخمی ہوے دشمن کے لوگ اس سے دوچند قتل وزخمی ہوے اور الیاس مہدوی معروف بہ شرزہ خان جو رکن اعظم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری مین کامل سردار تھا اوسکے ہاتھ مین گولی کا زخم اور مونڈھے مین نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اُسکو اٹھا لیگئے اسکا چھوٹا بھائی بھی زخمون سے چور ہوگیا اس معرکہ مین بائیس ہزار سوار بیجاپور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلجاپور سے کوچ کرکے قریب قلعہ تیر کے جو پرگنہ دہوکی متعلقہ بیجاپور کے ہے پہونچا اور پڑاو ڈالا ابھی کل لشکر نہین آنے پایا تھا کہ بیجاپور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا راجہ[ل] یہ خبر سنکر فوراً دشمن کیطرف روانہ ہوے اور دلیرخان اور بعض عمائدین لشکر کو کہلا بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آئین دلیرخان

[ل] راجہ بدلیرخان و دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود را زود تر برسانند و آنہا نیز در راہ براجہ پیوستند چون غنیم نزدیک رسید دلیرخان پیش روے راجہ شد راجہ رام سنگہ در دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیم عاقبت رخیم خواص دلیر شرزہ مہدوی و دیگر بیجاپوریان و حیدرآبادیان قطب الملکی با قریب ہفت ہزار روبروے داؤد خان و قطب الدین خان ہفت آراستند و نبیرہ بہلول با تمام افغانان بیجاپوری و انکوجی بہونسلہ و مانک جی کہوا پرہ و دیگر مرہٹہاے بیجاپور و شرزہ حیدرآبادی کہ فوجے گران بودند بدلیرخان مقابل شدہ باستے چند انداختند آن خان شہامت نشان بجنگ توپخانہ مقید ناشدہ دلیرانہ سمند جلادت بدفع مخالفان برانگیخت و نزدیک بآنہا رسیدہ بہ تیغ تیر و سنان خونریزیان گروہ باطل ستیز در آویخت وچون اشتعال نیران حرب وقتال شدت پذیرفت اعداے بدسگال سطوت و صولت مجاہدان جیش اقبال را تاب نیاوردہ روے ہمت از مقابلہ برتافتند و دلیران عرصہ نبرد و شیران بیشہ نبردان روبہ صفتان شقاوت کیش را پیش انداختہ بتعاقب در آمدند غیرت و نعمت برادرزادہ ہاے نا مذکور کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوششہاے مردانہ بجاے آوردند و یحیی برادرزادہ دیگرش زخمہاے کارے برداشتہ از مرکب فرو افتاد دلیرخان ہرجا غلبہ از سپاہ مخالف مشاہدہ میکرد و بپاے مردے شہادت و مردانگی خود را رسانیدہ بدفع آنہا می پرداخت راجہ نیز کہ در ہمت آن خان بسالت آئین بود مساعی شایان و تلاشہاے نمایان بتقدیم رسانیدہ صفحہ ۱۰۱۵ عالمگیرنامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ مین راجہ سے ملگئے جب غنیم کے نزدیک پہونچے دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رائسنگہ دلیر خان کے ایکطرف ہوگئے دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شرزہ مہدوی اور دیگر بیجاپوری وحیدرآبادی قریب سات ہزار سوار کے قطب الدین خان وداود خان کیطرف بڑھکر صف آرا ہوے اور نبیرہ بہلول معہ تمام افغانان بیجاپوری اور دانکوئی بھونسلہ ومانجی کہوا پرہ اور دیگر مرہٹے بیجاپوری وشرزہ حیدرآبادی جنکے ساتھ عظیم الشان فوجین تھین دلیر خان کے مقابل ہوئین آے پہلے انھون نے چند بان حسب عادت چھوڑے اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان توپخانہ کی جنگ کے پابند نہوے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفون کے سرونپر پہونچگئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان خون ریز سے ان نابکارون کو خون مین ڈبونے لگے نہایت سخت مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہاے حد پر پہونچکر بھڑک اوٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لاے اور اس شیر شجاعت کے سامنے سے مثل روباہ کے بھاگے اور اونھون نے انکا تعاقب کیا غیرت خان ونعمت خان دلیر خان کے بھتیجے جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے اونھون نے بھی خوب بہادری کی اور رحیمداد خان دلیر خان کے تیسرے بھتیجے جنھون

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جوانمردون نے اس جنگ مین کاری زخم کھاے دلیر خان جسجگہ مخالف کی فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری وشجاعت سے وہان پر فوراً پہونچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے بھی جو اسوقت دلیر خان کے داہنے ہاتھ کیطرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھلائی دشمنون نے موقع پاکر جادون راے پر جو فوج سے کسیقدر دور تھا ہجوم کیا اسنے بھی معہ اپنے ہمراہیون کے دشمنون کے ہٹلانے پر نہایت جرات سے کام لیا کچھ اسکے ہمراہی کام آے اور کچھ زخمی ہوے راجہ رائسنگہ اسکی مدد کو پہونچگئے جب مخالفونکی کسی طرح کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھاگے سات کوس تک بادشاہی لشکر نے مخالفین کا تعاقب کیا پالکی وچتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان وآلات حرب غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھہ آے راجہ جیسنگہ داود خان وقطب الدین خان کو خواص اور پسر شرزہ مہدوی وغیرہ کے مقابلہ مین چھوڑکر دلیر خان کی خبر اور کمک کو روانہ ہوے ایک کوس پہونچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کا اس قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کرین داود[1] خان وقطب الدین خان کے مقابلہ

[1] داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیخزادے تھے انکے باپ خان جہان خان لودی کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دہولپور مین مارےگئے شیخ داؤد شہزادہ داراشکوہ کے ملازم ہوے اور متھرا وابن وغیرہ مین فوجدار رہے انھین ایام مین حسب استدعاے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سرفراز اور بعد محاربہ داراشکوہی وعالمگیری کے بھکر سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوے عالمگیر نے خلعت بھیجکر انکو بلوایا بنگالہ مین سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرف سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منھ پھیر کر آرہا ہے مگر اسجگہ سے پھر گیا اس حال مین خبر آئی کہ دلیر خان کے ہمراہی دشمنون کو بھگا کر دور لے گئے ہین اور اونکے تعاقب مین متفرق ہو گئے ہین اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہین راجہ یہ سنکر فوراً ایک پہاڑی جو انکے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک آئے کیرت سنگہ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے پاس پہونچنے مگر ہو جہ سے کہ مخالف کی بڑی فوجین گوشمالی پاکر بھاگ چلی تھین اور دن آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ اپنی باگین کھینچلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لین اور لشکر گاہ کو روانہ ہون اسی ضمن مین فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اوسکو پکڑنا چاہا جسپر فتح جنگ خان و راجہ نے دشمنون کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرۂ فتح جنگ خان مین ہم نقل کر چکے ہین۔ جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو خوشی کے نقارے بجاتے ہوے اپنی قیام گاہ کو واپس آے اس جنگ مین حیدر ترکمان جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجاپور اور گلکنڈہ کی فوج مارگئی جسمین موسی افغان و نبیرہ بہلول اور مانکوجی پسر نایک کہرارہ اور دیگر مخالف کے سردار مارے گئے اور قریب ایکہزار کے غنیم کے آدمی زخمی ہوے اور

بقیہ صفحۂ ماقبل سرفراز ہوے پٹنہ کے صوبہ دار رہے اسکے بعد زمینداران پلاؤن کی گوشمالی کی اور دار الخلافت مین حاضر ہو کر سیواجی کی گوشمالی کے لیے حسب الحکم شاہی دکن گئے اسکے بعد خاندیس کے صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ برار کے صوبہ دار ہوے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہین اور خوب خوب بہادریان کی ہین بڑے کارگذار اور بہادر شخص تھے انکے بیٹے حمید خان تھے جنکا انتقال ۲۵ سنہ عالمگیری مین ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایکسو پنتیس آدمی کام آئے اور سات سو چورانوے زخمی ہوئے بادشاہی لشکر نے تین روز وہان قیام کیا اور ۱۵ تاریخ کو دو منزلین کرکے ڈاس کوس پر دریاے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہارو ییتر پر اوٗ ڈالا یہان یہ آکر رائے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اسلیے بادشاہی لشکر سامان لشکرگاہ مین چھوڑ دے اور سبکبار ہوکر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ ذیقعدہ کو اسیطور پر دریاے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہاراسیون کیطرف جہان دشمن کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اثناے راہ مین یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج نے بادشاہی لشکر کے آنیکی خبر پاکر فرار کیا اور تلجاپور چلی گئی ۲۷ تاریخ کو موضع سحری مین جو پرگنہ پرینڈہ مین ہے دریاے سین سے گذر کر دریاے بھمرہ کے کنارہ قیام کیا وہان مخبرون سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولاپور کیطرف جمع ہوئی ہے اور عادل شاہ نے یہ امر یقین کرکے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ مین میری فوج کو کامیابی نہین ہوسکتی مصلحتاً لڑائی کا ارادہ ترک کردیا اور اپنے سردار ابوالمحمد نبیرہ بجتیرکہ معہ اس لشکر کے جو خاص خیل مشہور ہے بلالیا اور دیگر سردارونکو ترک جنگ کا حکم بھیجا اور یہ بھی لکھدیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود مین رہے تم شولاپور کیطرف پڑاوٗ رکھو اسیطرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بیجاپور کی کمک کو بھیجا تھا حیدرآباد بلوالیا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر ہوا تھا اور اوسنے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھا نہ رکھا اور تمام محالات بیجاپور کو مکرر تخت و تاراج کرڈالا اور جتنی مرتبہ صف آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنو نپر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جائے اور موسم برسات کا وہین گذارے اور بعض سردار اپنی جاگیرون پر جائین تاکہ وہ وہان آرام پاکر آسودہ حال ہوجائین۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ مین خان بہادر شمس العلما لکھتے ہین کہ جب بادشاہی لشکر بیجاپور کو برباد کرچکا اور کوئی کسر خرابی نہ اوٹھا رکھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت مین دشواری ہوگئی اسلیے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیون کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کیواسطے قصبہ دہارور کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن مین دکنیونکا یہ حال ہوگیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہوگیا کمانین بیکار ہوگئین تیر ونکے پر اوڑ گئے تلوارونکی دھارین کند ہوگئین ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آگئے دونون طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوے اہل بیجاپور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کرکے امان طلب ہوے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اوسے حکم بھیجدیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑکر اورنگ آباد چلا جائے اور برسات وہین گذارے اور بعضے امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائین اور دلیر خان میرے پاس آئین۔

عالمگیر نامہ مین ہے کہ قلعہ منگل بیدہ جسمین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط نہ تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہان جاکر توپخانہ اور دیگر جو سامان ہے اوسکو لیکر قلعہ خالی کرادین دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاندرات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگہ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ مین جسقدر باروت و سیسہ تھا بند وقچیون اور بیلدارون وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکرگاہ کو لیجائین اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جسقدر موجود تھے انکے بابت لشکر والونکو حکم دیا کہ جہانتک ممکن ہو خرچ کرین اور جو کچھ بچے آگ لگادین اور قلعہ کے کنگرونکے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہانتک ممکن ہوسکے منہدم کردین غرضکہ بعد فراغت ان کامون کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ مین تھے سبکو اپنے ساتھ لیا اور ۲۶ ذی الحجہ کو لشکرگاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریاے بھیرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرینڈہ کے نواح مین جاکر قیام کیا اور وہانسے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر مین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرف قیام رہا اسی زمانہ مین سیواجی نے دار الخلافت سے فرار کیا اور راجہ جیسنگہ کے نام[1] شاہی حکم پہونچا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کرکے دلیر خان کے سپرد کردو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور مین آئین راجہ نے نیتاجی کو جو فتح آباد مین تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیجدی اور وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہوکر لشکر شاہی مین آگیا راجہ نے اسکو معہ اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کردیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کیطرف روانہ ہو

[1] یرلیغ ہمایون براجہ جیسنگہ صادر شدہ کہ نیتوے خویش سیوا را دستگیر نمودہ بدلیر خان سپارد و خان مذکور او را ہمراہ گرفتہ بجناب خلافت آرہ راجہ جمعی بجہت آوردن نیتو کہ در فتح آباد بود تعین نمود و آن جماعہ او را پنجم جمادی الاولی بلشکر ظفر اثر رسانیدند و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدنش بدرۂ سپہر احترام و شرف اندوزی اباو راک شرف اسلام سبق ذکر یافتہ با پسرش حوالہ دلیر خان نمودہ و آن خان بسالت نشان روز دیگر بہ بیر از راجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب والا بدرگاہ معلی شدہ صفحہ ۱۰۲۱ عالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگہ وہان سے چلکر ۸ جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہونچگئے جب نیتاجی دہلی مین آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا اور عالمگیر نے اوسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے محمد قلیخان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیرخان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیرخان بیجاپور کی مہم سر کر چکے اور حسب الطلب دارالسلطنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ مین کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنے اوسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہونچی تو بادشاہ نے دلیرخان کے نام فرمان بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیرخان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے نربدہ سے اوتر چکے تھے کہ نیرنگی تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مرض مین مبتلا ہو گیا اور مر گیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہو گیا اس جنگ کے ہونیکی وجہ ایک یہ بھی مورخون نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانرواے ایران نے سنہ جلوس عالمگیری مین اپنے سفیر بوداق بیگ کو معہ تہنیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت مین معہ نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اوسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سنہ ۶ مین اورنگ زیب

نے اپنے یہانسے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہونچا تو شاہ ایران کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوجکشی کا ارادہ ظاہر کیا جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرح آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فوج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان مین متعین کیا اور خود فرح آباد سے اصفہان مین آکر سامان جنگ مین مصروف ہوا جب سفیر مذکور یہ حال دیکھکر ہندوستان کے حدود مین پہونچا تو اوسنے اس امر کی عرضی اورنگ زیب کے حضور مین روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ دامنگیر ہوئی اور اوسنے ایران پر فوجکشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو معہ راجہ جسونت سنگہ کے بیس ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کرکے کابل کو بھیجا اور کہا کہ تمھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آتا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہوگیا اس مہم کے لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروںکے نام طلبی کے احکام جاری کیے اس ضمن مین دلیر خان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب الحکم منزل مقصود

سلہ چون دلیر خان تاراج ولایت بیجاپور پرداختہ عادلشاہ بالتماس ازراہ بعد و بنا بر ہنگامہ شاہ عباس ثانی کہ بعزم سپاہ کشی و رزم آزمائی داعیہ فرستادن لشکر بسرحد ہندوستان اظہار میکرد از جانب عالمگیر با اکثر سرداران سپہداران و حکام طلب عز صدور یافت دلیر خان نیز در سال نہم حسب الطلب بر جناح سرعت و استعجال روانہ گشت از دہلی نزدیک گذشتہ بود کہ انہیں تقدیر حیات مستعار شاہ ایران سپرے گردید و نائرہ آشوب باطفا گرائید دلیر خان بوصول یرلیغ بلجمعے از امرائے بادشاہی کہ ہمراہ داشت عطف عنان بجانب چاندہ و دیوگڑہ نمودہ ماثر الامرا منتخب از عالمگیر نامہ

سلہ و اشارہ جلیلہ بطلب دلیر خان و بہادر خان و داؤد خان و دیگر سرداران سپہداران کہ از پایہ سریر گردون نشان دور بودند عز نفاذ یافتہ حکم شد کہ بر جناح سرعت و استعجال خود را بسایہ چتر اقبال رسانند ۱۲ عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہوے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے چلکر ملتان اور قندہار کے زمینداروں کی عرضیاں آئین کہ شاہ ایران جب فرح آباد سے اصفہان کی طرف پلٹا تو راہ مین اسکو خناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے عرصہ مین ماندہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ ماہ ربیع الاول مین اس دار غرور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بود لاق بیگ لشکر ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہان امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے اوسنے صفی مرزا کو جو بڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر ملگیا عالمگیر کو شاہ ایران کے مرنیکی خبر سننے سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیما بین میرے اور اوسکے صف آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضاے مروت نہین ہے کہ ایران پر لشکر کشی کیجاے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیجدیا۔ اور اس معرکہ کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیوگڈہ[1] و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہانکے راجاؤن سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت چاندہ اور دیوگڈہ کے راجاؤن نے سرکشی کر کے بغاوت

[1] دیوگڈہ اورنگ آباد دکن کے متصل واقع ہے اسکو محمد شاہ تغلق نے دہلی اوجاڑ کر آباد کیا تھا اور اوس کا نام دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیجا کر آباد کیے تھے جو وہانی مدفون ہوے اوسنے وسط ہند مین یہ مقام واقع ہونیسے شہر بسایا اور دار السلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اورنگ زیب[1] کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اونسے دلیرخان کو سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان[2] بھیجا دلیرخان بیجاپور کی سرکوبی کر کے حسب الطلب بادشاہ کے حضور مین آرہے تھے کہ اسی اثنا مین ایران کی مہم کا معاملہ پیش آگیا اور اونھون نے حسب الحکم اودہر کو رُخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے انتقال سے وہ مہم معطل ہوگئی یہ ہنوز دو منزل دریاے نربدہ سے گذرنے پائے تھے کہ وہان پر بادشاہی فرمان انکو ملگیا اوسمین لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہونچے ہو وہان سے فوراً واپس ہو کر چاندا اور دیوگڈہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہان کے باغی راجاؤن کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیرخان فرمان کے پہونچتے ہی اسطرف کو روانہ ہوے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانون کا تھا اور اوسکے علاوہ دیگر سردارجنمین قادرداد خان وزبردست خان وآتش خان برق اندازخان بندولہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ راو بہاو سنگہ ہاڈہ راو کرن بھورتیہ راجہ نرسنگہ

[1] درین ہنگام تعین افواج جہانگشا است بسرکردگی دلیرخان برسرزمین چاندہ بہ بیدارگشتن او ازخواب غفلت دوادن پیشکش شائستہ باولیاے دولت

[2] بنا بر تنبیہ آن وگوشمال آن خسران مال پیش نہاد ہمت خسروانہ گشتہ فرمان قہرمان جلال بدلیرخان کہ با برخے ازعسکر منصور وکن بعد فراغ ازتاخت ولایت بیجاپور بہ پیشگاہ حضور طلب شدہ بود صادر گشت کہ بہ جاکہ رسیدہ باشد بمجرد ورود منشور لامع النور برگشتہ باہمراہان برسر ولایت آن مقہور رود آن خان مذکور دو منزل از دریاے نربدہ گذشتہ بود کہ بوصول یرلیغ کرامت نشان مباہی گشتہ باندولہ خان وراجہ سجان سنگہ بندیلہ وراو بہاو سنگہ ہاڈہ وراو کرن سنگہ بھورتیہ وراجہ نرسنگہ گود جگت سنگہ ہاڈہ وقادرداد خان وزبردست خان وآتش خان وبرق اندازخان وگروہے دیگر ازمبارزان نصرت نشان وآخر جمادی الآخر عازم مقصد گشت ۔ ۱۰۲۳ صفحہ عالمگیرنامہ

کورجگت سنگھ وغیرہ سب انکے تابع وہمراہ تھے آخر جمادی الآخرین دلیرخان منزل

سنہ ۱۵ اواسط شعبان دلیرخان با افواج قاہرہ بحدود ولایت چانده رسیده مانجی ملازمین زمیندار سطوت عساکر ظفر قرین خوف ورعب بر باطن ضلالت مواطنش استیلا یافت ماکیا نام شخصے که مدار المهام او بود نزد دلیرخان فرستاده اظهار عجز و ابتهال ندامت بر سوابق جرائم نموده و استدعا کرد که چون آن خان مذکور نزدیک شود بآئین مسکنت وخشوع آمده ملاقی گردد خانمذکور متمنائے او را پیرایه انجاح بخشید و فرستاده را باز گردانید که نوید حصول این مامول بوی رساند آن ضلالت کیش را بیاورد چون ماکیا از لشکر فیروزی معاودت نموده خاطر وحشت زده او را بجانب دلیرخان مطمئن گردانید او این معنے را فوزے عظیم ونعمتے سترگ شناخته بلا توقف بعزم ملاقات آن خان شهامت کیش با مدهکر نام پسر مهین خویش روان شد و مبلغے از زر و سیم مسکوک بجهت پیشکش سرکار بادشاهی که بحواله آوردن آن پسر بوده همراه برداشت و بست وسیوم شعبان که دلیرخان بموضع ماندوره که سرحد ولایت چانده ست نزول نموده زمیندار مذکور بلشکر ظفر اثر رسیده چون قصد ملاقات خان مذکور نموده باشاره آن خان شهامت نشان آتش خان و رستم خان برادر ایرج خان رفته آن جهالت پرور را با پسرش بآئین مجرمان میان بند در گردن افگنده بے سلاح و یراق نزد او آوردند و در نهایت خشوع و سرافگندگی ملاقات کرد و تمهید مراسم ندامت اعتذار و اظهار مراتب عجز و انکسار نموده یکهزار اشرفی و دو هزار روپیه و دو سر اسپ و یک زنجیر فیل برسم نیاز به دلیرخان گذرانید و هفت هزار اشرفی و پنج لک روپیه که همراه آورده بود بصیغه جرمانه و شکرانه امان بسرکار خاصه شریفه سپرد خانمذکور با او گفت که اگر سلامتی جان و ناموس و بقائے موطن و ولایت خویش میخواهی باید که پیشکشے لایق برائے سرکار بادشاهی بزودے سرانجام بدهی و من بعد باغوائے دیو ضلالت و تحریک شقاوت و نکال قدم از شاهراه بندگی و فرمان پذیری بیرون ننهی او از کار آگهی و معامله شناسی سخن دلیرخان را آویزه گوش و هوش ساخته سرمایه بهبود کار و سود روزگار خویش دانست و چنین قرار یافت که مبلغ یک کرور روپیه از نقود و نفائس اشیاء مثل جواهر مرصع و آلات و نقره و فیلان کوه پیکر و سوائے آن پنج لک روپیه بدلیرخان که واسطه اصلاح کار و ذریعه عفو جرائم در حضرت خلافت گشته بود بطریق شکرانه بدهد و هر ساله دو لک روپیه پیشکش مقررے بسرکار خاصه شریفه موده سازد و بموجب التماس خانمذکور فرمان عالیشان از جناب فضل و احسان مشتمل بر صفحه ماتم آن مورد نکال عصیان و تفویض جانشینی او به رام سنگ

مقصود کیطرف روانہ ہوے اور شاہی حکم سے ایرج خان فوجدار ایلچپور قتلغ خان
فوجدار پونار وغیرہ کمکیون مین مقرر ہوے وسط ماہ شعبان مین **دلیر خان** مع فوج
قاہرہ کے ولایت چاندہ کے حدود پر پہونچگئے مانجی ملار وہان کا راجہ بادشاہی
لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرایا اور غلبۂ خوف سے اوسنے اپنے مدار المہام کو جسکا نام
ناکیا تھا **دلیر خان** کے پاس بھیجا کہ میرے طرف سے جاکر عاجزی کا اظہار کر اور یہ
عرض کر کہ مین بجاے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہون مجکو میرے جان وملک کی
امان دیجاے جب وہ مدار المہام دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے
ملا اور اوسنے امان کی استدعا کی **دلیر خان** نے اوس کی عرض قبول کی اور راجہ کی
خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب مدار المہام مذکور نے اس قول وقرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ما قبل کہین پرسش بصدور پیوند دلیر خان حقیقت معاملہ را بہ پیشگاہ سلطنت وجہانبانی معروض داشتہ
بروقت التماس آن نادان بسالت نشان رقم معافات بر صفحۂ ذلات مرزبان مذکور کشیدہ از موافقت لطف
واصطناع یرلیغ گیتی مطاع مبنی برین معنی بطغراے نفاذ پیوست وبا خلعت فاخرہ بجہت سرفرازی واطمینان
او از حضرت خلافت مرسل گشت بالجملہ دلیر خان مانجی ملا زمیندار را نزد خود نگاہداشت وکلاے او را رخصت
کرد کہ رفتہ سرانجام پیشکشے کہ مقرر شدہ بود کشند ومحمد لطیف دیوان با جمع از سوار وپیادہ بہدم قلعہ
مانک دورک تعین نمودہ وپس از دو ماہ کہ ہفتاد وہفت لک روپیہ از وجہ پیشکش بوصول رسید
چون زمیندار مذکور مریض وعلیل گشتہ احوال ولایتش فتور واختلال پذیرفتہ لاجرم دلیر خان از روے
صلاح اندیشی مقرر نمودہ کہ مانجی ملا را رخصت نماید مشروط بدانکہ سہ لک دیگر از جملۂ تتمۂ
پیشکش سرکار چاندا را مبلغ پنج لک روپیہ کہ تقبل دادن آن بخان معزی الیہ نمودہ بود کہ مجموع
ہشت لک روپیہ باشد در عرض مدت دو ماہ ادا نماید درین باب مچلکہ ازو گرفت تا این ہنگام خلعت
فاخرہ دلیر خان مصلحتاً باو داد وجیغۂ مرصع وبرخی دیگر از آلات ویک زنجیر فیل بار دادہ بارام سنگہ
پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیرخان نے اوسکی تسلی کرکے اوسکو واپس کر دیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جاکر
معافی کی خوشخبری سنادے چنانچہ وہ مدارالمہام لشکرگاہ سے واپس ہوکر اپنے
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرا رہا تھا مدارالمہام نے دلیرخان کی خوشخبری سناکر
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملجانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا
توقف خان شہامت نشان یعنے دلیرخان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے
دبکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی مین کچھ زرنقد بھی پیشکش کے لیے جو ممکن ہوا
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیرخان موضع مانددرہ مین جو ولایت چاندہ کی سرحد
پر ہے لشکر لیے ہوے پڑے تھے وہ دلیرخان کے پاس حاضر ہوا دلیرخان
کے اشارہ سے آتش خان ورستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اوسکے
بیٹے کے بطور مجرمون کے گردن مین کمربند ڈالکر بے ہتیارون کے دلیرخان
کی خدمت مین حاضر لاے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواستگار ہوا
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک
ہاتھی دلیرخان کو نذرانہ مین دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ
لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیون اور اونٹون اور گاڑیون پر لادکر ہمراہ لایا تھا وہ بغاوت
کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ مین سرکار بادشاہی کے لیے دلیرخان کے سپرد
کیے دلیرخان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کرکے ادا کردو
اور اسکے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمھارا ملک پامال کرکے
نیست ونابود کردیا جائیگا راجہ نے دلیرخان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ یک کرور روپیہ جرمانہ مین راجہ باقساط ذیل ادا کرے جسمین زر نقد و جواہرات و مرصع آلات اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہون اور دو ماہ کی مدت مین اس رقم کا انتظام کر کے لشکر گاہ مین پہونچا دے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور مین معافی جرایم کے واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوے ہین اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک درک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کا ہے اوسکو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار کر دے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کر کے اوسکی خطائین معاف کرا دین اور اوسکا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اوسکی جانشینی کا فرمان منگوا دین غرضکہ یہ امورات قلمبند ہو کر صلحنامہ مرتب ہو گیا دلیر خان نے کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرنیکے بارہ مین سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیر خان کے التماس کے بموجب اوسکی خطائین معاف کین اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کر کے معہ خلعت فاخرہ کے خانموصوف کے پاس بھیجدیا دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس نظربند رکھا اور اوسکے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جا کر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا سرانجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادونکی ایک جماعت دیکر قلعہ مانک درک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت مین

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گرا کر خاک کے برابر کیا اوسمین بہت بڑی رقم اوپونجی جوجبا ۔ فوج بھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپین آہنی ور امچگلی اور بہت سی بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکرگاہ مین یا اوقلعہ جنوبی جو دیوگڈہ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی ایک جماعت مقرر کیگئی بعد دو ماہ کے ستتر لاکھ روپیہ پیشکش کا وصول ہوا چونکہ راجہ وہانکا نہایت مریض تھا اور اوسکا ملک نہایت خراب و برباد ہوگیا تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہوگئی تھی اسلیے دلیر خان نے راجہ کو رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جانیکی اجازت دی کہ تین لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان مومی الیہ کا جو بصیغہ شکر گذاری قرار پایا تھا غرضکہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ مین ادا کردے اور بیس لاکھ روپیہ جو باقی رہا ہے وہ بتدریج تین برس کے عرصہ مین ادا کردے اس بارہ مین راجہ سے مچلکہ لیا گیا اور ابتک انھین امورات کے قرار پانیکی وجہ سے خلعت و فرمان جو بادشاہ کیطرف سے آیا تھا اسکو مصلحتاً نہین دیا گیا تھا اب دلیر خان نے ایک جیغہ مرصع اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲ شوال کو راجہ کو مع اوسکے بیٹے رام سنگ کے رخصت کیا کہ ولایت چاندہ مین جاکر جو اپنے ملک مین خرابیان پڑگئی ہین انکی درستی و انتظام مین مصروف ہووے اور بقیہ پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ مین فتاح خان فوجدار پونار کا انتقال ہوگیا اوسکی جگہ پر قادرداد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے دلیر خان نے جو روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اوسکی وصولیابی قادرداد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مدھر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ مین جسکی ادائی بلا قرار
پائی تھی نظربند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی
پیشکش مین وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار ایلچپور
اور محمد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجائین اور کچھ اشیا
رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر ایلچپور پہونچائین اور وہان
سے یہ سامان خاندیس جلے اور وہان سے خان زمان خان صوبہ دار خاندیس
اور اوسکا دیوان زین العابدین برہانپور پہونچائین اور وہانسے دارالخلافت لیجاکر
بادشاہ کے حضور مین گذرانین۔

جب دلیر خان ولایت چانده کے انتظام سے فرصت کر چکے تو ولایت
دیوگڈہ کی طرف جو چانده کے قریب ہے متوجہ ہوے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڈہ[1]

[1] وچون کوک سنگہ زمیندار ولایت دیوگڈہ کہ بولایت چانده قریب الجوار است نیز از ناعاقبت اندیشی در ایصال پیشکش تهاون و اهمال ورزید چنانچہ پانزده لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بر ذمہ او جمع آمده بود بدلیر خان فرمان شده بود کہ بعد از تمشیت مہم چانده تادیب آن تیره بخت بدکار پردازد و او را نیز از گران خواب غفلت بیدار بسازد و آن خان بسالت شعار در اثناے اشتغال مہم چانده زمیندار مذکور را تخویف و تہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدار المہام او بود فرستاده تا به تمہید مراسم ندامت و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر بنا بر کمال خشوع و ابتہال آن بدکیش باطل سگال را به قبول معذرت و تعہد التماس عفو زلات در پیشگاه خلافت منت پذیر گردانیده مقرر ساخت کہ پانزده لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بر ذمہ او لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر برسم جرمانہ در عرض مدتے بسرکار والا رساند و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماه واصل سازد و من بعد در اداے پیشکش مقررے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود مداہنہ و مسامحہ نورزیده سر از خط بندگی و فرمانبرداری نہ پیچد و چون خان موصوف بحدود ولایت دیوگڈہ رسیده کوک سنگہ مرزبان آنجا بقدم عجز و خشوع آمده بآن خان عقیدت آئین ملاقی شده و برخے از وجوه پیشکش بوصول رسانید

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے مین سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اوسکے ذمہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ حیلہ کرکے ادا نہین کرتا تھا اسلیے دلیرخان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مہم چاندہ کی فرصت کیے بعد اوس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیرخان نے جبکہ چاندہ ہی کی مہم مین مشغول تھے اوسکو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا اور راجہ مذکور نے اپنا مدارالمہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤنکی معافی مانگی تھی دلیرخان نے اوسکی معذرت قبول کرکے جواب دیا کہ تیری عاجزی بادشاہ کے حضور مین عرض کرکے عفو جرائم کی التماس کیجائیگی تجکو چاہیے کہ مبلغ پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقساط ادا کر جسمین سے چھ لاکھ عنقریب داخل کردے اور مابقی دو ماہ کے عرصہ مین اور ایک لاکھ روپیہ جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے مین کسی سال سستی نکرنا اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیرخان کا یہ حکم والی دیوگڈہ نے سنکر دس ہاتھی نہایت جلد پیشکش مین بھیجے جب دلیرخان ولایت چاندہ کے انتظام سے فرصت حاصل کرچکے تو دیوگڈہ کے وکیل کو جو لشکر مین حاضر تھا رخصت کیا کہ آگے جاکر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۵ ذیقعدہ سنہ جلوس کو دلیرخان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ مین رہکر معہ اپنے لشکر کے دیوگڈہ کیطرف روانہ ہوے اور مانجی ملا روالی چاندہ کو بھی طلب کیا کہ وہ بھی معہ اپنے متعلقین کے آکر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب دلیرخان ولایت دیوگڈہ کے حدود مین پہونچے کوک سنگہ وہانکا راجہ نہایت

عاجزی سے پیشوائی کو حاضر ہوا اور خان ذیشان سے نہایت عقیدت سے
پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیامگاہ
کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اوسکے حدود مین قیام کرکے کچھ رقم پیشکش
کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اوسکو بھی ادا کرنا چاہیے در صورت
تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کرکے نام ونشان یہان کی حکومت کا
برباد کردیا جائے گا وہ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ اثناے حال مین فرمان
بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیوگڈہ کا معاملہ
جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہونچا دو بالفعل دوبارہ تنبیہ وتادیب عادل شاہ
اور تاراجی ولایت بیجاپور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً معہ اپنے لشکر کے دکن کو جانا
چاہیے اور وہان شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کی خدمت مین تا صدور حکم ثانی اس مہم
کے لیے قیام رکھو۔ اسوجہ سے دلیر خان نے بمقتضاے مصلحت دیوگڈہ کے
راجہ کو جو تنگدستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور مہلت دی اور اس سے
وعدہ لیکر میعاد معینہ کا مچلکہ لیا اور اوسکی تحصیل قادرداد خان کے سپرد کی اسی طرح
مین مانجی ملار والی چاندہ سے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اسکی

سلہ دوران این حال مثال کرامت تمثال از جانب خلافت وجہانداری بآن خان شہامت پرور صادر شد
کہ معاملہ زمیندار دیوگڈہ بہر عنوان باشد زود صورت دادہ چون تادیب وتنبیہ عادلخان وتاخت ولایت بیجاپور دگربارہ مرکوز
خاطر والا وجہہ ہمت جہانکشا گشتہ با افواج قاہرہ از آنجا بدکن شتابد چون دلیر خان خاطر از جہات ولایت چاندہ ودیوگڈہ
پرداخت بموجب یرلیغ گیتی مطاع ہشتم ربیع الثانی باعساکر فیروزی روانہ دکن شد دعاطفت بادشاہ بندہ پرور
قدردان آن خان بسالت نشان را بعنایت خلعت خاص واسپ باساز طلا نوازش ودیگر ازسداران ازتابینان
اورا دو واسپہ سہ اسپہ مقرر ساخت کہ منصبش از اصل واضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار ازانجملہ سہ ہزار سوار دو اسپہ
سہ اسپہ باشد عالمگیر نامہ ۱۰۳۰

ادائیگی جلد قرار پائی تھی لاکر پہونچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے
جب دلیرخان ولایت چاندہ اور مملکت دیوگڈھ سے اطمینان خاطر حاصل
کر چکے تو ۸ ربیع الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوے بادشاہ نے
نہایت قدردانی سے دلیرخان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ ساز
طلائی کے مرحمت فرمایا اور اونکے ایک ہزار سوارون کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا
اور اونکا منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے تین ہزار
سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب
مین اضافہ پانصدی کرکے دوہزار پانصدی دوہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا
اور قادرداد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ اسنکے چار سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔



اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد ولیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ ابتک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے۔ عالمگیر نامہ خود اورنگ زیب عالمگیر نے فرمائش کرکے منشی محمد کاظم بن محمد امین سے لکھایا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینای کاشی بھی کہتے ہین جسنے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشاپردازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے۔ اس ضرورت سے وقائع نگارونکو ہدایت کردی تھی کہ جبتک مورخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بماہ سال بسال جملہ صوبجات اور دارالسلطنت کے حوالہ کرتے رہین اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر مین آئین وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب وقات خلوت مین ہمکو داستان سنائے جائین تاکہ اوسکی تصحیح و تنقیح بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ مین ہماری شاہزادگی کا مفصل حال لکھا جاچکا ہو اب ایام سلطنت کا حال جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کے آغاز سے لکھا جاے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب ۱۰۷۸ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ مین ظاہر کے حالات کوئی چیز نہین لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جاے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہین انکی کوئی ایسی تاریخ نہین ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامچہ ہے مختصر طور پر واقعات مین کہین کہین صراحت کردیگئی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خافی خان کی ہی اسکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہی اسنے اپنے

باپ سے واقعات سنکر لکھے ہین جسمین لڑے عداوت آتی ہے نعمت خان عالی جسکا لقب دانشمند خان تھا اسنے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہین مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت قابلیت ضرور اوسکی اعلی درجہ کی ہے۔ خافی خان شیعہ ہو اسکی تحریر تقیہ آمیز ہو وہ عالمگیر کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک ایسی بات لکھدیتا ہو جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاک مین ملجاتی ہو اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قانون بنا کر جاری کیا تو اسکی توصیف لکھکر یہ ظاہر کردیگا کہ وہ عمل مین نہین آیا مثلاً محصول معاف کیا گیا مگر دار الخلافت کے نواح مین بجز دوسری جگہ اسکی تعمیل نہین ہوئی جابجا ظلم وستم ہونیلگا عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم الخمر بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اسنے دشمنو نسے وہ سلوک کیے جو اس دیندار بادشاہ نے اپنے باپ بھائیو نسے کیا۔ غرضکہ اسکے ہر کام مین مکروفریب ثابت کرتا ہو اور اسکی خوبی و دینداری کو بہ پوشتی بات تھی چھپایا ہو اچھے کام مین بھی رخنہ نکالا اسکی تاریخ لکھنے کی ممانعت کے بارہ مین بھی یہی راے نکالی کہ اسکے بعض کام ایسے تھے جو عظیم الشان بادشاہ کو نہین زیبا تھے ڈاکٹر برنیر فرانسیسی ایک میر کا ملازم وہ بھی سنی سنائی باتین زیادہ لکھنے پر پابند ہو۔ الغرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیب وار حالات عالمگیرنامہ مین لکھے گئے ہین اسطرح دیگر حالات کتب مین نہین ملتے دلیر خان کے حالات اور کارنامے دس سالہ جسکی تاریخ لکھی گئی اسقدر زیادہ ہوے تو اسکے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے کسقدر زیادہ ہونگے کیونکہ دلیر خان عالمگیر کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہین مگر افسوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیلوار نہین ملتی کچھ مجمل واقعات دیگر کتابو نمین ملے گئے وہ لکھے گئے۔ بادشاہنامہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ مین لکھا ہو وہ صرف بیس سال کے واقعات مین ہو باقی بارہ سال کی دوسری تصنیفات شاہجہانی

سلطنت کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہین ہوئین بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا ہی وہ دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہی ان وجوہات سے دلیر خان کے حالات ابتدا سے انتہا تک فراہم نہین ہوسکے باوجود ان مجبوریونکے صرف دس سال کے کارنامے اسقدر حیرت ناک عالمگیر نامہ وغیرہ مین پائے جاتے ہین کہ دوسرے امرا اور ارکان دولت کے نہین سنے جاتے عالمگیر نامہ مین ایکسو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے

ایک واقعہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہوا ہی اور وہ شہنشاہ نامہ وغیرہ مین درج ہی یہ ہی۔ راجہ امر سنگھ کے والد کا جب انتقال ہو گیا تو اسکے بعد راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوے حالانکہ راجہ جسونت سنگہ راجہ امر سنگہ سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا دستور اور آئین راجپوتیہ کے خلاف تھا اسوجہ سے راجہ امر سنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور دربار بادشاہی مین بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایکبار صلابت خان نے از روے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امر سنگہ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان کیطرف سے انکے دلمین کینہ پڑ گیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کرنیکی فکر مین ہوے ایک روز شام کیوقت دیوانخانہ مین شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھکر عبداللہ خان فیروز جنگ کے نام فرمان بدستخط خاص سے لکھنے مین مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے کہ مین مکرمت خان داروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ مین بیٹھا باتین کر رہا تھا کہ اعلیحضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب سے کم توجہی فرماتے ہین کہ اتنے مین امر سنگہ اجپوت نے

لہ جس زمانہ مین کہ شاہزادی جہان آرا بیگم شمع سے جلکر بیمار پڑی ہوئی تھین ایام مین اورنگ زیب کے بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو اورنگ زیب سے کچھ کدورت پیدا ہو جب شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامدار و پدر بزرگوار کی کم توجہی معلوم ہوئی تو منصب سے استعفا دیدیا اور ہتھیار کھولکر بادشاہ کے پاس بھیجدیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے ضبطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک یہ حالت

ایک جمدھر صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پہونچ گیا اور صلابت خان نے
ایک آہ کھینچی اور اسیوقت مر گئے خلیل اللہ خان اور ارجن سنگھ ولد بٹھلداس کونے جب ایسی
گستاخی و جرات اس راجپوت کی بادشاہ کے حضور مین دیکھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوے تھے
اُسپر جھپٹے امر سنگھ نے اسکے وار روکے اور ارجن سنگھ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگھ
باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ تنے مین گرزبردار و دیگر بادشاہی ارجن سنگھ کی مدد کو پہونچگئے اور
متواتر زخمون سے امر سنگھ کا کام تمام کیا امر سنگھ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری جمدھر
ارجن سنگھ کے مارا کہ اسکا کان جڑ سے کٹگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک اور ملوک چند
مہتمم دولتخانہ امر سنگھ کی نعش اٹھا کر باہر لائے اسعرصہ مین پندرہ خدمتگار اور ایک مشعلچی راجکا جو
اپنی بہادری مین و سوسوارونکے برابر تھے گرزبرداروں اور ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیونپر
حملہ آور ہوے تلوار و برچھی و جمدھر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گرزبردارن
کی جماعت باوجودیکہ انکے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند معہ عزیز اللہ خان و یعقوب خان
وغیرہ تمند خان تین منصبدارونکے کام آے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوے
اور میر خان فرزند صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برپا ہوا آخرکار پندرہ
خدمتگار جو امر سنگھ کے ساتھ تھے ہلاک ہوے یہ حالت کو دیکھکر امر سنگھ کے دیگر ہمراہی راجپوت
رات مین بھاگ گئے مگر صبح کیوقت انکے انتقام کے لیے ارجن سنگھ کے دروازہ پر چڑھ ملگئے
اور وہان جو کوئی انکے سامنے آیا قتل کر دیا شاہجہان بادشاہ نے از راہ تحمل و وقار بادشاہی
کے ان نادان راجپوتونپر فوج بھیجنا مناسب نسمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحمدلی کو

بقیہ صفحہ ماقبل قایم رہی لیکن جبجہان آرا بیگم کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منعقد ہوا اور پچاس لاکھ روپیہ ابتدا علالت سے تا غسل صحت تصدق و علاج و انعام غسل مین خرچ ہوے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت و انعام سے سرفراز ہوے تو جہان آرا بیگم کی سفارش سے اورنگزیب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزدہ ہزاری منصب اور دس ہزار سوار سے سربلند کرکے صوبداری احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی فہمایش کیلیے بھیجے اصلاح کار و نے سمجھایا کہ امر سنگہ اور
جو جماعت کہ فساد کی مرتکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہونچگئی تم لوگ بیٹھا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑے
ہو ان جاہل راجپوتون نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ
آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اسوقت جلال خان عرف نواب دلیر خان کو معہ لشکر
و توپخانہ کے جمین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتونکی گوشمالی کیلیے بھیجا صبح سے شام تک
بادشاہی لشکر اور راجپوتون سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ
کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت
شمار مین آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام
آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو نوجوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد
جو شجاعت مین مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوے بادشاہ نے ان سبکو خلعت
و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان اور ملوک چند اور دیگر جان نثار
سردار نکے فرزندونکو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ مین نواب دلیر خان نے
خوب بہادری کے جوہر دکھلائے تھے یہ واقعہ ۱۹ سنہ ۱۷ جلوس شاہجہانی مطابق سنہ ۱۰۵۳ھ کو ظہور مین آیا تھا
ابتک نواب دلیر خان کو دلیر خانی خطاب نہین ملا تھا اور وہ جلال خان اصلی نام کے ساتھ موسوم
تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ مین موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی
ملازم و منصبدار تھا اسلیے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ مین درج ہین اسکے چشم دیدہ ہین اور
آسام کی جنگ مصنف نے خود دلیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات پر
مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغگی غسلخانہ شاہجہانی پر معہ خلعت و اسپ و فیل
کے سرفراز ہوا کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ وقائع نویسی کی خدمت پر

مقرر ہوا اور کبھی دفتر جاگیر کا صدر رہا اپنا نام ابو الفضل معموری لکھتا ہے عہد عالمگیری دفتر تن کا داروغہ رہا
ماثر الامرا مین ہے کہ عالمگیر کا دسوان سال جلوس تھا کہ دلیر خان[1] سرحد دیوگڈھ سے دکن کو
روانہ ہوے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوے۔ ماثر عالمگیری کے صفحۂ (۱۰۲) مین مرقوم ہے کہ
۷ اذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیوگڈھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت دیکر اورنگ آباد چلے گئے اس عرصہ مین عید الضحے آئی اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جمدہر مرصع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔
پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگہ اورنگ آباد
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ مین راجہ جے سنگہ کو

[1] خانمذکور در سال دہم از سرحد دیوگڈہ روانہ گشتہ کاربند حکم گردید ماثر الامرا ۲ ہفتدہم بعرض والا رسید کہ دلیر خان زمیندار دیوگڈھ را بدستور سابق برمحال زمینداریش استقلال دادہ باورنگ آباد شتافت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری ۳ دہم اداے فتن بعیدگاہ جہت داے صلوۃ عید الضحے و قربانی بتقدیم رسید بدلیر خان خلعت و جمدہر مرصع مصحوب گرز بردار اشرف ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔
راجہ جیسنگہ راجہ مانسنگہ والی جے پور جو دربار اکبری کے نورتن تھے پردتے تھے انکے باپ کا نام مہاسنگہ تھا جو جگت سنگہ کچھواہہ کے بیٹے تھے بعد انتقال باپ کے یہ حسب الطلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت مین پہونچے اور ۱۲ برس کی عمر مین منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و ہاتھی سے سرفراز ہوے سلطان پرویز کے ہمراہ مہم دکن کے لیے تعینات ہوے اور متواتر اضافہ مناصب سے سربلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر کے جب خانجہان لودی نے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوے مگر اجمیر سے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جب شاہجہان تخت نشین ہوا تو اسکے حضور مین حاضر ہو کر باضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب و نقارہ سے سرفراز ہوے اسی سال نذر محمد خان والی بلخ نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہابت خان خانان یہ اسکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسکے بعد خانجہان لودی کے تعاقب و سلطان شجاع کے ہمراہ مہم دکن اور ساہو بھونسلہ کی تادیب و سلطان مرادبخش کے ہمراہ کابل کی روانگی مین متعدد خدمات بجالاے ۲۳ شاہجہانی مین منصب پنجہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک دکن مین راجہ نے خوب خدمتین کین تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعدہ مالاے مروارید اور ہاتھی و خطاب مرزا راجہ ائی سے شاہجہان کے حضور مین سرخرو ہوے ۱۸ سنہ مین بجاے خاندوران خان کے دکن کی صوبہ داری مستقل راجہ کو عطا ہوئی ۲۰ سنہ مین بلخ کی مہم مین اورنگزیب کے ہمراہ بھیجے گئے اور ۲۷ سنہ شاہجہانی مین جملۃ الملک سعد اللہ خان وزیر اعظم کے ہمراہ قلعہ چتوڑ کے انہدام کو بھیجے گئے ۳۱ سنہ کو شاہجہان کی علالت مین جب سپہری سلیمان شکوہ محمد شجاع کی مہم کو بھیجے گئے تو دارا شکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچہزار سوار دو اسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگزیب عالمگیر سے ملا اور فتح اجمیر کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالامال ہوے سیواجی اور عادلشاہی تنبیہ کے بعد حسب الطلب راجہ جیسنگہ دکن سے دار السلطنت کو آرہے تھے برہانپور مین ۱۰۷۷ سنہ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمدہ اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے۔

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور ۷ اشوال سنہ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبیداری پر رخصت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگہ کو لکھا کہ جسوقت شاہزادہ وہان پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب الحکم اورنگ آباد سے آرہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ کو انتقال کر گئے انکے مرنیسے بالا گھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ ہے بگڑ گیا راجہ جیسنگہ دلیر خان کے بڑے دوست تھے القصہ دلیر خان جب دکن پہونچے تو یہان کی مہم کیلیے بادشاہ نے خانجہان بہادر کوکلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمۃ الجیش دلیر خان تھے دلیر خان کے کارنامے دکن مین ایسے ایسے عظیم الشان ہوے ہین کہ جو تمام ملک کے باشندونکی زبانپر چڑھ گئے تھے دریاے بھمرہ کے اسپار جو لڑائی کہ بیجاپوریون سے ہوئی تھی اس رستم زمانہ سے وہ وہ بہادریان ظہور مین آئی تھین کہ دوست دشمن سب نے تحسین کی تھی یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیونکے سر اور ہاتھیونکی سونڈین مثل گوئے چوگان کے میدان رزم مین پڑی ہوئی تھین مصنف لکھتا ہے ؎

فلندہ ہمہ دشت خرطوم فیل ۔۔۔ فتادہ تن کشتگان چند میل

زخرطوم فیل و سر جنگجوے ۔۔۔ ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوے

اس لڑائی مین جو اس کی درستی اور انتہاے جرأت سے چار پانچ روز ہاتھیون و گھوڑون کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوے بیجاپوریونکے تعاقب مین اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

۵۱ کارنامہاے دلیر خان در دیار دکن السنہ و افواہ وضیع و شریف ایر و سایر است در جنگے کہ خانجہان بہادر کوکلتاس ہمراہ بود دلیر خان از طرف آب بھمرہ بعساکر بیجاپور واقع شد تلاشہاے نمایان و ثبات پاے پا بر جا ازان رستم زمان ظہور یافت موجب تحسین و آفرین دوست و دشمن گردید تا چند کروہ خرطوم فیل و سر آدم گوے چوگان دلیران بود۔ و بسا زمان کہ عرصہ بر فوج بادشاہی تنگ گردید ناچار با فزونی ہمت و درستی حواس لب بستہ کرد و چہار پنج روز بالاے پشت فیلان و اسپان جنگ کنان بدنبال بیجاپوریان سطے نمودہ بودند در سہ ہفتہ برفتار تہقری رخصت نمودند۔ از ماثر الامرا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتونمین اپنی جگھ پر واپس آئے۔

اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ مین ہی اور وہ غنیم یعنی مرہٹونکے ہاتھ مین آگیا تھا اور قلعہ دار[1] کو معتوب و بے منصب کیا گیا اس زمن مین فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیا سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ مین مشغول ہوے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آے مگر اس عرصہ مین وہان وبا کی شدت ہوئی اور آب وہوا نہایت ردی ہوگئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر وہانسے ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کاربند ہوے اسی ضمن مین سیواجی جب دہلی سے بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کر کے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانجہان بہادر اسکے سر پر جا کر اچھی طرح گوشمالی کردین خانجہان نے اس خیال سے کہ سیواجی سے لڑنیکے لیے ابھی سپاہ کافی نہین جمع ہوئی لڑتیمین توقف کیا اور جسقدر گھاٹ تھے انکی راہین بند کین کہ ان مقامونسے مرہٹے حملہ نہ کر سکین اور جابجا درون پر توپخانہ لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگزیب کے سردارونمین سب سے زیادہ دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ مین کامیاب ہو چکے تھے انھون نے جنگ محفوظہ کی غلطیون کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعونپر حملہ کرنا چاہیے مگر خانجہان اسکو نہ سمجھا مرہٹونکے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان درون سے جنکو خانجہان نے روکا تھا آئینگے مگر وہ مختلف گروہونمین منقسم

---

[1] قلعہ سالیر تعلقہ بگلانہ بہ تسخیر کفار در آمد قلعہ دار لے بے منصب و معتوب فرمودند ویرلا فرمان مصحوب گرز برداران بنام دلیر خان صادر گردید کہ خود را بپالاے قلعہ رسانده قلعہ از اشقیا بر آورد دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ بپلے قلعہ آمده بمحاصره پرداخت وجلادت بجا آورد و بسیار مردمان کشتہ وشہید گشتند وچانگزا ابے وہواے آن قلعہ بتضییع وہلاک مردم کشید بعده کہ ایام محاصره بطول کشید بجضور خبر رسید حکم برخاستن دلیر خان فرمود

ہوکر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت اہونسے روکا مگر وہ اس ارادہ
مین کامیاب نہوا ادہر سیواجی نے اپنے سوارونکو چوتھ وصول کرنیکے لیے چارونطرف
پھیلادیا ۱۶۷۵ء مین دلیرخان نے سیواجی کے ملک پر دست درازی شروع کی جب ہمیراو
سیواجی کے فوج کا ایک سردار گوداوری سے اتر کر اپنے گھر کیطرف آرہا تھا تو راہ مین
دلیرخان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لیجا سکا۔
جسوقت دلیرخان و خانجہان دوسری طرف لڑائی مین مصروف تھے تو ہمیراو مغلون
کے ملک مین آیا اور خوب لوٹا ۱۶۷۲ء مین جب علی عادلشاہ والی بیجاپور فالج مین مبتلا
ہوکر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوا سکندر عادلشاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال
کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالمجید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم[1] عرف
بہلول خان و مظفرخان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس
گھر کا کوئی خیرخواہ نہ تھا اسلیے سیواجی نے بیجاپور کو کمزور سمجھکر بادشاہی لشکر سے صلح
کی اور بیجاپور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجاپور کی نازک حالت دیکھکر
خانجہان بہادر سے عہد وپیمان کیے کہ بیجاپور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہیگی اور
اورنگزیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیاہی جائیگی لیکن عبدالکریم
اور دیگر امیرون نے ان عہد وپیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کرکے مار ڈالا
اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجاپور کیطرف آیا تو بیجاپور والے اس سے
کئی لڑائیان لڑے جنمین بیجاپور والون کا پلہ غالب رہا عبداللہ الکریم دلیرخان کا
ہموطن دوست تھا اسلیے اسکے ذریعہ سے دونون مین صلح ہوگئی۔

[1] عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالرؤف عرف دلیر میانہ دوہزاری پانصدی کے منصب پر شاہجہان کے پاس ملازم ہوا

سیواجی نے خانجہان سے درخواست کی کہ مین بادشاہی ملک نہین لونگا مگر اورنگ زیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہین کی دلیر خان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جاوے اور عبدالکریم وزیر بیجاپور اور بیجاپور کی فوج سے اعانت لیجاوے بادشاہ نے دلیرخان کی یہ راے پسند کی اور خانجہان کو اپنے پاس بلالیا اور دلیرخان کو اسکی جگہ پر مقرر کردیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کرنیکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیواجی سے سازش کرلی تھی عبدالکریم وزیر بیجاپور ۱۰۸۶ھ مین مرگیا تو دلیرخان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جاوے وہ جوہر سیدی کا داماد تھا دلیرخان کی کوشش سے سلطنت بیجاپور کا وہ وزیر مقرر ہوگیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیرخان کے قرضہ کی ادائیگی اور ملک مین امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر مین پہونچا دینے کے اقرار کیے۔

دلیرخان بیجاپور سے ان عہد وپیمان لینے کے بعد بیرگرام مین گئے مگر دلیرخان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیرخان کو لکھا کہ بیجاپور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کرکے جتنی سپاہ زیادہ ہوسکے اپنی طرف کرلینا چاہیے کیونکہ ولایت بیجاپور کو بادشاہ اپنے ملک مین شامل کرلینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانجہان لودی کے ہمراہ نظام الملک سے جاملا اسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جسکا خطاب بہلول خان عبدالرؤف تھا بیجاپور مین صاحب منصب ہوا خواص خان اور بہلول خان کے درمیان مین رنج ہونیسے دکنیون اور افغانون کے باہم ملال پیدا ہوا بعض والی حیدرآباد سے رجوع ہوے نواب دلیرخان اور عبدالکریم بہلول خان سے بوجہ مناسبت ہمقومی اور ہمزبانی کے نہایت لطف تھا دونون سردار اتفاق کرکے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدرآباد پر چڑھے اسعرصہ مین بہلول خان کا انتقال ہوگیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا سنہ ۲۹ جلوس عالمگیری مین بعد فتح بیجاپور کے جبکہ نواب دلیرخان کا انتقال ہوچکا تھا اورنگ زیب نے دلیرخانی کا خطاب دیا اور شرزہ کو رستم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہر دو بیجاپوری سردارون کو شش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بیجا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ
کرنا چاہیے دلیرخان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل مین آمادہ ہوے
اول بادشاہ بی بی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑے کے بادشاہ بی بی خود دلیرخان کے
لشکر مین چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کسیطرح بچ جاے دلیرخان نے اسکو اورنگ آباد
بھیجدیا اور بیجا پور کا محاصرہ کیا جب بیجا پور والے مایوس ہوے تو وہانکے وزیر مسعود خان
نے سیواجی سے مدد مانگی اسنے دلیرخان کی فوج پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا تاکہ محصورین کا
پیچھا چھوٹے اس مطلب کے لیے سیواجی نے نیالہ مین بہت سے سوار جمع کیے اور بیجا پور کیطرف
چلا مگر اس سیلنے کھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو مین عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانیکی
تاب نہین ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جا کر کترایا اور بادشاہی علاقہ
پر حملہ کرنے لگا دلیرخان جو فن سپہ گری مین یکتاے روزگار تھے اسوقت
انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہمقوم ذی جرات اور
بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت تھوڑی فوج نسے بھی بڑا کام
کام دیسکتی ہے دلیرخان نے محاصرہ کو نہین چھوڑا سیواجی نے دیہات کو جلا کر
خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد مین تھا اسکے حکم سے دس ہزار سوارون
نے جمع ہوکر سنگم نیر کے قریب سیواجی کو ایسا گھیر لیا کہ مارہی لیا تھا مگر بقول عالمگیر وہ
پہاڑی چوہا تھا کسی بل مین ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر
نے پھر اسے بلایا وہ دلیرخان کے مقابلے کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزارون
مرہٹے بر چھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان اڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بیجا پور
تک نہ پہونچا تھا کہ یکایک اسکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیرخان کے پاس آ گیا

دلیرخان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ مین اتارا سیواجی نے سنبھاجی کو عیاشی کیوجہ سے ناخوش ہوکر قلعہ پرنالہ مین قید کردیا تھا وہ ایک برہمن کی بیوی سے ناجایز تعلق کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیرخان کے پاس آیا دلیرخان نے بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ مین بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب اسکے ہتکھنڈون سے واقف ہے وہ مرہٹون کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرضکہ گوشت خر دندان سگ کا تماشہ دکھلائیگا بادشاہ نے دلیرخان کے نام حکم بھیجا کہ اسے پا بزنجیر ہمارے پاس بھیجدو دلیرخان نے یہ وضعداری کے خلاف سمجھا اور اوس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چندروز باپکو بیٹے کے سبب سے پریشانی رہی جب سیواجی کو دلیرخان کی بدولت اس پریشانی سے نجات ملی تو اسنے ہمیرراؤ کو بیجاپور کی مدد کو بھیجا وہ آکر مست خان سے لڑا اودھر خاندیس مین مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادھر ہمیرراؤ اپنی فوج لیے ہوے دلیرخان کے لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیرخان بھی اتکو دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جابجا انکی رسد پر چھاپہ مارے جاتے تھے اور کسیطرح رسد انکے لشکر تک نہین پہونچتی تھی اب برسات آگئی اور محاصرہ اٹھالیا گیا آخر برسات مین وہ میدانی ملک کے لوٹ مین مصروف ہوا معلوم نہین کہ سیواجی کے دلمین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاک مین ملگئے کہ اسکو بخار چڑھا اور یکایک ایسی طبیعت بگڑی کہ سنہ ۱۰۸۰ھ مین ترپن برس کی عمر مین سیواجی[۱] دنیا سے انتقال

[۱] سیواجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب مین مندرج ہے کہ جب سیواجی کے ظلم و آزار حد سے زیادہ مخلوق پر طاری ہوگئے تو مظلومون کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی اسکی ہلاکت کی باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد ہاشم خافی خان کے صفحہ ۲۴۰ مین یہ ہے کہ جب سنہ ۲۳ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ مین

کر گیا اور بجائے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیجا عدہ لشکر
مین بے انتظامی پھیلگئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملک تباہ ہوگیا بہت
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم مین اپنے باپ سے بڑھگیا تھا سیواجی سوائے غارتگری قافلہ
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیونکے اہل وعیال وعورات کے متعلق اپنے
سپاہیون اور ملازمون سے تاکید رکھتا تھا برخلاف اسکے سنبھاجی مراجی اور عیاش
تھا غیر قوم کی عورتین اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس وآبرو پر دست درازی کرتا تھا
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی وراہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنی ظلمون سے
صرف یہ ایک واقعہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی بیس
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برار کے اطراف کو لوٹتا ہوا بہادر پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
قصبہ بہادر پورہ برہانپور سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور اسمین جوہری صراف وتجار لکھ پتی
آباد تھے لاکھون روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان وزر وجواہر
رکھتے تھے یہانکے باشندے غافل وبیخبر تھے کہ یکبارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آگرے

بقیہ صفحہ ماقبل سیواجی معہ اپنے غارتگرونکے خاندیس مین آیا اور قصبہ دہرمگانو جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جالنہ مین پہنچا
اس قصبہ مین سید جان محمد جو درویشان واصل الی اللہ وصاحب عزت سے تھے رہا کرتے تھے جسوقت کہ اس قصبہ مین مرہٹے لوٹنے آئے
مسلمان ودیگر غربا اپنے اہل وعیال لیکر حضرت حقایق ومعارف آگاہ کے گھر چھپتے اور پناہ پاتے اس سال بھی اکثر اشخاص
معہ اپنے مال وعیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ گزین ہوئے سیواجی نے سید صاحب کا کچھ پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب
کے گھر پر چڑھگیا سبکو لوٹا اور قید کیا بلکہ ممانعت کرنے سے سید صاحب اور انسے جو لوگ منسوب تھے انکی زجر وتوبیخ پر بھی زبان
وہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت دعا مین شہرۂ آفاق تھے انھون نے بد دعا کے ہاتھ اٹھالئے
اور انکی توجہ باطنی سے فوراً تیر قضا کا اسکے لگا اور سیواجی اسی مہینہ مین نواح مرتضے آباد مین مرگیا۔ یہی مضمون شاہنشاہنامہ
کے صفحہ ۵۳۸ مین بھی مرقوم ہے۔

ظالمون نے [illegible] کہ مسلمانون کوئی شخص ایک حبہ از قسم مال اور بال بچونکو باہر نہ لیجاسکا
اور خانزمانخان جو ہفت ہزاری منصبدار تھا [illegible] آگ لگادی [illegible]
بہادر کا نائب تھا اور [illegible] سے زیادہ سوار اوسکے پاس نہ تھے وہ اس
واردات سے اسوقت خبردار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اوسنے
مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہوگیا حسنگنج جسکو نورالحسن خان نے آباد کیا تھا
اور شاہگنج جسکو شاہ بداغ خان نے بسایا تھا اور شاہجہان پورہ جسکو بہادر خان نے
آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین بسایا تھا
غرضکہ یہ بیس نامی قصبے جو برہانپور کی شہرپناہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ مین
لاکھون روپیہ کا مال وسامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاہ کر دیے تین روز تک بازار
ظلم ولوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی برہانپور کے علما و فضلا نے عرضداشت جسمین
مسلمانونکی مال وناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور اورنگ زیب نے
اسکے جواب مین لکھا کہ مابدولت خود ان ظالمونکی تنبیہ کو دکن کے آنیکا عزم رکھتا ہی اسکے بعد
ایکماہ تک سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزار پہونچاتا رہا مگر جب اورنگ زیب دکن گیا ہی تو ۱۱۰۰ھ
مطابق [illegible] کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگ زیب کے حضور مین قتل
ہوا اس واقعہ کی تاریخ سے بازن فرزند سنبھا شد اسیر سے نکلتی ہے سیواجی کا ایک
خط اورنگ زیب کے نام راجہ کولاپور کے پاس ابتک موجود ہے۔
ماثر عالمگیری مین ہی کہ سنبھاجی کے قلعجات ومحالات خانجہان[1] بہادر کوکلتاش ودلیرخان

[1] خانجہان بہادر ظفرجنگ کوکلتاس ودلیرخان وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ و دیگر امرایان عظام باناموس قلعجات ومحالات متعلقہ آن کہ از تصرف غنیم لئیم رجیم تا این مدت بکوشش مرادان وساعی نمایان برآوردہ اند ضمیمہ قلمرو محروسہ گردید ۳۲۵ ماثر عالمگیری۔

وغازی الدین خان بہادر فیروزجنگ اور بعض دیگر امرا کی کوشش سے ۲۷ سنج تک بادشاہی ملک مین شامل ہو گئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات حاصل ہوے انکے اسباب یہ مہیا ہو گئے تھے اول یہ کہ بادشاہ خود شمالی و مشرقی فوجونکے ساتھ لڑائیمین مصروف تھا دکن کیطرف وہ بذات خود جانہین سکتا تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ دار دکن تھا اسکے پاس سپاہ مرہٹونکے مقابلہ کیلیے کافی نہتھی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپکے مرنیکے بعد بادشاہ ہونیکے لیے اپنی سپاہ وطرفدارونکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو کمک نبھیجنے سے بادشاہ بکارہی کرتا رہا اسکے علاوہ بیجاپور وحیدرآباد کے سلاطین کی کمزوری ونااتفاقی سے کبھی سیواجی ادہر ہو کر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اودہر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ دکن مین کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اُسنے ۱۰۸۱ھ مین مہابت خان کو معہ آغرخان کے کابل سے بلا کر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم کو خیال مین نہین لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایکہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ نے راجہ جسونت سنگہ کو بلا لیا مہابت خان نے یہان اکر سیواجی کے قلعونکو فتح کرنا شروع کر دیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی مین تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور اسکے بچانے مین جان ودل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ مین ذخیرہ اور سامان رسد کافی نہ تھا اسکے نواح مین جو عمدہ اور منتخب دوہزار سوار تھے پٹھانون نے انکے پرخے اڑا دیے آغرخان نے پھول پتہ کی تسخیر مین بڑی بہادری دکھائی اسنے خانجہان بہادر کو کلتاس کیساتھ ابتدا مین دلیر خان

لہ و تردد یکہ آغرخان ابتدا ہمراہ خانجہان کوکلتاس بازدرقراولی دلیرخان شیردل نمودہ اگر مفصل عرض نگارد محمول باغراق میگردد

کی ہراولی مین بڑے بڑے کارنمایان کیے دلیرخان کی مرہٹونکی فوجون سے اکثر لڑائیان ہوتی ہین مرہٹے کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا مین وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو وہ شعاہ گرد جنگلون کیطرف سے ہزارون نکل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایکروز دلیرخان کے مقابلہ مین چار پانچسو سوار پہلے نمودار ہوے اسوقت آغرخان[1] کے ساتھ ہراول مین بہت کم آدمی تھے مگر وہ لنکے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ مین دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے اور وہ اُنکے تعاقب مین گیا مرہٹون نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹونکے نمودار ہوے اور ہجوم کرکے لڑنے لگے آغرخان اُنپر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑون پر شیر گرتا ہے ہر طرف وہ تلوار سے انکا منھ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹونکے مارے گئے اب مرہٹونکو شکست عظیم ہوئی دلیرخان نے آغرخان کے پاس آکر اُسکی تحسین و آفرین کی آغرنامہ مین لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل درین ضمن دلیرخان نزد آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرنامۂ منظم آوردہ ۱۲ شاہنشاہ نامہ

[1] آغرخان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغر اولاد یافث بن نوح علیہ السلام سے تھی لہذا اسی نام سے ملقب ہوا اسکا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکون مین آغرخان نے بہادری کے جوہر دکھلائے ہین نہایت بدھڑک اور صاحب جرات شخص تھا دلیرخان کے ساتھ اکثر رہا ہے بنگالہ مین جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ مین یہ دلیرخان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان واقعات مین اسکا تذکرہ آچکا ہے خانخانان اسکی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا سو جہت سے وہ ناخوش رہتا تھا ایکروز یہ بلا دستک خانخانان کے گھر آیا اور زبردستی اجازت لیکر دار السلطنت چلا جس سے معتوب شاہی ہوا پھر بحال ہوا ملکیان کابل مین تعینات ہوا اور خیبر مین جب مہمند و یوسف زی افغانون نے شورش کی تھی تو اسنے خوب تنبیہ کی تھی اسنے اسقدر نامی پٹھانونکے سر کاٹے تھے کہ اسکی مینار بنائی تھی اسکا نام وہان بچونکے ڈرانے مین مشہور ہوگیا تھا اس سخت مہم مین بادشاہ نے مومیائی و تعویذ اپنے خط مبارک سے لکھکر اسکو بھیجا تھا سلوچ عالمگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا ۲۲ سنہ مین نقارہ مرحمت ہوا تھا ۲۵ سنہ کے بعد نواح اکبرآباد مین جاٹون نے سر اٹھایا اور قطاع الطریقی اختیار کی چند گاڑیان ایک قافلہ کی جاٹون سے اسنے چھینکر اونکی گڈھی پر حملہ کیا اتفاق سے ایک بندوق کی گولی اسکے لگی اور ۱۰۲ سنہ ھ مین آغرخان جان بحق ہوا۔

بہر یک ز ایشان ہزار از غنیم	مقابل شدہ تندید بود جسیم
چنان کشتہ شد از عدو بیحساب	ندیدہ زمین ہمچو او آفتاب
چو دشمن بگردید عاجز ز جنگ	براہ گریز آمد و بے درنگ
دلیر خان رسید از قفا آن زمان	بکرد آفرین بر چنان پہلوان

دلیر خان جس پہلوان بہادر کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب فخر و مباہات تھا چنانچہ مصنف آغر نامہ نے دلیر خان کی تحسین آغر خان کی بہادری کی سند ہے اور اسکو نظم مین لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹونکی شاہی لشکر کے ہاتھ آئین پونا کہ جو مسکن سیواجی کا مسکن تھا تاخت کیگئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغر خان کے بیٹے نے جو آغر خان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار مین مرہٹونکے نشانونکا ایک چبوترہ بھی چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض والیان ملک کے ساتھ ہندوستانی سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کیخدمت مین سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کرا دیتے تھے رانا والی اودیپور راجپوتانہ کی جنگ مین جب بادشاہی لشکر سے عاجز آگیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اورنگزیب نے اسکی معافی منظور کی اسلیے رانا اودیپور ۱۷ جمادی الثانی کو تالاب اج سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت[۱] دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور مین لائے رانا نے پانسو اشرفی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش مین

[۱] ہفتم جمادی الثانی رانا بر تالاب سمند ر بدولت ملازمت شاہزادہ ابر بخش کرم گستر لے بر روے کار خویش آورد دلیر خان پذیرا شدہ آوردند از آنجا رانا بخانہ شہامت و ثار دلیر خان رفت خان مذکور اقامت گویا از طرف خود با و رسانید پارچہ سہ تقوز و شمشیر مرصع یکقبضہ سپر یک مرصع و برچھی بنت کاروہ سر اسپ و یک زنجیر فیل و بہ پسر رانا پارچہ تقوز و خنجر مرصع و اسپی مرصع و بازوبند مرصع و دو سر عنایت نمود

گذراننے اور آداب بجا لایا دہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور جمدھر معہ پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا معہ ساز طلائی اور ایک ہاتھی معہ ساز نقرئی کے عطا ہوا اور خطاب اتالیقی بدستور بحال رکھا گیا اور منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا مرحمت ہوا اور اسکے ہمراہیونکو ایک خلعت اور دس جمدھر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوے اور اجازت رخصت ہونیکی دیگئی وہانسے راناوالی اودیپور دلیرخان کے گھر آیا دلیرخان نے اسکو ٹھہرنیکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جسپر جڑاو پھول بنے ہوے تھے اور ایک برچھی منبت کا اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نہایت گرانقدر تھا اور ایک خنجر مرصع اور ایک ارسی مرصع اور ایک جوڑ بازوبند مرصع اور دو گھوڑے

دلیرخان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت حشم و خدم پر بڑا اتمیاز تھا اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستانکے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت کو سر نہین جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کیخدمت مین نہین بھیجتا تھا یہ رانا نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد مین پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ و پیکار ختم ہوئی شہنشاہ اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پرتاب سنگہ کو فرمانبردار بنانیکی غرض سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگہ اور دیگر امرا کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوجکشی کی مگر وہ پورا مطیع نہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہین بجالاتا تھا جب اسپر لشکرکشی کیجاتی تو وہ دشوار گذار پہاڑونمین چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک اودیسنگہ جسنے اودیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگہ جسکا بیٹا امر سنگہ تھا جسکو گوشمالی شاہجہان نے دی تھی دلیر خان نے اس انکے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے دلیر خانکی عزت وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے راجپوتون نے جب ۲۴ سنہ جلوس مین قومی اتفاق کر کے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتونکے مطیع کرنیمین پوری قوت صرف کر دی تھی مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہو جانیسے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتونکی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح کے خواستگار ہوے اس جنگ مین دلیر خان کے واسطہ سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ ٹاڈنامہ راجستان مین اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جمیس ٹاڈ صاحب سابق پولٹیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چہارم کے ملاحظہ و منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو مین ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے یہ تحریر ہے۔ کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیر خان کی سرکردگی مین مارواڑہ سے درہ دسیوری کیطرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھا یہ پہاڑی لڑائی راجپوت نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو درہ مین شکست ہوئی اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد اعظم کے مقام وہ باڑی مین دلیر خان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا مگر ایک افسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیر خان کے زیر حکم خدمتگذاری کرتا تھا ان مشکلات کو آسان کر دیا وہ اپنے وطن کے جانیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور جسطرح کہ کوئی شخص سفر مین نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہی رانا کے پاس آیا اور اسنے

معاملات جنگ مین گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اجپوت لڑائی کے پچھڑنیسے مغموم ہین اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند نہین کریگا لیکن اگر کوئی شخص مصالحت کا خواستگار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور کریگا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میریطرف سے شہنشاہ کیخدمت مین پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اجپوتونکی تاریخ بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ مین اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان مین آیا تھا راجہ شیام سنگہ ساکن بیکانیر درج ہے رانا راجسنگہ نے اورنگ زیب سے عہد وپیمان کیے اور شاہزادہ اعظم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کار مقرر ہوے دلیرخان ہمیشہ اسموقع پر جبکہ صلحنامہ کے بارہ مین گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگہ کی طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوے تھے یہ سب تعداد مین ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد اعظم نے جو رانا کے حسب ونسب اور عالی خاندان ہونیسے خوب واقف تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہدنامہ مین جرمانہ برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی وبغاوت مین مددگار رہا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم رکھنے کے لیے عہدنامہ مین درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمزی جھنڈا اور شامیانہ وچھتر آیندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونا طے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد حاصل ہوے فرزندان دلیرخان اس مصالحت کے دوران مین بطور یرغمال وسپردگی کے دیئے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت

دلیرخان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمھارے امیر تو اکھڑ ہین اور میرے فرزند بطور یرغمال کے تمھاری حفاظت مین تم خاطر جمع رکھو کہ مین اپنی جان قربان کر کے تمھارے ملک کو بحال کرا دونگا بدین وجہ کہ تمھارے باپ سے مجھسے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیرخان اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن واردا تین ایسی واقع ہوتی تھین کہ کوشش کچھ کارگر نہوتی تھی رانا کو بمجبوری ملک چھوڑ کر کموری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیرخان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورہ بالا سے چند باتین ثابت ہوتی ہین اول نواب دلیرخان کی مہم راجپوتانہ مین موجودگی دوسرے رانا سے اودیپور سے دوستی تیسرے امر صلح مین کوشش چوتھے بادشاہ کیطرف سے انکے فرزندون کا ضمانتاً رانا کے یہان بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ راجپوتانہ مین جو اورنگزیب سے جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہین ملی جس سے نواب دلیرخان کے کارنامے اور انکے فرزندونکے نام کہ کون کون صاحبزادہ یرغمال مین بھیجے گئے تھے معلوم ہو سکتے ٹاڈ صاحب موصوف نے صرف اسکے واقعات کو تحریر کیا ہے جسمین مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسوین سال جلوس کے حسب الحکم دلیرخان دکن کو روانہ ہوئے اور وہان پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہین مگر ۱۰۷۸ھ مین بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی مین بادشاہ کے پاس آئے اسعرصہ مین

ــــــــ

؎ در سال سیزدہم باستان بوس خلافت چہرہ دولت برافروخت واز تغیر عابدخان بصوبہ داری ملتان رخصت یافت ۱۲ مآثر الامرا

عابدخان کی تبدیلی ہوئی اور بجاے انکے دلیرخان صوبہ دار ملتان کیے گئے
اور وہان جاکر ایوان صوبہ داری کو انھون نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام مین مصروف ہے
سنہ ۱۹ جلوس عالمگیری مین جب صوبۂ ملتان شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر مین دیا گیا تو
دلیرخان بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے
انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔
سنہ ۲۰ جلوس مین جب خانجہان بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتوب ہوا تو دلیرخان

لہ عابدخان کا عرفی نام قلیچ خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد مین ہین یہ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان مین وارد ہوے یہ غازی الدین خان فیروزجنگ کے پدر بزرگوار اور نظام الملک اصفجاہ کے دادا تھے یعنی حضور نظام فرمانرواے دکن کے مورث اعلیٰ ہین صوبہ ملتان مین انھین عابدخان کی جگہ پر دلیرخان مقرر ہوے پہلے عابدخان چار ہزاری منصب فائز ہوے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہونچے صدارت کل کا منصب بھی انھین حاصل ہوا سنہ ۱۰۹۷ھ مین قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگا یہ کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آئے جمدۃ الملک اسدخان وزیر اعظم انکی عیادت کو آئے جراح ہڈیون کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھے ہوے ایک ہاتھ سے قہوہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتین کرتے جاتے تھے اور پیشانی پر شکن نہین آتی تھی کہتے تھے کہ بخیہ دوز خوب ہاتھ آیا ہے اوسحالت مین ۱۰۹۸ھ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل اعظم سمرقند کے تھے اور وہ پسر الہداد صاحب ابن عبدالرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابدخان صوبہ دار دکن و اجمیر ملتان کئی جگہ کے رہے ہین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروزجنگ کو نواب سعداللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی

لہ و در سال نوزدہم ان صوبہ بتیول شاہزادہ محمد اعظم شاہ مقرر شد خان مذکور بحضور رسیدہ بسیاق دکن مرخص گردیدہ۔

لہ چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتوب شد خبر داے آن دیار بان سردار نامدار مفوض گشت کہ تا تعین صوبہ دار مہمات آنجا بصوابدید او تقدیم یابد۔

لہ خانجہان کی معتوبی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر مین فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعتراض پر وہ متاثر نہین ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہونچکر اوسنے گرفتاری سے اغماض کیا سر دربار بادشاہ کے کوکہ یعنی رضاعی بھائی ہونے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی مین بدخیالی کرتا تھا سنہ ۴۱ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۸ھ کو یہ مرض الموت مین مبتلا ہوا۔ ۶ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیر اوسکی عیادت کو گیا ۱۹۔ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امیر عالیشان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہتا

اوسکی جگہ پر مقرر ہوے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجکی سپہ سالاری
دلیرخان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا و ہان کے
جملہ مالی و فوجی مہمات انکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

سنہ ۲۱ مین دلیرخان اور حیدرآبادیون سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہاتھی
انکا زخم بان سے ہلاک ہوگیا اور خانموصوف کی سواری کا جو ہاتھی تھا اسکے ایک
گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے
ہلاک ہوگیا اور بان سے دلیرخان کے گریبان مین آگ لگ گئی مگر چھاگل کے
پانی سے جو ساتھ مین رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُسروز بیشمار آدمی غنیم کے قتل
کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیرخانکے فوجکی بھی کام آئی دلیرخان اس روز
لڑتے ہوے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوے شام کیوقت اپنے خیمہ مین پہونچے۔

سنہ ۲۲ مین قلعہ منگل بیدھ دلیرخان کے حسن تردد سے سیواجی کے قبضہ سے
نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری مین ہے کہ جب قلعہ منگل بیدھ دلیرخان نے سیواجی
سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر اوسکی مجلس مین نظم و نثر و تلوار و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے و ادویہ شتی کا تذکرہ رہا کرتا تھا۔

لہ وقایع نگار معروضداشت کہ دلیرخان با منازعان گلکنڈہ آویزشے سخت دست داد یک فیل بزخم بان بکار آمد و بفیل
سواری خانمذکور زخم تفنگ رسید و خدمتگاری کہ عقب خان مذکور بر فیل نشستہ بود بزخم بان جان درباخت و آتش
بان در گریبانخان افتاد و از آب چھاگل فرونشاندند مردم بسیارے از مخالفان بر خاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان
بکار آمدند جنگ کنان خبر لشکر یافتہ شام بخیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

ےہ نہم رمضان عرضداشت دلیرخان رسید کہ قلعہ منگل بیدہ واز تصرف سیوا بر آمد۔ ماثر عالمگیری۔

۲۶ سنہ میں جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں رونق افروز تھا اُسنے دلیر خان کو بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہووے تم بھی میرے حضور میں رہو اس زمانہ میں دلیر خان سخت علیل تھے۔

نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت کے دہلی سے صوبہ اودھ کیطرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد میں سرکار قنوج و کالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ میں سرکار اودہ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی میں رہا کرتے ہین انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب و جانشین مقرر کیا تھا غرضکہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جسجگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگئی کہٹرہ کے نام سے بستا تھا اور اسمین ٹھٹھرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیان بنالی تھین ٹھٹھرونکی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک مدت کے بعد یہان کی حکومت برہمنان بیرام کے قبضہ مین آئی وہ برہمن اسوقت مین پانڈے کہے جاتے تھے جب انھون نے پیشہ بغاوت و راہزنی کا اختیار کیا اور خزانہ شاہی جو ملک اودھ سے دارالسلطنت دہلی کو جاتا تھا لوٹ لیا تب انپر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے استیصال کیلیے مقرر ہوے بعض مستند ذرایع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پرگنہ کانٹھ ضلع شاہجہانپور

مین آئے اور اپنا لشکر ڈالا اور یہانکے باغیونکے دریافت حال کے لیے مخبرونکو مقرر کیا مخبرون نے جاکر یہ خبر پہونچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑھیون وغیرہ مین رہا کرتے ہین ایکروز انکے نہان کا ہوگا وس روز موقع حملہ کرنیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایکروز تالاب رتیہنا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے نہانیکے واسطے جمع ہوے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان انکے سر پر پہونچگئے اسمقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہین کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کرکے یہانسے پانچ کوس پر لشکر کا پڑاو ڈالا تھا اور قصبہ پالی مین قیام کیا تھا جاسوسون کے خبر دینے سے وہ یہان آگئے اور انکی گڑھیونپر جنکے ڈھیر محلہ کھیڑہ کے قریب پلے جاتے ہین چڑھائی کردی اور تالاب رتیہنے کا محاصرہ کرکے لڑائی چھیڑدی گڑھیان چھین لین اور میلہ پر سبکو پسپا کرکے بہت سے تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت سے اسیر کرلیے مشہور ہے کہ بارہ ہزار جرار فوج دلیر خان کے ساتھ تھی اسمین سے بارہ سو پٹھان بھی قتل ہوے اور بہتسے پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ مین پیشگاہ سلطانی سے یہ علاقہ معہ قصبہ انگئی وبیس پورے کے جسمین مواضعات آباد وکچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ افتاب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیٹر سرکاری مین یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرونکا نکلنا اور انکے بعد چھترونکا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیان اور بعد ازان شاہ آباد اور تعلقہ باسط نگر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرونکی آبادی انگئی کھیڑہ مین تھی جسکی جگہہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھرونپر فتح اسطرح کیگئی کہ چند پانڈے برادر برہمن جو کاشی سے ہردوار جاتے تھے

یہان ٹھہرے اور ٹھٹھرونکو کمزور خیال کرکے واپسی کیوقت انکو نکالدیا مگران پانڈے بروارونکا حال نہین معلوم انکے سردار کا نام انگد تھا۔ پانڈے بروار انگئی کھیڑہ اور اسکے قرب وجوار پر اورنگزیب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت مین ان لوگون نے سرکاری خزانہ جوکہ خیرآباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ مین اکر دلیرخان افغانکو انکی سرکوبی کیلیے بھیجا شاہجہانپور پہونچکر تنہا دلیرخان انگئی کھیڑہ کیطرف چلے تاکہ دشمنونکی قوت دریافت ہو راستہ مین انکو پیاس معلوم ہوئی ایک بڑھیا سے انھون نے پانی مانگا دو اشرفیون کے انعام نے اس عورت کی زبانکو کھولدیا اور دلیرخان نے اس سے تمام حالات پانڈے بروارونکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایکدن سب لوگ تیھنا تالاب پر نہانے کے لیے جمع ہوتے ہین یہ سنکر دلیرخان شاہجہانپور واپس گئے اور وہان ایک بڑی فوج جمع کرکے انگئی کھیڑہ پر چڑھائی کردی اور برہمنونکو گھیر لیا اور قتل وقمع کردیا اس چالاکی وبہادری کے صلہ مین ان برہمنونکی کل ریاست انکو جاگیر مین مرحمت ہوئی اور نواب دلیرخان بہادر پنجہزاری کا منصب وخطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علیخان کے زمانہ تک قابض رہی سنہ ۱۶۷۱ع مین دلیرخان نے انگئی کھیڑہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانون اور سوارونسے بھردیا۔ اور انکو قرب وجوار کی معافیان عطا کین وسط مین بڑی ڈیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیونکے نام سے مشہور ہین کپتان گاردن نیگ صاحب موضع دریاپور کے بابت اپنے فیصلہ مین لکھتے ہین کہ افغانون نے یہان حیل وفریب ویا بزور شمشیر اپنی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ برس کا عرصہ گذرا کہ اسپر مالک رہے بعد ازان انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اکثر موقع پیر قدیم زمینداروں نے چند حصہ انسے مول لیے اور اوسپر قابض ہوگئے۔

بموجب تحریر ٹیفن ٹھیلر صاحب کے شاہ آباد کی بنا انگد نے جو رامچندر کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ رامچندر سولہ سو برس پیشتر حضرت عیسی علیہ السلام سے گذرے اور اورنگزیب کے زمانہ مین نواب دلیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد اسجگہ دلیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہجہانپور ایک بھائی کیطرف سے شاہجہاں کے عہد مین پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہان انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک محلہ جلال نگر اور خطابی نام دلیر خان کی مناسبت سے دلیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اسلیے اس خیال مین انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام ونشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ افغانونکا ایک ٹکڑا ہندوستان مین آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آراضی ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزارہا پٹھان جو انکے ہمراہ فوجمین بصورت چھاونی کے جابجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے ان مصلحتون سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے موضع دلیر پور عرف نعمت پور مین قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام التمغا اراضی ملنے کی غرض سے ایک عرضداشت عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی چنانچہ حسب درخواست بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن اراضی معافی کرکے انعام التمغا کا فرمان عطا فرمایا جسمین چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصیغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنام وطن انعام التمغا غرضکہ جملہ بتیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا زمانہ ماہ مبارک رمضان سنہ ۲۷ جلوس لغایت سنہ ۱۰۹۴ھ مطابق ماہ اردی بہشت سنہ ۲۸ جلوس ہے سینتیس موضع معہ قصبہ انگتی کے جو متعلق شاہ آباد ہین فرمان مین درج ہین اور تفصیل دیہات

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کیطرف
توجہ کیگئی جامع مسجد۔بڑی ڈیوڑھی۔مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارات
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ چھڑا ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارات تکمیل کو پہونچائین چھٹہ لاگت ان ہر
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو فی زمانہ اس مضبوطی وخوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپیہ مین
بھی نہین بن سکتین کیونکہ اس زمانہ کیسی شخصی حکومت ہر چیز کی ارزانی کم مزدوری اسوقت مین کہان
میسر آسکتی ہے عمارت کی تفصیل انشاءاللہ کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کیجائیگی اب یہی
یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کب اور کس سنہ مین فتح اور آباد کیا ہے اسکے بھی تاریخی قرائن
اور تحریری دلائل موجود ہ مین بعد فتح اجمیر کے دلیر خان دار السلطنت دہلی آے اور وہان جلوس
ثانی مین خلعت و انعام وغیرہ پانیکے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ مادہ سنہ ۱۰۶۹ھ
کا تھا انھین ایام مین دلیر خان اپنی جاگیر پر آے اور شاہ آباد فتح کیا بہرکیف سنہ ۱۰۶۹ھ سے سنہ ۱۰۷۰ھ
تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کر لیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر مین پایا جاتا ہے
اسکے بعد حسب الحکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہانسے اسام وغیرہ جاکر دو تین
مہمات سر کی ہین اور کئی سال انکو ان مہمات مین مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ نوابصاحب بنگالہ جانیکے پیشتر شاہ آباد فتح کر چکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دے
چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کسیطرح ثابت نہین ہوتا بلکہ بنگالہ
سے کوچ بہار فتح کرتے ہوے اسام چلے گئے تھے اور وہانسے سنہ ۷۴ھ مین جاگیر پر آے ہین
فرمان بادشاہی جو سنہ ۷۲ھ مین تحریر ہوا ہے اسمین شاہ آباد کا نام تحریر ہے اور اگر یہ کہا
جاے کہ فتح آسام اور سنہ ۷۶ھ مین آنیکے بعد نوابصاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسایا تو اس سے پیشتر ۸۶ھ مین قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان مین اسکا وجود
کیونکر پایا جاتا ہے بہرکیف یہ امر لازمی ہے کہ سنہ ۱۰۷۲ھ تک شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہان
یہ ہوسکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیرخان نے زبانی بھی عرض کیا ہو
اور اسکے بعد کسی مہم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عنایت
ہوا ہو جب دلیرخان مہم بنگالہ و آسام وغیرہ مین مصروف ہون تو انکی عدم موجودگی مین انکے
لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد مین مشغول ہون اسکے بعد جب دلیرخان
مہمات سے یہان تشریف لاے ہون تو پھر انھون نے آبادی مین زیادہ ترقی دی ہو۔
۸۶ھ مین دلیرخان دکن گئے ہین اور ۸۸ھ مین وہان سیواجی کی مہم سرکرکے ۹۰ھ مین بیجاپور کا
قلع و قمع کیا ہے۔ واجب العرض سرکاری مین جو زمانہ آبادی کا سنہ ۱۰۸۸ھ اور سنہ ۱۶۷۶ء لکھا
گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہین معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس
تک شاہ آباد کی آبادی کیون معرض التوا مین ڈال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی
اصلیت ظاہر ہوتی ہے غالبًا بندوبست سرکاری مین باشندگان شاہ آباد نے بلاتحقیق
بموجب اس بانی روایت کے کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برسکے بعد بانی شہر یعنے نواب
دلیرخان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سنہ ۱۰۸۸ھ لکھا کیونکہ سنہ ۱۰۹۴ھ مین نواب دلیرخان نے
رحلت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہی
مگر سنہ ۱۰۸۸ھ مین شاہ آباد کی آبادی کسیطرح ثابت نہین ہوتی خاکسار کے پاس نواب
دلیرخان کے دستخطی اسناد موجود ہین انھون نے چودھری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس
بیگہ اراضی معافی مین مرحمت کی ہے اور اسکی سند سنہ ۱۰۷۷ھ مین تحریر کی ہے اگر یہان کی آبادی
موجود نہوتی تو قبل سنہ ۱۰۸۸ھ کے سنہ ۱۰۷۷ھ مین وہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد سنہ ۱۰۸۷ھ مین

کچھ اراضی دلیر خان نے اپنے چوبدار فیروز و اللہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند مین گرد و نواح کے مکانات کے حدود بھی درج ہین اگر یہ خیال کیا جاوے کہ قبل از فتح تلنگی اور آبادی شاہ آباد کے یہ اسناد و اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر مین آسکتے اسکے علاوہ سنہ ۱۰۸۷ھ مین دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مہدی حسینا قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایۃ اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جنکے مکانات و مزارات محلہ بدریا مین ہین اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوے ہین تحریر کیا ہی جب شیخ مہدی حسینا کا انتقال ہو گیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کنھر پور انکے صاحبزادونکو دی ہی اگر قبل از سنہ ۱۰۸۷ھ کے شاہ آباد کی آبادی نہوتی اور شیخ مہدی صاحب یہان آباد نہوتے تو از روے سند سابق جو دلیر خان کیطرف سے شیخ محمد مہدی صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادو کے نام کیونکر تحریر کیجاتی اور وہ دیہات کسطرح دیے جاتے غرضکہ ان دلائل سے سنہ ۱۰۸۸ھ سے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہی اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہین اور انپر دلیر خانی مہر جو ایک شعر مین بطور سجع کے ہی پڑی ہوئی ہی اور وہ شعر یہ ہی ؎

جلال داشت ز روز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانونکی پشت پر دفتر کے کارپردازونکی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے جب بوجہ کثرت آبادی کے قصبہ تلنگی کے حدود سے باشندگان شاہ آباد کے مکانات و باغات تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اسپر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی مین عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گذرانی چنانچہ بموجب استدعا کے جو مواضعات کہ ویران و افتادہ تھے علاوہ ان دیہات کے جو دلیر خان کو بیشتر عنایت

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوے اور اسکا فرمان ۱۷ جمادی الثانی
سنہ ۹۶ھ کو منجانب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرۂ کمال الدین خان مین بجنسہ درج
ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے
پچھم وا و ترکیطرف موضع اودہرنپور و باغ پچاس ہزار احد پور باغ لکھ پیڑا موسومہ یہ بڑا باغ
حد دکن موضع سراے کمال الدین خان جسجگہ کہ سراے پختہ ویران آجتک پائی جاتی ہے
غرضکہ یہ طول وعرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبہ اس قصبہ
شاہ آباد کا از روے پیمایش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بیگہ جریبی پختہ ہے بوجہ ویرانی
اور ضلع نہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک اودہ مین سب سے بڑا یہی قصبہ ہے آبادی غیر مسلسل
ہونیکی یہ وجہ واقع ہوئی کہ بطور لشکر کے جابجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ
زمانہ عام ہتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ و جدال برپا رہا کرتی
تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانونکے محلونکی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر
مین بجاے قلعہ منہدمہ کے بڑی ڈیوڑھی قائم کیگئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکما و فقرا
کایستھ برہمن اور دیگر پیشہ ورعایا کو آباد کیا گیا اور بازارونکو بسایا گیا اور محلونکے نام جو قوم
کہ اوسمین آباد کیگئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً مہمند سلیمانی۔ بارقرزئی غلزئی کہ ہر ایک
قبیلہ کی قومیت ہے جو پٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب
کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکی وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کیوقت جو افسر و
رفیق ہمراہ دلیر خان کے باغیون کے تدارک مین کام آے انکے ورثا کو از راہ قدردانی افتادہ
ویران اراضی و جنگل آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے
اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پروانے

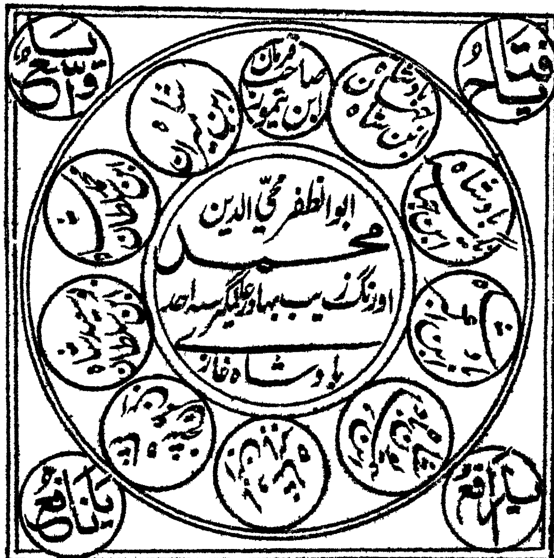
فرمان شاهي بنام نواب دلاور خان بانئي شاه‌آباد

منجانب نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوے یہ قبائل تعداد مین باون تھے اراضیات کے رہن و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکونکے ورثا کو نسلاً بعد نسل آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد مین ان لوگون کی حقیتین خریدی تھین چنانچہ چار بیگہ زمین محلہ اللہ پور مین متعلقہ حویلی اختیار خان کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مول لی اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر سنہ ۱۱۴۲ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہرین ثبت ہین۔
اب یہانپر فرمان شاہی جو دلیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل اسکی صفحہ آیندہ پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔



نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب دلیرخان

بسم اللہ الرحمن الرحیم



فرمان ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بهادر عالمگیر بادشاه غازی

چون بعرض اشرف اقدس اعلی کہ شجاعت وشہامت شعار
جلادت وبسالت آثار سرداراعظم نمایان لایق العنایة

والاحسان دلیر خان التماس دارد کہ بر جمع پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق
بصوبہ اودہ کہ مبلغ بست وشش لک دام بجاگیر خان مشارالیہ تنخواہ است
شش لک دام اضافہ شود کہ از اصل واضافہ جملہ سی و دو لک دام باشد
ومبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع پٹہ شاہ آباد عرف
تلکئی وغیرہ من اعمال پرگنہ مرقوم بجہت وطن بہ بندہ مرحمت شود لہذا
حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت کہ دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنہ مزبور اضافہ نمودہ موازی سی وہفت موضع
پٹہ مسطورہ وغیرہ را از ابتدائے فصل ربیع پارس ئیل در وجہ انعام
خان مومی الیہ بجہت وطن بطریق التمغا سوای طلب منصب حسب الضمن مقرر
دانستہ تتمہ بست وشش لک دام بجاگیر خان مشارالیہ اعتبار نمایند
می باید کہ فرزندان کامگار بختیار وامرائے ذی شوکت نامدار و وزرائے
صائب رائے کفایت شعار وخوانین رفیع القدر عالیمقدار وناظمان
علیجاہ قانی ومباشران اشغال دیوانی وجاگیرداران وکروریان حال
واستقبال در استمرار واستقرار این حکم والا کوشیدہ
مواضع مزبورہ را بتصرف خان مشارالیہ ظہراً بعد ظہر ونسلاً بعد نسل وبطناً

بعد بطن او باز گذارند و در هیچ وقت و زمان تغییر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن راه
ندهند و از جمیع وجوهات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند
و درین باب هر ساله حکم و سند مجدد نطلبند سبیل چودهریان و قانونگویان و
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهلے مسطوره را انعام آنها مقرر
دانسته مالوجبی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان موسی الیه
جواب گو و از انجمله چیزی قاصر و منکسر نکردانند و از اصلاح و صوابدید حسابی
آنها بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتاریخ بیستم ذی حجه
سنه پنج از جلوس والا نوشته شد۔

جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک سنه ۵ جلوس مقدس
مطابق سنه ۱۰۸۲ه موافق اردی بهشت ماه الهی برساله نواب قدسی القاب حدیقهٔ خلافت و
ابهت نور حدیقهٔ سلطنت و دولت فروغ دودمان عز و اقبال چراغ خاندان جاه جلال و الا گهر
بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستوده خصال خجسته شیم۔ و بمعرفت وزارت پناه کفایت
دستگاه شایسته اصناف مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف و تلطفات اجه لکهاب کهی و
نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد علی الحسینی قلمی میگردد که چون در ینولا
بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که امارت پناه دلیر خان از درگاه فضل و کرم التماس دارد

که در جمع پرگنه پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده مبلغ بست شش لک دام
بجاگیر خان مشار الیه تنخواه است شش دام اضافه شود که جمله اصل و اضافه سی و دو لک
دام باشد مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع ته شاه آباد عرف انگلی
وغیره از مواضع پرگنه مذکور بموجب مسطور فی الذیل بجهت وطن مرحمت شود لهذا حکم
جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنه مذکور اضافه نموده
مواضع ته شاه آباد وغیره دیهات مذکور را من ابتداے ربیع پارس ئیل بانعام خان
مومی الیه بجهت وطن برسم التمغا سواے طلب منصب عطا فرمودیم تتمه بست و شش
لک دام را بجاگیر خان مشار الیه حساب نمایند و مطابق فهرست جات قلمی شد
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه راجه رگهناته کهی برساله نواب قدسی
القاب ستوده خصال خجسته شیم و بمعرفت کمترین بندگان درگاه داخل واقعه نمایند

شرح حاشیه بخط واقعه نویس مطابق واقع است شرح بخط
وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضاف مراحم تفقدات
سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رگهناته کهی بعرض مکرر
نمایند۔

تاریخ ۲۶ شهر ربیع الاول سنه ... جلوس والا
روز [illegible] مطابق [illegible]
نقل بمهر [illegible]

شرح بخط سیادت پناه رفعت و معالی درگاه اشرف خان آنکه
نهم شهر رمضان ۵ سنه جلوس مبارک مکرر بعرض تقدس نمایند
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضاف مراحم
و تفقدات سزاوار صنوف عواطف تلطفات راجه رگهناته کهی
فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

تاریخ ۱۲ شهر محرم سنه ۵ جلوس والا
نقل بمهر [illegible] احتشام [illegible]

موضع
اصلے داخلے
عہ صہ موضع
جمع دامے حسب الحکم

بواقعہ مقابلہ شد ۲۳ رمضان سنہ
داخل روزنامچہ واقعہ ابواب دیگر
بتاریخ ۱۴ محرم سنہ بمعرفت سی القمری

چھ لے لک دام

نقل
بتاریخ ۱۲ شہر محرم سنہ جلوس
نقل بدفتر بخشی الملکی سنہ
الف

از تہ شاہ آباد عرف انکٹی لگان سر
موضع دولاکھ تراسی ہزار دام
اصلے داخلے
موضع
جمع دامے

ونقل دریرہ دو خرچہ نمودہ شد
بتاریخ ۱۲ شہر محرم الحرام سنہ
نقل بہ دفتر بخشی بہر نوشتہ

موافق مراتب نوشتہ شد
بتاریخ ۵ ۲ محرم سنہ
نقل بدفتر مفصلی و مجملی
بمو تفصیلی مجملی





فی التاریخ سنہ جلوس مطالعہ ۱۴ شہر محرم

تھوک جیا، وغیرہ
۵ موضع

تھوک چاند | تھوک برد | تھوک لہرو | تھوک ابراد

سردام | سردام | صمادام

محمت ہزار دام — موضع اودہرل پور وغیرہ
۳ موضع
اصلی داخلی
۱ موضع — ۲ موضع

لگان
یعنی دو لک چھ ہزار دام

اودہرپور — موضع
نگلہ ... — موضع — دام
منگیاوان — سردام
پیوری — دام

اصلی داخلی
موضع — موضع
الکہ ... ایک لاکھ چھ ہزار پانسو

ازتہ ایگوان
موضع
جمع داے

سردام

ایگوان خاص
موضع
خاص | نظام پور | محمود پور | خاص | ترلوک | رسول پور
موضع | موضع | موضع | موضع | موضع | موضع
ہزار دام

سرائے رانگ
موضع

ہرائی
موضع بلاقید اسم
سردام

کندپور عرف کرنا
سردام

ازتہ کچہہ — موضع
اصلی داخلی
موضع — موضع
مندرجہ جمع داے

لگان
دو لک بیس ہزار

بھگاپوان
موضع
اصلی داخلی
موضع — دو موضع
جمع داے
چھپاسی ہزار

چھپا و خواجہ کلان پور
دو موضع
اصلی داخلی
موضع — موضع

کرنا مؤ

نرساپور

بیچھا
دو موضع
اصلی داخلی
موضع — موضع

روپاپور لہر

برسالہ بادشاہزادہ کامگار نامدار گرامی نسب عالی تبار نور حدیقۂ خلافت ابہت نور حدیقۂ سلطنت دولت فروغ دودمان عز و اقبال

چراغ خاندان جاہ وجلال والا گہر بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستودہ خصال خجستہ شیم شاہزادہ محمد اعظم

اب یہان پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کردینا
مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگئی کی آبادی کے متعلق ہمین کوئی تاریخ ہندی
نہین ملی مگر ہمارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہین ایک سنسکرت کی پوتھی
سے ترجمہ کرکے کچھ حالات لکھاے ہین جو نذر ناظرین کیے جاتے ہین انکی روایت مین
ہو کہ انگئی اصل مین انگدہ گڈہ تھا راجہ انگد نے یہ بستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگد
مہاراجہ رامچندر کے سپہ سالار تھے مہاراجہ رامچندر سورج بنسی خاندان سے تھے
جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہین انکے والد راجہ دسرتھ تھے جنکا پایہ تخت
اجودھیا تھا جب مہاراجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک دکن کی راجدہانی کو جو
اسوقت مین جزیرۂ لنکا اور اب اردو مین سنگلدیپ اور انگریزی مین سلون کہتے
ہین فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہان چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگد
نے چوہمپاپور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی
اور بڑی بڑی لڑائیان جیت کر مہاراجہ رامچندر کے دلمین بہت گنجایش اور محبت
پیدا کرلی جب وہان سے وہ کامیاب ہوکر اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس
آئے تو مہاراجہ رامچندر نے اپنے پایہ تخت کے پچھم کیجانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر
راجہ انگد کو جاگیر عنایت کی اور انھون نے یہان آکر اس مقام پر ایک بستی
بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کرکے انگدگڈھ یا انگئی رکھا اور اوسمین
پانچ کنوئین جنکے نام گنگودک[۱] سمندرکھار[۲] سوبھدرہ[۳] کوشودک[۴] پیوبرت[۵]
اور نو تیرتھ جنکے نام نربدا[۱] گروتھ[۲] برہمعہ ورت[۳] مہنڈکا[۴] باراہ[۵] ساگر
درانے برت[۶]۔ رتھینم[۷]۔ برمنگدا اگا[۸]۔ قائم کیے یہ مقام نیمکھار سے ۲۸ کوس

پچھم کیطرف واقع ہے اور بموجب ونکے عقیدہ کے ٹیکم دیو کا تعلق نربدہ سے ہے اور جالتی دیبی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض راجہ انگد کو مہاراجہ رامچندر کی اولاد میں بھی بتلاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلّونکے نام جو تعداد میں ۵۲ تھے

سیدخیل	اللہ پور	امن زی	شیخوپور
ملکاپور	جنگلیان	خلیل	نئی بستی
ولی مین	محلہ شمشیر خان	علزی	احاطہ حکیم عبدالسبحان خان
میران کی بستی	محلہ جعفر خان عرف مونجا گڈھ	نیکوزی	بازید خیل
مولاگنج محلہ حاجی حیات خان	مہمنڈ	سلیمانی	گڈھی کلان
گڈھی بغیا	بازید خیل ہمت خان	باقرزی	تاجپورہ
سیدخیل ثانی محلہ علی شیر خان	محلہ سوروں	دلاور پور	اختیار پور
عنایت پور	یونس خیل	بی بی زی	کھیڑہ عظمت خان
گگیانی	ماہی باغ	محلہ بنجھیا	ٹیڑھا نیب
کوٹ غرومیان	بازید خیل نعمت خان	گنجی خانزاد	امن زی کھتہ والا
نعلبندان	سیدواڑہ	بازید خیل ثانی محمود والا کھتہ	ٹلوا ویران
ہروا ویران	ٹلیا ویران	کوٹ باچیل	بھوڑیا
باراپور ویران	محلہ اسمعیل خان		محلہ سنجر خان

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھین کے نام سے محلہ باقرزئی عرف مھواٹولہ آباد ہوا ہے یہ باقرزئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقرزئی مشہور ہوا یہ فوج مین نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھون نے اس اراضی کا فرمان بھی بادشاہ سے حاصل کرلیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاورپور و باقرزی کے ابتک شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیکنام خان کے نامور فرزند تھے انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد مین عابد اور باخدا انسان گذرے ہین بعض کاغذات کہنہ مین انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذون مین عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ باوقعت الفاظ لکھے ہوے راقم کی نظر سے گذرے ہین سنہ ۹۶ھ مین خان موصوف نے ایک موضع زمنادارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا تمول اسی زمانہ سے پایا جاتا ہے

نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقرزئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



چون بعرض مقدس معلی رسید که بموجب سند
دلیر خان موازی یکصد و بست بیگه زمین از پرگنه پالی
سرکار خیرآباد مضاف بصوبه آوده از انجمله بست بیگه بجهت باغ در سواد قصبه
شاه آباد و باقی در وجه مدد معاش عظمت الله مقرر است و مشارالیه
اراضی مذکوره را قابض و متصرف التماس فرمان والاشان دارد
حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که موازی مذبور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و باغ او حسب الضمن
مقرر باشد که حاصلات از فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
خود نموده بدعای بقای دولت ابد طراز اشتغال میداشته باشد میباید
که حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال این حکم والا
را مستمر دانسته اراضی مسطوره را بتصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقاً تغیر و تبدیل بدان راه ندهند و بعلت مالوجهات و اخراجات مثل
قتلغه و پیشکش و جریبانه و ضابطانه و محصلانه و مهرانه و داروغگانه و بیکار و شکار
و ده نیمی مقدمی و صدو دوئی و قانونگوئی و ضبط هر ساله و تکرار زراعت و کل تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و درینباب هر ساله سند مجدد
نه طلبند و اگر در محلی دیگر چیزی داشته باشد از اعتبار نکنند تاکید دانند۔

	بتاریخ بست و دوم شهر رمضان المبارک سنه بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت	

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلی اور نہایت پلیاز وشجاع انسان تھے
محلہ مہمنڈ مین مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آجتک آباد ہے اس سے
انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے
افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا۔

دیوان رحیمداد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث علی اور نہایت دیندار و جری
بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینوجہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد
کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہی راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضعداری وبہادری اور دیگر
خوبیوں مین ممتاز تھے انکی اولاد نے حکیم دولت اے کے خاندان کو غسل صحت کے موقعون پر
اکثر چک و باغ دیے ہین جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین ہین جنسے انکا صاحب
ثروت ہونا ثابت ہی آپکی اولاد مین بادل خان تھے جنکے فرزندان ارشاد علیخان کرم علیخان
نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوے ہین باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال و باتوقیر
ہی چند سال ہوے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علیخان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ
تھے انتقال کیا وہ خلیق و متحمل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ مین امتیاز علیخان بھی شریفانہ
وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیمداد خان سلیمانی مذکورۂ بالا کے داماد تھے اور
بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جاتے ہین اور محلہ کے بانی اور
سرگروہ ثابت ہوتے ہین ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہمنام ہون۔

حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خان وہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر بنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات مین منقول ہین مگر یہ امر تحقیق نہ ہو سکا کہ وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و شمشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہین انھون نے اپنا محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے امن زی تھے انکی اولاد یہان سے قصبہ ملیح آباد مین جاکر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودھ کی نظامت سے بیسواڑہ و ملیح آباد و سندیلہ وغیرہ کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیح آباد مین بھی رہا کیے اسلیے بعض ہمقوم پٹھان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین آباد ہوے شمشیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مؤلف تاریخ مخزن اخبار ہین عہد شاہی مین بمقام ملیح آباد رہے ہین اور سنجر خان کی اولاد مین بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیح آباد مین رہے سہے ہین جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان و عبد النبی کے حالات مین لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے ہین ان حضرات کی اولاد محلہ بختیار نگر وغیرہ مین گذری اور ابتک امداد علیخان و عبد العلیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہین۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکوزی خلیل۔ سدیخیل۔ بازیدخیل۔ غلزی۔ اپنے بانیونکے قوم سے منسوب ہین اور بعض محلے دوسری خصوصیت کیوجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوے۔

یہ روایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ اکثر اراضی محلونکی آبادی کیلیے بارہ بیگہ پختہ الٰہی گز سے محلہ داروںکو دیگئی تھی مگر بعض اسناد مین چالیس بیگہ بھی دیکھنے مین آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہین وہین سے بعض یہانپر درج کیجاتی ہین
دلیرخان نے اپنی حیات مین اپنے بیٹونکو بھی مواضعات و مکانات تقسیم کیے تھے
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ انکے فتح محمد خان کو موضع اودھنپور دیا تھا
جسکی اصلی سند دلیرخان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب دلیرخان بنام فتح محمد خان

مہر
جلال ثبت روز ازل چو صدق ضمیر
دلیرخان شد از الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی از تعلقہ شاہ آباد
سرکار خیرآباد صوبہ اودھ بدانند۔
موضع خانپور خاص از تعلقہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا
عملہ پرگنہ مرقوم در وجہ انعام برخوردار اقبال آثار فتح محمد خان من
ابتداے فصل خریف قوی ئیل سنہ یکہزار و ہشتاد و ہفت فصلی حسب الضمن
مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند کہ حاصلات
آنرا متصرف بودہ در ازدیاد آبادانی و تکثیر زراعت و عمارت جہد بلیغ بکار برند۔
دریں باب قدغن دانند۔ فی التاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۰ھ

جانب پشت

محمد تقی
۲۴ رمضان اصل سیاہہ بحضور شد
یک موضع اصل
بتاریخ ۲۶ رمضان سنہ ۱۰۹۰ھ
محبوب خان نادے

ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی

شرح ضمن در وجہ انعام خانزادہ فتح معمور خان از موضع خانپور تپہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا عملہ پرگنہ پالی من ابتدائے فصل خریف قوی ییل ۱۰۸۷ ف مرحمت شد قلمی شد۔

[illegible]

ایک موضع اصل

[illegible]

اس کے بعد ایک باغ جو اہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سند مین داخل ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملون نے اس سے مزاحمت کی فتح معمور خان نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے عطا کی جسکی نقل بجنسہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

مہر
جلال اشرف زر و تلال حق صدق ضمیر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال تپہ شاہ آباد محال وطن بدانند

کہ موضع خانپور عرف اودھپور در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتح معمور خان من ابتدائے فصل خریف ۱۰۸۷ ف کہ ہزار ہشتاد و ہفت فصلی مرحمت گشتہ بود درینولا کسان

برخوردار مسطور درباب گذر و باغ ولی نعمت مرحومہ بعرض رسانیدند کہ عاملان پرگنہ جہت حاصل مزبور مزاحم میشوند لهذا من ابتدای فصل خریف یحییٰ ئیل ۱۰۸۸ف حاصلات گذرراه و باغ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور ہست حسب الضمن مرحمت نموده شد باید کہ حاصل گذر و باغ تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند واز محصول ۱۰۸۷ف مزاحم نشوند دریں باب قدغن دانند۔

تحریر فی التاریخ پنجم شہر رمضان المبارک ۱۰۹۱ھ ایکہزار نود و یک ہجری

شیخ فتح اللہ ابن عبدالحکیم حسینی

جانب پشت پروانہ ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی تاریخ ۶ جمادی الاول ۱۰۹۱ھ

شرح ضمن حاصل گذرراه موضع خانپور عرف اودہرپور و باغ حضرت ولی نعمت جیو از محال وطن کہ در وجہ انعام برخوردار اقبال مند محمد خان من ابتدای ۱۰۸۷ف مقرر گشتہ بود عامل محال مرقوم جہت حاصل مذکور مزاحم شده بنابران حاصل گذرراه و باغ مسطور من ابتدای فصل خریف یحییٰ ئیل ۱۰۸۸ف مرحمت گشتہ واز محصول ۱۰۸۷ف مزاحم نشوند و تعلق و تصرف برخوردار اقبال مند واگذارند ضمن قلمی شد

[illegible]

مہر اہلکار دفتر

حاصل گذرراه موضع خانپور عرف اودہرپور

باغ مغفوره مرحومہ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور ہست

[illegible]

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوبدارونکو جنکا نام فیروز والہ بخش تھا بنابر تعمیر مکانات محلہ کھیڑہ مین عنایت کی یہ اصل سند بھی آجتک موجود ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال واستقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنج بیگہ زمین پختہ برائے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکورہ فیروز والہ بخش چوبداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکورہ متصل حویلی مہر رائے بیہودہ مند کہ نامبردہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند واز عاملے پیرامون حویلی آنہا ہیچ یکے مزاحم نشود دریناباب تاکید حسب السطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ غرہ محرم سنہ ۸۷ یکہزار وہشتاد وہفت ہجری

حافظ محمد تقی — صدیقی حافظ محمد منعم

اسیطرح ایک سند دلیر خان نے اپنے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی درج ذیل ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال واستقبال پرگنہ پالی بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنجاہ بیگہ بگز الہی زمین بنجر افتادہ خارج جمیع لایق زراعت در وجہ انعام میکو چودہری بازار شاہ آباد من ابتدائے فصل خریف لوی ئیل سنہ مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب دانند بیمودہ وچک بستہ دہند کہ مزروع ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت وامانت وحسن سلوک بارعایا وسکنہ قصبۂ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم وساعی باشد زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفر ختم اللہ وسیلۃ الظفر سنہ

عصمت اللہ — دیال ہر رائے

غرضکہ اسطرح بیسیون سندین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہین ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صدہا بیگہ اراضی دلیر خانصاحب نے تقسیم کی ہے

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و گنھر پور حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری کو جاگیر مین دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مہدی صاحب موصوف مین درج ہے دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوے انھون نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سندین دی ہین جو انکے تذکرہ مین انشاء اللہ درج ہونگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکون مین شہید ہوے ہین انکی لاشین بھی دلیر خان نے انکے ورثا کے پاس دفن ہونیکی غرض سے اصلی وطن شاہ آباد مین بھجوائی ہین چنانچہ اسمعیل خان امینہ زی جو ملک دکن مین شہید ہوے تھے انکا تابوت دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہان سے لاکر یہان دفن کیے گئے تھے اسمعیل خان کے فرزند ملک رسول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہین جنکے بیٹے شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولڑکے سرمست خان اور بخش اللہ خان پیدا ہوے تھے جب یہ دونون بھائی دکن جاکر مفقود الخبر ہوگئے اور انکی ملکیت اور محلہ پر راے موہن لال اور ہیرالال کایستھون نے نواب اعزاز خان کیطرف سے ایک جعلی سند بناکر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ کیطرف سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اوسپر مہرین اور گواہیان کثرت سے تحریر کی تھین اس صورتحال مین یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی عبارت مین ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب دلیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتین تعمیر کرانا

نواب دلیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری مین جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نکچھ اپنے نام ونشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت مین داخل تھا جہان انکے لشکر کی چھاونی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہان آبادی اور مکان وغیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ ان مین بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جسجگہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کرکے مسلمانونکی نعشین دفن کرادیتے اور ہنود کی لاشین جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر انکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیر خان جب شاہجہان کے عہد مین دہلی مین قیام فرماتے تھے تو ایک حویلی اور باغ شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نوسو بیگہ خام اراضی حسب درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت اراضی وہانکے زمینداروں اور مالکون سے انھون نے خرید کی تھی بعض حقیت کا بیعنامہ انکے نام ابتک موجود ہی بیعنامہ[1] موضع نہرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے راقم نے حاشیہ پر درج کردیا ہے

[1] نقل بیعنامہ موضع نہرولہ زرخرید دلیرخان

اللہ اکبر ظل سبحانی۔ صاحبقران ثانی

عبد السلام ابن شیخ محمد عبد الجمال [illegible]

غرض از ین نوشتہ آنکہ چون مین از موضع نہرولہ من الحال پرگنہ حویلی شاہجہان آباد کہ بندگان حضرت قدر قدرت سلیمان منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان پختہ باغ وحویلی مرحمت فرمودند۔ منکہ مانوسہ ولد دوپچند و واحد ولد جادون و ماتا ولد گوپی وپھترو ولد ملکس و آسا ولد نتھا و ساطھان ولد دورا مالکان موضع مذکورایم۔ اراضی بست بیگہ زمین پختہ از موضع مذکور کہ در ہشو تکدمی امان ہست بہ مبلغ یکصد وبست و یکعدد روپیہ النصف شصت ونیم روپیہ میشود برضا و رغبت خود بدست خان مشار الیہ فروختیم و بہلے آخراد قبض و تصرف خود

دلیر خان نے دہلی میں اجمیری دروازہ کیطرف قریب جیسنگھ پورہ کے جو مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوائے تھے اور رعایا آباد کرکے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

بقیہ صفحہ ماقبل آوردیم اگر ثانی الحال وارث اراضی مذبور ظاہر شود یا دعوے خود پیش نماید عندالشرع دروغ و نامسموع بود این چند کلمہ بطریق سند نوشتہ دادیم کہ ثانی الحال صحت بودہ باشد حدود بدین تفصیل

شرق	غرب	جنوب	شمال
حد دیوار حکیم حسین علی لدرا و سرسال اڈہ	زمین حویلی روپ سنگھ لد کشن سنگھ	باغ قطب کلال و تال فیروز شاہ و چاہ	دیوار باغ او گر سین
راٹھور و چاہ کہنہ کہ در حال شامل است		پختہ در زمین کہ حال موہی الیہ است	

گواہ شد نہم شہر رجب المرجب سنہ ۲۴ جلوس مبارک

بندہ درگاہ مکند داس چودھری قانونگوے شاہجہان آباد

(مہر: مکند داس چودھری قانونگو شاہجہان آباد)

آنچہ در متن نوشتہ ایست بیان واقعہ است

لہ دیکھو تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۲۲۵ کو۔ از چار دیواری خاص شاہجہان آباد چار دسی صد بیگہ اراضی خام در دہلی بنا بر ترتیب اساختن مکان خود بہادر خان ۱۲ صد بیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نمودہ و حضرت خلافت مرتبت بموجب درخواست ہر دو سردار یکہزار سہ صد دسی بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان زمیندار آنجا زر خرید نمودہ چنانچہ بہادر خان در دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگھ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ تعمیر مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ بہ ہمین دستور جلال خان مخاطب بہ دلیر خان صد ہا بیگہ اراضی زر خرید نمودہ قریب جے سنگھ پورہ کہ مقام رسد و دیوار بیرون است مکانات سکونت خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ نواب قمرالدین خان وزیر اعظم بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہجہان آباد دلیر پورہ اشتہار دارد و اکثرے دران برف سازان سکونت میدارند و در اکثر جاہا صوبجات نواب بہادر خان و نواب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات و مساجد و مقابر و سراے مسافران و چاہ ہاے و پلہاے بنا کردہ آنہا است و در سرکار کالپی و سرکار قنوج محلسرا و دیوانخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و سراے نزول مسافران و درگاہ حاجی شریف زندی و مقبرہ ہاے حضرت بالا پیر و حضرت حمدی و چند مکانات بدرگاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مدار در موضع مکن پور بنا کردہ آنہا است و در الہ آباد و حویلی سکنی و محلہ بنا نہادہ است و در سرکار لکھنو بر دریاے گومتی عمارات عالی کہ بکان آن نواب شجاع الدولہ پنج محلہ تعمیر نمودہ آن حویلی نواب دلیر خان است۔

نواب قمر الدین خان وزیر اعظم کے وہ مکانات و آبادی باقی تھی اور سمین وقت بسر کیا کرتے تھے
اکثر صوبجات مین دلیرخان اور بہادرخان دونون بھائیون نے مساجد سرائے چاہات
پل بنوائے سرکار کالپی وقنوج کی جاگیر جب انکے متعلق تھی اور وہان یہ قیام فرماتے تھے
تو وہان بھی انھون نے محلسرا دیوانخانے جلوخانے وباغات وسرا بنوائے اور درگاہ
حاجی زندنی ومقبرہ حضرت شیخ کبیر بالاپیر وحضرت شیخ محمد مہدیصاحب تعمیر کرائے مقبرہ
بالاپیر پر نواب بہادرخان کے نام کا کتبہ آجتک لگا ہوا ہے جو آیندہ اسی سلسلہ بیان
مین تحریر ہے اور مکن پور مین شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے
قریب مدرسہ اور حجرہ دلیرخان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور مین بھی موجود ہے
اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیرخان برادر نواب بہادرخان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ
تعمیر کرایا ہے انکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہوجانیسے خراب ہوگیا
پڑھا نہین جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائین بائین دو حجرہ ہین ایک حجرہ سلخ خانہ کے نام
سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ مین صاحبزادگان درگاہ
کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی مین اسیجگہ حضرت قطب المدار بھی رونق افروز
ہوتے تھے اور اسوجہ سے سمقام کو شرف حاصل ہے غسل ونصب فقرلے مداریہ کا
بھی اسی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہرسہ خواجگان یعنی جو اولاد
آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اسیجگہ سے تعلق رکھتا ہے۔
وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعہد جنت آشیانی شاہجہان بادشاہ
نور اللہ مرقدہ نواب دلیرخان برادر نواب بہادرخان شاہجہانپوری تعمیر کنانید کتبہ بر طاق
محرابش چسپانیدہ است درخواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

یکے موسوم بہ (سلح خانہ) و دیگرے بہ (توشہ خانہ) و در جمعیت خانہ نشستگاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش اینجا تشریف ارزانی می فرمودند لہذا باین اعتبار این مقام شرفے دارد عزل و نصب بر گروہ فقرائے خاندان عالیہ مداریہ از اینجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت و جانشینان وے قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مُصنفہ سید امیر حسین صاحب مداری مطبوعہ مطبع عزیزی واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد مین جب انکا قیام تھا تو وہان ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرائی تھی اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنو مین تھا تو دریائے گومتی پر انھون نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہان پنج محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان و جگہ انھین کی حکومت مین تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین صوبہ اودھ سلاطین اودہ کے قبضہ مین آیا انسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنو کی اراضیات وغیرہ کے رہن نامے و بیعنامے نواب کمال الدین خان کے نام ابتک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنو کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جسمین شاہان دہلی کیطرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلے سلاطین اودہ کے ہین صوبہ دار ہو کر دہلی سے اودہ کیطرف آئے ہین۔

ملیح آباد مین عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہان انھون نے ایک سرا اور چند مکانات بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملیح آباد مین نالہ بیتا پر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ مین موضع دلیر نگر عرف موضع کندولی بھی دلیر خان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن مین بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کٹرے و گنج و اصطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زمانہ صوبہ داری مین اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ مین بنوائے تھے لوگون نے دیکھے ہین اسی طرح لاہور مین حویلیان و کٹرہ بنوایا اور اکبر آباد مین بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریائے گنگا کے کنارہ میان دوآب کے ایک قصبہ پوتھ ہے اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڈہ نواب بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان مین اکثر مکانات و مزار حضرت بہاء الحق زکریا اور حضرت شمس تبریز کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت مین مرقوم ہے اور ملک اسام ولایت رخنگ مین بمقام ستر پور بہت سے مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور ماثر عالمگیری مین ہے کہ

سلہ ودر ملیح آباد و مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر او ست و قصبہ خرد در حوالی دکن ہم آباد ساختہ و دیگر عمارات و سرائے ہا و دو باولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجہات و اصطبل ہا در اورنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ در عہد صوبہ داری خود نواب دلیر خان تعمیر نمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بنجارا بسیار مکانات است و در اکبر آباد حویلیات و باغہا و کٹرہ تعمیر کردہ و در میان دوآب بر لب گنگ قصبہ پوتھ است و دران قلعہ تعمیر دریا خان و دو سہ کروہ از قصبہ مذکور بسمت مغرب بہادر گڈھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکان و درگاہ از سر نو حضرت بہاء الحق زکریا و حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نواب بہادر خان است و در ملک آسام بولایت رخنگ بمقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ دلیر خان ست کہ بچھاؤنی دلیر خان اشتہار دارد صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷) اخبار محبت

سلہ سیوم ذی الحجہ قلعہ احمد نگر ساختہ دلیر خان مضرب خیام نصرت احتشام گردید صفحہ ۲۲۹ سنہ ۲۰ جلوس ماثر عالمگیری

احمد نگر مین قلعہ خام دلیرخان نے بنوایا تھا جسمین خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہمنے یہ خیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھین تاریخ اخبار محبت کی عبارت بجنسہ حاشیہ پر تحریر کردی ہے اسقدر جابجا عمارات تعمیر کراتا کوئی تعجب خیز بات نہین ہوسکتی جس صوبے کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہان مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نہ کچھ بنوادیا ہوگا

نواب دلیرخان کا کھیڑہ نونہر و لوہی کھیڑہ کو فتح کرکے اپنے بھائی نواب بہادرخان کیطرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو مجمل طور پر پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد مین قنوج و کالپی کی جاگیر ان دونون بھائیون کو دیگئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہان قیام رکھتے تھے و وہانؔ انھون نے عالیشان عمارتین بنوائی تھین چنانچہ قنوج مین درگاہ شیخ کبیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے **کتبہ** (درخانہ اول) **این گنبد عالی**

لہ درہنگام آبادی دار الخلافت شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہا میداشت و در قنوج بہادرخان و دلیرخان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرائے نزول مسافران تعمیر ساختہ و جائے سکونت متعلقان خود ہا مقرر کردہ بودند روزے پنج لک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کولہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہنود قوم چھوت باچھل و کور مرسلہ راجہ بلے آنجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب را تاخت و تاراج و غارت کردہ بودند و در مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خان موصوف بحضور بادشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برائے آبادی وطن خود ہا درخواست نمودہ از حضور پرنور بادشاہ عالم پناہ جہاں وہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزلہ محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برائے قطع شجر حیات مفسدان

درزمان دولت نواب معلی القاب بهادرخان ابن دریاخان افغان غوریه خیل داؤدزئی عمارت پذیرفت۔

(درخانه دوم) این گنبد عالی در سنه هزار و پنجاه و هفت هجری در عهد سلطنت ابوالمظفر شهاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاهجهان بادشاه غازی خلد الله ملکه و سلطانه تعمیر پذیرشده

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی حرفون سے ثابت ہوگیا غرضکہ آنکی آمد و رفت دہلی و قنوج سے اکثر رہا کرتی تھی ایکبار پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب بہادرخان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگونکے ہمراہ وہ زر نقد و سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہوکر نکلے جسمقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہان کثرت سے جنگل خاردار تھا اور زمین خود سر لوٹیرے راجپوت آباد تھے اونھون نے اپنے راجپوت وغیرہ غارتگری کو نکلے بھیجے چنانچہ ان آدمیون نے آکر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ماقبل راجہ ہاے آندیار مدار المهام دلیرخان برادر خود را مقرر کرده رخصت فرمودند دلیرخان در آنجا رسیده قریب کھیڑہ نونہر مقابلہ کارزار نموده راجہ ہاے با جمعیت بیشمار پیش آمده کارنامه رستمی بظهور آورد بعد زد و خورد بسیار و جانبازی سپاہیان جان نثار حق سبحانه تعالی نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیرخان وزید و کھیڑہ نونہر و کھیڑہ لوہی و کھیڑہ بنجاری که اماکن سکنی راجہ ہاے عمده بودند و دیگر مکان توابع آن بقبل رسیدند و پنجاه و دو راجہ ہاے فیل نشین معه یازده هزار و سه صد زن و مرد زیر تیغ سر داده بشمار آمدند و یکهزار و یکصد افغان با تهور پیشه شجاعت نشان فایض بپایه شهادت گشتند و دو زخم یکے گوله تفنگ در پاے و دیگرے تیر به بازو شهباز خان قوت بازوے دلیرخان رسیده از فضل الهی زخمهاے کارگر نشده و چهپے نام زمیندار سلطانپور رو بفرار آورده و دلیرخان بفتح و نصرت داخل خیمه شده و حکم براے بریدن جنگل که عظیم بودند و پسران قوم راجپوتان با چهل و کور و دیگر قوم ہا که گرفتار آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ و مقاتلہ مین اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان سے مارے گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے اونھون نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سنکر نہایت غصہ مین آے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجاے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کرون بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاف فرماے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

بقیہ صفحہ ماقبل — محبوس ساختند و این فتح بسرزمین دیہہ چنور بظہور پیوست و گنج شہیدہ و حظیرہ قبور افغانان در دیہہ مذکور کہ از قلعہ دو کروہ بسمت شمال واقعہ است مدفون اند و ہر سال بعد فراغ نماز عیدین بروز دیگر افغانان بنا بر فاتحہ خوانی بزرگان شہدا میروند و ہر سال در میلہ عظیم در انجا میشوند القصہ دلیر خان عریضہ معہ احوال مفصل نوید فتح بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی نذر مبارکباد فتح مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان معہ خلعت حضور مصحوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف ورود فرمود معزز و مکرم ساخت دران مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا و انور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلسرا ے سکونت قبایل اینجانب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز آبادی شہر شاہجہانپور بجاے مناسب کردہ و خواجہ سراے و معمار مذکورین فہمانیدہ و پسران راجپوتان غیرہ را مشرف باسلام در آوردہ دان سرزمین را از خار بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ اینصوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیڑہ نونہر کہ جاے صدر نشین بود بسمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ دو نہر جاری ست یکے گرا و دوم کھنود نام جاری ست تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بسمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد بر آوازہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین براے نہادن باغ لک پیڑہ حکم کردہ و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور ست نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر اسمی خود آباد ساخت و در انجا شہباز خان بعد فتح خیمہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہباز نگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را میر اہتمام مقرر فرمودہ و فرا

اور قریب کھیڑہ نونہر کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

بقیہ صفحہ ماقبل عمارات باوز شمار دہلی را قرار واقعہ فہمانیدہ کہ احدی کسے دقیقہ فروگذاشت نکنند وطفلان راجپوتہا
راجپوتان قوم باچھل وکورو دیگر قوم ارذل وغیرہ کہ دربندی مقید بودند بشرف دین محمدی درآوردہ آنہارا خطاب
خاصخیلان بخشیدہ خود متوجہ درگاہ سلطانی شدہ چون دلیرخان بحضور غدیوجہان رسیدند مورد عنایات سلطانیہ گشتہ
رخصت یافتہ درآنزمان کہ بہادرخان متعین مہم بدخشان بودند درآنجا رسیدند چون بہادرخان را دیدند دوچشمش
بوسیدند ودر آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند۔ چونکہ در ولایت پشاور ودیگر اطراف قندھار وبدخشان
وبلخ وملتان وغیرہ لکھوکھا افغان برادر ہمقوم برادرخان ودلیرخان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ
بدخشان خوانین محدوحین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست
از آنہا آبادی شاہجہانپور وطن خود کردند چنانچہ ۵۲ ہزار افغانان ہریک قوم سربنی وغیرہ بنابر آبادی
شہر شاہجہانپور تیار شدہ بہادرخان از افغانان قوم خیل خیل علحدہ علحدہ کردہ در ہر خیل مدبر ولئیق
وسرداری دانستہ بخطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجاہ ودو خیل بشمار آمدہ از ملک آنہا فرمودند
ہریک خیل علحدہ علحدہ در شاہجہانپور آباد شود آن محلہ بنام آن خیل نام زدکنند چنان نشود کہ کسے افغان
خیل خود را گذاشتہ درخیل دیگر آباد شود وگرد آبادی شہر افغانان ودرمیان رعایا وپیش وچپ
وراست قلعہ خاص خیلان نومسلم آباد شوند وباین طور ہریک را فہمانیدہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان
ویوسف خان شہباز خان برادر خود کردہ برائے آبادی شہر شاہجہانپور رسیدہ بموجب حکم آن آباد
شہر قرار دادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بسمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد
گویند کہ بعد آبادی شہر شاہجہانپور وتعمیر قلعہ بہادرخان ودلیرخان تشریف آوردہ شہر وقلعہ
بہ نظر غور وملاحظہ فرمودہ حکم بنابر آبادی بہادرگنج ودلیرگنج فرمودہ بعض گویند کہ ہفت روز
وبعض گفتہ کہ دوازدہ روز بہادرخان استقامت داشتہ بار دیگر بعید حیات خود تشریف
نہ آوردہ۔ از اخبار محبت صفحہ (۲۲۹)



لوالے فریقین مین نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی یہ تینون راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے ماتحت وتابع باون زمیندار جو چھوٹے تھے تعلقہ دارونکی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار تین سو مرد و عورت کے قتل ہوے اور ایکہزار ایک سو پٹھان جو نہایت جری تھے وہ سب شہید ہوے دو زخم ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگھ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتحمند ہوکر جیمہ مین داخل ہوے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت وباچھل وغیرہ جو گرفتار ہوے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پٹھان کام آے تھے وہ سب موضع چنور مین دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستور تھا جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہوگیا اس فتح کے بعد مفصل حالات کا ایک عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور مین جاکر اس فتح کی مبارکبادی مین نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اسمین یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہین لازم ہے کہ قلعہ کی بنا ڈالکر اسمین مکانات ومحلسرا ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کرکے بنواؤ اور کل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کرکے انکو بھی وہین آباد کردو اسکے بعد تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیڑہ تو بہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے اردگرد دو دریا گرا اور کھنود جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتر دروازہ کیطرف قرار دی اور جسجگہ پر دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہانپر لکھیڑا باغ لگانیکا حکم دیا اور دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلال نگر آباد کرایا اور جسجگہ پر شہباز خان نے بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہانپر شہباز نگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزونکے بعد دلیر خان نے خواجہ بلند کو میر اہتمام مقرر کیا اور کل عمارتونکے قرینہ انکو معمار کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمہ بھی اپنی راے سے عمل نہ کرے اور پسران راجپوت اور دیگر قوم جو رذیل و اجلاف مقید تھے انکو دین اسلام سے مشرف کرکے خاصخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کیطرف متوجہ ہوے جب دلیر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور مین پہونچے مورد عنایت شاہی ہوے اور رخصت کیے گئے چونکہ اس زمانہ مین نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہوے تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان کو دیکھا انکے سر اور آنکھونکو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت مربیانہ عنایتین فرمائین چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندہار و دروہ و بدخشان بلخ و ملتان وغیرہ مین لاکھون افغان انکے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کرچکے تو ان دونون بھائیون نے وہانکے افغانی سردارونکو جو ملقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور مین چلکر آباد ہونیکی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سٹرین وغیرہ ہر ایک خیل کے شاہجہانپور آنیکے لیے تیار ہوے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادرخان نے ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل مین جو لائق و مدبر تھا اسکو افسر کرکے ملک کے خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار مین آے اور ان گروہونکے ہر ایک سرگروہ و ملک محلہ سے کہا کہ علحدہ علحدہ اپنا خیل شاہجہانپور مین آباد کرین اور جس خیل کا محلہ جسجگہ آباد ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کرین اور ایک خیل دوسرے خیل مین نہ آباد ہو اور شہر کے اردگرد افغانون کی آبادی اور درمیان مین دیگر دوکاندار اور رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نومسلم بسلے جائین اور اسی طرح ہر بات پٹھانونکو سمجھادی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو یہ خان موصوف وہ جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرارداد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے اپنے نام کا ایک محلہ و ترکیطرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادرخان اور نواب دلیر خان دونون صاحب تشریف لاے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور حکم فرمایا کہ بہادرگنج اور دلیرگنج ہمارے نام کے آباد کیے جائین بعض روایت کرتے ہین بارہ روز نواب بہادرخان نے شاہجہانپور مین قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی مین

شاہجہانپور مین تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہین کرتے۔

حافظ اسمعیل صاحب مرادآبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر بتقریب کانفرنس محمڈن کالج علیگڈہ جب سر سید احمد خان ۱۸۹۵ع مین شاہجہانپور تشریف لائے ہین شاہجہانپور کی تاریخ پر لکھا تھا اسمین تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود آکر باغی راجاؤن کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچکر بادشاہ کی خدمت مین باغیون کی گوشمالی اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عرضداشت شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عرصہ مین مہم بدخشان پر جانیکا حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے اسطرف روانہ کیا اور بدخشان کی واپسی مین نواح کابل و پشاور وغیرہ سے پٹھانون اور کھتریون کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہونچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان عرف دلیرخان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیرخان نے اپنے انتظام سے شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کلمات گستاخانہ شاہزادہ اورنگ زیب کو کہے تھے اسلیے شاہجہان نے انکی جاگیر ضبط کرلی اور انکے بھائی جلال خان عرف دلیرخان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب الحکم شاہی دلیرخان شاہجہانپور سے قنوج وکالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے کسیقدر اختلاف ہے۔

راقم کو نواب بہادر خان کا خود اگر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہین ہوا اسی لیے بنا بر رفع اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر مذکور حافظ اسمعیل صاحب کے پاس راقم لیکر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر مین جو نواب بہادر خان کا اکر شاہجہانپور کے باغی راجاون کو قتل کرکے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہونچی تھی جنکا نام یاد نہین رہا مگر جو کچھ اس کہنہ کتاب اخبار محبت مین تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کرکے اسبات کا یقین نہ کرلین کہ راقم نے غلطی سے نواب دلیر خان کا باغی راجاونکو تاراج و پسپا کرکے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہین ملی جو آسکتے صرف ایکبار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہین یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی کیطرف سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کردینا مناسب سمجھا گیا۔

اور مہم بدخشان مین انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخون سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہین ثابت نہین ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ ۱۰۵۷ھ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کابچ کی مسجد پر چسپان ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہین پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نغز ہے۔

شدم رتب بدورِ شاہجہان   در وطن دلکشا بہادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند   سالِ تاریخ نغز شد بجہان

مخزن اخبار مین بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتین تحریر ہین یہ کتاب راقم کی نظر سے ملیح آباد مین گذری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان مین ہے اسکو سعادت خان ولد فتح خان نے جو شمشیر خان ملیح آبادی کے پوتے تھے تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسوجہ سے مُصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ مین کہ دلیر خان صوبۂ اودھ کے ناظم اور اونکی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان کے متعلقین ملیح آباد و بیسواڑہ مین مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین رہے اور بسے ہین چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے دیوان محمد خان سرمست خان امین زئی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہو کر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے۔

المختصر کتاب مذکور کے صفحۂ (۳۰) مین ہے کہ نواب دلیر خان جسوقت سوار ہوتے تھے تو پانچ اشرفیان اپنے دونون موزون مین ڈال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ مین واپس آتے تھے تو اونکی تمام سپاہ صف بستہ ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی بعدہ انکے امرا و مصاحب آداب بجالاکے انکے ہمراہ خیمہ مین آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجملہ دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونون افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریا خان کے ہمراہ موضع گل بیلا متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ مین ایک پٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھون نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھلائے ہین ایکبار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور اونھین طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عذر پیش کیا اسپر ایک مخبر نے اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی نہ ہونیکا حال کہا اور خود اونکے لیجانیکا بیڑہ اوٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہرچند اسنے بادشاہ عالمگیر کے پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور مین نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پرگنہ شلیج آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم پٹھانون پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہین سمجھتے تھے اور اونکے اشارون پر چلتے تھے صفحہ ۳۳ مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھین اونھون نے سرمست خان کو اپنی سرکار مین روزگار دینا چاہا مگر انھون نے دلیر خان کے انتقال کیوجہ سے ملازمت قبول نہکی اور نجھبیا نگر واقع شلیج آباد

مین خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ مین پیدا کرلیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سرمست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب مین ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہوکر معہ چار سو جوانون کے شاہجہان پور چلے آے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ مین انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا و خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودہ کی نظامت سے سربلند کیا مخزن اخبار مین یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد مین احمد خان ولد بہرہ مند خان نے اپنے آبا و اجداد عبدالنبی خان و سنجر خان کے متعلق جو نواب دلیر خان کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوسمین دلیر خانی حالات بھی ہین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا جیساکہ واقعات مذکورۂ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد مین چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہے ابتک سندیلہ مین نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہین اسکے پروانے پاے جاتے ہین اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے اسجگہ پر دو سندین جو ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو ایک ذی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس ہین عنایت کی ہین درج کرتے ہین جسکے متعلق راجہ صاحب موصوف راقم کو خط مین تحریر فرماتے ہین

تحریرات نواب دلیرخان در سندیله بسیار اند نقول دو پروانجات
پروانه خدمت شریف میکنم از انجمله یک پروانه نواب
جعفرخان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است که دران ذکر
سند نواب دلیرخان بوده است موضع گندولی دلیرنگر
در علاقه راقم است که دران دلیرنگر آباد کرده نواب
دلیرخان ست پس نمونه از خروارے ارسال داشتم و از مثنوی
سنگاسن بتیسی نقل ضروری کرده تبلیغ خدمت میکنم ذکر بینی و ذکر
نواب دلیرخان هم دران موجود است۔

نقل پروانه نواب دلیرخان بمهر قاضی سندیله

از قرار تاریخ چهاردهم شهر محرم الحرام سنه ۱۰۷۰ه آنکه
متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه سندیله سرکار لکهنو صوبه آوده بدانند
که چون بموجب وقوع دولتخواهی موضع دلیرنگر عرف گوندولی در قریات کهماری من
اعمال پرگنه مذکور از ابتداے فصل خریف سنه ۱۰۶۷ دروبست در وجه ناکال
پرتاب مل قانونگو پرگنه مذکور نموده باید که موضع مذکور از محلات برسال حشو منها
بقلم داشته به تعلق مشارالیه واگذارند و تکلیف بهیٹه و بگار و غیره فرمایش

معاف دارند کہ متصرف گشتہ در کفایت سرکار و رفاہیت رعایا سرگرم بودہ باشند و ہر سال
سند مجدد طلب نہ دارند در بیباب تاکید تمام دانستہ از فرمودہ تخلف و
انحراف نورزند فقط

دیگر

عالمگیر
جعفر خان بندۂ شاہ

گماشتہ ہای جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنؤ
مضاف بصوبہ اودہ بدانند۔
کہ چون بموجب سند امارت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ
لائق العنایت والاحسان دلیر خان و تجویز صدر موازی پنجاہ بیگہ
زمین بگز الٰہی از پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش شیخ مصطفےٰ وغیرہ مقرر است و از بنولا
نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان
خداوند مکین و مکان ذریعہ امن و امان وسیلہ آرامش عالمیان ظل ظلیل
ایزد متعال نائب نیل و اوار بیہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار بانی
مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل اللہ مسطورہ تاریخ
دوازدہم شہر جمادی الاول سالسہ جلوس والا موازی مذکور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فصل خریف سچی ئیل در وجہ مدد
معاش مشار الیہم حی و قائم حسب الضمن مقرر گشتہ می باید کہ برطبق فرمان
والا شان عمل نمودہ اراضی مذکور را بتصرف آنہا باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و
تبدل بدان راہ نہ دہند و بوجہے بین الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصلات

آنرا فصل بفصل و سال بہ سال صرف معیشت خود یا نموده بوظائف دعاگوئی دوام دولت قاہره اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند دریں باب قدغن نمایند بتاریخ ۹ شہر شوال سنہ ۱۲ جلوس میمنت قلمی شد

نواب دلیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر اور جن شاہانہ عنایتون سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ تاریخی کتب مین تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہین گذرا جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے ناممل ہونے سے چھوٹ گئے ہین اسی طرح یہ امر بھی فروگذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہین بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب پنجہزاری و حضور رسی پر پہونچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے گویا یہ اعزازی لقب نہ ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین کہ صرف باشندگان شاہ آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب کے خطاب سے انکا نام لیتے ہین اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے بلکہ تاریخ خافی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات ہی مین وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک مین

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اوسمین انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب انکا نہوتا تو بادشاہ کے عہد حکومت مین وہ اس خطاب کے لکھنے کی جراءت نہین کرسکتا تھا حالانکہ اس عرصہ مین ملا امیدی نواب دلیرخان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اوسنے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیرخان نے اوسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے جوانمرگ بیٹے کے ماتم مین سنی تو بہت رنج ہوا دلیرخان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملا خوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر مین پناہ گزین ہوا جب وہان بھی امن نہ دیکھی تو خانخانان کے ذریعہ سے معافی کا خواستگار ہوا اور اپنے ہاتھ رومال سے باندھکر دلیرخان کے حضور مین حاضر ہوا جب دلیرخان نے اوسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اوسکی خطا معاف کر دی اور اوسکو نقدی وخلعت دیکر مالا مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور مین لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ قنوج مین بابا پہرصا کی مقبرہ پر پتھر پر انکی بھائی بہادرخان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد مین پتھر پر خطاب کندہ کرا سکتے۔ نواب دلیرخان کے حالات مدح کو مصنفین نے بھی اپنی تصنیفات مین لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۴۵ ہجری مین

لہ چنانچہ ... [illegible]

تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیرخان کی مدح کے متعلق اشعار لکھے ہین۔ شائق موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی کے لائق شاگردونمین تھے ؎

بود شاہ آباد از مسکنم | ازان دم باد صاف اوبیزنم
بخوبی چو او شہر زیباترے | نباشد بہندوستان دیگرے
نباشد چو نواب عالیجناب | دلیر آمدش درجہان خوش خطاب
پوشد نام او درجہان شیر ہند | ز دستش شرف یافت شمشیر ہند
بدور جہاندار شاہ جہان | زتیغش دلیر زیب ہندوستان
امیر دکن را بآن رنگ و زیب | تبہ کرد دور دور اورنگ زیب

دلیرخان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہ جہانپوری نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیرخان بڑے تنگ و توش کے جوان تھے زور و قوت مین یکتائے روزگار تھے تاریخ انہار البحر کے حوالہ سے لکھتے ہین کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیرخان مامور تھے جب یورش کرکے دلیرخان قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے تو اوسکا دروازہ بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہوگیا تھا دلیرخان بذات خاص پھاٹک کیطرف متوجہ ہوے اوسکے کواڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوے تھے مگر انھون نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے آیا اوسکی گردن پکڑکر اوٹھاکے پھینکدیا جسکے گھونسہ مارا اوسکا کام تمام ہوگیا جسکا سر دبایا دماغ نکل گیا آخرکار اہل قلعہ عاجز ہوکر امان کے خواستگار ہوے

یہ حکایت بھی اوسی کتاب مین ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ مین رہتا تھا اوسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اوسنے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے اتفاقیہ ایک امیرزادہ اوس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا گذر شکار کی تلاش مین اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح جھپٹا مگر خدا نے مجھے بچا دیا مین بھاگ کر گھر آیا اوسکا باپ بادشاہ رس تھا اوسنے جا کر یہ قصہ اورنگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علے الصباح چند نامور سردار لیکر اس آزار خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پا کر پہاڑ کے غار سے نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان بھی ضائع ہوے آخر نواب دلیرخان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہے مین بھی بے ہتیار جاؤن گا یہ کہکر آگے بڑھے اور اوسکے نزدیک پہونچے وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیرخان نے دونون ہاتھ اسکے پکڑ لیے اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اوسمین حملہ کی طاقت باقی نہین رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی چورچور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آے اوسکا روزانہ راتب ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خانصاحب لکھتے ہین کہ دلیرخان کے دو شاگرد تھے جنکا نام خداداد و قادرداد خان تھا وہ ایسے زوردار تھے کہ دلیرخان کا ایک

گھوڑا ابرا شریر و بدذات تھا اونھون نے قادر داد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھون نے ایسا دبایا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خانموصوف نے کنوین پر بیٹھکر اپنے اونھین دونون شاگردون سے کہا کہ زور کرو اونھون نے کہا کہ مبادا آپ کنوین مین نہ گر جائین مگر انھون نے اجازت دی شاگردون نے ایسا زور کیا کہ نتھنون سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کیطرح اپنی جگہہ سے نہ جنبش کی خداداد خان کی خداداد طاقت کا یہ حال تھا کہ ضعیفی مین ایک روز تکیہ لگاے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اب کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجاے اور گھوڑیکے پیر میرے ہاتھ مین پڑجائین تو پھر اسے آگے نہ بڑہنے دونگا اور اسیطرح بیٹھا ہونگا ایک شخص انہین سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتین ہین گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خداداد خان نے اسکے پیر پکڑ لیے اور جگہہ سے نہ ہلنے دیا اور اسیطرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتین مشہور ہین ایام غدر مین ایک شخص مدراس کے آنے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن مین ایک مکان تھا جسکی چھت پتھر کی تھی اوسمین تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس پتھر کی چھت مین پیوست ہوگئے تھے وہانکے لوگ اسکو اک یادگار سمجھکر بڑے شوق سے جاکر بطور زیارت کے دیکھتے تھے وہ تین تیرونکا اپنی آنکھو نسے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔
روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایکبار دلیرخان کے سر پر بال بڑھکر کانون کی حد تک پہونچگئے تھے اوسکے بڑے بھائی عمدۃ الملک نواب بہادر خان نے دیکھکر کہا کہ فوج کے افسر کے لیئے اسقدر لنبے بال سر پر ہونا جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیرخان نے کہا کہ بال مجکو مجبور نہین کر سکتے اسوقت وہان پر ایک سیڑھی کھڑی ہوئی تھی اوسپر تھوڑا چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالونکو کھینچ اوسنے پکڑ کر کھینچا شروع کیا دلیرخان اوپر چڑھتے چلے گئے اور وہ آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیر کی دس سالہ حکومت کے بعد سلطنت کی مفصّل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیرخان کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہین۔ مثلاً قصبۂ بلہور ضلع کانپور مین جب کایستھون کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر مین ملازم تھے وہانکے چودہریون نے ستایا تو بادشاہ نے اون مفسدون کی سرکوبی کے لیے دلیرخان کو بھیجا تھا اور دلیرخان نے بلہور آکر ان ایذا دہندونکی واجبی گوشمالی کر دی تھی اس واقعہ کی تصدیق ان کایستھونکی اولاد آجتک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصہ بھی قابل الذکر ہے جو صوبہ اودھ مین ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسنے بادشاہ سے سرکشی کی تو دلیرخان اوسکی تنبیہ کو متوجہ ہوے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا اوسنے دلیرخان کو کہلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونون سردار مقابلہ کرکے ہار جیت کا فیصلہ کرلین دلیرخان نے اس بات کو بڑی خوشی سے منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونون سردارون نے انتہائے شجاعت سے پیہ گر کیے

جوہر دکھلائے اور بہادری کے فن کو ختم کردیا اس دوران مین راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ مین اس حالت مین تمپر حملہ کرون تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کرلو اوسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھکر انکا بندہ بنگیا اور اطاعت قبول کرلی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اوسکے اندر بچھو رکھوا دیے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا اور بچھو نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تیور مین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کرکے شاہی بزم سے اٹھے اور مکانپر آکر وہ خلعت اوتار ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کیجاتی ہے اور غالبًا وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت مین شہرۂ آفاق تھے خود بادشاہی تاریخ مین شاہی وقائع نگار نے اونکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہین کرسکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کرکے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اُسکا مجرا ہوجائے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جوقت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانون کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دلچسپی رکھتا ہو۔

دلیر خان کے مزاج مین مروت از حد تھی مگراسکے ساتھ افغانی مغلوب الغضبی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی

تحمل بھی نہایت تھا حتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹون کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے۔چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے رستم خان تھے۔جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے لنکے مزاج مین بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار اونکے باز کو جوقاز اور کلنگ کو بھی شکار کرلیتا تھا ہاتھ پر ٹہلے ہوے جاتا تھا اتفاقاً وہ باز بیٹھوکر رستم خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے عذر کیا کہ بے حکم نوابصاحب کے مین یہ دے نہین سکتا رستم خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوے کہ اوسکے حواس جاتے رہے حتے کہ اوسی غیظ مین اپنے چچا کی مجلس مین چلے گئے اور جاکر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار اکر نوابصاحب کی پشت کیجانب کھڑا ہو گیا رستم خان نے اوس سے باز کو چھین کر چچا کے سینہ پر دے مارا وہ جانور مرگیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذرا مگر کچھ نہ کہا اور مجلس سے اٹھکر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس مین رستم خان سے تلوار چلی اور کتنے شخصونکو زخمی کرکے رستم خان مارے گئے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محلچلا لنگر اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

نواب دلیر خان کی وفات

ماثر الامرا مین لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسوان سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد اعظم کے ساتھ بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ مین بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین موجود تھا اس عرصہ مین دلیر خان سخت علیل تھے آغاز ۲۷ سنہ جلوس شاہی مطابق ۱۰۹۴ سنہ مین **دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا** یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

ملہ ۵ در سال بست و ششم که بلدهٔ اورنگ آباد مطرح الویه عالمگیری بود او را با سران دیگر به سیاق بیجاپور تعین نموده تا رسید اعظم شاه بحضور موقوف داشته بودند دران ایام بیماری شدید کشیده در مبادی سال بست و هفتم ۱۰۹۴ سنه بجاوید سرا شتافت اگرچه مشهور آفست که خلد مکان بعضے آثار خودسری و سرکشی ازو تفرس نموده مسموم فرمود اما انچه بتحقیق پیوست ایحرف پرتوے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات بر آنند که برادرزاده اش تبدیل جبے که معتاد داشت کارش تمام کرد۔ اما عالمگیر بادشاه بآن فرط غیرت و شجاعت که بسپاه گری هیچ یکے را بخاطر نمی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گویند هنگامیکه او با شاه عالم در دکن بود شاهزاده خواست که او را با خود هم داستان ساخته علم خودسری برافرازد دلیر خان سر ازان پیچید سرگرانی طرفین بناخوشی انجامید دلیر خان برسم یلغار روانه حضور گشت شاهزاده بتعاقب فطره نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاهی گذشت که شاهزاده خیال باطل داشت من ترک رفاقت نموده احرام حضور بستم متصل ان عرضی شاهزاده رسید که این افغان پر شور و سر بخواست غبار طغیان برانگیزد من بباشش او روانه شدم بوصول این عرایض بادشاه را غریب اضطراب در گرفت و مکرر بمتوضا شتافت همت خان چون از بسن صبا تربیت یافته دوش وکنار بادشاهی بود بسیار گستاخانه عرض میکرد بپادشاه گفت که انهمه ندارد چرا حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاه تند شده فرمود که مرا فکر شاه عالم نیست مشکل آنست که مبادا با هم ساخته باشند و فوجے که سردارش

کچھ انکی طرف سے آثار خود سری کے پلئے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوا دیا تھا مگر صمصام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہانتک تحقیق سے ثابت ہوا اس خبر کی کچھ اصلیت نہین پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویون کی یہ رائے ہے کہ دلیرخان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجاے اسکے زہر کی گولی انھین کھلا دی جسنے انکا کام تمام کر دیا۔

مصنف ماثر الامرا لکھتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ عالمگیر بادشاہ فرط غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہگری کے مقابلہ مین کسیکو خیال مین نہین لاتا تھا مگر دلیرخان سے کھٹکتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہین تھا اسی سلسلہ مین مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن مین تھا اور شاہزادہ نے چاہا کہ انکو ہمداستان کرکے بادشاہ کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کرے دلیرخان نے اسکو نامنظور کیا آخرکار طرفین مین بدمزگی پیدا ہو کرنا اتفاقی پیش آئی دلیرخان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوے بادشاہ کیطرف روانہ ہوے شاہزادہ بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیرخان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہزادہ خیال باطل از تھا اوسکی ترک رفاقت کرکے مین حضور مین آیا ہون۔ اسی حالت مین شاہزادہ بھی آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پرشور و شر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھانے مین بھی اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہون بادشاہ کو یہ حالات سنکر عجیب اضطراب ہوا

بقیہ صفحۂ ماقبل۔ دلیرخان باشد در مقابل او غیر از خود دیگرے را نمی بینم پس ہر گاہ مرا با او سروکار افتد جنگ دو سر دارد۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیرخان۔

ہمت خان جو لڑکپن مین بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہین رکھتی حضرت اسقدر اضطراب کیون فرماتے ہین بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجکو فکر شاہ عالم کی نہین ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونون باہم سازش کرلین جبس فوج کا سردار دلیر خان ہوگا بجز اپنے مین کسیکو اسکے مقابلہ کا نہین دیکھتا اور جسوقت مجکو اس سے سروکار پڑیگا اسوقت کے لیے (جنگ دو سردارو) کا قول مشہور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ مین جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثر الامرا جیسی مستند کتاب مین لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلما اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۳۴۰) مین خافی خان کا یہ بیان لکھتے ہین کہ دلیر خان جو شجاعان کار طلب اور افغانان صاحب غیرت سے با نام و نشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام مین یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ اعظم شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جسکا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اسلیے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔

ماثر عالمگیری کے صفحہ ۲۲۷ سنہ ۲۷ جلوس مین تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب الحکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اورنگ آباد سے ملک

؎ سیم شوال مطابق یرلیغ معلے پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال سمت کوکن در آمدہ و دیگر ممالک غنیم بد مآل شادیانہ ظفر فال نواختہ بر آوردہ۔

کوکن کیطرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ مین دلیرخان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے
اس دار فانی سے ملک بقا کیطرف راہی ہوگئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہوگا۔

اگر دلیرخان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جاے تو ذی الحجہ
ومحرم مین رحلت کا زمانہ ہوسکتا ہے کیونکہ عالمگیر پیشتر دارا شکوہ پر فتحیابی حاصل
کرکے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغر آباد مین تخت نشین
ہوا ہے مگر باہمی جنگ وجدال کیوجہ سے جشن وسکہ وغیرہ کے دیگر مراسم
کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ اجمیر مین بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی
تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے
بعد ہوتا رہا۔

اگر مورخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ مین بھی
رحلت کا خیال ہوسکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال مین رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیون کے متعلق جو ماثر عالمگیری[۱]
اور ماثر الامرا مین **دلیرخان کی تعریف** لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت
بجنسہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہان تحریر کیجاتی ہے اُس سے انکی وقعت کا اندازہ

---

[۱] دلیرخان افغان بیماری شدید کشیدہ بجاوید سرا شتافت دور اکثر معارک بذات خود مصدر تردداتِ نمایان شدہ
قوی ہیکل زور مند بود غریب قوت واشتہا وضبط بر الوس ویلاوری طالع از ابتداے عمر تا انتہاے واشمت صفحہ ۲۳۷-
ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلما نے اپنی تاریخ ہندوستان مین لکھا ہو اور غالبا یہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے
بعد انتقال کے دلیرخان کے نام شاہی دفتر مین لفظ مغفور کی لکھی گئی اکثر امرا کے نام بغیر خطاب مغفرت کے لکھے گئے
ہین دلیرخان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھاجی کے بیان مین ماثر عالمگیری مین آیا ہے سہ مرتبہ ثانی او نزد دلیرخان
مغفور براہ غدر و احتیال گریخت ۱۲

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زور مند بود و حکایتہائے عجیب از قوت و اشتہائے او اشتہار دارد و برا لوس خود بسیار ضابط و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از ابتدائے عمر تا انتہا اوج پیمائے دولت و شوکت ماند ہیچگاہ سیلی زمانہ نخوردہ و ذلت و خواری نہ کشید۔

یعنے دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور اشتہا کی حکایتین عجیب و غریب عالم مین مشہور ہین وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منتظم اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری مقدر سے ہمیشہ زمانہ اسکے موافق رہا اور ابتدائے عمر سے انتہائے حیات تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کہائی اور ذلت و رسوائی نہ اوٹھائی دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کیجاتی ہے اورنگ آباد دکن مین انکا انتقال ہوا اور وہان سے انکا تابوت لاکر شاہ آباد مین جو انکا مقبرہ نزدیک تالاب کے کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ مین ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھرونکے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج محل سے دی ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے نظم کیا یہ ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خانِ عالی الشان
مکدر شد بہ عالم محفل شاہ بسا دوران

نظر کردم بتاریخش برآمد از سرِ مصرع
دلیری از جہان بردہ شجاعت ملک ہندوستان

لفظ غم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہین جانتے لہذا راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو حساب مین دقت نہو۔

قطعہ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد

از خاکسار مظفر

اہل عالم مین جلیل القدر تھے خان جلال
زیب دیتا تھا انھین بیشک دلیری کا خطاب

انکی فطرت سے دلیری کے تھے وہ جوہر عیان
قوت بازوے شاہ وقت و رکن سلطنت

آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن
قدردان شاہجہان تھا اور عالمگیر بھی

انکی شہ زوری کے قصے آجتک مشہور ہین
ہو گئے دار فنا سے راہی مُلکِ بقا

انکی خلقت تو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
آئے جس میدان جنگی مین تو وہ روشن ہوا

تھے بہادر اور پھر اوپر سے حسیم و باحیا
اشک رستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا

دونون شاہون کے انھین دربار سے خلعت ملے
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا بڑا

لشکر شاہی مین اونکا سا بہادر تھا کہان
غلبۂ ہیبت سے تھرلتے تھے سب اہل وغا

رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر
فتح و نصرت سلمنے آئے جہان ڈنکا بجا

جب اٹھائی باگ گھوڑی کی تو پھر رکتے تھے
آگ و پانی سلمنے ہو سخت ہو کوئی بلا

جب کیا دشمن نے حملہ فیل بنکر جم گئے
خود بڑھے تلوا لیکر ہوگئے شیر وغا

صوبۂ بنگال و آسام و دکن ملک اودھ
دیوگڈھ چاندھ کو بیجا پور کو بھی سر کیا

تھے وہ ایسے بامروت فاتح میدان جنگ
فتح کر کے ملک پھر مفتوح کو واپس دیا

معتمد تھے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر
حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا

رد نہین ہوتی تھی جو کچھ بات کہدیتے تھے وہ
خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا

نام نامی تا قیامت انکا مٹنے کا نہین
بیسیون ہین یادگارین انکی باقی باصفا

پھر نہ ہوتی کسطرح تائید حق حاصل انھین
ظلم عاجز پر کبھی رکھتے نہ تھے ہرگز روا

وہ ولایت سے بہادر لوگ لائے قوم کے
اور بسائے شہر اونسے صرف کر کے روپیا

انکی نسلو نمین ہین ابتک کچھ شجاعت کے نشان
دے رہی ہے انکی رنگت باپ دادا کا پتا

مقبرے مسمار ہین اب قصر ہین بے چراغ
کہ رہی ہے دیکھ لو انجام اپنا یہ ہوا

بر در و دیوار کہنہ نقش پارینہ نگر
بیگمان ہر نقش باشد حیرت و عبرت فزا

ان سلف کے کارنامو سے سبق لیکر خلف
اپنی حالت کو سنبھالین ہوشمین آئین ذرا

بس مظفر ختم کر یہ نظم بیجا طول ہے
حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

مصرعۂ تاریخ ہے یہ مخبر سال وفات

شیر میدان شجاعت نیک آنکھوں سے چھپا

۸۲ ۶ ۱۶

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمایش سے انکی زندگی مین لکھی تھی جسمین انکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام تک پہونچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخین اسمین علحدہ علحدہ شامل کی تھین اور وہ کتاب شاہ آباد مین غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور انکو اپنے بزرگون سے پہونچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ نواب موصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اوسکے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر بتلائے ہوئے انکے خاندان کی شاخین اسکو کیونکر معلوم ہو سکتی تھین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضایع ہو گئی اور اوسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت مین جو نسب نامہ درج ہے عجب نہین کہ اسی کتاب سے لیا ہو یا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد مین تھے انھون نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے

جلال خان عرف دلیر خان	ابن دریا خان	ابن ابراہیم خان

ابن علی سعید خان	ابن پایو	ابن عمر	ابن احمد جنگی باقر زی
ابن باقر	ابن مامون داؤدی	ابن داؤد	ابن دولت عزی خنل نبیرہ سٹرنبی

ابن قیس عبدالرشید	بن عیص	بن سلول	بن تعیم	بن عبسن
بن مرہ	بن حلدہ	بن اسکندر	بن زمان	بن بہلول
بن ہشام	بن صلاح	بن قارود	بن عبسم	بن قیلول

بن کرم	بن عمال	بن حدیقہ	بن مہتال	بن عتیس
بن عمیم	بن سموئیل	بن ہارون	بن تمرود	بن ابی
بن طلل	بن لولی	بن عامیل	بن تارخ	بن ارمد
بن مندول	بن سلیم	بن افغنہ	بن ارمیا	بن ساروال الملقب بہ طالوت ساؤل
بن قیس	بن عتبہ	بن عیص	بن روئیل	بملک طالات
بن یہود	بن مہتر یعقوب اسرائیل	بن مہتر اسحاق	بن مہتر ابراہیم خلیل اللہ	
بن تارخ کہ اورا آذر میگویند	بن ماحور	بن سروغ	بن سارو	
بن مہتر ہود علیہ السلام	بن عامر	بن سالح	بن ارفخد	بن شام
بن نوح علیہ السلام	بن ملک	بن سلخ	بن مہتر ادریس	بن یرد
بن مہلائیل	بن انوش	بن مہتر شیث علیہ السلام	؁ بن حضرت آدم علیہ السلام	

اکثر نام اسمین مختلف زبانون کے ہین اسلیے انکی تصحیح کی ذمہ داری راقم نہین کرسکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وثقیت کا دعوی ہوسکتا ہے جو نام کتاب مذکور مین درج تھے بجنسہ نقل کردیے گئے واللہ اعلم بالصواب

اسکے بعد دلیرخان کی اولاد کا شجرہ حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کرکے لکھا ہے اسمین کوئی شک نہین کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے مجہول النسب ہوگئی اور بعض ابتک شریف النسب موجود ہے۔

جہانتک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر مین لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیہات یا دوسرے شہرون مین منتقل ہوگئی ہے انکے نامون کی فراہمی مین زیادہ سرگرمی نہین کی گئی۔

نواب دلیر خان کے عزیز و اقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنین تھین تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہین تو شیخ رکن الدین بازید خیل جو منصبدار شاہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت مین نہایت اعتقاد رکھتے تھے اونھون نے اپنی دختر دریا خان کے عقد مین دی تھی جنکے بطن سے یہ اولادین پیدا ہوئین مگر اس خاندان مین یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہوچکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوے تھے جب ان بیوی کا انتقال ہوگیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور اونکے بھائی یوسف خان پیدا ہوے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھین شاہ آباد مین اونکے یادگار مین بعض چیزین منسوب ہین مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے اونکے نام سے منسوب کرکے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودھر نور مین نصب کیا گیا تھا جسکا تذکرہ فتح محمود خان کی سند مین بیان ہوچکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی مین ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و منتظم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن مین ملکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دارومین تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہین انھون نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے مین نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ مین انکا منصب ہزاری ذات وہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر ماثر الامرا مین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اوسوقت اونکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اور صفحہ ۶۸ مین بتقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد مین معزز و مشہور سردار تھے سنہ ۲ جلوس شاہجہانی مین انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا۔[1]

نیکنام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیکنام پٹھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھون نے شاہی مہمات مین خوب خوب بہادریان کی ہین جنگ بندیلکھنڈ و بدخشان مین دادِ مردانگی کی دی ہے اور بلخ و بدخشان مین نیکنام خان کے منصب مین شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ ضمناً بہادر خان کے حالات مین درج ہے اخبار محبت مین انکا منصب ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم بامسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

---

[1] یازدہم شوال عثمان خان روہیلہ از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار مفتخر و مباہی گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۴۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیرخان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبردست خان دلیرخان کے چچازاد بھائی اور حضور رس تھے اورنگ زیب نے انکو زبردست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہوکر انھون نے داراشکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔ جنگ بنگالہ اور دکن مین بھی انھون نے نہایت بہادری کو دخل دیا ہے اپنے بھائی دلیرخان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر مہمات مین یہ شریک رہے ہین جابجا اونکے تذکرونمین انکے حالات موجود ہین عالمگیر نے انکو والیاد وہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت مین گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔ انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنمین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد مین مولا گنج محلہ حیات خان اور شاہجہانپور مین حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ مین دیکھنا چاہیے

سکندر خان کا خطاب صلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیونکی طرح نامور اور جری تھے شاہی مہمات میں انسے بہادریان بھی کثرت سے ظہور مین آئین ہین جسکا تذکرہ ضمنا عالمگیر نامہ وغیرہ مین مندرج ہے محاربہ داراشکوہی مین انکو بھی عالمگیر نے پانچہزار نقد خلعتا مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت مین ہزاری ذات و ہشتصد سوار کا تحریر ہو
یہ دلیرخان کے چچازاد بھائی تھے مگر ماثرالامرا اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جو دلیرخان
کے چچازاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوسمین فتح خان کے والد کا نام ذکریا خان
ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہ کی فتح مین فتح جنگ خان کا خطاب و علم و نقارہ
و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا تھا
اور جنگ کہجوہ کے سرکرنیکے بعد سہ ہزار و پانصدی ذات اور سہ ہزاری سوار
سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد بیس ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے
فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علحدہ راقم نے لکھا ہے۔
یہ بڑے منصبدار ونمین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان مین
کوئی دوسرے عزیز ہون یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب و خطاب
پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہون
واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیرخان کے بھائیون مین تھے یہ اپنے باپ
دریا خان کے ہمراہ خانجہان لودی کے واقعہ مین کام آئے انکا منصب ہزاری
ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لاولد جوانمرگ جان بحق ہوے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیرخان کے دوسرے بھائی ہین انکا منصب
ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبۂ بہادرگڈھ ضلع
مرادآباد مین قریب قصبۂ حسن پور کے جو انکا ننہال تھا آباد کیا تھا جب
نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہین تو قصبہ بہادر گڈھ مین دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالبًا دیوان عنایت خان کی بود و باش ہین رہی جنگ بلخ و بدخشان مین عنایت خانصاحب اپنے بھائی بہادر خانصاحب کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم مین انھون نے خوب شجاعت کے جوہر دکھاے ہین جسکے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب مین اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ مین انکے حالات درج ہین بہادر خان کے تذکرہ مین ہمنے حالات بھی ضمنًا درج کیے ہین۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد البطن چھوٹے بھائی تھے انکا منصب اخبار محبت مین پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت مین دلیر خان کے بعد انھین کا نمبر تھا انکے بارہ مین عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴) مین باین الفاظ و عبارت انکی تعریف لکھتا ہے **یوسف خان برادر دلیر خان** کہ افغانان اور ا از یکہ جوانان دلاور و در مراتب سپاہگری ثانی اثنین مہین برادرش میشمر دند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور شربت ہلاک چشید۔

یعنے یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور تھے کہ تمام افغانان انکو یکتاے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری کے فن مین اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ محاربۂ داراشکوہ و عالمگیری مین یہ داراشکوہ کیطرف شریک ہوکر جوانمرگ کام آئے ہین۔

اور تمام پٹھانون مین انکی قیامت ناک موت کا افسوس وصدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ اخبار محبت[۱] کے صفحہ ۵۳۰ مین مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیرخان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر مین امیٹھی وگھاگھٹ مولیا مہرآباد و مارہرہ اترولی چھرہ پنڈراول وبہادرپور تھے ایکبار نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکا ربط وضبط بہت تھا انھون نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ مین بھی بود وباش رکھتا اور شہر بسانا چاہتا ہون اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور مین عرض کرون پردل خان نے جواب دیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو ہین چنانچہ نواب محمد خان بنگش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام التمغا محمد خان کو بنا بر وطن کے عطا ہوے نواب بنگش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد مین آباد کرکے فرخ آباد نام رکھا جس زمانہ مین کہ دلیرخان کے خاندان کا عروج تھا نواب بنگش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے شاہباز خان کا منصب پانصدی ذات وپانسو سوار کا تھا دیبالپور وکوہستان جمون وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا بتنہ اور بعض راوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملنا بیان کرتے ہین ایک شہباز خان دلیرخان کے چچازاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ مین کام آئے

[۱] دیوان یوسف خان برادر خرد دلیرخان ریاست امیٹھی داشت نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی از پسر دیوان ممدوح التجا آورد کہ میخواہم کہ در ظل حمایت آنجناب برلے بود وباش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم پردل خان درجواب فرمود کہ ازین بہتر چہ خوب شما قوت بازوے من است ازین چہ بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض کردہ دوازدہ موضع التمغا بنام محمد خان مرحمت شدہ واو شہرے فرخ آباد در عہد فرخ سیر آباد ساخت امیٹھی وگھاگھٹ مولیا ومہرآباد واترولی وچھرہ وپنڈراول وبہادرپور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بودہ ۵۳۰۔ اخبار محبت۔

پُردل خان کا منصب دو ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ توجدار بھی اُن کے رہے تھے اخبار محبت مین دیوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہین مگر مستند دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنے نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوتے ہین عہد فرخ سیر مین انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان و زبردست خان وغیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ اسیارہ مین عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ مین یہ عبارت تحریر ہے وجمعے از دلیران عرصۂ غا و ثابت قدمان معرکۂ ہیجا مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان روہلہ وغیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانباز و پیشقدمی کرنیوالے بہادر و نمین تھے۔

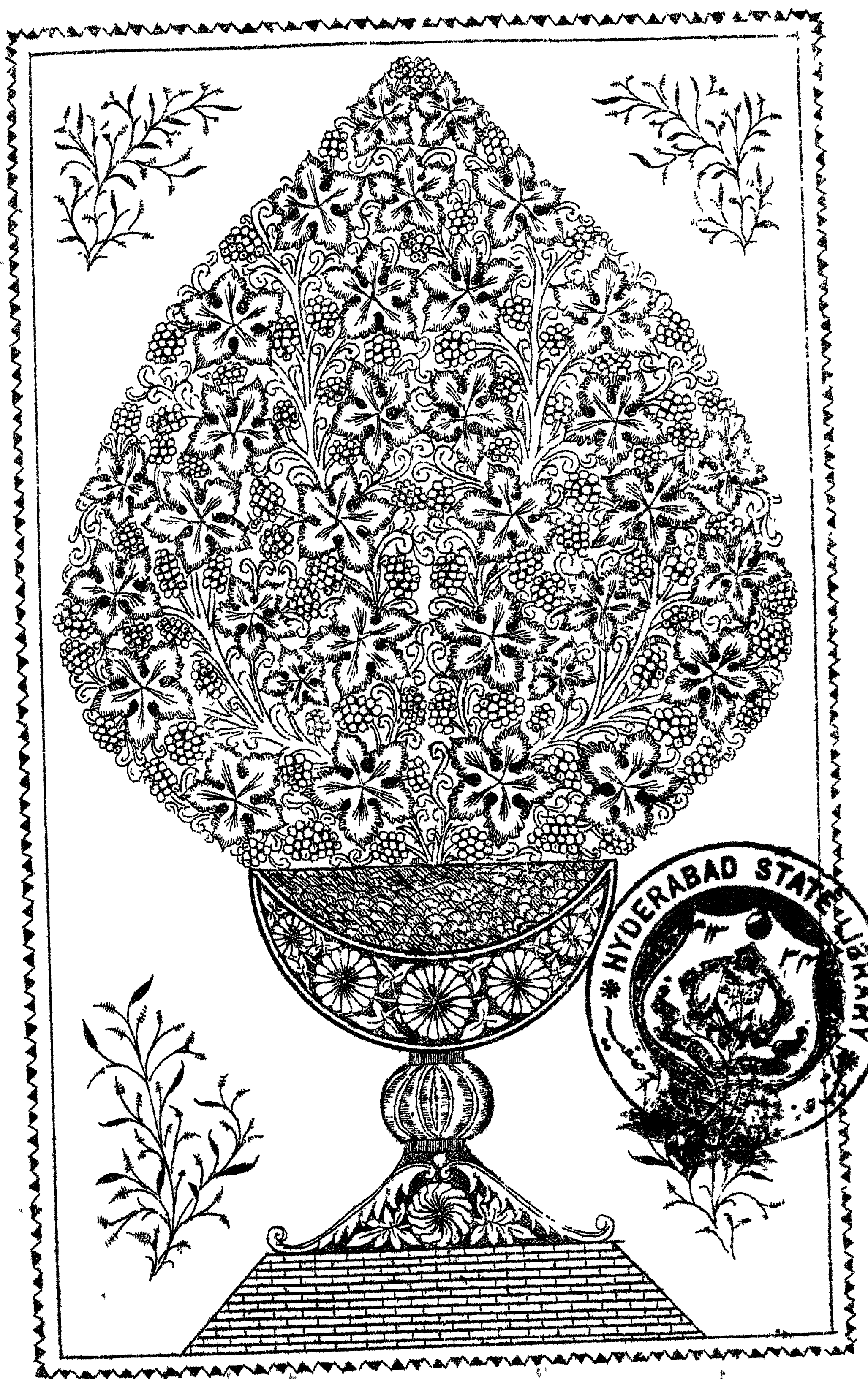
جمال خان لوہانی ہزار و پانصدی ذات و آٹھ سو سوار کا منصب تھا اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے لشکر مین افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سواروں کا افسر تھا نواب بہادر خان و دلیر خان کے لشکر مین بہادر شخص تھا اور انھین کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و پہاڑ خان لوہانی یہ ہر دو افسر ہفتصدی ذات اور پانسو سوار و نکے سردار تھے۔

شمشیر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

تور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔



شجرہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد۔ تاریخ انہار البحرین دلیر خان کی والدہ کا نام بی بی رابعہ قوم کی گگیانی پٹھانی تحریر ہے مگر انکے والد دریا خان باقرزئی تھے دلیر خان کے فرزندان کئی بیویوں سے مختلف البطن تھے۔

نواب کمال الدین خان
مورث اعلیٰ بڑی ڈیوڑھی

نواب فتح محمود خان
مورث اعلیٰ چوک

نواب چاند خان
مورث اعلیٰ کھیڑہ

نواب دلدار خان
مورث اعلیٰ چھوٹی ڈیوڑی

نواب الہ داد خان
مورث اعلیٰ محلہ ... مالہ

[illegible]

حاجی خان

حسنا بی بی

مستورہ بی بی

دختر نامعلوم الاسم

یوسف خان

نواب عنایت خان

بی بی بتو

حبیب خان / عثمان خان

نواب سردار خان — گل بیگم — خیر النساء بیگم

محمد یار خان — نواب شیر امداد خان — شرف الدین خان (لاولد)

نواب مراد خان — دختر

حو داد محمد خان عرف جمعہ میاں شوہر نواب صاحب کو منسوب تھیں بواسطہ محمد خان جانشین تھے

نواب سعد اللہ خان — نواب امیر حسین خان

نواب محمد حسین خان (لاولد)

مصطفےٰ خان — مرتضیٰ خان

حیات علی خان — نجابت علی خان

بہادر خان (لاولد) — بشارت خان (لاولد) — مرشد خان (لاولد) — حاتم علی خان (لاولد) — نظام الدین خان (لاولد) — مراد خان (لاولد)

صالح محمد خان — خرومند خان (لاولد) — بہرہ مند خان (دختر) — ہدایت خان — محمد روشن خان

بہادر علی خان — مراد علی خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب دلیر خان کے خلف اکبر اور اپنے پدر بزرگوار کے قایم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آبادی کی تکمیل انھین کے ہاتھون ہوئی مہمات شاہی مین انھون نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے ایسے کار نمایان کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپکو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیات مین منصب عطا ہو چکا تھا اور اسیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہی دربار مین تقرب و حضور رسی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالنجر متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرگنہ ہنڈون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا تھا تاریخ ماثر عالمگیری مین انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تحریر ہے اور جب ۱۰۸۵ھ مین دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان کی ترقی ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہنڈون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھون نے

لـه کمال الدین خان ولد دلیر خان و باقر خان ہر کدام باضافہ دو صدی ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتند سال ہجدہم جلوس ۱۰۸۵ھ صفحہ ۱۳۲ ماثر عالمگیری

لـه سال سی و ششم جلوس ۱۱۰۴ھ غرہ شہر ربیع الاول کمال الدین خان فوجدار ہنڈون بیانہ در جلدوی استیصال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنزلت دو ہزار سوار رسید۔

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
الحاصل آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے پیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے
ہیں اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سر بلند ہوے چنانچہ صوبہ اودھ کی
صوبہ داری پر مامور رہے تھے تاریخ انہار الجہر مین نواب احمد خان شاہجہانپوری انکے
متعلق لکھتے ہین کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت یکتاے
زمان بود گاہے چشم از اعدا نپوشید و ہر بلائیکہ آمد رو نمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی
کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے
محصول طلب کیا اس زمانہ مین نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین
خان نے بارگاہ شاہی مین اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کیگئی صرف عدم
مزاحمت کا حکم صادر نہین ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے
معاف ہوے اور اسکا فرمان ۱۰۹۶ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا۔ اسکے بعد جب
سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی
درخواست بھی انھون نے عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے
سنی گئی اور اسکے بارہ مین بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد
بطن بدولت نے مرحمت فرمائی ہے اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ ابواب دخلی و خارجی سب
انکو معاف کیے گئے ہین کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر مین انسے مواخذہ نہ کرے
عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کیجانب سے تحریر ہوا ہے
اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت و الاحسان
کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال مین لائے گئے ہین۔

اور دوسرے پروانہ مین کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فقرات سے عزت بخشی ہو کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہین ہوے مثلاً بیش منصب کا رطلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر ہین تاریخ انہار البحرین مین ہی کہ ایک بار شاہجہان بادشاہ ہاتھیونکی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ اورنگ زیب پر حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہان کھڑے تھے انھون نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سونڈ دو ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سنہ ۱۹ میں جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دارالخلافت دہلی کو معہ لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا ہی جبتک بادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہین ملتا تھا اسوقت تک کسی سرکاری کاغذ مین اسکے نام کیساتھ لفظ خانی کی نہین لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا اسیطرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بحالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کیطرف سے عنایت ہوا ہی چونکہ وہ خطاب یافتہ نتھے اسلیے اسمین صرف محمد سردار لکھا ہوا ہی اگرچہ لفظ خان قبیلۂ افغان کا قومی لقب ہی مگر بادشاہ کے یہانسے نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہین لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان بابا قرزی جو نواب دلیر خان کے افغانونمین بڑے شجاع اور جری شخص تھے اور جب انکو دلیر خان کی سند کے بموجب شاہی فرمان حاصل ہوا ہی اسمین بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے دستیاب

ملہ نوزدہم ذی الحجہ از لاہور رایات عالیات جانب دارالخلافت ارتفاع یافت کمال الدین خان پسر دلیر خان خطاب خانی یافت صفحہ ۱۸۵ ماثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہوگئے ہین مگر جو شاہی مہمات ماثر عالمگیری مین انکے نام سے درج ہین وہ مختصر طور پر ذیل مین تحریر کیے جاتے ہین ۱۵سنہ جلوس مین جب میوات کے سرکشون نے بغاوت اختیار کی اور انکی تعداد مور و ملخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچہزار باغیون نے قصبۂ نارنول کے نواح مین لوٹ مچائی اور وہانکے دیگر قصبات و پرگنات پر دست درازی شروع کی طاہر خان وہان کا فوجدار باغیون کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور مین آیا تو بادشاہ عالمگیر نے ان مفسدونکی سرکوبی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰۸۲ھ کو کمال الدین خان کو معہ لشکر جرار کے بھیجا اور باغیونکے بابتہ بادشاہ نے انکو حکم دیا تھا کہ انکے قتل و قید مین کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موذیون کا نام و نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جاوے جسوقت کمال الدین خان میوات مین

لہ مفسدان سرزمین میوات ناگہانی چون دیوچہ از زمین جوشیدند و مانند ملخ از آسمان ریختند القصہ فتنہ باغیر قریب پنجہزار کس در نواح نارنول رفت عصیان منتشی مین کردہ قدم جرات و جسارت پیش گذاشتہ و دست نہب وغارت بر قصبات و پرگنات دراز کردند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت و مجادلت در خود ندیدہ بحضور آمد عزم جزم بادشاہ عدو بند کافر کش بر استیصال کفار فجار مصمم شد بست و ششم ذیقعدہ کمال الدین خان ولد دلیر خان با جمعیت سرکار ایشان تقتل و اسیر بیدینان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہرگاہ فوج منصور بدان مرز رسیدہ حربے صعب و رزمے شدید رو داد اکثرے از بہادران چہرۂ سعادت بگلگونہ شہادت رنگین و بسیارے مجروح شدند و باصطلاح اہل ہند ہا بھارت کہ عبارت از کشتہ شدن انیال در رزمگاہ باشد درین معرکہ مرد آزما ظہور آمد عاقبۃ الامر باطل ستیزان رو بگریز آوردند نصرت مندان بتعاقب گریختہا پرداختہ فراوان ابر خاک ہلاک انداختہ فتح و ظفر بیامن اقبال خدیو دین پرور نصیب اولیاے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان فیروزی زمین بوس شدند و بشنیدن تحسین و آفرین از زبان دربار سر افتخار بفلک دوار رسانیدند جمیع خرد و بزرگ تلاش و رزان الطفات سترگ باضافہاے نمایان و خلاع امتیاز یافتند۔ انتخاب ماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات و میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھون نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہابھارت جو ایک ہندوستانمین عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور مین آئی بہت سے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آے اور بہت سے زخمی ہوے آخرکار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت سے بھاگنے مین قتل ہوے اور بہت سے قید کیے گئے غرضکہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شریرون سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان ورومی خان او ر توپخانہ اور شاہزادہ محمد اکبر والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح حاصل ہوگئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادرون کو بھی عنایت شاہانہ سے سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیرخان کی زندگی کا تھا۔

سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ مین مہاراجہ جسونت سنگہ کے انتقال کے بعد جو جھگڑا پیش آیا ہی اس معرکہ مین بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہی کہ مہاراجہ جسونت سنگہ والی جودھپور جو اکثر صوبجات مین صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیونمین بادشاہ کیطرف سے شریک ہوے جب وہ کابل مین کمکی صوبہ دار تھے اور وہان فوت ہوگئے تو

کوئی اُنکا لڑکا نہ تھا اُنکے نوکر ومنین رگھناتھ داس وغیرہ بڑے معتمد تھے اُنھون نے بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جسمین راجہ کے مرنے اور اُنکی رانیونکے حاملہ ہونیکا حال درج تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونون رانیون سے دو لڑکے لاہور مین اکر پیدا ہوے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازمون نے بادشاہ کی خدمت مین پہونچائی بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونون لڑکون کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ سن تمیز کو پہونچینگے اپنے باپ کے راج ومنصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم دہلی آئے اور ان لڑکون کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کو لیکر اپنے قبضہ مین کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ مین راجہ کا ایک لڑکا مرگیا[1] بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجپوتونکا جودھپور آکر فساد برپا کرنے کا ارادہ ہے تو ۲۰ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ راجہ کی دونون رانیان جو روپ سنگھ راٹھور کی حویلی مین ٹھہری ہین یہ نورگڈھ مین جاکر ٹھہرین وہان فولادخان کوتوال اور سید حامد خان جاکر چوکی پہرہ بٹھادین اور کمال الدین خان

[1] چون بسامع جاہ وجلال رسید کہ این طائفہ بدسگال ارادہ فاسدہ دارند شانزدہم جمادی الآخر یرلیغ گیتی نفاد یافت کہ ہر دو زوجہ مہاراجہ راکہ در حویلی روپ سنگھ راٹھوری باشند با پسر آوردہ در نورگڈھ دارند فولادخان کوتوال وسید حامد خان باپندہاے چوکی خاص وکمال الدین خان پسر دلیر خان وحمید خان پسر داؤد خان وخواجہ میرکہ صلابت خان خطاب یافت با ملازمان رسالہ بادشاہزادہ محمد سلطان مرحوم این فرق ضال را ازین عزم وبال بازداشتہ واگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ وگوشمال نمودہ بکفر کفران نعمت رسانند تعین شدہا بموجب فرمان کارپابند گشتہ بلوازم اندرز و نصیحت پرداختہ گفتا نگونسار چشم از بہبود کار خود پوشیدہ در تیر وپیکار کوشیدہ جمع کثیر سر در جیب عدم کشیدہ وجمعے از بندہاے بادشاہی بکار آمدند۔۔۔ انتخاب ماثر عالمگیری

معہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیجا کر ان راجپوتوں کو اس فساد سے باز رکھیں اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کریں تو اچھی طرح انکی گوشمالی کیجاے چنانچہ حسب الحکم کوتوال مذکور نے وہاں جاکر پہرہ بٹھادیا اور نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتوں کے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس ارادہ اور جہالت سے باز نہ آے اور لڑائی پر آمادہ ہوے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مارے گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آے جب راجپوتوں نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھوں نے دونوں رانیوں کو جو مردانہ لباس پہنے تھیں قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر مین چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہونچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیاں کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھیں اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھوں نے پہچانکر بتلادیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیوں کے ساتھ پرورش کے لیے شاہزادی زیب النسا بیگم[1] کے سپرد ہوا اور اوسکا نام

---

[1] یہ شہزادی سلاطین مغلیہ مین باعتبار علم وقابلیت وشاعری کے فخر خاندان ہوئی ہے زیب النسا بیگم ۱۰ شوال ۱۰۴۸ھ کو دلرس بانو بیگم جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت وتعلیم ہوئی حافظہ وذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن مین قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ مین عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النسا کو تیس ہزار اشرفیان مرحمت فرمائین ملاجیون نے بسم اللہ کرائی تھی چار برس کے عرصہ مین اسنے علم عربی مین پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی ہیئت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی غرضکہ عربی وفارسی علوم مین بہرہ تام رکھتی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام خطوط جسمین نستعلیق نسخ شکستہ شامل ہین لکھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

محمدی رائج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگون کے پاس تھا وہ چھینکر بیت المال کے

بقیہ صفحہ ماقبل فضل و کمال اطراف سے آکر جمع ہو گئے تھے علما شعرا منشی خوشنویس اسکی سرکار مین وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت سے تصنیف ہوئے چنانچہ زیب التفاسیر ملا صفی الدین کشمیری اردبیلی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کرکے تصنیف کی ہے اسے کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشینگوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی شاعرہ ہوگی اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎ اگر دشمن دوتا گردد بہ تعظیمش مشو غافل + کمان چندانکہ خم گردد خدنگش کارگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی ؎ دیوانہ خموشش بعاقل برابر ست + دریاے آرمیدہ بساحل برابر ست + ایک روز زیب النسا چمن مین ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بغل مین تھا ایک بلبل شاخ پر چہچہاتی تھی اوسنے یہ فوراً برجستہ کہا ؎ اے عندلیب نادان دم دررہ گلوگیر نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا ؎ اے امانی گل خندہ کہ چرا میخندد + امانی بیگم بولی ؎ بر بقاے خود و بر غفلت ما میخندد + ایکبار ایک آئینہ فغفور چین نے شاہجہان کو بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گرکر ٹوٹ گیا اسنے رو کر کہا ؎ از قضا آئینہ چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا ؎ خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایکبار طرح ہوئی ؎ در ابلق کسے کم دید موجود + اسنے مصرع لگایا ؎ مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا یہ بھی قطعہ مشہور ہے ؎ بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد صد بہار آخر شد و گلہا بفرق جا گرفت + غنچہ باغ دل ما زیب دستارے نشد + اسکا یہ شعر اسکے دیوان مخفی مین اسکی حالت پر شاہد ہے ؎ دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام + زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسا ست + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرنے مین وہ خرچ کرتی تھی لاہور مین ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال بیدماغی اور عار ہمسری سے ازدواج کرنا پسند نہین کیا ایک گوسفند کو دردزہ کی حالت مین دیکھکر بولی ؎ اے صدف تشنہ بمیر و سوے نیسان منگر + ہر یک قطرہ آبے کہ شکم بشگافد

کوٹھے مین داخل کیا گیا دونون رانیون اور تیس راجپوت سردارونکی لاشین شمار مین آئین جو نامی راجپوت بھاگ کر ۲۴ جمادی الثانی کو جودھپور پہونچے وہان اُنھون نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد برپا کیا۔ طاہر خان جو جودھپور کا فوجدار تھا وہ وہان نہ ٹھہر سکا اس جرم مین وہ عہدہ اور خطاب سے معزول کیا گیا اور سربلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جودھپور کے

بقیہ صفحۂ ماقبل ایکبار اجمیر شریف و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت مین اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال مین خلعت ماتمی اسکے ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت مین اسکے نوشتہ اسکے نام پلے گئے اسلیے جاگیر اسکی ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڈھ مین مکان سکونت کو دیا گیا۔

۱۱۱۳ھ بمقام دہلی اسنے باپ کی زندگی مین قضا کی اورنگ زیب دکن مین تھا و تاریخ نویس کے ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ ۴۶ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا مین مدفون ہوئی کابلی دروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ھذا مرقد بنت اکبر سے للعبد المذنب العاصی وھی المتخوف برحمۃ الرحیم الکریم الحافظ زیب النساء بیگم المرجو من عباد اللہ الصالحین یدعوا لھا بالغفرات الرضوان تاریخ فوتھا القولہ واخلی جنتی اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنا ہے ؎ اغنیا سازند گنبد از طلا و نقرہ ؛ بر سر گور غریبان گنبد گردون بس است ؛ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقعہ اپنے پیر و مرشد کے نام لکھا ہے نقطۂ پرکار تدویر وجود ہفتم خط محیط صفحہ فلک ہشتم حضرت پیر من ظلکم۔

مردان خدا و در رسیدہ زیب النسا فرماتے کہ دارد پایانی نہ دارد اگر از تجرید خود دم فغزید زہم رواست منکہ بصورت گرفتار نہ بمعنی خبردار بالب مسانے ہیچو گفتیھا گفتمے ؎ آنکہ روزے ہمزبانی شد جدا۔ نے نوا شد گرچہ دارد صد نوا۔

محررہ زیب النساء

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگھ جو راجہ متوفی کا ملازم تھا اسنے بیشمار فوج فراہم
کرکے تہور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی
طرفین سے اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ کشتونکے انبار لگ گئے آخر
راجسنگھ مارا گیا اور تہور خان فتحمند ہوا اس عرصہ مین رانا والی اودیپور نے
بھی سرکشی کرکے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دلی سے اجمیر کو روانہ ہوا
اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد اعظم بنگالہ سے بعجلت طلب
کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی گوشمالی کے لیے بھیجا گیا
والی اودیپور نے اودیپور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگھ کے آدمیونکو
لیکر دشوار گذار پہاڑونمین چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب راجپوت
مقابلہ سے عاجز ہوے تو انھون نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ
سے معافی مانگین یا بغاوت پر اسکو آمادہ کرکے اپنا رفیق بنائین مگر شہزادہ موصوف
نے انکی باتونپر کان نہین لگایا اور نواب بائی اسکی والدہ نے بھی اسکو نصیحت
کی کہ راجپوتونکی معاونت نہ کرنا جب وہ یہانسے مایوس ہوے تو شاہزادہ
محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بیشمار موجود ہی آپ ہمارے
بادشاہ بنین شاہزادہ ناتجربہ کار ایسے راجپوتونکے دام مین آگیا اور باپ سے بغاوت
اختیار کی اس زمانہ مین کل شاہی فوج راجپوتونکے استیصال کو چلی گئی تھی
اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسدخان اور
قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت
مین سات آٹھ سو سوار تحریر ہین لشکر مین اک تزلزل پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر مین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیکر باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹون کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سوارون کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی اسی کمزور حالت مین کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ کے پاس مدد کو آگئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی بادشاہ نے امرا کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کرلیا اس لڑائی مین رانا اور دیپور کا زیادہ نقصان ہوا چنانچہ اسکی بربادی کی تاریخ کسینے یہ نکالی ہے سے کہ رانا براندہ شد از ملک و مسکن ۔ آخر کار رانا نے مجبور ہوکر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی و دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے تذکرہ مین کچھ تحریر کر آئے ہین اسکے بعد ۲۵ رجب مین اورنگ زیب نے اجمیر سے برہانپور کیطرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد اعظم کو خلعت بیش بہا دیکر موضع دیورائی سے اجمیر کو رخصت کیا اور عمدۃ الملک اسد خان کو خلعت عنایت کرکے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے انکی کارنمائی اور وفاداری کے صلہ مین خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

سلہ کمال الدین خان و دیگران آمدہ باردوے معلے پیوستند صفحہ ۲۰۰ سنہ ۲۴ جلوس ماثر عالمگیری۔

سلہ کمال الدین خان پسر دلیر خان و اعتقاد خان پسر اسد خان و راجہ بھیم و پسرش و دیندار پسر نامدار خان و مرحمت خان شدہ و دیگران خلاع جواہر و اسپ و فیل بہ تعیناتی این فوج کمر امتثال بستند ۲۱۳ ماثر عالمگیری

عنایت کرکے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ مین شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت مین یکتاے روزگار تھی انتقال کرگئی عالمگیر نے یہ خبر سنکر نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بجنے کی ممانعت کی اور نواب جنت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

سلہ حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف مین اپنی مان ممتاز محل اور پھوپھی نورجہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیان کہ عورات مین ہوتی ہین اس بیگم مین وہ کل موجود تھین ۲۱ صفر ۱۰۲۳ سنہ ہجری کو ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد مین سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی پتلی ہونے سے امورات سلطنت مین دخیل تھی ساٹھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہوگئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر مین آیا تو اس لاڈلی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز مین پچیس لاکھ روپیہ کا زر و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی مان ۱۰۴۰ سنہ ہجری مین انتقال کرگئی اور ایک کرور سے زیادہ زر و جواہر چھوڑا اسمین سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادون کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امورات محلسرا کے اسکو سپرد تھے مُہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی ستی خانم النسا کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جسمین تیس لاکھ روپے صرف ہوے اسکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی مان کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفاپور مین و تیسرا انبالہ مین تھا صاحب آباد عرف اچھول اسکی جاگیر مین تھی ایک سرا بھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان والی توران کے اہل و عیال کی خاطرداری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ملا میر اکبرآبادی نے ایک مثنوی اسکی مدح مین والدہ عنایت خان آشنا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر ؎ بذات و صفات کردگار است ❊ کہ خود پنہان و فیضش آشکار است ❊ پڑھا تو نہایت محظوظ ہوئی اور پانچسو روپیہ صلہ مین مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد ۲۷ سنہ جلوس مطابق ۹۴ سنہ ہجری ماہ شوال مین بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحہ ماقبل جشن شفا مین قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوے بادشاہنامہ
مین اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان وعظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر
شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج مین کسقدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم ۵۴ سنہ ہجری کو اپنے
باپ شاہجہان کے پاس سے اوٹھکر خوابگاہ کو جارہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دامن مین اگ لگ گئی
چونکہ لباس ریشمی وعطر جہانگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس مین شعلہ بھڑک اوٹھا چار خواصین آگ
بجھاتی تھین مگر آگ نہین بجھتی تھی دونون ہاتھ اور دونون پہلو اور پسلیان جل گئین چونکہ خوبی لیاقت
سے تمام محلسرا کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان وفور غم سے
ایک دن دولتخانہ مین باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمارداری مین مصروف رہا عبادت
گذار شب بیدار ونسے دعائین کرائی گئین سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیون کی تحقیقات
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہوگئین۔ حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے
بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھکر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھون روپیہ خیرات کیا گیا دو خواصین
جلکر مرگئین۔ محمد داؤد خان وحکیم مومنا وحکیم مسیح الزمان کے علاج وعارف جراح کے
مرہم سے چار ماہ مین روبصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب وہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو
پھر مرض نے عود کیا اور آخر مین ہیمون درویش کے معالجہ سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے
جواہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوے جاگیر مین بندر سورت سات لاکھ سالانہ
آمدنی کا اضافہ ہوا اس جشن مین بیس لاکھ انعامات مین اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ
مکہ معظمہ ومدینہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبرآباد مین خود
جاکر اوسکا ماتمی لباس اتروایا اور جملہ ارکان دولت وامرا کو حاضری ونذر گذراننے کا حکم دیا اور وہ
حاضر ہوے اور آداب بجالاے عمر یاد الہی مین بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۶۰ برس کی
عمر مین ۹۲ سنہ ہجری کو جہان آرا نے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ مین تین کرور کا سامان چھوڑا
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی کے روضۂ اقدس کے صحن مین حین حیات جو اوسنے

محمد اعظم کو خلعت دیکر بیجا پور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمرکاب کیا اور انپر بادشاہ نے نہایت شاہانہ عنایتین فرمائین۔

انھین ایام مین انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوے محاصرہ بیجا پور مین کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریان کی ہین جب شرزہ بیجا پوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد اعظم کے لشکر کیطرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوے آخر کار وہ منھ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاعت سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کردیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجھر سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا اسمین مدفون ہوئی جسپر عبارت یہ کندہ ہے جو راقم کی چشم دید ہے ہوالحی القیوم ؎ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است ﴿ الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ ۱۰۹۲ھ اسکی تصنیفات سے کتاب مونس الارواح سوانحمری خواجہ اجمیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے۔ عبارت بطور نمونہ کے جواب ﴿﴾ اورنگ زیب کو خط مین لکھی تھی درج کیجاتی ہے۔ مناسب آن ست کہ آن برادر نامدار ازین امور ردیہ و افعال شنیعہ کہ منتج سوے خاتمت و مثمر و خاتمت عاقبت ست اجتناب لازم شمردہ در استرضاے خاطر قدسی مناظرہ شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن و مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فراگرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت و والی سلطنت ایجاب ول امتثال نماید کہ فی الحقیقت بمقتضاے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

؎ کمال الدین خان و دیگر متعینہ رکاب باشاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۲۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوے کہ زندگی کی امید باقی نرہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۲۶۲ مین یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان پسر دلیر خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم راپیرایہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی محمد خان شہید ہوے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت سے زخم آئے تھے کہ بدن جنبش کرنے کی قدرت نہین باقی رہی تھی چالیس زخمونکے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

سنہ ۲۸ جلوس مین کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوے اور یہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصائے سرا کی مرحمت کیا[1]

آخر کار ماہ ذیقعدہ سنہ ۹۷ ہجری مطابق سنہ ۲۸ جلوس کو قلعہ بیجاپور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کیخدمت مین حاضر ہوا۔ سد سکندر گرفت تاریخ فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہوکر کمال الدین خان کو خلعت

---

[1] زخمہاے کمال الدین خان ولد دلیر خان بہ شد ملازمت نمود بموہبت خلعت و شمشیر و عصاے سرا کی شمیم زخم آرزو یش التیام پذیرفت سال سیم ج سنہ ۹۷ھ صفحہ ۲۷۰ ماثر عالمگیری

[2] متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر بیش منصب و کم منصب بانعام خلاع و جواہر و اسپ و فیل و اضافہ و خطاب بذل اصناف اعطاف سر بچرخ دوار برآوردند ۲۸۴ ماثر عالمگیری۔

وخطاب و جواہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شاہانہ عنایتون سے سربلند کیا اور دیگر امرا بھی جو اس مہم واس فوج مین متعین تھے سبکو انعام واکرام سے مالامال کیا اسی مہم کے بعد ابوالحسن تاناشاہ کی معزولی کی گئی اور قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا اور میر عبدالکریم نے تاریخ ؎ فتح قلعہ گولکنڈہ مبارکباد ۔ نکالی اور مورد تحسین ہوا یہ زمانہ ۳۱ سنہ جلوس مطابق ۹۸ سنہ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات مین کمال الدین خان نے خوب خوب کارگذاریان کی ہین ۔ مگر افسوس کہ ماثر عالمگیری کے بجز چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کارنامے تحریر کیے جاتے ۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۱۳۱ مین ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیرون سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرکے بادشاہی ملازمون سے مقابلہ کیا ہی تو اورنگ زیب نے کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلیے بھیجا اور انھون نے وہان پہونچکر انکی تنبیہ و گوشمالی کرکے ان باغیون پر فتح حاصل کی اس مہم مین انکے لشکر مین منجملہ دیگر پٹھانون کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد مین اس مہم کے متعلق ہندی زبان مین کبت بنایا گیا تھا جو کتاب مذکور مین مندرج ہے اور اسکی نقل یہانپر درج کیجاتی ہے ؎ اورنگ زیب پرتاب بلے جن کو ب

کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو

سبھی ہارو تھان بھٹانو بلے سرمست خان صاحب کرور

گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امراو سبھی جہان پایا تو کٹو

تھان پا تو نتہ ٹارو۔

۳۳ جلوس مطابق ۱۱۰۰ ہجری مین جب جاٹون نے سر اوٹھایا اور ہنڈون بیانہ مین جو اکبر آباد کے متصل ہے وہان آکر لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے شہزادہ بیدار بخت کو مع لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہان جاکر قلعہ سنسنی کو جو ان سرکشون کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگہ کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ مین اس گروہ کو قتل وقید کرکے انکی گڈھیان چھین لو اور انپر اپنا قبضہ کرلو تاکہ ان موذیون سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سرزمین پاک ہو جائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اسکام مین مصروف ہوا اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی توپخانہ حسب التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلع وقمع کرنے کے لیے بہت کوشش کی بلکہ جاٹون کا قلعہ سوکر چھین لیا مگر جیساکہ انصرام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ سے ظہور مین نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شورہ پشت تھی اسلیے اک سخت زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوسمین سرداری کے جملہ صفات موجود ہون مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگہ[1] نہ غالب آسکے تو وہ گروہ اور بھی بیباک ہوا اور دست درازی شروع کی پرگنہ ہنڈون بیانہ روپباس بھساور

[1] بشن سنگہ کا منصب ہزاری چارسو سوار کا تھا انکے باپ کے مرنیکے بعد ۱۰ ربیع الاول ۳۵ جلوس مطابق ۱۰۹۱ھ کو انکو خطاب اجلی کا دیا گیا اور دیگر عنایتین شاہانہ بھی کیگئین کچھ دنون یہ راٹھور و بجی گوشمالی پر بھی رہے ہین اور ایک مدت تک اسلام آباد عرف متھرا کے فوجدار رہے اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا انکا بیٹا جیسنگہ تھا جسکو خطاب راجہ جیسنگہ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری و پانسو سوار کا تھا بشن سنگہ کے باپ کا نام کشن سنگہ تھا جو رام سنگہ کے بیٹے تھے رام سنگہ راجہ جیسنگہ جے پوری کے فرزند تھے کشن سنگہ نے اپنے باپ کے عہد مین اچھا منصب پایا تھا اور کابل مین تعینات رہے تھے یہ اپنے بہائی کی خانہ جنگی مین زخمی ہوکر ۱۲ ربیع الاول ۱۰۹۳ھ مطابق ۲۵ جلوس مین کام آگئے۔ یہ خاندان مہاراجہ مانسنگہ نورتن دربار اکبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے وہانکے عامل وجاگیردار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لائے اور دارالخلافت آگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے **کمال الدین خان کو انتخاب کیا** اور انکے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ تم شجاعت شعار بیش منصب کار طلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہنڈون بیانہ اور اسکے محالات کی جاگیر عنایت کیجاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان مین درج ہے اور تم فوجدار وہانکے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہان جاکر مفسدونکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ عدول حکمی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھا نہ رکھنا تاکہ وہ ملک اون شرکشون سے بالکل صاف ہوجاے اور عامل وگماشتے مطمئن ہوکر وہانکے محالات مین قیام رکھین اور رعایا کی دلجمعی اور مالگذاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر خواہ ہوتا رہے تمکو وہان جاکر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے بوجہ عجلت کے یہ فرمان گرز بردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب الحکم کمال الدین خان ہنڈون بیانہ تشریف لیگئے اور اپنی ذاتی لیاقت وشجاعت سے اس گروہ باغی کا قلع وقمع کرڈالا اور باغیون کے استیصال مین کوئی کسر اوٹھا نرکھی سرزمین ہنڈون سے فساد کا غبار بالکل مٹادیا ہر طرح کی امن پھیل گئی اور بدستور کاروبار جاری ہوگیا- بادشاہ نے انکی کارگذاری وخوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور انکے منصب مین جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ مین کمال الدین خان کے لشکر کے بہت پٹھان کام آے چنانچہ بعض انکے نامور افغانونکے وارثونکو بادشاہ نے جاگیرین دین اور انکے نام پروانے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیرونکے فرمان جو عالمگیر کیطرف سے مرحمت ہوے تھے شاہ آباد مین باقی تھے اب نہین ہے نقل فرمان کا یہ ہے

بسم الله الرحمن الرحیم

ان الله یأمر بالعدل والاحسان

فرمان شاهی بنام نواب کمال‌الدین خان

در عرض شما بقتل و استیصال رسانید سامانهای آنها بحیطه قبض و تصرف در آرد و از جهت انصرام کار [illegible] توپخانه و غیره [illegible]

از سرکار فلک اقتدار مرحمت شده و هر چند مشار الیه قلعه سوکر را مستخلص گردانید لیکن چون [illegible] آنطایفه ضلالت قرین [illegible] بحیز فتور و اختلال

اضلاع پرداخت آنفرقه بیباک خیره سری مانع منافع دست تغلب و تصرف بر پرگنه مندون و بیانا و روپ باس و بهساور [illegible]

پادشاهی جاگیرداران از مکاید استیلا و استعلای سرکشان و متمردان مجال استقامت در محال [illegible] قوم مذبور [illegible] مستقر الخلافه اکبر آباد شتافته و ازانجا که شجاعت

[illegible] منصب و خانه زاد سپاهی کار طلب از فضل و کرم پادشاهانه از راه ذره پروری و عاطفت گستری و از العنایت خدمت فوجداری مندون و غیره محالی که

اسامی آنها در ظهر المنشور لامع النور [illegible] بشرط خدمت حال و عطا [illegible]

[illegible] کامیاب مراحم و مواهب گردید باید که شکر و سپاس الطاف قدسی بجا آورده بمجرد وصول [illegible]

[illegible] رسیدن [illegible] وغیره سر بلند گشته در آنجا گذاشته خود با جمعیت شایسته بر جناح استعجال

[illegible] بخدمت مفوضه [illegible] حدود [illegible] اهتمام تمام بکار برده جابجا فتنه انگیز فساد آمیز را اگر [illegible]

اطاعت و انقیاد عدول و انحراف ورزیده راه خلاف و عناد پیمایند بقتل و [illegible] ساحت آنحدود را از وجود ظلمت آلود [illegible]

[illegible] عصیان و طغیان پاک سازد و [illegible] آشوب [illegible]

[illegible]

بقیه فرمان شاهی بنام نواب کمال الدین خان



بقیه فرمان شاهي بنام نواب کمال الدین خان

سنہ ۴۲ جلوس مین جب صوبہ ملتان مین ایک فرقہ نے جو فقیری لباس مین تھا فساد اختیار کیا اور بلوچون سے علحدہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور مین اس مہم کے لیے مامور کیا اوسوقت کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ موصوف کی خدمت مین فورًا حاضر ہو تمھارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی وہ شہزادہ تجویز کر کے سپرد کریگا اور اس سے مایدولت کو مطلع کریگا شاہزادہ نے لاہور مین لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہان جا بجا سے لشکر جمع ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب الحکم شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے متعلق جو شیر افگن خان[1] کو خدمت دیگئی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہوگئے اور لشکر کا انتظام پورا ہو گیا تو ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۱۰۸ ہجری کو شہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا اور ملتان مین اوسکا بیٹا شہزادہ معزالدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ نے وہان جاکر بلوچون سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالف کا غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی کمال الدین خان سرخرو ہوے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی نقل تحریر کیجاتی ہے۔

---

[1] شیر افگن خان شاہ وردی کے بیٹے اور نرور کے فوجدار تھے انکا منصب ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان سے علحدہ کیے گئے اور بجاے انکے کمال الدین خان نہایت تحسین و قدر افزا مخاطبت اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام کمال الدین خان

ابوالظفر محمد محی الدین
۱۰۶۹
عالمگیر بادشاہ غازی

بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند

امیدوار بوده بدانند

خانہ زاد شجاعت شعار لائق المرحمت والاحسان کمال الدین خان بعنایت بادشاہی
ازانجا کہ قبل ازین خدمت متعلقہ او بشیر افگن خان مرحمت شدہ حکم گیتی
مطاع لازم الانقیاد نفاذ می یابد کہ بعد رسیدن ایطالی خانمذکور باید کہ آن خانہ زاد بر سبیل
استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند برخوردار نامدار اعزار شد کامگار عالی نسب
والا تبار منظور نظر حضرت آفریدگار غرہ ناصیہ دین و دولت قرہ باصرہ ملک و ملت
مہبط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منیع الشان عظیم المنزلت رفیع
المکان المحفوظ بحفظ الحافظ الکلام المتمسک بسنن محمد معظم بہادر شاہ کہ برفتن
دار السلطنت لاہور مامور شدہ بشتابد و جمعے کہ آن قابل الاحسان بہ آوردن آستان
آستان فلک نشان ملک پاسبان براہ بندگی درگاہ آسمانجاہ مامور بود آن فرزند اعزا
ارشد تجویز مناصب درخور حالت و رتبت آنہا خواہد نمود برطبق آن معروض
قدس خواہد گردید۔ نوزدہم ذی القعدہ سال چہلم از جلوس والا تحریر یافت۔

بندہ اسد خان
عالمگیر بادشاہ غازی
سنہ ۱۲ ھ

برسالہ کمترین فدویان

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ جب اورنگ زیب نے ۵۱ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر مین ۱۸ شوال ۱۱۱۸ھ کو احمد نگر مین عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا صوبہ بیجاپور و گلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کی صوبہ داری عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے وہ جائے اور ہر منزل مین دو روز قیام کرے تاکہ دور ہو جاوے اور لشکر مین غدر نہ پڑجاوے اور پاس رہنے سے شاہجہان کا معاملہ پیش نہ آجاوے اور مجھے گرفتار نکرے القصہ شاہزادی زینت النسا بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد اعظم شاہ راستہ سے واپس آگیا اور ۱۴ روز ماتم مین رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور دہر محمد معظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے مرنیکی خبر سنکر تخت نشین ہوا۔ سلطان معظم کے کئی فرزند تھے جسمین دو شاہزادے خجستہ اختر جہانشاہ اور رفیع القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اُسکا محمد معز الدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا اور منجھلا بیٹا عظیم الشان پٹنہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان معظم نے محمد اعظم کو لکھا کہ تم بموجب تقسیم پدری کے مملکت دکن پر قبضہ کرو عالمگیر نے اعظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک معہ دکن کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ آگرہ کو وہ دار السلطنت بنالے اور سلطان معظم شمالی و مشرقی صوبون پر قبضہ کرکے دلی کو دار الخلافت مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند مشہور ہے محمد اعظم احمد آباد سے گوالیار ہوتا ہوا آگرہ آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان معظم معہ بیٹون کے آگرہ مین داخل ہوچکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے لڑائی ہوئی شاہزادہ اعظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ مین بھائی کی حقیقت نہین سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان معظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیعلم تھی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد اعظم ۱۲ شعبان ۱۰۶۳ھ ہجری کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحب بے بدل کہا کرتا تھا اسکا تابوت اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کرکے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹون مین تخت کے لیے خانہ جنگی ہوئی ایک

بقیہ صفحہ ماقبل کام بخش ۱۰ رمضان سنہ ۱۰۷۷ھ کو اودیپوری بائی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ خوشنویس تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن مین مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۱۰۵۳ھ مین نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث مین اسکو قدوۃ المحدثین کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد مین بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور مین سکھون کی تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر مین ۲۴ سنہ ۱۱۲۴ھ کو انتقال کیا جوار قطب صاحب مین مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہزادہ محمد اکبر زیب النساء بیگم سب باپ کے حیات مین انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے بعد اسکے چار بیٹون مین تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق نکلا۔ ۱۱ مہینے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیر بن عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس تین مہینے ۱۱ روز حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مار ڈالا اور مقبرہ ہمایون مین دفن کیا گیا اور اسکی جگہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھلایا مگر وہ تین ماہ حکومت کرکے بیس برس کی عمر مین دق کے مرض مین مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کرکے اور بیمار ہوکر مر گیا اسکے بعد روشن اختر عرف محمد شاہ رنگیلے جو خجستہ اختر جہانشاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بڑے رنگیلے نکلے عیش و غفلت مین تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹ سے برباد کر ڈالا جس سے پھر دہلی نہ سنبھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کرکے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی راہی جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹون کا غلبہ ہوا احمد شاہ درانی کے محاربے ہوئے چھ سال تین ماہ حکومت کرکے احمد شاہ بھی سدھارے بعدہ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴۵ سال سلطنت کی انکے بعد اکبر شاہ ثانی ۳۱ سال برائے نام قلعہ مین حکمران ہوئے کمپنی انگریزی مسلط تھی انکے بعد سنہ ۱۲۵۳ھ مین سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور سنہ ۱۲۷۹ھ مین بالزام بغاوت ۱۸۵۷ء کے رنگون بھیجدیے گئے اور اسطرح پر سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالیجاہ معہ اپنے لڑکونکے اور دوسری طرف سے
شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہ بہادر شاہ معہ اپنے بیٹونکے فوجین لیکر آیا
اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد معظم جو ولیعہد اور خلف اکبر تھا اوسکی
طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانموصوف کے ساتھ
اُنکے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے بیشتر میدان جنگ مین اعظم شاہ کے دونون شہزادے
والاجاہ اور بیدار بخت گولون سے کام آئے جسپر اعظم شاہ نے ایک آہ پر درد دل
سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہین ہے یہ کہکر مرنے پر کمر باندھی اور ایسے
متواتر حملے کیے کہ برادر مخالف کی صفین لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پاکر فتح اُسکو
حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگامہ مین ایک آندھی سیاہ
ایسی اوٹھی جس سے تمام عالم مین تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ اعظم شاہ کی فوج کیطرف
پیدا ہو گیا اسلیے اِدھر سے جو پتھر پھینکا جاتا تھا وہ خود اُنھین کیطرف پھر آتا تھا
سلطان معظم کی فوج نے یہ غیبی امداد سمجھی اور اعظم شاہ کی فوج کو پتھرون اور گولیون کی
باڑھ پر رکھ لیا مرتضے خان و مصطفے خان پسران فتحمو خان یعنے
دلیر خان کے پوتون نے اور کمال الدین خان کے دیگر پٹھانون نے گھوڑے
اُٹھائے اور اعظم شاہ کی فوج مین گھس گئے اور ایسے پیہم حملے کیے کہ قیامت برپا کر دی
فتح خان جو دلیر خان کے عزیز تھے زخم کھاکر سرخرو ہوے محمد اعظم شاہ
کو دایرہ مین گھیر لیا اور تیرون کا مینھ برسانا شروع کیا اعظم شاہ نے بھی چار ترکش
تیرونکے خالی کر دیے جسکے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گر جاتا تھا
اسحالت مین تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس ہاتھی پر عماری مین

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اُسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ
تو فقط سر جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ راضی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے
کثرت زخمون سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر
شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہین اتنے مین شہزادہ[1] کا فیلبان بھی گولی کھا کر گر گیا
محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور ہمت نہ ہارا ناگاہ ایک بندوق کی گولی
شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اُسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد
بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیانے بجائے گئے سلطان محمد معظم نے تخت
سلطنت پر جلوس کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا
جن سردارون نے اس معرکہ مین جانبازی کی تھی وہ سب خلعت و ترقی منصب سے
سرفراز ہوے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا
سرفراز کیے گئے اس معرکہ مین سات اشخاص دلیر خان و بہادر خان کی نسل سے
شریک تھے کمال الدین خان اور اُنکے ساتھ عزیز خان و مرتضے خان و
مصطفے خان و بہادر خان وحیات خان وغیرہ تھے اور انھون نے جانستان

---

[1] در عین گرمی ہنگامہ باد تند از طرف جنوب کہ مقابل فوج عالیجاہ بود برخاست عرصہ عالم
تاریک گردید تیرکہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم بآنہا میرسید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی
را از امداد آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فرو گرفتند خصوصًا مرتضے خان و مصطفے خان
و دیگر افغانان برادران و بنایر دلیر خان اداے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بظہور آوردہ [illegible]
جولان کردہ بقول عالیجاہ رسید حشر و نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادر زادہ دلیر خان از زخم
سرخروئی برداشت صفحہ (۱۹۰ تاریخ اخبار محبت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملے کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
مین جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم یہان پر نقل کیے
دیتے ہین بعد مقتول شدن اعظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر فدویان جانبازی
نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان و مرتضے خان و عزیز خان و خان بہادر خان
و حیات خان بدرجۂ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمدند ہر یکے بخطاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آبادی کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
مین جو شاہ آبادی کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آبادی کی بادشاہت
سے عرضداشت یہ سب کام انھین سے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی مین انکی اجازت
سرکار سے دیے گئے ہین انکی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کیجاتی ہے اور بعض
اسناد جو انکی طرف سے قابل الذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ مین بھی شامل کیے گئے ہین

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسمعیل خان مورخہ بست و چہارم شہر رمضان المبارک ۱۰۹۷ سنہ مطابق ۳۰ سنہ جلوس والا

متصدیان حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند۔
موازی بست و یک بیگہ پختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ مسطور من ابتداے فصل ربیع سال و ۹ و سنہ الف براے سکونت و آبادی رعایا بنام ملک اسمعیل خان قوم افغان امن زی از سابق تا حال برفاقت ہمراہی اینجانب صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزندان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ اراضی مذکور پیمودہ و چک بستہ حد حدود جدا ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ و اگذارند کہ سکونت و آبادی ورزیدہ در شعار تہورانہ سرگرم و ہوشیار باشند بوجہی من الوجوہ معترض و مزاحم نشوند بہر امور مرجوعہ لازمہ غور و رحیمانہ لازم دارند درینباب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور عمل آرند۔
اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کیطرف سے اہلکاران بڑی ڈیوڑھی کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مردہہ وسیوکرلے کارکن و کاشی رام و پھوبچند اراضی پیمایش کرکے اور چک باندھ کے اسمعیل خان اور اسکے فرزندون کو زمین بنا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکارون نے تعمیل کی حدود میں دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد مین واقع ہے مہرین وغیرہ پڑی ہوئی ہین۔

نقل سند بنام تاج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بادشاہ عالمگیر
کمال الدین خان
خانہ زاد

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند قطب خان و بازا خان و سلطان خان و تاج خان قوم افغان مہمند در سرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایماے و ارشاد نواب صاحب قبلہ مرحوم مغفور براے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن مکان معہودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر پروانہ مکان آبادی خود از سرکار میخواہم الحال موافق اظہار نامبردہ موازی چہل بیگہ اراضی پختہ مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ فرزندان در مکان مذکورہ آباد بودہ باشند و گاہے متصدیان سرکار از اراضی مذکور مزاحم و معترض نشوند دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند للعہ بگہ پختہ

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
حد ہورہ محلہ بازید خیلان	حد محلہ باقرزی شرقی	حد ہورہ محلہ مقرب خان	حد ہورہ دیوان بابا خان

تحریر فی التاریخ بست و پنجم شہر صفر

اسیطرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب دلیر خان نے میکو چودہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودھرایت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان نے بازار دلیر گنج اور رستو کی چودھرایت جمال خانخیل کو عنایت کی ہے اسکے بعد دیوان مبارک کو دیگئی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی کرکے نواب سردار خان کے نائب ہوگئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھرایت اونکے فرزند اعظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کیطرف سے انکا گماشتہ نرنجن داس کلوار کام کرتا تھا اور ایکسو پچاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے انکے فرزند نواب سردار خان اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرایت محمد دلاور محمد نصیر محمد جعفر کو جو اعظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اسوقت پیش نظر ہین۔

نقل سند چودھرایت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔

چون خدمت چودھرائی دلیر گنج وگذرہا از تغیر جمال خان خیل معتمد الخدمت مبارک مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را از حسن سلوک براستی و درستی بتقدیم رسانند تا جمہور انام و مہاجنان بیوپاریان کاسبان آنجنان سلوک بکار بردہ کہ روز بروز آبادانی شہر بوقوع آید و متنفسے را از خود متفرق و متشکی نگردانند و مطابق معمول از عمل دستور قابض و متصرف بودہ باشند درینباب تاکید دانستہ حسب المسطور عمل آرند شہر ربیع الثانی سنہ ۳۲ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ ۱۱۰۰ھ

اسیطرح سنہ ۳۳ جلوس عالمگیری مین جب درگاسا دین اسلام سے مشرف ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے علاقہ مین اسکو چودھری قانونگو مقرر کیا ہی پیشتر اسکے میس راے وامراے چودھری تھے

اور بیرپل و دھرمداس قانونگو تھے مگر وہ کارگذار نہ ثابت ہوئے لہذا بجاے انکے
راجہ درگا سہاے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع انکے سپرد ہوے انیس موضع اور دو
چک ڈیوڑھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایگوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہاے منجانب

نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد تابع سرکار خیرآباد منمضافات صوبہ اودھ بدانند
چون مہیس رام و امراے چودھریان و بیرپل و دھرمداس قانگویان پرگنہ مذکور
بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کاروامور متعلقہ رسیدن نتوانستند
و رعایا و برایا محال مذکور از دست بدسلوکی آنہا ہمیشہ نالش و واویلا میکرد بنابران
نظر بر سرآمد کار و رفاہیت رعایا داشتہ مشارالیہا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی
در محال مسطور برطرف ساختہ راجہ درگا سہاے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام
مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ او را چودھری و قانونگوئی پرگنہ
مرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالیہ را چودھرائی و قانونگوئی مستقل دانستہ معاملہ تشخیص
و تحصیل باستصواب وی نمودہ باشند و طریق مومی الیہ اینکہ خدمات متعلقہ خود را براستی
و درستی بتقدیم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال و افزونی مال رو منصہ
ظہور آید ساعی و مجتہد باشد و رعایا و برایا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود راضی
و شاکر وا دارد و دستور عہدہ خود موافق استمرار از سواے مال سرکار از رعایا متصرف بودہ

درلوازم سربراہ کاری و دولتخواہی کوشد و در ینباب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ نہم ربیع الثانی سنہ ۳۳ جلوس والا۔

شرح ضمن۔ خدمت چودھرای وقانونگوئی پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد از تغیر مہیس رام ودامرائے چودھریان بیربل ودھرداس قانونگویان اجہ رکاسہا نام کہ از سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از اصل در آبادی قصبہ
للعہ موضع ۲ چک	لعہ موضع ۲ چک	لعہ	شاہ آباد
حویلی متعلقہ لعہ موضع ۲ چک	اصلی لعہ داخلی	ایگوان لعہ اصلی سے	داخلی
تھوک داندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی للعہ داخلی
آغاپور	پڑھوان	پوروہ	سرائے
تھوک چاند	خان پور	رسولپور	کوئیان
کندھرپور	مگیاوان	نصیرپور	چھٹھو
ہردلی	بندہا	ایگوان	سرائے راتاک
فتح پور	ہری		
کھلیا اصلی سے داخلی للعہ			

کرنامو بھگیاوان روپاپور کچھہ خواجہ کلان یچھا نرسیامئو

بتاریخ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱ اھ نقل بدفتر رسید

مہر (محمد مراد) مہر (جلال الدین) کارپردازان ڈیوڑھی نوابصاحب

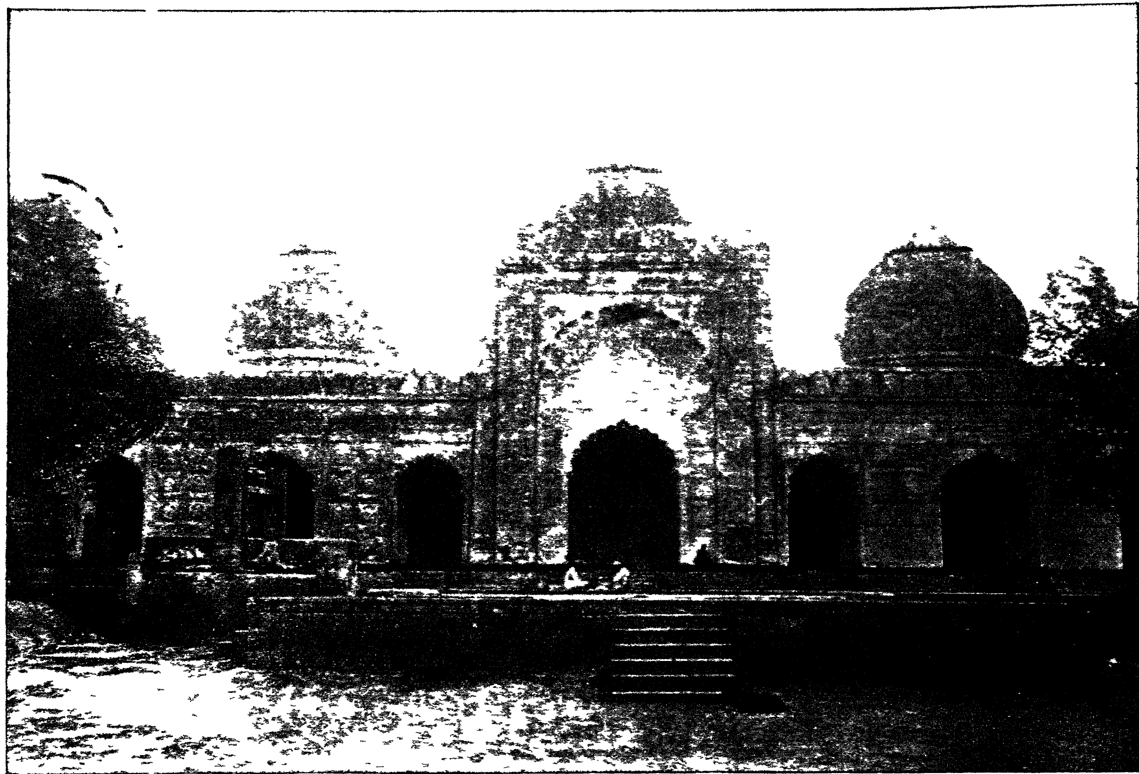
شاہ آباد کی عمارت

جن عمارتون کی بنیاد نواب دلیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے
تیار کرائین عمارتین عالیشان و مستحکم ہین کہین پر کوئی بات بیقاعدہ نظر نہین آتی بابت
بھی لایق بانیونکی امارت و نفاست اور معمارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے
بڑی ڈیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصالحہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے
کہ آج قریب ڈھائی تین سو برس کے زمانہ گذرا مگر جو حصے اسکے باقی ہین وہ آجتک
بدستور بلا مرمت کھڑے ہوے ہین اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت
بنائے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھودیگئی تو پانی کی سطح تک پائی گئی تمام
محلات مین پانی چو برجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ اور
موتی محل بارہ دری وغیرہ نہایت نفیس قطعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان مین
حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہرا بھرا منظر پیش نظر
رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانونکے بالاخانہ کے سطح کے برابر تھی دو
پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونہ سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار
سے بڑی ڈیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کیطرف جو پھاٹک تھا اسپر تین
سیڑھیان بنائی گئی تھین بارہ دری جو باہر اور اندر دونون جانب کے منظر کی
نشستگاہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد
نے وہ سب عمارتین کھود ڈالین اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے بیل
بوٹے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے اب تک اپنا رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہین صدہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صفائی کیا گیا مگر اپنے استحکام سے ابتک بدستور بنا ہوا ہے کہین ایک قطرہ نہین ٹپکتا یہ کل عمارات کرڑے کی تھین اب تخمیناً لاکھ روپیہ سے کم مین صرف حمام جسمین تین درجے ہین تیار نہین ہوسکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چونے اور اینٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھرونکے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لاجواب ہی تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جسکے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دو حصے اوسکے ابتک باقی ہین جب پورا بلند تھا تو شام کیوقت اسپر بعض اشخاص چڑھکر شاہجہانپور کے چراغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کرڑے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اسبات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزارہا من کا اسپر گرا ہی مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ مین جو سنگ سرخ پر بیل بوٹے بنائے ہین انکے جال و درخت ایسے دلکش ہین کہ جنکے دیکھنے سے نظر کو تازگی اور دلکو شگفتگی حاصل ہوتی ہی اس مقبرہ کے متعلق گزیٹیر مصنفہ ایچ اے نیول سی آئی سی ایس مین لکھا ہے کہ مقبرہ کا گنبد اب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکرونکے ٹکڑونسے بنایا گیا ہی اور بالاخانہ کی دیوارو نپر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام ہے



جامع مسجد شاہ آباد

اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ مین داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے
گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے
یہ رقم کیا کام دیسکتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی
ہوسکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلیے شاہ عالم بن اورنگ زیب
نے ایک موضع سراے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا
تھا مگر افسوس ہی کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہو گیا اسکا پروانہ محمد امین
خانصاحب اختیار پوری نے صید شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علیخانصاحب
والی رامپور کی خدمت مین پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نوابصاحب موصوف
کی رئیسانہ فیاضی و قدردانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہو جائیگی اور عمارت
اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت سے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ
آرزو پوری نہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برین کو روانہ ہوگئے اور اتفاق وقت
سے اسکا پروانہ بھی وہین رہگیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی
مگر ریاست کے دفتر مین وہ بے پتہ ہو گیا ہے اور نہ دستیاب ہو سکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاءاللہ بہت اچھی حالت مین ہی کسی امداد کی محتاج نہین نہایت
وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہرونمین
بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہین آتی جامع مسجد دہلی کا نقشہ
گویا چھاپی ہے اور اسی کے نمونہ کی بنائی ہوئی ہی اسکے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھریان

کیفیت بر پشت

شرح ضمن در وجہ خرچ امام و موذن وصادر و وارد و مرمت غیرہ لوازمہ جامع مسجد بنا کردۂ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جمالپور کونیہ شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ از ثلث خریف بتاریخ یازدہم شعبان سنہ ۴ نقل بدفتر رسید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیون سے بڑے اور لایق تھے نہایت مہذب تازہ مزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہی منصبدار وصاحب اختیار ہوے ہین بادشاہی جاگیر بھی انھین کے نام بحال ہی بلکہ انھون نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کر کے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تابقائے نسل میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ مین نہ دیجاوے چنانچہ اس امر کا فرمان بھی بادشاہ نے منظور کر کے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے پرگنات انکے قبضہ مین تھے جنمین اکثر زر خرید تھے اور بعض از روے جاگیر و معافی کے آے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد مین ساڑھے چودہ سو تھے انکے قبضہ مین تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحۂ (۲۶۰) مین تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان وبہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضعات کے تھے اور اکثر خریدشدہ تھے پرگنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیح آباد۔ سرہ۔ باون برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان نبیرہ کمال الدین اور مرتضے خان ابن فتح معمور خان کے قبضہ مین تھے اور نواب بہادر خان کی اولاد کے قبضہ مین شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال تھے چنانچہ اسکے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر روہیلون سے تنازع رہا ہے ہم اس بیان کے ثبوت مین اخبار محبت کی بجنسہ الفاظ وعبارت یہانپر درج کرتے ہین

چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار زر خرید بچندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان و پسران وبنابرآنہا در سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و محال کتھارو دکنہ وسبنا وغیرہ از روے حصہ نظہور الدین خان رسیدہ و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و ملیح آباد و سرہ و باون و برور و دریاوو دیگر دیہات متفرقات متعلقہ صوبہ آودھ شیر انداز خان و مرتضے خان المخاطب بہ فتح معمور خان درقبضہ میداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد مین بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیردار نہ تھا تو سوا ے بڑی ڈیوڑھی کے یہانکے جملہ دیہات کسکے قبضہ مین چلتے۔

واجب العرض سرکاری مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح معمور خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایگوان معہ دیگر بارہ مواضعات کے دیے تھے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری معہ بارہ مواضعات کے اور محلہ کھیڑہ بازار شنبہ

نواب اللہ دیے خان کو موضع نوروز پور معہ بارہ مواضعات کے اور اندر قصبہ کے بروا بازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسط نگر معہ بارہ مواضعات کے اور بازار چہار شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔۔۔

بموجب اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اوسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض رہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کر دی صدہا آدمی بڑی ڈیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبۂ انگئی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کیخدمت مین درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمغا عنایت ہوئی ہے اور وہان شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہ ہی شرفا ہین جنکے آبا و اجداد ہمراہ دلیر خان کے



فرمان شاهي بنام نواب كمال‌الدين خان

مہمات شاہی مین کام آئے ہین کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور افتادہ تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود مین آگئے ہین شہزادہ کا عامل محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ نے حکم دیگر فرمان صادر کیا کہ ہمنے دیدہ و دانستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے لیے علاوہ قصبہ اور سینتیس مواضعات کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت سے کیے ہین کوئی عامل کسی طرح انسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سنہ ۱۰۹۶ھ کو نواب دلیر خان کے بھائی کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیر آباد نے سائر خرچ کا جھگڑا اُٹھایا ہے اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین کمال الدین خان نے گذرانی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر اونھین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان بھی آجتک بدستور رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلکہ کتاب ہذا ہے۔

اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویس کمترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد شفیع قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلے رسید که مبلغ شش لک دام بر پرگنه پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اوده افزوده شد از مواضع ته شاه آباد عرف انکئی وغیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پدر غلام دلیر خان مرحوم بجهت وطن مرحمت شده بودند مطابق آن در آنجا شهر موسوم بشاه آباد آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبه مرزعه دیهات ته مذکور وغیره عمله پرگنه مرقوم که ویران افتاده بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد شده اند چنانچه مردم شرفا که آباؤ اجداد آنها همراه پدر غلام مرحوم در مهمات بادشاهی بکار آمده بودند تا هنوز دران شهر آباد اند درینولا محمد طاهر متصدی تیول وکلاے شاهزاده عالمیان از اهل حرفه سکنه آنجا و باغات آن نواح شهر محصول طلب مینمایند درینصورت باعث ویرانی وطن خانه زاد است از فضل و کرم در ماده عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود که جمهور سکنه آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند حکم جهانمطاع واجب الاتباع صادر شد که موازی بست و شش موضع ملتمسه مرزعه ته شاه آباد عرف انکئی وغیره عمله پرگنه مرقوم دیده و دانسته و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد مرحمت فرمودیم بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط موتمن الدوله العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شائسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المهام اسد خان آنکه داخل واقعه نمایند شرح بخط

واقعه نویس آنکه مطابق واقعه است شرح بخط موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزرای
رفیع الشان زبده خوانین بلندمکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شایسته
انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدة الملک مدار المهام اسد خان آنکه بعرض مکرر
رسانند شرح بخط قابل التربیت والاحسان شریف خان آنکه بتاریخ بست وهفتم شهر
رمضان المبارک سنه ۲۹ مکرر بعرض مقدس و معلی باین شرح بخط مدار المهام اسد خان
آنکه فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

عــ۵ موضع ازاصل تبصدیق منهائی نسخه دیوان صوبه اوده

ازته شاه آباد عرف انگئی				عــ موضع ازاصل	
تھوک اندو	کھانڈی	تودھک پور	شہباز پور	مومن پور	نظامپور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
بہادرپور	محی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور	چودھری پور	کمال الدین پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
تھوک دھرمکدہ	جالب پور کھوکھل	جوگی پور	کنھرپور	دلیرپور عرف نعمت پور	مہوری
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
جالب پور ہالس	بی بی پور کھانسی	بی بی پور اودیگر	گگرگھٹہ	ملک پور	
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	
ازته ایگوان				۔ موضع ازاصل	
سورا پور	جنک پور	کرم اللہ پور			

برسالہ موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنہ الہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ امراے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی محمد شفیع۔

عالم گیر
بندہ شاہ
موہن داس
۱۰۸۲

عالم گیر
شاہی
عبد الرحیم
۱۰۸۲

عالم گیر
مرید شاہ
اسد خان
۱۰۸۱

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

یا فتاح
یا واسع
یا رافع
یا نافع

عالمگیر بادشاہ غازی
محی الدین محمد
ابو الظفر سنہ ۱۲

بن امیر تیمور بادشاہ
بن میران شاہ
بن سلطان محمد شاہ
بن ابو سعید شاہ
بن سلطان
بن عمر شیخ شاہ
بن بابر بادشاہ
بن ہمایون بادشاہ
بن اکبر بادشاہ
بن جہانگیر بادشاہ
بن شاہجہان بادشاہ

یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید کہ شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد کہ مبلغ شش لک دام از پرگنہ شاہ آباد در بست سرکار خیرآباد متعلق بصوبہ اودھ کہ از راہ خانہ زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر خانہ زاد مرحمت شدہ از وقت آبادی پیر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران سرکار خیرآباد بعلت پیشکش و اخذ سرکار وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ معفوہ بارگاہ والا است مزاحمت نرساندہ در ینولا نائب فوجدار سرکار خیرآباد مزاحمت میرساند درینصورت باعث ویرانی محال وطن خانہ زاد است از فضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت پیشکش و سائر وغیرہ و تنخواہ پرگنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خانہ زاد و بعد آن تا بقاے نسل فرزندان خانہ زاد بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود لہذا حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور و عز ورود یافت کہ پرگنہ شاہ آباد مذکور در بست تا بحیات بجاگیر خان مشارالیہ و بعد آن تا بقاے نسل فرزندان او بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود واحدے بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ معفوہ بارگاہ والا است بوجہ من الوجوہ مزاحمت نرساند می باید کہ فرزندان کامگار و وزراے صائب راے کفایت شعار و ناظمان و فوجداران حال و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیدہ پرگنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خان مشارالیہ و بعد آن بجاگیر فرزندان او ظہراً بعد ظہر و نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن مقرر شناسند و در ہیچ وقت و زمان تا بقاے نسل او بجاگیر دیگرے تنخواہ ندہند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند و از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند۔ بتاریخ ہفتم شہر ربیع الثانی سال سی و یک از جلوس میمنت مانوس نوشتہ شد۔

جانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه تباریخ روز جمعه بست ونهم شهر رمضان المبارک سنه ۳۱ جلوس مقدس موافق ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۲ - اردی ماه الهی - برساله موتمن الدوله العالیه معتمد السلطنه البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلندمکان ناظم مناظم ملکت مال ناهج مناهج دولت واقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدة الملک مدارالمهام اسد خان ونوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه غلام علی قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمة والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید که مبلغ شش لک دام پرگنه شاه آباد دربست سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پدر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران سرکار خیرآباد بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والاست مزاحمت نرسانده درینولا نائب فوجدار سرکار خیرآباد مزاحمت میرساند درینصورت باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است از فضل وکرم درماده عدم مزاحمت پیشکش وسائر وغیره ابواب ممنوعه وتنخواه پرگنه مذکور تابحیات بجاگیر خانه زاد وبعد آن تابقاے نسل فرزندان خانه زاد بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جهانمطاع عالم مطیع صادر شد که پرگنه شاه آباد مذکور دربست تابحیات بجاگیر خان مشارالیه وبعد آن تابقاے نسل فرزندان وبجاگیر دیگرے تنخواه نشود واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره کابواب ممنوعه معفوه بارگاه والاست بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند - بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد

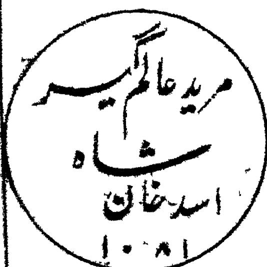
بست ونهم شهر رمضان المبارک سنه ۳۱ جلوس والا

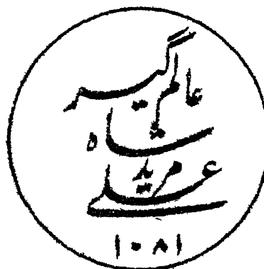
شرح بخط موتمن الدولة العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدارالمہام اسدخان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط موتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدارالمہام اسدخان بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت و الاحسان شریف خان آنکہ بتاریخ بست و ہفتم شہر محرم الحرام سنہ ۱۳ جلوس مبارک مکرر بعرض مقدس معلی باین شرح بخط مدارالمہام اسدخان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

سے لک دام پرگنہ شاہ آباد محال وطن دربست

برسالہ موتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدارالمہام اسدخان و نوبت واقعہ نویسی غلام علی۔







سرکار کالنجر مین کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

(مہر:) غازی
بادشاہ عالمگیر
اسد خان بندہ

چودھریان و قانونگویان و مقدمان و رعایا و مزارعان پرگنہ سہندہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد بدانند کہ

چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دام از پرگنہ مذکور از تغیر چاند من ابتداے خریف تحاقوی ئیل مطابق ضمن بجاگیر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید کہ مال واجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جہان و معمول بخان مشار الیہ جواب میگفتہ باشند و از ہیچ حسابے و صلاح و صوابدید خان موما الیہ بیرون نروند بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۰ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پرگنہ سہندہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد از تغیر چاند
کہ از ثلث ربیع بحاقوی ئیل تا باقی ابتداے فصل خریف بحاقوی ئیل مرحمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیگم صاحبہ سندرخان کی صاحبزادی تھین ادہ نہایت لایق و منتظم بیوی تھین انھین سے فرزند سردارخان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھین انکے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویان جو دردمند ہوتی تھین جاکر استغاثہ کرتی تھین اور یہ انکی دلجوئی کرکے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھین چنانچہ شیخ محمد مہدی صاحب کی بہو بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئین تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آگئین تھین اس عرصہ مین نواب سردارخان انکے صاحبزادہ بھی انتقال کرچکے تھے مگر یہ زندہ تھین کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست مین انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہین ۱۲۰۰ھ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیعنامہ سے جو انکا زرخرید ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیعنامہ انکے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلیے ہم درج کرتے ہین

نقل بیعنامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم و نسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمرالدین و شیخ ظفرالدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النسا و مسماۃ جان بی بی ابنان و ابنات دانشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسمعیل و مسماة بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بی بی راجی بنت
شیخ محمد زمان ولد شیخ محمد داؤد زوجه‌هاے دانشور خان مذکور فی حال بصحیح اقرار هم
شرعا بدینوجه که منمقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیه محمد شاهی جید تمام وزن که نصف آن
دو صد پنجاه روپیه موصوفه میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ پخته که موازی آن
دو نیم پخته زمین پخته معه یک حصه چاه معه اشجار با ثمره و غیر مثمره و محدود است بحدود
اربعه متعینهٔ ذیل

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
آن متصل است باغچه مرزا قلی بیگ	آن ملحق است بباغ بجو خان	آن طرف است بباغ میر امان الله	آن پیوسته است بشارع عام

و بعض بزمین باغ مذکور

بر ذمه مسماة پیاری بی ولد سندر خان بن جلال خان والده امارت پناه محمد سردار خان
زوجهٔ رستم خان طلب داشتیم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته در تحت و تصرف خود آوردیم
من بعد آن هیچ حقے و دعوے و خصومتے بوجهے من الوجوه و بسبب من الاسباب
نیست و نمانده بنا برآن اینچند کلمه بطریق قبض الوصول وجه بناے محدوده مذکوره را
نویسانیده دادیم که ثانیاً حال سندی باشد که عند الحاجت بکار آید و کان ذلک بحضر المسلمین
تحریر فی التاریخ بست و ششم شهر محرم سنه ۱۶ جلوس والا مطابق سنه ۱۱۴۲ه

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام محی الدین ولد دانشور خان مرحوم	قطب الدین ولد دانشور خان	قمر الدین بنده درگاه	ظفر الدین بنده درگاه	بی بی جیونی بنده درگاه
گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد
عصمت الله فدای جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیر الله	شیخ محمد طاهر

نواب کمال الدین خان کی زرخریداراضیات دہلی مین اکثر تھین منجملہ ان حقیتونکے موضع نہرولہ جو نواب دلیرخان نے خرید کیا تھا اور جسکا بیعنامہ تذکرۂ دلیرخان مین منقول ہوچکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل صورتحال موالعلی۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیرخان بن دریاخان از ہریک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علماے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و احالی و موالی **موضع نہرولہ معمولہ حویلی دارالخلافت شاہجہان آباد** کہ بر ہریک پیشایان روشن و مبرہن است کہ یکقطعہ معلومۃ الحدود کہ واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود اربعہ مسطورہ و مشتمل بر حویلی پختہ و خام و چاہ و خانہاء محترقہ

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
آن پیوستہ است بدیوار قلعہ کہنہ	آن ملزق ست بباغ سرکار خاصہ شریفہ	آن متصل است بہ بعضے بہ بند فیروزشاہی	آن ملصق ست بعضے بحویلی سید عمر
		باتہ اگرسین صراف	وبعضے بقبرستان عام — بن سید مرتضے بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیرخان معزالیہ بموجب خط شرعی کہ از املاک آنہا خریدیہ بودہ بحضور جماعہ شہود و عدول و بمہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بمہر اقضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحانی ہیبہ نمودند و بیندہ

در مجلس نقد ہبہ قبول کرد و بموجب آن بر قطعہ مذبور متصرف گشت بر ہر کس ظاہر و باہر
است و برائے ہمعنے اطلاعے و آگاہے داشتہ باشد اشتہادے خود ذیل مختصر بنویسد
یا بنویسانند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی التاریخ
احد من عشر رمضان المبارک سنہ الف و سبع ثمانین من الہجرۃ النبوت و صلعم

گواہ شد | گواہ شد

انچہ درمتن مسطور ست بیان واقعہ است بندہ درگاہ بیداس ولد مکنداس چودھری وقانونگو دارالخلافہ	مکنداس ابن موہنداس چودھری وقانونگو شاہجہان آباد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہین نظر سے نہین گذرا لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ ۴۳ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۱۰ ہجری مین وہ اورنگ زیب کیطرف سے شاہزادہ محمد معظم کی خدمت مین کسی مہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہین جسکا فرمان آجتک موجود ہے اور وہ اوپر درج ہوچکا ہے اور سنہ ۱۱۱۹ ہجری تک اونکی زندگی تاریخ اخبار محبت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سنہ مین وہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزادون مین تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری تک بڑی ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین انکی جانب سے محمد دلاور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیگئی ہے اور اسیطرح سنہ ۱۱۲۱ھ مین بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خانخیل کو دیگئی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی گلی پیر محمد کو سرائے رانک مین عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمنامہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرضکہ ان کاغذات سے سنہ ۱۲۱۰ھ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہین گذرا بلکہ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہین اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سنہ ۱۲۴۰ ہجری کے آخر زمانہ مین یا سنہ ۱۲۵۰ھ کے شروع زمانہ مین انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حین حیات اپنی مہر مین بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہین تحریر کرتا ہے ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرارنامہ اونکے صاحبزادہ سید محمد صلح صاحب نے اپنی والدہ یعنے گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوسمین گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہوگیا کہ وہ سنہ ۱۲۴۰ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد مین محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ تو بالاتفاق ثابت ہین لیکن بعضونکو فرزندون اور انکے نامونمین اختلاف ہے نہال الدین و جمال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہین کہ یہ لاولد فوت ہوگئے اسیوجہ سے انکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ مین نہین لکھا گیا مگر موضع اترچی پرگنہ پالی کے بیعنامہ مین جو سنہ ۱۲۵۰ ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے آیندہ

جمال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے انکا نواب صاحب موصوف کی اولاد مین
ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خاصخیل وخانہ زاد کیطرف
سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جانا عمل مین نہ آتا اسیطرح نہال الدین خان کے
نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
ظاہر ہوتا ہے جسطرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوے اسیطرح بازار جمال خان جمال الدین خان
کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسلے گئے ہون اور یہ بھی
ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی مین کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
ہون واللہ اعلم ایک جمال نام خاصخیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج وبازار کی ہے
کاغذات مین پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ مین جمال الدین ولد حسین خاصخیل کا نام
بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام ہبہ نامہ اراضی
کا معافی نامہ بھی محمد سردار خان کیطرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات مین محمد یار خان
بھی کمال الدین خان کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین نواب صاحب کی دوسری دختر کا نام خیر النسا بیگم تھا

نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسجگہ پر کہ سراے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
یہ مقبرہ شفاخانہ سرکاری کے محاذ مین پچھم کیطرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجائے تعویذ کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت خوشنما ہے چار دیواری کے وسط مین ایک کرسی دار چبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد قایم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد برآمدے ہین اور درمیان والے حصہ مین خاص مزار ہے جسکی دیوار دنمین جالیان اور دروازے لگے ہوے ہین پچھم کیطرف اوسکے مسجد ہے مقبرہ کے اطراف مین باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خانصاحب حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری نے بڑی ڈیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ مین ہر سال ربیع الاول مین مجالس میلاد شریف کی منعقد ہوا کرتی تھین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت کے گوشہ ٹوٹ چکے ہین ایک بے تمیز کاشتکار نے اوسکے ستونون سے جانور باندھکر کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور صاحب ارادت کے لیے کحل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جاے نہایت بے ادبی و بدنصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آنیکا شاہ آباد مین یہ قصہ ہے کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مہم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر کہا تھا کہ جو مانگو گے وہ پاؤگے اسموقع پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہت

دین مین سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہون قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے
آیا ہے اسکے پانیکی آرزو رکھتا ہون چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی تمنا پوری کیگئی
اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمے اور دولت کبرے حاصل
کرکے باوضو اپنے سرپر رکھکر ہاتھی پر سوار ہوے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لاے
یہان آکر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن اور میری نعش قبر مین دفن ہو
تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جاے تاکہ خدا کے روبرو میرے
لیے ذریعہ نجات ہو۔

اسموقع پر دو باتین قابل الذکر ہین اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب
صحیحہ مین اسناد بھی مرقوم ہین یا نہین دوسرے یہ کہ کتب مستند مین روایات صحیحہ
ثقہ راویون سے اگر منقول ہین تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد مین موجود ہے اصل ہے
یا نہین اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیون نہ برکت حاصل کیجاے
امر اول کے متعلق تو متکلمین ومحققین نے تواتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے
اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاے مبارک
کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہوجاتا تھا اسبارہ مین مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی
نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور
نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ الحرمین عربی و اردو مین تصنیف کیا ہے اور اسپر علماے
حرمین یعنے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہین اسکے علاوہ راقم نے اور مستند
کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفاء قاضی مین ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا وعند نبینا مثلھا او ما ھو ابلغ منھا الخ

سے یعنے کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہین عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف مین خود خداوند کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر بنگیا تھا ارشاد فرماتا ہے تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنجانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہین آپ تو سید المرسلین و افضل المخلوقات ہین جملہ خلایق پر تمام صفات مین خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا ہوا آسمان پر شق القمر کا معجزہ آپ سے ظہور مین آیا ہے تو پھر پتھر کا نرم ہوجاتا آپ کے پاے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انموذج اللبیب فی خصایص الحبیب مین اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے لکھا ہے کہ جب جناب رسالتآب پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے اوسپر بنجاتے تھے اور نظم الدر مین مرزا جان برکی نے اسبارہ مین یہ تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اسپر اثر ہوجاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولد الانوار مین اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجکو نہایت شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہین دیکھا۔ اور محمد عبد العزیز خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات مین ثقہ راویون سے نقل کیا ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہین وہ جاہل ہین اور یہ امر انکی جہالت و ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد مین تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوے ہین کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپکے روبرو رویا ہے
اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپکا سایہ ہیر
نہین پڑتا تھا اور ریت مین آپکے پاے مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور سخت پتھر
آپکے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور اونھین مصنف ابن جوزی نے دوسری جگہ
کتاب الوفا مین حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسولخدا صلعم غار حرا مین
داخل ہوے اور آپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کیطرف مائل کیا تاکہ آپکی صورت اس
مین چھپ جاے پس نرم کر دیا حقتعالے نے پہاڑ کو یہانتک کہ داخل کیا آنحضرت
نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ
کے پتھر مین آپ کی کلائی اور کہنی مبارک کا۔ چنانچہ حاجی لوگ آجتک اسکی زیارت
کرتے ہین اور اسیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آٹے کیطرح ملائم ہو گیا تھا اور اوسیجگہ پر
شب معراج مین آپکے براق کو باندھا گیا تھا اور آجتک اس متبرک مقام کو تلاش
کرکے زیارت کرتے ہین۔ انسان العیون مین علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ
شب معراج کو صخرۂ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا مین معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم شریف
کا اثر بنگیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج مین حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو تشریف
لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر مین سلطان ابی نصر محمود
مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے جسمین آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے
جسکی لوگ زیارت کرتے ہین اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار
نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپکے پاے مبارک
کی نرمی کو تکلیف نہوا سلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابو شجاع مالکی بلخی نے تفسیر در مکنون مین

آیت۔ وتخذ و من مقام ابراھیم مصلیٰ کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
خلیل اللہ کے قدمونکے نیچے بھی پتھر خمیر آٹیکے مثل نرم ہوگیا ہے اور اوسپر اونکے
قدم مبارک بنگئے ہین ایکبار جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے
کھڑے ہوے تھے اور دوسری بار جسوقت حضرت اسمعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے
بیٹھے آپ کی بہو نے آپ کا سر دھلایا ہے اور اسیطرح جسوقت آپنے لوگون کو حج
کے لیے آواز دی تھی تو آپکے پاے اقدس کے نیچے پتھر نرم ہوگیا تھا اور انپر نشان
منقوش ہوگئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم
کے قدم مبارک کے نقش بارہا پتھر پر بنگئے ہین بعض اوقات دونون قدمون کے نقش
معہ نعلین شریف کے منقوش ہوے ہین اور بعض وقت آپکے برہنہ پائی کے نشان بھی
بنگئے ہین بلکہ آپکے خچر کے سم کا نشان بھی پتھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جسطرح
کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مٹا سکے اسطرح وہ ہمارے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مٹا سکے جسوقت کہ شب معراج مین آپ براق پر
سوار ہوے ہین اوسوقت بھی آپکا قدم پتھر پر بنگیا ہے۔ علماء کاملین نے اپنی اپنی تصنیفات
مین برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علما سے بعض کے نام نامی ہم اسجگہ پر تحریر کرتے
ہین۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطائی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراھیم
معاویہ بن صالح۔ ثعلبی و طرطوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے قصیدہ مین اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابوعبداللہ فاضل نے قصیدہ
ہمزیہ مین یہ معجزہ لکھا ہے اور عبدالرحمن صفوری نے کتاب نزہت مین قصیدہ جسکا
ایک شعر یہ ہے ھذ الذی اثر مشی فی الرمل الاثر ÷ یری لہ ویری فی الصخر والجبل

یعنے یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت مین تو اسکے پاے اقدس کا اثر نہین نظر آتا تھا اور
اسکے پاے مبارک کا نقش تپھر اور پہاڑ پر دیکھا جاتا تھا۔ اسیکو حافظ حسن دیار بکری صاحب
الخمس نے احوال نفس نفیس مین تحریر کیا ہے

یعنے ریت پر آپکے قدم مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور پتھر آپ کے قدمون کے نیچے
نرم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علما نے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت
کیا ہے منجملہ اونکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے
اپنی کتاب سیف المسلول علے انکر اثر قدم الرسول مین جو تردید مین مولوی نذیر حسین صاحب
دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل المحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے
اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول
صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب نے قول المستحسن مین اور مولوی عبد الرحمن صاحب
اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہین جو قدم شریف
کہ دہلی مین خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر پر
سنہ ۷۷۶ھ مین بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے نعلین کے
نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور اونسے فوائد و برکات حاصل کیے ہین۔ خوشا نصیب ان
اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اوسکو واجب التعظیم سمجھین اور اس
سے سعادت حاصل کرین اور جس مقام پر کہ آپکے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہون

اس سے برکت حاصل کرین اور وہ مقام کہ جسجگہ پر آپ کا قدم مبارک ہوگا ہمیشہ مہبط انوار الہی رہیگا اور اہل ارادت اُسجگہ پر جبہ سائی کرتے رہینگے جسکے متعلق حافظ شیرازی فرماتے ہین ؎

بر زمینیکہ نشان کف پائے تو بود ٭ سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب مہاجر کیخدمت مین لکھا تھا اوسکے جواب مین مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ ہجری کو یہ تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے وقاق النبی صلعم کی ایک مکان کی دیوار مین ایک پتھر بشکل زبان گاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے تھے اسکی روایت یون مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم شریف تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص ملا اوسنے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ افسوس کی حالت مین کہنی ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور اس حجر مین نشان ہوگیا فقیر نے بھی اسکو دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف مین حضور کے منتظر ہین مگر وہ پتھر شاہ ایران نے شریف مکہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزار ہا اشرفیان دیکر منگوالیا۔

اسیطرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مہاجر کیخدمت مین اسکے متعلق عریضہ بھیجا تھا جسکے جواب مین مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند حضرات سے حالات تحقیق کرکے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ یہان ایک مسجد ہے وہان آپ کی سواری کا جو خچر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے قدم مبارک یہان تو اب کوئی نہ باسلف مین موجود ہو تا ممکن ہے کہ جنکو صاحب اقتدار

لوگ تبرکاً جابجا لے گئے۔ مکہ معظمہ مین مقام ابراہیم ہے وہان حضرت ابراہیم کے
قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ مین وہ کھولا جاتا ہے اور زوار وحاجی زیارت کرتے
ہین اوراب زمزم اوسمین بھر کر پیتے ہین اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کولیجاتے ہین
امام فخرالدین رازی تفسیر جواہر مین تحریر فرماتے ہین (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرفت
سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب
مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین (کہ از انجملہ است کہ چون بر سنگ میرفت فرو میرفت
ہر دو پاے او دران) کتاب المعجزات مین ہے کہ حضرت رسالت پناہ پتھر پر جب
چلتے تھے تو آپ کے قدمون کے تحت مین نشان بنجاتے تھے جیساکہ حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا مین جانے کے وقت آپ کے
قدم کے نشانات پتھر پر بنگئے جسطرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بنجاتے ہین پس
نبی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدمونکے نشان پہچانکر ہم لوگون کو
دیکھ لین گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت
سے اونھین محو کردیا۔

ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے فتح الباری مین اور حافظ الزبیری نے خصایص مین
لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کردیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شیے سے نرم ہوتا
ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہین کہ مینے اس قبہ مین جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم
مبارک کا نقش ہے غرضکہ علماے متقدمین ومتاخرین سبکی زبانون سے یہ مشہور معجزہ

بیان مین آچکا ہے۔ نواب سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال نے اختر اقبال مین قدم شریف صلعم کی سلطان المعظم کے خزانہ قسطنطنیہ مین موجودگی اونکی زبانی تحریر کی ہے
جسکا یہ قدم پاک ہے اوسکے مراتب بھی تمام عالم مین روشن ہین جسکے متعلق حدیث
قدسی ہے کہ لولا محمد لما اظہرت ربوبیتی یعنے ارشاد باری ہے کہ اگر نہوتا تو اے محمد صلعم
تو نہ ظاہر کرتا مین اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث
قدسی یہ ہے ماخلقت خلقا اکرم علی منک خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا
یعنے فرمایا حقتعالے نے نہین پیدا کیا مینے کسیکو مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے
اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسمین ہے تاکہ پہچانین اور معلوم کراون اونکو بزرگی اور مرتبہ
تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہوتا تو بیشک مین نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا
اسکو ابن عساکر نے اور اسبارہ مین ایک یہ حدیث ہے ان اللہ قد رفع الدنیا فانا
انظر الیھا وما ھو کاین فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا مین دیکھتا
ہون دنیا کو اور جو کچھ اوسمین ہونیوالا ہے قیامت تک اور مین اسطرح دیکھتا ہون جیسے
کہ ہتیلی دیکھتا ہون اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب مین بھی اسکا ذکر
آیا ہے اور مشکوۃ شریف مین وہ حدیث کہ جسمین فعلمت واقع ہوا یعنے جو کچھ آسمانون
وزمینون مین ہے وہ سب جانتا مینے اور یہ حدیث ابوذر سے مواہب مین منقول ہے
قال ابوذر لقد ماترکنا رسول اللہ صلعم وما یحرک الطایر جناحیہ فی السماء الا ذکر منہ علما
یعنے کہا ابوذر صحابی نے کہ عالم مین پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اوسکے ذکر کو بھی آنحضرت
صلعم نے نہین چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہو از روے علم کے اور خداوند کریم نے آپکو خبردار
کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی مین
کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دولتخانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر
تھے آپ کے دست مبارک مین دو کتابین تھین آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ
یہ کون کتابین ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو نہین معلوم آپ خبر دین پس ارشاد
کیا انحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ مین ہے یہ کتاب منجانب رب العالمین
کے ہے اسمین تمام جنتیونکے ہین اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان
کو مجمل رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب مین دوزخیونکے نام ہین اور انکے باپ دادا کے
اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہین فرمائی اور دوسرونکا کچھ حال نہین
ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے
مواہب لدنیہ مین لکھا ہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اسطرح
دیکھتے ہین کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہین اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا
ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اور سرمو فرق نہین اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر مین
لکھا ہے کہ انحضرت زندہ ہین بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہین عالم
الملکوت اور زمین کے کنارونمین اور اوسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہین جیسے کہ زندگی
مین تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے
اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالے کیطرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و
سفلی مین تصرف کرنے کا اور اسبارہ مین خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء
احیاء فی قبورھم ویصلون یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء
زندہ ہین اپنی قبرون مین اور نمازین پڑھتے ہین اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء یعنی فرمایا رسول اللہ صلعم نے حرام کیا اللہ نے زمین
پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیا مین بیہقی نے اور اصبہانی نے ترغیب
مین انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات مین
درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات
کے بھی اوسیطرح ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اخبار مدینہ اور دلائل النبوۃ مین ابو نعیم نے
سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید مین جب بے حرمتی اہل مدینہ کی
کیگئی ہے اور کوئی شخص وہان اسوقت مین نہین رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ
صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح
ہمزیہ مین لکھا ہے کہ جو عدم سے ملک ہستی کیطرف آتا ہے وہ حقتعالے آنحضرت کے
واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہونچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف
ہون یا رزق کی تقسیم ہو جواہر المنظم مین ہے کہ آنحضرت خلیفہ ہین اللہ کیطرف سے روے
زمین کے اور آخرت مین شفیع کیے گئے ہین چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپکو شفاعت
کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالے کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما
ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اسبارہ مین ارشاد فرمایا تھا
اور فضیلت آپکی قیامت کے دن مسلم ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ
یعنے مین سردار ہون اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالے قرآن مجید مین آپکی
شان مین فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی یعنے قیامت کے دن خدا اتنا دیگا
کہ تو راضی ہو جاوے گا و عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا یعنے قریب ہے کہ اٹھاے
تجکو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود مین ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنے آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہین حافظ عبداللہ نے مصباح الظلام
مین لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک
مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیا مینے اپنی جان پر اب
آپ کے حضور مین آیا ہون کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز
آئی کہ مقرر بخشدیا تجکو اللہ تعالے نے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی
نے کیا خوب فرمایا ہے۔ یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔
غرضکہ بیان مذکورۂ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہین جس نبی کے
یہ فضائل ہون اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہون اور اسکے
پلے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔
رہی دوسری بات کہ شاہ آباد مین قدم مبارک اصلی ہے یا نہین یہ بات صاف
ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو شخص
یہانکے قدم مبارک کی زیارت کریگا اوسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ اسمین ذرہ بھر بجز
قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہین ہے اگر یہ اصل نہوتا تو عالمگیر سا متشرع بعلم
بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیون رکھتا اور کمال الدین خان سے واقفکار بلا اسناد اسے سر پر
رکھکر دہلی سے کیون لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کرنیکی وصیت کیون
کر جاتے راقم سے ایک استباز باوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ
صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الٰہی کے انوار برستے ہین اور عالم آخرت مین انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا ہے جب دلائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اوسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرومی ہے۔ صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی عالی ہمتی سے میری مرمت کرا کے دربار رسول اللہ مین سرخروئی حاصل کرے اگر وہ دنیا مین میری درستی کرائیگا تو اسکے صلہ مین خداوند کریم اجر عظیم اسکو عنایت کریگا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنات کا حصہ ضرور حاصل کرین اور اس خدائی خزانہ سے ابدالآباد کے لیے دولت دارین پانیکی ضرور کوشش کرین۔

نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشا۔ صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جدا گانہ تھا اونکے اہلکارونکے نام بعض کاغذات مین پائے جاتے ہین جو تحریر کیے جاتے ہین۔ خواجہ سرا نہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑین ہین چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدین شاہ آباد مین باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہون نے بنوائی ہین ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنھون نے ایک مسجد لب سڑک بازار چہارشنبہ مین معہ پختہ کنوئین و حجرہ کے تعمیر کرائی ہے جسپر سال تعمیر یہ کندہ ہے

ازپئے خدا مسافر گاہ ٭ خواجہ اقبال ساخت مسجد و چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھون نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

یہ الف و نود نہ خود کرد اساس	براہ خیر مسجد خواجہ الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اوسنے ایک مسجد و کنوان و حجرہ لب سڑک بازار سردار گنج مین بنوائی ہے جو اب تعلقدار باسط نگر کے قبضہ مین ہے اور اسی علاقہ کے رئیسونکی قبرین بھی اسمین موجود ہین اسپر یہ تاریخ کندہ ہے

در چہل ہفت سن جلوس پسند	مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرائے مین ہے ایک مسجد قریب محلہ اللہ پور کے ہے جو لب سڑک باغ مین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خان صاحب اللہ پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خان صاحب کے مقابر ہین۔ ایک مسجد ناتمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھین اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جنکے بیٹے سلیم خان و یوجا خان تھے نواب صاحب موصوف کی ڈیوڑھی مین ایک نیاز نام کے خادم تھے جنھون نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اسمین مسجد و مکان و کنوان وغیرہ بنا کر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب یہ مقام امتداد زمانہ کے خراب و خستہ ہو گیا ہے ایک پتھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

ازغوث چو یافت این بشارت رضوان	گر فضل گذر کند شفیع دو جہان
از بہر بنائے باغ پائین رسول	آورد نیاز از باغ جنان

۱۵ ۱۱ ھ

انھین مین ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنمین بعض وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبد الحکیم بن شیخ فتح اللہ۔ محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر مین ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچگئے تھے عالم چند چودہری قانونگو تھے۔ سیوکرا ے۔ پھولچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیبی داس۔ عظیم خان ڈیوڑھی مین صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان۔ اسلام محمد توشکخانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگہ پسر جے سنگہ اور محمد معروف میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جو اونکی طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہرین سید زمان اور کمال الدین خان دونونکے نام بطور سجع کے کندہ ہین۔

نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھین ایک مین رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ دوسری مین کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری مین کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔

از شاہ عالم گیر خود
یافت
زمان از رہ صدق
سید
خود کمال الدین خان

قاضی صاحب کی مہر مین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔

غالبًا چوتھی مہر بھی تھی جسمین خطابی نام رستم خان عطیہ شاہی کندہ تھا۔

بڑی ڈیوڑہی کے کارپردازون مین دیوان محمد مبارک بڑے منتظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد مین یہ متصدی تھے اور چودھرایت وغیرہ بھی اسکے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ مین نیابت کے

درجہ کو پہونچگئے تھے اونکی مقدرت کے ثبوت مین اونکا تقسیم نامہ جو اونھون نے سنہ ۱۲۴۱ھ
مین اپنے ہرسہ فرزندان کو اشیا تقسیم کرکے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اوسپر
قاضی صاحب کی مہر بھی ہے آپکے فرزند محمد دلاور۔ محمد اعظم۔ محمد بہادر تھے اور محمد نصیر۔ محمد اکبر
محمد قایم پوتے تھے۔ اشیاء منقسمہ مین تین ہزار دو اشرفی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی
و نقرئی ظروف۔ مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید بیس عدد
سربند مقیشی پندرہ عدد۔ پٹکہ گجراتی سترہ عدد۔ دوشالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم
و تفصیل تقسیم نامہ مین درج ہے۔ زیور و خیمہ و فرش معہ دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے
توشہ خانہ مین اپنی ذات کے لیے تا بہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات
و باغات اپنے اختیار مین رکھے تھے لیکن انکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا لونڈیان
اور خدمتگار بھی اونھین کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد مبارک کی
زمینداری کے متعلق تھی یہ ہے۔

بیعنامہ موضع موہن پور	بیعنامہ موضع سارباہن پور موضع	بیعنامہ موضع حمراجو نواب امیر خان کے نام تھا مگر بہو بیگم نے اسکا بخشش آپکے نام لکھدیا تھا	بیعنامہ موضع سرائے رانک
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان
نے بصلہ کارگذاری اسکا بخشش نامہ بھی انکے نام لکھدیا تھا۔

بیعنامہ موضع کندرہ پرگنہ سرومن نگر	بیعنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سرومن نگر
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع تریرپور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

یہ موضع پیر محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور وہان سے انکے خاندان مین آیا تھا

بیعنامہ پٹی بسرام پور	بیعنامہ موضع بھوڑا	بخشش نامہ موضع بہداسی دو قطعے ایک بمہر نواب سردار خان	
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	و دیگر بمہر نواب شیر انداز خان	
بیعنامہ موضع نگلہ ویران بچھوہا	بیعنامہ موضع روپا پور	بیعنامہ موضع جسئی وامریا	بیعنامہ موضع بسولی وامریا
۲۰ بسوہ	۲ بسوہ	۲ بسوہ	لسگہ
پروانہ اراضی موضع خانپور بمہر سردار خان و شیر انداز خان	پروانہ چاک موضع نگلہ لوتھو بمہر نواب کمال الدین خان	پروانہ چاک موضع میر پور بمہر سردار خان و شیر انداز خان	بخشش نامہ موضع محمود پور گریا بمہر نواب سردار خان و شیر انداز خان
صسگہ	عسگہ	صسگہ	صسگہ
پروانہ چاک موضع بہداسی بمہر مذکورہ بالا صسگہ	بیعنامہ موضع دلیرا پور گوریہ ۱۵	چاک پن محمد مرد مہد دلیر خانی در موضع میرپور بمہر نواب شیر انداز خان محررہ ۱۱۶۵ھ صسگہ	بیعنامہ چاک بلال الوسگہ

ایک رہنامہ موضع گٹکا مؤ و سراے شیخ صلاح کا منجانب چودھری ہرسہلے جو چین سنگہ کا لڑکا اور چودھری ہمناتھ ساکن پالی کا پوتا تھا موجود ہے یہ ہر دو موضع دیوان مبارک کے قبضہ مین تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد اونکے پوتے نامدار خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونون مواضع ۱۵ رجب سنہ ۱۱۶۱ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیعنامہ تصدیق کرایا

لہ پیر محمد بڑی ڈیوڑھی کے خدام مین تھا اور وہ محمد حسین خاصخیل کا لڑکا تھا تیس بیگہ اراضی سراے رانک مین اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان سنہ ۱۲۱۱ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پیمایش کا حکمنامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب الحکم فتح خان تھمرداس گماشتہ نے انکی تعمیل کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔

اسکے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجری کو چودھری ہر سہاے نے گنگا بشن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور رہن کیے۔ اسکے بعد سنہ ۱۱۴۲ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بشن وشیو بشن وغیرہ جو اس خاندان مین حقدار تھے اور پالی مین رہتے تھے اونھون نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونون موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کر وہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے یہان آ گئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان سنہ ۱۱۴۲ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اسوقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہبہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اسمین ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور مین واقع تھا ہبہ کیا تھا پیشتر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی ہادی پور پرگنہ پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمود خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پرگنہ پالی کے جو ذاتی زر خرید تھے اور ایک بسوہ سرا سے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرضکہ اسقدر حقیت ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۱ھ مین اس ہبہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر مین لائی گئی ہے اور اوسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونون قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر مین محمد مبارک بندہ درگاہ سنہ ۱۰۹۰ھ کندہ ہین۔

اور ایک سند محمد مبارک کیطرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیت کی تحریر ہوئی ہے جسمین محمد پور پرگنہ پالی بیس بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درج ہے اسپر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائدادین انھون نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھین اور خود زرخرید جائداد بھی بہت کچھ پیدا کی تھی مرد دانشمند کارگذار تھے اکثر موقعون پر اپنی سرکار کو خوش کرکے خلعت وجائدادین حاصل کین۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ مین عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضعات باقی ہین نہ مکانات ہین بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہین انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد وحقیت کا کچھ نام ونشان باقی نہین۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کرین کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہین ایک کاغذ جسمین انکو نواب سردار خان نے ایک معافی نامہ مین مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہین اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ انکے خاندان مین یہ جائداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہین تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات مین محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت با اختیار ہونیکے نواب صاحب کیطرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۱۱۲۷ھ کی صورتحال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتمان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اوسنے پیرا قوم جایک سے نکاح کرلیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی پھوپھی مسماۃ جیونی نے اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسمے ٹیکارام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سرومن نے

مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس مین دیگئی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گذری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہان موجود نہ تھے پالی مین تھے لہذا اُنکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً محافظونکو سپرد کیا گیا اوھین ایام مین مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام مین مصروف ہوے وہ لڑکا کوئی چرالیگیا جب یہ خبر معلوم ہوئی تو صورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا پتہ چلتا ہے

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان حسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

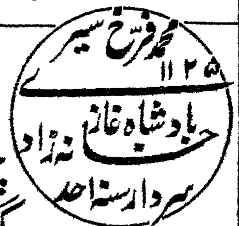
(مہر: محمد فرخ سیر بادشاہ غازی ۱۱۲۵ — سردار خان خانہ زاد سنہ احد)

شجاعت و عقیدت نشان محمد مبارک بعنایت امیدوار بوده بدانند بظهور پیوست که چند بیگه اراضی در وجه مدد معاش اهلیه جمال الدین ولد حسین خان خیل در سواد موضع خانپور عمله پرگنه شاه آباد بموجب پروانه خانصاحب مرحوم مقرر است بنابران قلمی میگردد که اراضی مذکور بعد ملاحظه سنه بمهر خانصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول بتصرف اهلیه مرقوم واگذارند و مزاحمت نرسانند که بفراغ خاطر کشتکار نموده بدعاے ترقی و دولت اینجانب مواظبت دارد درینباب تاکید اکید دانسته حسب المسطور بعمل آرند. بتاریخ دهم رجب المرجب سنه ۲ جلوس والا مطابق ۱۱۲۵ هجری قلمی رفت۔

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۵ صفر سنہ ۲ ۱۱۰ھ کو تحریر کیا ہے

کہ پچیس بیگہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے
اسی طرح پیر محمد ولد حسین خاصخیل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی
طرف سے ۲۵ رمضان سنہ ۱۱۲۱ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اوسکے حکمنامہ کا حکم بھی
محمد مبارک اور سبھاچند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پیمایش
کرکے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب الحکم محمد مبارک نے موضع سرلے رانک
مین وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانونگو اور نور محمد وامیر خان جریب کش سے پیمایش
کراکے دی ہے اور اس حکمنامہ مین انکے نام کو رفعت پناہ امانت دستگاہ
باوقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار
ہوتا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ مین آجانا
کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ موضع بھداسی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نبیرۂ دیوان محمد مبارک



متصدیان مہمات حال واستقبال سرکار اینجانب بدانند
چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد
پرگنہ پالی سرکار خیرآباد صوبہ اخترنگر اودہ زرخرید وموروثی سرکار
اینجانب بطوع ورغبت خود بجمیع حدود وحقوق ومرافق ومنافع آن اشجار واثمار وابار و
انہار وحیاض وارتکاب وخاکدان جداول ازقلیل وکثیر وما یضاف ونیب الیہا

خارج از مساجد و مقابر و طرق عامه و اوقاف به محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم و تملیک بلاعوض نمودم باید که بست بسوہ زمینداری موضع مذکو را بقبض و تصرف مشارالیہا واگذارند که حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود نموده بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشد درینباب تاکید مزید دانسته حسب المسطور بعمل آرند

شرق	غرب	جنوب	شمال
حد دهوره موضع پیربائی	حد دهوره موضع جہا	حد دهوره موضع رامان پور نربائی	حد دهوره منکاپور بیاری

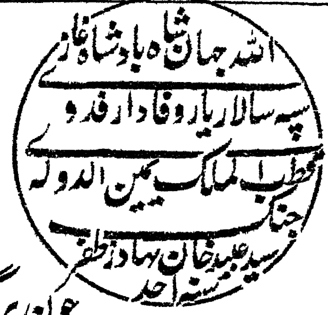
بتاریخ هفتدهم شهر جمادی الاول ۱۱۴۵ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہوکر بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ ۱۱۲۵ھ ہجری بذریعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھین بھی حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیے گئے ہین انسے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش مین اور اخلاقی خوبیون مین اپنے اسلاف کے ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھون نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہین بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔ انکی رحلت کا زمانہ سنہ ۱۱۵۰ھ ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھین کے نام بحال ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ اسکے نام ملا ہے

وہ آجتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان



رفعت پناہ وزارت و کفایت دستگاہ باسم خان محفوظ باشند

چون پرگنہ شاہ دربست من اعمال سرکار خیرآباد مضافات صوبہ اودھ بجمع مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذبور دربست بجمعدام مذکور حسب الضمن بجاگیر موی الیہ بحال دانستہ بزمینداران آنجا قدغن نمایند کہ مالواجب را بعامل مشار الیہ جواب میگفتہ باشند بتاریخ ۲ شعبان سنہ احد قلمی شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد صوبہ اودہ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است ۷ لک دام دربست

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی ڈیوڑھی کے مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا وضعداری اور لیاقت مین اپنے بزرگان کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیون کی سندین جو اونھون نے مستحق اشخاص

کو دی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سنہ ۱۱۵۱ھ مطابق سنہ ۲۰ جلوس محمد شاہی مین لکھے گئے ہیں ہوے اور سنہ ۱۱۶۵ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے سنہ ۱۱۶۲ھ مین انھون نے جو ہدایت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۱۷۲ھ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲ برس انکا بڑی ڈیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض رئیس گذرے ہین۔ خوبصورت انسان تھے بیسیون معافیون کی سندین انکی طرف سے دی ہوئین دیکھنے مین آئی ہین جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد مین قیام کیا کرتے تھے اور انسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کیوجہ سے نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن انکی کوئی نہین تھی اسلیے انکی چچازاد بہن یعنے بنت محمد یار خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماموں کہا کرتے تھے ایکہزار دوسو روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنو سے مقرر تھے۔ بعض کاغذات مین مہر۔ اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان بیوی کا نام عصمت جہان عرف محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین مہر دو لاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہوئی اور چند سال کے بعد کچھ ناموافقت پیش آئی تو انھون نے اپنا دوسرا نکاح مسماۃ عمدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤدخان کی پوتی اور نواب چاندخان رئیس کٹہرہ کی پروتی تھین کرنا چاہا فریق ثانی نے بکجدی ہونیسے رضامندی ظاہر کی جب بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اونھون نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی اونکے بھائی مرتضے خان ڈیڑھ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آے اور بڑی ڈیوڑھی کے پھاٹک اور دیوانخانہ مین اپنا بندوبست کرکے محمد اعزاز خان کو دیوانخانہ مین زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خانصاحب نے چارنا چار اپنی جان بچاکر اسوقت تملیک نامہ لکھدیا اسکے بعد نواب اعزاز خان نے نواب بندہ علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کہلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی آکر مجکو مجبور کرین اور زبردستی مجھسے کاغذ پر مہر کروالین آپکو برادرانہ غیرت بھی نہین آتی اسپر بندہ علیخان نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیجدیا ان آدمیون نے مرتضے خان کے آدمیون کو بڑی ڈیوڑھی سے نکالدیا اور کہا کہ اہل اسلام کے مذہب مین چار عقد تک جائز ہین تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضے خان مجبور ہوے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضاء اللہ خان نے سرمست خان ولیرخانی کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفے صاحب کی شہادت سے نواب اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور بیس ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کرکے مرتضے خان سے اپنی تملیک واپس لینے پر

آمادہ ہوے مرتضے خان یہ سنکر جلدی سے روانہ ہوے اور راجہ ہلاس راے کے بہائی راے منسارام کے مکانمین جاکر پناہ گزین ہوے مرتضے خان کی والدہ جو محل مین تہین اونسے اعزاز خان نے جاکر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہانپور نہین جاسکتین اسپر راے منسارام درمیان مین آے کہ اپکی واپسی دستاویز کا مین ذمہ دار ہوتا ہون آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کردین چنانچہ راے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضے خان کی مان کو رخصت کردیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت سے لوگونکو باغ نصب کرادیے مکانات بنوادیے چک معاف کردیے انکی عالی ہمتی وفیاضی کا یہ عالم تہا کہ بیس موضع راے موہن لال کو معافی مین دیدیے تہے انکے دم تک آبائی شان وشوکت بہی باقی تہی انکی سرکار مین ہزار بارہ سو آدمی بہی ملازم تہے اور پرورش پاتے تہے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بہی غریب شرفا کی لڑکیون سے کیے جنمین ایک منکوحہ بیوی سے اعزاز خانصاحب کی لڑکی بہی پیدا ہوئی تہی یہ دونون بیویان اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تہین اور محمدی بیگم عرف بہو بیگم نے اپنے بہتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہانپور سے لاکر متبنہ کیا تہا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگذاری پانسو روپیہ سرکار اودھ کو دیا کرتے تہے دیہات جو انکے زرخرید اور آبائی جاگیر کے متعلق تہے اسکی مالگذاری سے اسکو کچھ بحث نہین۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ ۱۲۱۱؁ہجری تک کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہوگیا اور انکی زوجہ اولے یعنے بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کرکے اپنے بہتیجے کو سب ریاست دینا چاہی

تو اوسپر زوجۂ اولے اور زوجۂ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس
مین مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونون کو نصف نصف ترکہ
تقسیم کردیا اور اپنے عاملون کے ذریعہ سے دونون تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
کرادیا نواب عزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڑھی مین تنزل شروع ہوا اوہ امیرانہ جاہ وحشم
باقی نہین رہا اور اونکی دونون بیگمون سے کوئی اولاد نرینہ بھی نہین پیدا ہوئی صرف
ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمدہ بیگم کی
رضامندی سے کہ اونکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضے خان
کو بیاہ دی تھی جنسے غلام غوث خان عرف نواب رعد انداز خان پیدا ہوے تھے
محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علیخان کی دختر بتلائی جاتی ہین انسے نواب
امیر حسین خان پیدا ہوے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات
پر کی ہوئین راقم کے پاس موجود ہین محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۵ھ کو درد گردہ
کے مرض مین شاہ آباد مین انتقال کیا نواب محمد خان کی مہر مین ۱۲۱۱ھ کندہ ہین
اور ایک مہر مین انھون نے اپنی ولدیت نواب اعزاز خان کیطرف بوجہ تبنہ ہونیکے
منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۱۱ھ سے کاغذات پر
مہر کرنا شروع کیا تھا (محمد اعزاز خان بہادر) نواب اعزاز خان کی ایک مہر مین کندہ تھا
او ۱۲۰۷ھ ہجری بھی اوسمین مرقوم ہین ۱۲۰۹ھ مین نواب اعزاز خان نے گھور تشاہ
تکیہ دار کو موضع لکھر بالی مین ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب رعد انداز خان
۱۸۵۷ء کے غدر مین بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
ایک کتاب راقم نے آنکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لاولد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواضعات ہین نہ مکانات ہین صرف چند نشانات باقی رہگئے ہین۔ نواب اعزاز خان کی حکومت اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہر مین نواب اعزاز خان کی فرزندی کندہ ہے

نواب فتح معمور خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک کی ڈیوڑھی انھین کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہی مورث اعلے ہین فتحمعمور خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکون مین رہے ہین اور بعد اپنے والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالاے ہین انھون نے اپنی ذاتی شجاعت اور موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنمائیان کی ہین یہ اسم بامسمے فتحمند تھے بیشتر انکا منصب ششصدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار سوار کا ہوا دکن کی مہمات مین انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب سنہ ۲۵ جلوس مطابق ۱۰۹۳ھ ہجری مین بیجاپور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے بخشی الملک روح اللہ خان اور[1] فتح معمور خان اور شہاب الدین خان اور خاص اپنے جلو کے امرا کو تعینات کیا ہے اور انھون نے وہان جاکر ایسی جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا تمام روشن کردیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

سلہ روح اللہ خان بتاخت بیجاپور مرخص گردید شہاب الدین خان وبندہا سے جلو فتحمعمور خان ولد دلیر خان باو تعین گردید ند. ماثر عالمگیری

مہمات مین مصروف رہے جب آخری محاصرہ بیجاپور کا شروع ہوا اور اوسکے چند ماہ
کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی ممالک مین شامل ہو گیا ہے تو یہ معرکہ ماہ رمضان
سنہ ۱۰۹۶ھ مین ایسا سخت واقع ہوا کہ فتح معمور خان اور امان اللہ خان فرزند
الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ یہ واقعہ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) مین بایں عبارت
درج ہے در جنگ مورچال بیجاپور فتحمعمور خان پسر دلیر خان و
امان اللہ خان پسر الہ وردی خان مردانہ شربت پسین نوشیدند
ماثر الامرا مین بھی دلیر خان کے تذکرہ مین جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوسمین بھی فتحمعمور خان
کا مورچال بیجاپور مین کام آنا تحریر ہے۔

فتحمعمور خان کی ڈیوڑھی مین بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھنپور وغیرہ تو دلیر خان نے
اپنے زمانہ حیات مین انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم مین
بارہ موضع انکے قبضہ مین جداگانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا
تھی۔ زرخرید جائداد بھی بہت تھی۔

فتح معمور خان کے دو صاحبزادہ تھے مرتضی خان مصطفے خان مرتضے خان انکا پیشتر منصب
پانصدی تھا اوسکے بعد سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہونچے
اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمور خان حاصل ہوا ان دونون بھائیون نے
عالمگیر کے بعد اوسکے دونون شہزادون محمد معظم اور محمد اعظم مین جب تخت کے لیے
جنگ ہوئی ہے اوسمین بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ مین اپنی
مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول مین گھس گئے اور قلب لشکر مین پہونچکر
حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بڑے بیٹے معزالدین کو جہاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چہارم کو جہان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اسوقت مرتضےٰ خان کو فتح معمور خان اونکے آبائی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کسیقدر یہانسے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آئے ہین۔

اسکے بعد جب سلطان معزالدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر سے سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعزالدین کو ایک فوج جرار دیکر روانہ کیا اوسوقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضےٰ خان و مصطفےٰ کو بھی جنکی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جسوقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعزالدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی چقلش پیش آئی تھی اس دارو گیر مین مصطفےٰ خان نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خائف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضےٰ خان

لـه سلطان محمد معظم بہادر شاہ بعد فتح پسر کلان خود معزالدین را بخطاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشاہ عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چہارم را بجہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضےٰ خان نبیرہ دلیر خان را بخطاب فتح معمور خان امتیاز بخشید۔ اخبار محبت (۲۲۳)

لـه معزالدین خبر قریب رسیدن فرخ سیر شنیدہ پسر مہین خود اعزالدین را با فوج جرار بمقابلہ فرستادہ در حوالی کوڑہ تلاقی افواج رو نمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شہزادہ اعزالدین و محمد مرتضےٰ خان عرف فتح معمور خان و برادرش محمد مصطفےٰ خان ہر دو پسران نواب فتح معمور خان کلان ابن دلیر خان مذکور را بصدر فوجے تعین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوانمردی و شجاعت مشہور بودند بمیدان ستیز و دو خورد بمیان آمدہ و مصطفےٰ خان زخم سہل تیر برداشت ہیچ ملاحظہ نکردہ و شہزادہ اعزالدین بدون تحریک آلات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضےٰ خان عرف فتح معمور خان فتح و ظفر مراجعت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۲۵۱)

الکمال دلداری و اطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضےٰ خان کی وفات احمد شاہ کے عہد مین ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت مین مرتضےٰ خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد مین لکھا ہے غالبًا کاتب کی غلطی ہے وہ بجاے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین بعد اپنے باپ محمد شاہ کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتضےٰ خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو قدیمی معاش کی بحالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین لکھا گیا ہے اوسمین مرتضےٰ خان کے خطابی نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے اگر وہ عہد احمد شاہ مین انتقال کرتے تو قبل سنہ ۱۱۶۱ ہجری کے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتضےٰ خان کے انتقال کی صورت حال فارسی مین موجود ہے جسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہین اور اونکے دفن ہونیکے وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال مین لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان سنہ ۱۱۴۹ھ کو مرتضےٰ خان نے قصبہ بسولی مین جو سرکار لکھنو کے متعلق تھا قضاے الٰہی سے انتقال کیا چندروز کے بعد اونکی لاش کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان وطن جمع ہوے اوسوقت اونکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی ایک خواص مسماۃ چاند بی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رقم کہ واجب الادا ہے اور عندالطلب وسکی ادائی لازمی قرار دیگئی ہے لہذا پہلے اونکے

وارثان میرا دین مہر ادا کر دین اوسکے بعد اونکی لاش قبر مین دفن کرین جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سُنا تو ابراہیم خان جو مرتضےٰ خان کے چچازاد بھائی تھے اوٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان گگیانی اور سمندر خان مہمند ہر دو متمندار شاہ آباد کے تھے محلسرا کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روے شرع شریف دین تمھارا مرتضےٰ خان عرف فتحمعمور خان مرحوم کے ترکہ سے چلپے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہین حاضر ہین یہ بھی تمھارے لڑکے ہین ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمہ دار ہین اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو اونھین کچھ اطمینان ہوا غرضکہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکور نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضےٰ خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہین اور جائداد کا انتظام بھی انھین کی راے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکون کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہین اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو سنہ ۱۱۳۱ ہجری مین تخت نشین ہوا ہے اور اونیس سال آٹھ ماہ سلطنت کرکے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین رحلت فرما ہوا ہے اوسکے عہد حکومت مین مرتضےٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

فتح معمور خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین خان

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پانسو آدمی اونکے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر ٹھہرے مسماۃ بادشاہ بیگم[1] کو کسی بہانہ سے بلاکر کٹار اونکے پیٹ پر رکھدی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دوگی تمھاری رہائی نہوگی بعد بڑی قیل و قال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرفیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدینخان یہ رقم لیکر چلتے ہوے۔

مرتضے خان نے اپنی حیات مین ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۱ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کا بیٹون کے نام لکھا ہے اور اوسپر مہرین اور دستخط قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبردست خان و نواب اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر و نواب بند علیخان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہین اور اسکا مضمون یہ ہے کہ مینے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان معہ مزرعجات و موضع انکپور و موضع کرسیلی و یسین پور و کجورا و ہیبت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زرخرید و نقد و جنس و اثاث البیت

[1] نواب زین الدین خان با پانصد سوار پیادہ برفاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسید و در آنجا بخدمت بادشاہ بیگم زوجہ محمد خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در رشتہ چچی زین الدین خان شد بنا بر ملاقات رفتہ و بہ بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود وقتیکہ بیگصاحبہ موصوفہ تنہا شد زین الدین خان کٹار را کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد بکشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد بعد قیل و قال بسیار پنج لک روپیہ و اشرفی ہاے نقد از و گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد نگاہداشت سپاہ جابجا نمودہ و روانہ پیشتر شدہ ۔ اخبار محبت

محمد روشن خان کے حصہ مین دیلہ ہے اور باقی کل علاقہ بحصۂ مساوی بہرہ مند خان وہدایت خان وخرد مند خان وصالح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصیخیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۵ محرم سنہ ۱۱۴۱ ہجری کو مرتضے خان عرف فتح محمود خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جسپر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک ودیوداس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی ہین اسمین مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرق رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دو سہ دری معہ پانچ کوٹھریون کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیرونی مشرقی جسکی مغربی حد محلسرا سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے ما بقی مکانات دیگر بیٹون کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضے خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوے ہین جنکے منصب اور نامون کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات **ہدایت خان۔ بہرہ مند خان خرد مند خان۔ صالح محمد خان** ہر چہار فرزند ہزاری ذات اور چار سوار کا منصب رکھتے تھے **تربیت علیخان** ولد محمد روشن خان پانصدی تھے

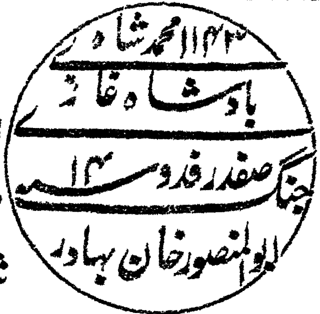
محمد روشن خان کا اپنے بھائیون مین سر برآوردہ ہونا اس پروانہ سے بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر اعظم دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضے خان کے اونکی معافی کا دیا ہے اوس مین **رفعت پناہ شجاعت دستگاہ** بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر اوسمین اپنے بزرگون کی رفعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے انکی مہر کا یہ سجع تھا۔

	از محمد مرتضے روشن حسن خدا یار	

اسمین بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدا یار خان تھا غرضکہ دادا بیٹے پوتے تینون کا نام شامل ہے۔

	نقل پروانہ	



رفعت و شجاعت دستگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند رفعت پناہ محمد روشن خان ولد فتحمعمور خان مرحوم نمودکہ درباب معافی باغات و بازار و کٹرہ مشار الیہ واقع شاہ آباد شجاعت دستگاہ نوشتہ شود لهذا نگارش میرود کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بست و چہارم شہر شعبان سنہ ۲۲ جلوس والا مطابق سنہ ۵۲ اللہ

مصطفے خان یہ فتحمعمور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے یہ بھی اپنے بھائی مرتضے خان کے ہمراہ شاہی مہمات مین شریک رہے ہین چنانچہ فرزندان اورنگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری مین موجود تھے جنکا تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضے خان کے حالات مین انکے نام کے ساتھ اوپر ہم بیان کر چکے ہین یہ شجاعت و وضعداری مین اپنے باپ بھائی کے قدم بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتون تک باقی رہی اوسکے بعد یہ شاخ لاولد ہوگئی

منقطع ہو گئی مصطفےٰ خانصاحب کا انتقال سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری مین کاغذات سے ثابت ہے۔

بعد انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادون کے ترتیب علیخان

وسعد اللہ خان وخدایار خان زندہ تھے۔ ترتیب علیخان وسعد اللہ خان سے اور بہرہ مندخان وہدایت خان وصالح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا رہا ہے اور ان چچا بھتیجون کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد مین قاضی تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہان آنیکے بعد پھر جھگڑا اوٹھا اور ماہ صفر سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد مین وہ مقدمہ پہونچا اور وہان قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور بہرہ مندخان ومحمد ہدایت خان وخرد مندخان وصالح محمد خان ہر چہار بھائیون کا قبضہ مثل تصرف مصطفےٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عملدرآمد بموجب فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور ترتیب علیخان اور سعد اللہ خان کا عملدرآمد مرتضےٰ خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہین تحقیقات کر کے حسب عمل درآمد مصطفےٰ خان ومرتضےٰ خان کے دخل دلادین۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مہر شدہ راقم کی نظر سے گذرا ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نااتفاقی رہی

چنانچہ سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری مین یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جدوبہات

کہ فتح معمور خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد مین شامل ہونیسے شیرانداز خان
کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی مین بڑی ڈیوڑھی والون کے نام تھے
اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جھگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دارالقضا تک
پہونچا اور وہان ۹ رمضان ۱۱۸۵ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے
خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پرول خان تمندارون
کی راے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استمراری لکھدین اور مبلغ
ایکہزار دوروپیہ بڑی ڈیوڑھی والونکو جنکی جاگیر مین پرگنہ شاہ آباد ہے ادا کرتے
رہین اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھین اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی
ڈیوڑھی والون سے پٹہ لکھالین چنانچہ ابتداے فصل خریف ۱۱۸۵ف سے یہ کاغذات
فریقین کیطرف سے لکھکر مرتب ہوگئے بہرہ مند خان ہدایت خان خردمند خان
صالح محمد خان جو فرزندان مرتضے خان رئیس چوک کیطرف سے انکے گماشتہ
محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کیطرف سے انکے
گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھدی کہ ہم چچا بھتیجون کے گماشتے جو مستاجر
موضع ایگوان وغیرہ کے ہین اور یہ دیہات خانصاحب شیرانداز خان و محمد یار خان
پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق
رکھتے ہین لہذا ہم ہرسال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیرانداز خان
رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی ثبت ہوئی ہین موضعات یہ تھے

ایگوان	محمد پور	بسولی	بگلہ سہاگ
تبسی پور	مصری پور	نعمت پور	اونا پور

اور باغات وغیرہ بھی ہین جو شہر کے علاقہ مین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونون ڈیوڑھیون مین
برابر قایم رہا اور یہ پرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد ہدایت خان
سے سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین ازسرنو اوکھڑاہے اور لکھنو تک پہونچا نواب اعزاز خان
اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اسلیے اعزاز خان
نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ
دائر کیا وہان سے دو شتر سوار رسالہ جھاؤلال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان
کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنو گئے اور انکے
بعد اعزاز خان بھی لکھنو روانہ ہوے جناب عالی یعنے نواب آصف الدولہ سے
عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر ہین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاؤلال کے
سپرد کیا کہ وہ فیصل کرین اور مہاراجہ مذکور نے راے بالکرشن راے بالکرام
کے ذمہ کیا کہ یہ دونون صاحبان یہ جھگڑا فیصل کرین چند روز تک اے صاحبان
کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خانصاحب کیطرف سے
وکیل حاضر ہوتا تھا اور روبکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچہری نہین جاتے
تھے۔ راے بالکرام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہین آتے ہین لہذا ہمسے
یہ فیصلہ نہین ہوسکتا آخرکار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے
پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے
لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوے اور تین چار روز تک مقدمہ
پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف
سے غلام محمد صاحب وکیل سوال وجواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اون کاغذات کی روسے دعوے اپنے جد امجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کرسکے اسلیے مفتی صاحب نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلون سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق مین وہ کاغذات کچھ نقصان رسان نہ ہوے اس عرصہ مین نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنو سے کوچ کرکے جنگل کی طرف رُخ کیا اور مہاراجہ جھاؤلال اور دیگر اُمرا بھی اونکے ہمرکاب روانہ ہوے اور یہ معاملہ مذبذب یون ہی پڑا رہا اور اسکے بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سنہ ۱۱۷۱ ہجری مین جب کہ شاہزادہ عالی گوہر[1] دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پہلے مراد آباد و بریلی آئے اور وہان سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ نے اپنے علاقہ مین نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ موصوف شاہجہان پور آئے اور یہان نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان نے حاضر ہوکر ملازمت حاصل کی وہانسے شاہزادہ بہادر

[1] شاہزادہ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان از راہ مراد آباد و بریلی عازم گردید در عرض راہ سعد اللہ خان خلف علی محمد خان روہلہ ضیافت درخور استعداد بعمل آورد و از انجا شاہجہانپور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان حاضر آمد شرف ملازمت حاصل نمودہ بہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی سرفرازی یافت و بمقام سانڈی نواب صلح محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب دلیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۷۷۳۔

ساںڈی تشریف لے گئے وہان صالح محمد خان ابن مرتضے خان حاضر ہوے اوسوقت شاہزادہ نے محمد صالح خان کو خلعت وخطاب دلیر خان مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کی اولاد مین چوک والون کو دو خطاب خاندان شاہی سے دستیاب ہوے اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنو مین نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوے الہ آباد گئے اور وہان سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوے اور اثناے راہ مین اپنے باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنکر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی آکر مستقل طور پر دارالسلطنت مین شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کر کے حکمرانی مین مصروف ہوے۔

خاندان فتح معمور خان مین شجاعت اور تیغزنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور صالح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف تھے اب گذرے ہین انکی والدہ زینب بیگم نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بیٹی تھین جنسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علیخان پیدا ہوے تھے نواب محبت خان کا عقد نواب مہتاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب محبت خان اپنے ننہالی وسسرالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جاکر اکثر شاہجہانپور کے قلعہ مین رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھین کی تصنیفات سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابون مین ایسے ذی علم ولایق شخص

قلم ہوے ہین بہت سے مستند خاندانی واقعات انھون نے لکھے ہین اور
تاریخی کتابین بھی بہت سی فراہم کی تھین اکثر اپنے بزرگون اور خاندان کے
قابل الذکر لوگون کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ مین ترتیب وار لکھے
ہین اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھون نے
اخبار محبت مین تحریر کیے ہین وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہین نواب صاحب
نے جن کتابون کے نام اپنی کتاب مین لکھے ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
ذخیرہ انکے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
قلمی نایاب روزگار انکے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کہین نام و نشان نہین ملتا
مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات مین معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
دلیر خان کا لکھایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے اسمین مندرج
ہونا معلوم ہوتے ہین جو انھون نے خود لکھاے ہونگے۔ مابقی کتب مندرجہ
جنسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہین۔ اکبر نامہ ابو الفضل۔ تاریخ سلطان ناصر الدین
سبکتگین و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعز الدین۔ تاریخ افغانیہ بہلول لودہی
و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ ظفر نامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی
تیمور نامہ منظوم مصنفہ مولانا ے حاجی برادر زادہ مولانا ے جامی وقعات
بابری مترجمہ خانخانان عبد الرحیم بزبان فارسی۔ تاریخ اکبری

مُصنّفہ عطا بیگ قزوینی اکبر شاہی مُصنّفہ شیخ الہداد منشی مرتضےٰ خانی طبقات اکبری مُصنّفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اکبری۔ اقبال نامہ جہانگیری مصنفہ معتمد خان عرف محمد شریف خان تزک جہانگیری مُصنّفہ جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مصنفہ محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیر نامہ تاریخ بہادر شاہی مُصنّفہ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہابھارت ورامائن برہم پران سری کشن پوتھی بھاگوت جوگ بشست گل افشان عرف سنگھاسن بتیسی حال راجہ بکرماجیت پدماوت وغیرہ کا حوالہ ہے۔



نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہین محلہ چوک کے مورث اعلی تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوے۔ چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال بجز دس سال کے مسلسل نہین ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہین ملسکی انکے فرزند پردل خان عرف داؤد خان دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصبدار تھے پردل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سجع بھی اونھون نے اپنی مہر مین کندہ کرایا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرتِ فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ داؤد یافت پردل خان

انکی ڈیوڑھی مین بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمعیل شاہ تھا ۱۱۲۹ھ ہجری مین ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آجتک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کیجاتی ہے۔

(مہر: ز لطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان یافت داؤد پردل خان خطاب شوکت)

متصدیان مہمات حال و استقبال تعلق سرکار بعنایات التفات امیدوار بودہ بدانند چون رسوم وجہ معیشت شاہ سمعیل ولد شاہ باقی فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

ساکن موضع پریرا از روشن و رسم چراغ وغیرہ عرس درگاہ مقدسہ متبرکہ حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار اینجانب من ابتداے تاریخ بست و یکم شہر رمضان ۲۹ سنہ ہجری مقرر نمودہ شدمی باید کہ وجہ مسطورہ سال بسال در تصرف موصی الیہ واگذارند کہ بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض بودہ بدعاء ذکر خیر وعبادت وریاضت مشغول شدہ باید کہ بیجے من الوجوہ مزاحمت بحال فقرا مرقوم نرسانند دریںباب حسب المرقوم متن قدغن دانستہ بعمل آرند۔ فی التاریخ بست ودویم شہر رمضان سنہ از جلوس والا تحریر یافت

پردل خان کے بیٹے قایم علیخان وبہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ دادا کے نامور اور شجاعت ورئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد مین رجب علیخانصاحب بھی معزز وذی مقدرت شخص گذرے ہے حکام اور برادری مین اونکا لحاظ کیا جاتا تھا عہد نوابی مین شاہ اودھ کیطرف سے جو چکلیدار شاہ آباد آتا تھا اور اوسکے پاس زر مالگذاری کسی کے پاس سے پہونچنے مین تامل ہوتا اور اوسکی جانب سے مالگذار شخص پر تشدد کیا جاتا توجسکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہین کیا جاتا تھا رئیسانہ فیاضی سے انھون نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہین جنکی سندین راقم کی نظر سے گذری ہین اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ طوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ مین تھے تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ انکا شاندار مکان وپھاٹک کھڑا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز اونکے خاندان کے کاغذات نہین

دستیاب ہوے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شاخین انکی اولاد کی صحیح النسب ہین اولاد کے نام شجرۂ دلیرخانی مین دیکھنا چاہیے۔

نواب الہداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیرخان کے تھے محلہ نالہ مین انکی ڈیوڑھی تھی امیرانہ اوصاف مین اپنے باپ وبھائیون کے ہمدوش تھے نوروزپور کا علاقہ انکے قبضہ مین تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقرزئی کی دختر انکو منسوب تھین یہ لاولد رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئین اور انھون نے اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علیخان کے نام تحریر کردی اور اوسپر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروزپور۔ روشن بازار وبڑا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے محلسرا کیطرف بڑی ڈیوڑھی مین تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوسمین شامل کردین اور یہ تملیک نامہ ۲۶۔جمادی الاول ۱۱۳۷؁ھ ہجری مین تحریر ہوا ہے۔ محمد علیخان جو قطب خانکے فرزند تھے انکے ورثا مین آخری شخص افضل خان تا دین ہین جو لاولد تھے جسپر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

نقل تملیک نامہ اہلخانہ اللہ دیے خان بنام محمد علیخان

بمہر قاضی فیض اللہ و قاضی نادر الزمان و قاضی ناصر الزمان و مواہیر خانزادہ

سعادت خان ولد دلدار خان و محمد روشن خان و فتح محمد خان و محمد خان بر فتح محمد خان
مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
و عالم خان و قاسم خان و ہادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
و بمہر خواجہ جواہر و بمہر سید حمید و بمہر سید فتح محمد و دیگر متمنداران شاہ آباد
از قرار بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۲۳۷ھ
آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان
ولد یوسف خان قوم افغان یا قرزئی زوجۂ خانزادہ اللہ دیے خان ولد نواب
دلیر خان مرحوم ساکن قصبۂ شاہ آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبۂ اختر نگر اودھ
فی الحال بصحت اقرارہا شرعاً براین جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ
زمینداری دروبست موضع جٹ پورہ ساحت عملہ پرگنہ پالی سرکار و صوبہ مسطورہ
و دو قطعہ باغ نودہا و باغ متصل مصینڈہ تالاب سواد قصبہ شاہ آباد مذکور
کہ موسوم بہ باغ چوبے پران ناتھ است و یک منزل حویلی تعمیر پختہ
واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھہ پران چوبے است بمسمے محمد علیخان ولد
قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلا عیوض کردہ دادم حالا موازی
چہل بسوہ دروبست موضع نوروز پور و موضع سُہاگ پور عملہ پرگنہ پالی مذکورہ و
یک محلہ روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر پختہ داخل اندرون
قلعہ واقع شاہ آباد و یک قطعہ باغ کلان معہ تالاب واقعہ سواد قصبہ شاہ آباد
مرقوم کہ منجملہ عیوض زر مہر خود از ترکہ خانزادہ اللہ دیے خان مرحوم کہ زوج
من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدہم

بدین حدود اربعہ معروفہ مذکور کما فصلت۔

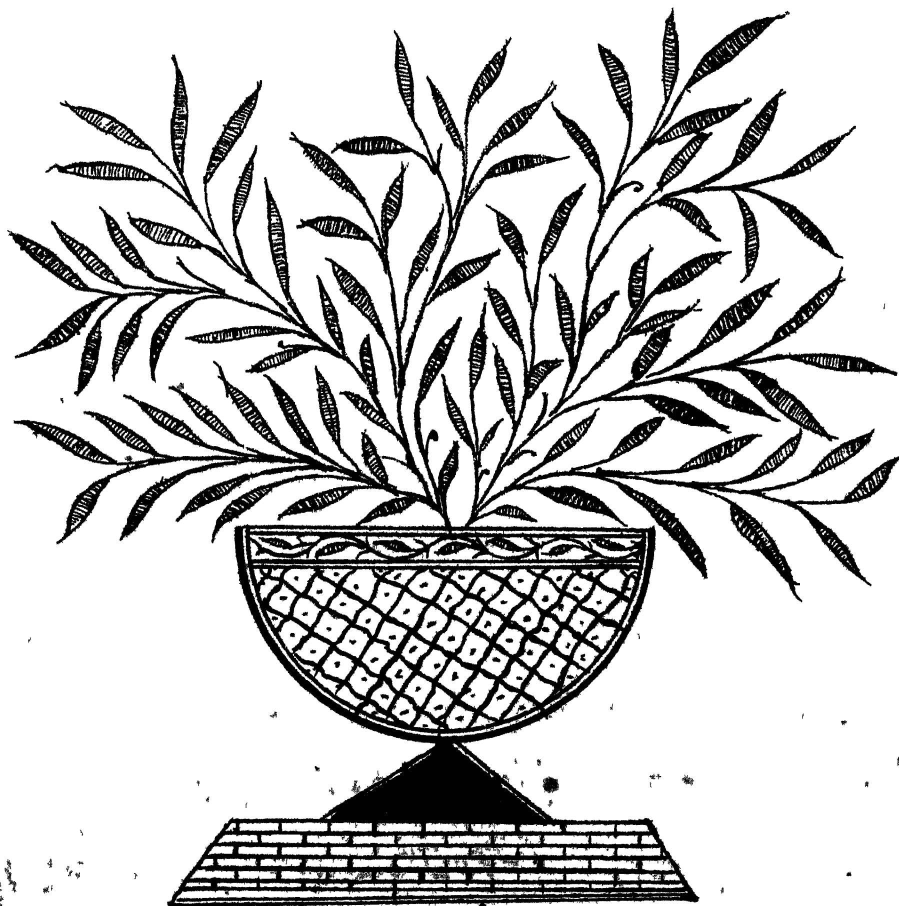
بسوہ ہا موضع نوروزپور ۲۰ بسوہ

نوروزپور مسطورالمتن بست بسوہ در بست۔ سوہاگ پور مسطورالمتن بست بسوہ در بست
محلہ روشن بازار عرف بروا بازار مع اربعہ حدود معروضہ و مطابق مقبوضہ قدیم
معہ اراضی آن یک محلہ باغ کلان معہ تالاب و زمین و اشجار واقع شاہ آباد مذکور۔

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پٹی محمد حیات حویلی تعمیر داخل اندرون قلعہ واقع شاہ آباد حد جنوبی کوٹھا خاص اندرون دروازہ	حد باغچہ علاول خانخیل و محاذی بکیقطعہ مذکور بدین حدود اربعہ یک منزل حویلی محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم حد شمالی شارع عام	محلہ خضر خان و لازاک و مسماۃ زلیخا زخیل حد شرقی دروازہ محلسرائے کمال الدین خان مرحوم	تالاب و غیرہ و باغ نواب کمال الدین خان مرحوم حد جنوبی صحن محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم

بجمیع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص و ارکان
و خاکدان و عملہ حویلی مذکور معہ عملہ داخل و کل قلیل و کثیر و بہا فیہا و
ما یضاف و بسبب الیہا خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف مسمی
محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدر ا تملیک بلا عیوض کردہ دادیم کہ
کہ قابض و متصرف باشد چنانچہ عقد تملیک بلاعیوض درمیان مملکہ و
مملک لہ مرقومین واقع شد و تملیک لہ مذکورہ مملک را در قبض و تصرف

مملکہ برآوردہ در قبض و تصرف خود آورد تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً پس نماند
بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکہ مذکورہ را ومن مقدم مقامہا در ملک مرقوم حقے
ودعوے ودستخط تملیک بلا عیوض باقرار مسمّاۃ مذکورہ بتصدیق گواہی اشرف خان
وقطب خان برادران علاتی مسمّاۃ مذکورہ ومستحسن عالم خان وقائم خان
وہادی داد خان وخانزادان برادران علاتی مسمّاۃ مرقوم نوشتہ شد
وکان ذلک تحریر مرقوم الصدر شد



نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے یہی مورث اعلے تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہین جب دس برس کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آجتک موجود ہے اس سے امارت کے آثار پائے جاتے ہین۔

انہار البحر مین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان تھے اور انکے پسر بند علیخان تھے یہ دونون باپ بیٹے نہایت زوردار اور زبردست گذرے ہین شاہ آباد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون وچرا کر سکتا بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوے کہ شیر کے پنجے پھیر دیے اور اوسکی کلائیان بیکار کر دی تھین اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ نواب احمد علیخان کو راجہ مظفر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھین یہ نانپارہ گئے ہوے تھے وہان خیمہ مین ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اوسنے حملہ کیا اونھون نے اسکی دونون کلائیان تھام لین آخر کار دونون شیرون کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوے مگر وہ جنگلی شیر انپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکے اور انکے فیمابین ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر انپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے دوسری طرف تھے اوسنے کلائیان بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھون نے اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوٹے جب یہ اسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔

جلد مین جو خراش اوسکے پنجون سے آگیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اونکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگون کے دلون مین بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ ہلاس راے کے یہان لکھنو مین نواب احمد علیخان بیٹھے ہوے تھے اس اثنا مین شاہ اودھ کے کوئی عزیز آسے اُنھون نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھون نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم اونکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال بڑھا احمد علیخان نے اوٹھکر سر مجلس تپانچہ مارا حاضرین جلسہ نے رفعہ شر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانون تک پہونچا مگر راجہ ہلاس راے نے رفعہ فساد کرا دیا۔

اپنے بھائی بندون مین بجز دو تین صاحبون کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہین لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل مین جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہین مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہین کر سکتا تھا ہمیشہ زیردست کے شریک ہو کر اوس مظلوم کی مزاج پرسی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان اور شجاعت وبہادری مین نہایت مشہور شخص تھے جب اونکے لڑکپن مین

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت مین پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک
قادر داد خان نے حقیت کے جھگڑے پر اونکو دبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی
بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور انسے
سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سُنکر ہاتھی پر سوار ہوے اور محلہ
سلیمانی کو آے یہان ملک لوگون کو بُلوایا اور کہا کہ اگر تمنے اس لڑکے کو جو ہمارے
دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمھارے حق مین بہتر نہوگا
ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوے کسکی جراءت ہوسکتی ہے
کہ اسے مجبور کرسکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگون کو لڑائی کی ہمت نپڑی
نواب احمد علیخان نے اپنی حیات مین اپنے پس ماندگان کے نام ہبہ نامہ لکھکر
ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کردیا تھا اور یہ ہبہ نامہ ماہ ذیقعدہ
۱۲۳۲ھ ہجری مین تحریر کیا ہے اوسپر مہرین رجب علیخان و امانی خان سید غلام
مصطفے وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین۔ ایک ہزار دوسو روپیہ نقد اور ما ۲۶۶ گہ
اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ما ۱۴۷ گہ
اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ڈھرکی وغیرہ سے اور حقوق
زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی
اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ما [illegible] نقد اور خرد محل
یعنے مادر دوست علیخان کو دوسو روپیہ نقد اور ۲۹ گہ اراضی پختہ اور
اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھاوج زوجہ
لطف علیخان کو ما ۱۳۶ گہ اراضی سیر کی دیہات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔
نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لاولد تھین اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آے اور اونکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگاکر فرد بنائی کہ جب تک سرکار آودھ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔
اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۴۶ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ مین تحریر کی گئی ہے اور ملازمان سرکاری سے مرزا محمد مہدی صاحب تحصیلدار اور مہر پرشاد صاحب پیشکار دیبی سہاے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیبی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک دالان مین ۶۵ عدد اور دوسرے کوٹھ مین ایکسو ۱۰۱ عدد سامان کے نکلے جس مین پارچہ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست پر قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے بیجناتھ دستہ دار پلٹن دگلہ پوش کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔
اسکے بعد نواب دوست علیخان نے تعلقہ داری باسط نگر کی حاصل کرنیکی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جو انکی سوتیلی بہن تھین انھون نے ورثنکے لڑکون نے دعوے کیا بڑا جھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو درخواست سرکار اودہ مین گذرانی تھی اسکے پیروکار و سفارشی فقیر محمد خانصاحب رسالہ دار

ملیح آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلیے دوسرے حقداروںکے مقابلہ مین انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پاے انکی درخواست پر جو حکم شاہ اودہ کی روبکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کرکے ترجمہ اسکا یہان پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت ۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلے کو نظر اقدس سے گذری اوسمین تمنے خاندانی قدامت اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیرداری کا جس مین ۵۴ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ مین ہونا اور پانچہزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور اب بسبب

نقل فرمان والا شان وبمہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلے۔ صاد خاص حضور والا
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نوزدہم ماہ ذیقعد متضمن حال قدامت وسرفرازی بخدمات سترگ آباو اجداد در حضرات سلاطین پیشین انار اللہ برہانہم وجاگیرداری وتقرر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسط نگر چہل وپنج دیہات بقبضہ احمد علیخان متوفی معہ قصبہ شاہ آباد و زر واجب الاداے سرکاری ادا نمودہ ماندن بعد مجرائی پنجہزار روپیہ نانکار وسقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشخصہ واجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار وپیادہ وچہار ضرب توپ واجازت عطاے تنخواہ ملازمان از خزانہ عامرہ وخواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس واعلے گذشت وانشاء اللہ العزیز عنقریب بعد فتح یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی افواج ظفر امواج روانہ آن طرف خواہد گشت وبندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجایش نہ باقی رہنا اورچارضرب توپ و ایک ہزار سوار و پیادون
کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہین امور مندرجہ معلوم
ہوے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسطرف جائیگی
وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کردیگی تمکو بالفعل اتنے سوار کہ رعایا
کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کرسکین ملازم رکھنا کچھ
مضائقہ نہین تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ
جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ مین ادا ے مالگذاری و تنخواہ ملازمین
کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور مین بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان رکھو
اس خیر خواہی کیصورت مین منصب موروثی و خدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی
سے عنایت کیے جائینگے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہوگے۔
زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار
باسط نگر کے ہوے اور اپنی لیاقت و مکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا بر حفاظت نفوس و خلق اللہ و اجراے کشتکاری و افزونی زراعت و آبادی رعیت
بقدر ضرورت ملازم داشتن سوار و برات تنخواہ آنہا از آمدنی ہمان محال مضائقہ ندارد تا در اعانت
آنہا چشمہ تحصیل جاری گردد و وقت وصول محاصل بعد اداے تنخواہ ملازمان و عین المال
سرکار دولتمدار معہ حساب جمعخرچ ابلاغ حضور پر نور باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در
صورت ظہور اینگونہ خیر اندیشی با سرفرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیشگاہ والا
جاوید قید و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہ گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و صلوۃ اور خوش آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی حمیت بھی مزاج مین تھی عشرہ محرم مین امام عالیمقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت خلوص وشان وشوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے اسلیے فقرا اور علما کی خاطر و عزت بھی تہ دلسے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین میانصاحب جنکا تلہر مین مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے آنکی ہر سال اپنے مکانپر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد انکے خلیفہ سید شمشیر علی صاحب سے بھی وہی برتاؤ رکھا اسیطرح پیرزادگان بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن وسلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورتحال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گڈھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنؤ مین اس امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ سے انکے نام مثل جاری ہوئی نواب صاحب نے یہان اس مضمون کی صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علیخان خانزادہ رئیس شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور وہ پینتیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھپر اتہام لگاکر دروولت پر استغاثہ کیا ہے مینے اس باغ کو ذاتی سمجھکر کٹوایا ہے کاغذ اس باغ کا بھی تھا لیکن جسطرح کہ دیگر کاغذات رہنا ہے بیعنامے فرامین شاہی چورانی صاحبہ کے قبضہ مین تھے اور انکا انتقال ہوگیا مین اس زمانہ مین لکھنؤ تھا

جیون خان و حسن علیخان اوٹکے تو اوسون نے چالاکی سے اوڑا لیے اور وہ کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق کرکے دستخط کر دین تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ روبکاری حضور مین ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا سجع مہر مین کندہ کرایا تھا جسمین ۱۲۴۲ھ ہجری کندہ تھے **بطفیل احمد است دوست علی** نواب دوست علیخان کے فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسط نگر تھے انکی اولاد نرینہ کوئی تھی ایک دختر مسماۃ لطیف النسا بیگم تھین جو ولیعہد ریاست قرار پائی تھین پہلے انکا عقد نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اسنے نا اتفاقی پیش آئی اسلیے اونھون نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جاہ[1] دہلی سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

---

[1] شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت متین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا ۱۸۵۳ء مین پیدا ہوے اور ۱۹۰۹ء مین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنے کیا تھا شہر دہلی کے آپ آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنر اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدارس عربیہ کی منتظم کمیٹیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار نسے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی ورثہ مین پہونچی تھی ۱۹۰۹ء مین جناب موصوف نے شاہزادون کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلاکرایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لاکھ پچپن ہزار

مگر نواب امانت فاطمہ بیگم مادر لطیف النسا بیگم اور شاہزادہ صاحب سے

بقیہ صفحہ ماقبل جو نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کمیٹی منتظمہ کے صدر نشین ہونیکی وجہ سے آپ ہی کے زیر اہتمام صرف ہوا گورنمنٹ عالیہ نے سنہ ۱۹۰۸ء مین آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس عورتون اور پانچ مردون اور پھر سنہ ۱۹۰۹ء مین باسٹھ عورات اور چالیس اشخاص کی پنشن پرورش کے لیے مقرر کردی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الٰہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نواب عمدۃ الزمانی النسا بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھین شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی فتح الملک مرزا فخرو ولیعہد کو بیاہی تھین شاہی محل مین آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل یعنی سراج الدین ابوظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھین ایام غدر مین مرزا الٰہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور مین آئی جسکے صلہ مین یکم مئی سنہ ۱۸۵۸ء کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ نسلاً بعد نسل پنشن عطا فرمائی اور سنہ ۱۸۶۰ء کو گورنمنٹ نے پانچہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ مین جو ضلع رہتک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت کی اور سنہ ۱۸۶۶ء کو اضلاع دہلی و میرٹھ مین دو ہزار دو سو چھبیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر مین جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی مین ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو چھہتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سنہ ۱۸۶۰ء مین پچیس ہزار روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمین سے نصف رقم معاف کردی اور جب سنہ ۱۸۷۷ء مین ملکہ معظمہ نے قیصر ہند خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی مین کیا تو اسوقت

موافقت نہین ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی ڈیوڑھی مین جاکر مقیم ہوے کچھ

بقیہ صفحۂ ماقبل دوہزار دوسوپچاس روپیہ ماہوار کا اونکے لیے اضافہ کیا جب مرزا انجم
۱۸۷۸ء مین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ
اونکے قائم مقام ہوے اور وہ بارہ برس جانشین رہکر ۱۸۹۰ء کو انتقال کر گئے
جسکے بعد آپ بااختیار و اکبر خاندان ہوے۔ شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیان
کین پہلا عقد ہزہائنس نواب محمد علیخان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا
عقد اپنے حقیقی ماموں مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے
پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النسا بیگم ولیعہد تعلقہ باسط نگر بنت نواب
امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دار و رئیسہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب
شاہ آباد تشریف لاے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد مین موقع ملا
بعد عقد جس زمانہ مین کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لاے ہین آپکی شان و شوکت اور
خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع
کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے۔ آپکی اولاد مین ایک فرزند مرزا جوان بخت
تھے جو ۱۸ برس کی عمر مین ۶ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جارج پنجم رحلت کر گئے
اب دو شاہزادیان یعنے نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد مین موجود اور
کل املاک کی وارث ہین اور یہ تین اولادین آپکی ان بیگمصاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی
دختر ہین پیدا ہوئین اور یہی بیگمصاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئین بیگمصاحبہ
ٹونک بھی زندہ اور گذارا پاتی ہین مگر لاولد ہین افسوس کہ کئی سال ہوے شاہزادہ صاحب
نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تا دادائے قرضہ انتظام کورٹ کا فرمادیا ہے۔

عرصہ تک اونکا یہان قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک اُنکے ملازم اور سامان جو بکثرت ہر قسم کا تھا یہین رہا اور پھر دہلی واپس گیا اوسکے بعد نواب لطیف النسا بیگم کا جو اٰخر گ انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد نواب دلیرخان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسط نگر کی سربراہ کار اور لطیف النسا بیگم کی ولیہ قرار پائی تھین تعلقہ کی مالک و منتظم رہین بیگصاحبہ موضع مگرینہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھین انھون نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھین کو علاقہ بھی دیا ۱۹۰۳ء مین بیگصاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب انکے بعد نواب محمد عبدالکریم خانصاحب تعلقہ دار باسط نگر مالک علاقہ ہوے ہین نواب صاحب موصوف فی نفسہ با مروت مستقل مزاج رئیس ہین راقم کے کہنے سے کئی تصویرین اس تاریخ کے متعلق آپنے فراہم کردین۔



صوبۂ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی حتے کہ اوسکے حدود نہایت وسیع ہوگئے۔ اس پُرانے قصبہ کی وسعت کافی نہو سکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اوسکی آبادی مین شامل ہوگئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے ساتھ شاہ آباد مین بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیٹیر ضلع ہردوئی مین مسٹر ایچ ارنیول صاحب لکھتے ہین کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہگئی تھی۔ سنہ۱۸۰۰ء مین ڈی فن ٹھلر صاحب یہان آئے تھے اوںھون نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اوسکی ویرانی کا زمانہ شروع سنہ۱۷۹۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلد ہی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹینٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور یہان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ اودہ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات مین شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اونکا انتقال ہو گیا اور اس صوبہ کی حکومت اور افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے خاندان مین چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودہ بھی اونکے ملکیت مین آگیا اسکے بعد شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آگیا جب برہان الملک کا انتقال ہو گیا تو انکے بعد انکے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علیخان صفدر جنگ صوبہ اودہ کے صوبہ دار ہوے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد مین دہلی کے وزیر اعظم بھی ہو گئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار اونکو ملکی ومالی حاصل تھے اور اونکی حکومت زیادہ مضبوط ہو گئی وزیر الممالک کا غلبہ اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب کے پیدا ہو جانیسے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی انکی اولاد کے قبضہ سے نکلکر صوبہ اودہ مین شامل ہو گئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنے جنکا تعلق اودھ سے تھا اور وہ انسے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ مین لیے تھے مگر اسکے ساتھ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی اسکے علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک کی کوئی بدمعاملگی سننے مین نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر اعظم دہلی کے ہوے اور مرتضے خان عرف نواب فتح معمور خان جو زوردار اور اولوالعزم شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ مین لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے اور زر اجارہ نہ دیا اور ملک اودھ مین شامل کر لیے مگر جاگیر محال وطن و معافی انعام التمغا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔

یہ سب شرح کتاب اخبار محبت مین درج ہے چند سطرین اس حال کے متعلق اسکی درج کیجاتی ہین۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضے خان کہ عالی حوصلہ بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان زر تعہد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۲۳ سنہ فصلی سے ۴۵ سنہ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار
مین داخل ہوگیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران
فتحمعمور خان کے باہمی اقرارنامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والون کیطرف سے
محمد معقول کریم بخش فوجدار وامین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہوجانے سے حسب الحکم نواب سردار خان
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھکر سرکار اودھ مین داخل کی ہے مگر منظوری
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقون مین فتح معمور خان کا بھی تعلقہ ہے اسلیے خانصاحب
مرحوم کے فرزندون سے بھی دستخط و مہرین کرالینا چاہیے۔
بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیون نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ
سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمور خان بھی اپنے دستخط کردین اور جب
اسکے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و خرد مند خان سے
کہا گیا تو اونھون نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے
یہ کچھ انتظام نہین ہوسکتا اسبات سے بڑی ڈیوڑھی والون کو اندیشہ یہ پیدا ہوا
کہ ہمسے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہوجائے اسوجہ سے
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکارون نے چوک والون کے کارندون سے اقرار لیکر
اس امر کی دستاویز کرالی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والون کے
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک مین پہونچاتے رہینگے اور ہم
زر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہینگے یہ تحریر ماہ صفر سنہ ۴۸ ہجری مطابق

سنہ ۱۷ جلوس مین تحریر ہوئی ہے۔
بڑی ڈیوڑھی اور چوک والون سے اکثر معاملات رہے ہین چنانچہ ۱۲۳۳ ہجری مین مصطفےٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی خواہش کی تھی کہ موضع جمالپور آپ کا زرخرید ہے اوسکے چارطرف ہمارے دیہات ہین لہذا اوسکی قیمت لیکروہ موضع ہمکو دیدیجیے چنانچہ اونھون نے حسب خواہش نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیعنامہ لکھدیا اور انکار نہین کیا اس بیعنامہ پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہرین ثبت ہوئی ہین
واجب العرض سرکاری مین ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اوسکے بعد جائداد مین روز بروز زوال ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب آصف الدولہ جب شاہ آباد ہوکر صوبہ کٹھر کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علیخان صوبۂ اودھ پر حکمران ہوے تو اونھون نے جزرسی سے تمام معافیان ضبط کین اور اپنی عادت کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علیخان کو لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی ڈیوڑھی اور چوک اور کیھڑہ کی جائداد کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہوگیا جب نوابی کا عہد جاتا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جز جائداد ہر ایک خاندان مین باقی تھی وہ بھی برباد ہوگئی۔
اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائداد نہیں ہے جب انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چڑیا اور موضع پیرپا مین پسران نواب رعداندازخان اور مسماۃ افضل النسا بیگم اور امیرحسین خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ

بنام نواب امیرحسین خان وغیرہ



ازانجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا کہ افضل النسا بیگم اور امیرحسین خان عہد شاہی سے اکتیس (۳۱) ایکڑ اراضی موضع چڑیا اور اکتیس ایکڑ موضع پیرپا اور تین سو چالیس ایکڑ چکات شاہ آباد ضلع ہردوئی پر قابض رہے ہین۔

جناب چیف کمشنر بہادر حسب منظوری بندگان نواب مستطاب معلے القاب نائب سلطنت ویسراے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل کے اوس نصف آراضی کو نسلاً بعد نسل پسران رعداندازخان کے تئین باین شرائط مرحمت فرماتے ہین۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہون وہ سرکار مین داخل کرچکے ہون۔
دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمیندارونکے ہوا کرتی ہین اسکو بخوبی بجالائین اور مقدمات متعلقہ پولیس ورنیز امورات جنگی وملکی مین جو اعانت سرکار کو مطلوب ہو اوسکی بخوبی تعمیل کیا کرین۔
تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا شبہہ انکے ذمہ نہ عائد ہو۔
درصورت انحراف ہونے کسی شرط مندرجۂ بالا کے افضل النسا بیگم و امیر حسینخان سے اراضی مذکور فوراً ضبط کرلیجائیگی۔
جواہر سنگھ محافظ دفتر محکمۂ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء
نولکشور پریس مین چھپا۔
عہد شاہی مین قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور امانی خان ہمسند وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲۶۷ فصلی سے بندوبست انگریزی مین باستثنائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات وچکات پر مالگذاری تشخیص کرلی گئی۔
اب اولاد نواب دلیر خان مین باعتبار مقدرت اور لیاقت کے شاہ آباد مین کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جسکے حالات مین خامہ فرسائی کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹر سرکاری نے خوب کھینچا ہے۔

نقل ترجمۂ گزیٹیر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعۂ گورنمنٹ پریس نینی تال مورخہ ۱۹۰۴ء مرتبۂ و مصنفۂ

مسٹر ایچ ار نیول آئی سی ایس

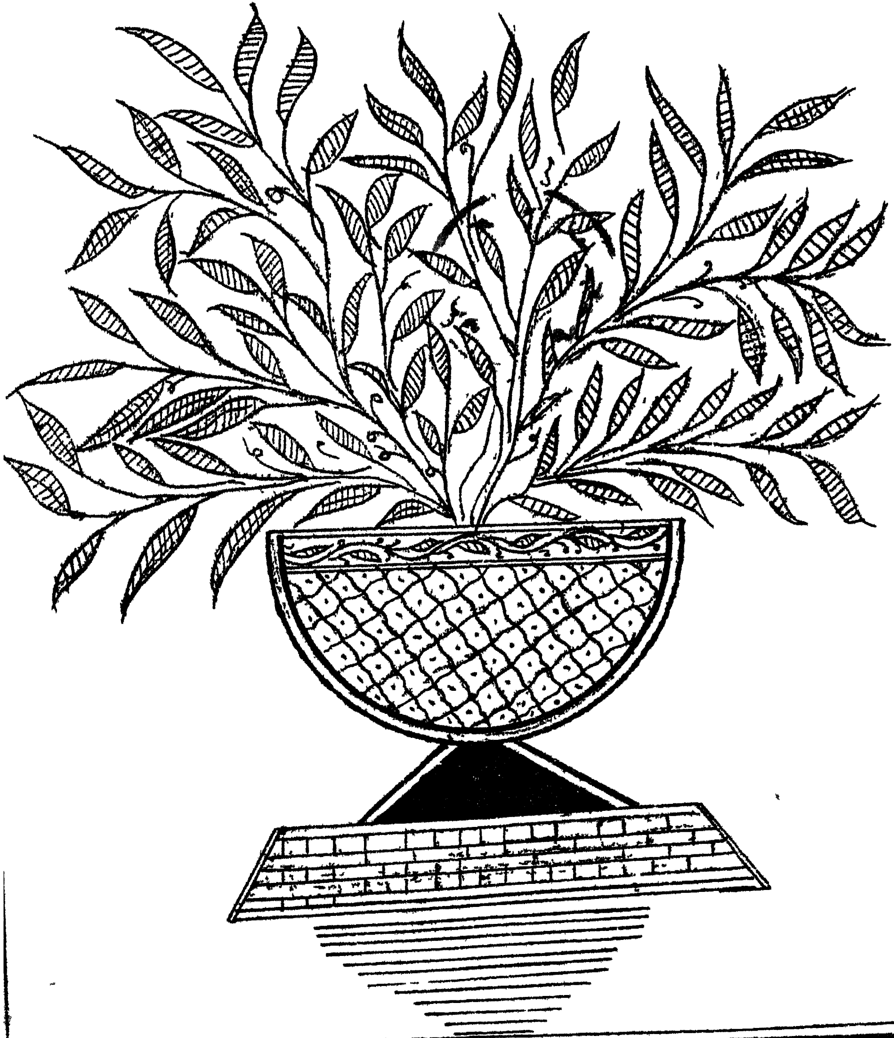
شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمدگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۶۰۸ء مین ٹی فن ٹھلر صاحب ایک انگریز یہان آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط مین ایک محل اینٹون سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجون کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہان ایک پرانا مشہور قصبہ انگد پور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو نواب دلیر خان شاہجہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد کیا تھا جو شاہجہانپور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگئی کھیڑہ کے پانڈہ پرواز کو شکست دی تھی

اور غالباً ٹیفن ٹھلر نے اسی مقام سے انگد پور کی مراد لی۔
نواب دلیر خان کو شاہ آباد اور پرگنہ سراین جاگیر دیگئی تھی جہان کہ اوتھون نے سنہ ۱۶۷۷ع مین شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان نے اپنے افغانی رشتہ دارون اور فوج سے محلون کو بھر دیا اور ایک محل موسومہ بڑی ڈیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک اب تک موجود ہین اونسے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے مسطح کنکر کے ٹکڑون سے بنایا گیا ہے اور بالاخانہ کی دیوارون پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا ہے۔ اس قصبہ مین باون محلے ہین جسمین اکثر کے نام اسکے بانی کے نام پر رکھے گئے ہین اس مقام کی بربادی سنہ ۱۷۹۹ع مین بہت سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ ۱۸۲۴ع مین اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ قصبہ قریب ایک شہر کے آباد تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چاردیواری کے نشان باقی ہین۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان دلدار خان۔ فتح معمور خان۔ سب سے بڑی اولاد ڈیوڑھی والی مشہور ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی ڈیوڑھی والے بالکل آوارہ ہوگئے ہین

اور اب اونکی حالت بہت ابتر ہے پہلے اونکو شاہی فوج مین ملازمت
ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود
ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو سنہ ۱۹۰۱ء مین ہوئی تھی اوسمین
بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس مین دس ہزار مرد اور نو ہزار
نوسے اوناسی عورتین تھین۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے
اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آریہ تھے۔
اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات مین چوتھے نمبر کا قصبہ ہے لیکن
اب ترقی بالکل بند ہے یہان کوئی مشہور تجارت نہین ہوتی سرائے گنج
دلیر گنج۔ سعادت گنج۔ پاکٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک
مولا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج مین بازار لگتے ہین۔ سب سے حال کا
بازار محمود گنج ہے جسمین روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی
وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہین آم اناز ترکاری اور آلو
ہردوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ مین یہ قصبہ ایک قسم
کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہین لیکن اب
اوسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکر کی ہوتی ہے
شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے
سر ولیم سلیمن نے ایک جھگڑا جو کہ سنہ ۱۸۵۰ء مین محرم کے موقع پر ہوا
تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ سنہ ۱۸۶۸ء مین ہوا تھا۔
پبلک عمارتون مین تحصیل منصفی ٹاون ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ۔ کانجی ہوس

ایک سرا ہے۔
تربدہ کا میلہ دلیر خان کے بنوائے ہوئے تالاب پر ہوا کرتا ہے۔
شاہ آباد کا اسکول مینوسپلٹی کے زیر اختیار ہے۔ اسکی آمدنی خاصہ
ٹکس وغیرہ سے ہوتی ہے۔





نواب بہادر خاں بانی شاہجہانپور



نواب کمال الدین خان

عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سرابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتائی سے ملقب تھے دریا خان کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈنکا بجا دیا تھا انکے کارناموں سے سیکڑون صفحے تاریخ کے مملو ہین۔ فتح بندیلکھنڈ و قلعہ ستارا گڈھ و بلخ و بدخشان وغیرہ انسے ظہور مین آئین صوبہ داری و سپہ سالاری دونون جلیل القدر خدمتین انھون نے انجام دین اسلام آباد۔ صوبہ ملتان۔ بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر مین تھی اور پنجہزاری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے یہ اپنے والد کے حیات ہی مین شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر خان پندرہ برس کی عمر سے شاہجہان کی مصاحبت مین آئے باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجہان کے جھگڑے مین شاہزادہ سے جدا ہو گئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت سے علیحدہ نہوے اور برابر حضر و سفر مین موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی رنج و خوشی مین شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ مین انکا نام قدیمی جان نثارون کی فہرست مین لکھا ہے اسبارہ مین کتاب عمل صالح مصنفہ محمد صالح کے صفحہ ۳۸۶ مین یہ عبارت مرقوم ہے

ع چون دریا خان متعین بسرکار شاہجہان شدہ پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت بسلک ملازمت منسلک گشتہ از ابتداے شاہزادہ والا تبار افتخار یافتے اخلاص محبت

بہادر خان ولد دریا خان کہ برعکس پدر خلاف نقش ہرگز در آئینۂ عقیدت و مرات ارادتش جز صورت صفائی اخلاص و نقش وفا و وفاق مصور نشدہ۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی ہی مرتبہ بہادر خان[1] کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار و علم و اسپ خاصہ معہ زین طلائی و ہاتھی اور پچاس ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان[2] کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے مبذول ہو گئی ورنہ دیگر امراء دو صدی و پانصدی کے درجہ سے بتدریج ترقی پا کر چار ہزاری و پنجہزاری منصب کو پہنچے ہیں جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے سرکشوں کی گوشمالی بھی انکے سپرد کی گئی سنہ[3] جلوس شاہجہانی میں جھجھار سنگھ نے بندیلکھنڈ میں بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوندچھہ[4] میں وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر ہر طرف سے اسکی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

[1] بہادر خان روہلہ بخلعت و خنجر مرصع و منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار و علم و اسپ از طویلۂ خاصہ بازین مطلا و فیل و انعام پنجاہ ہزار روپیہ سرفراز گشت۔ بادشاہنامہ

[2] بہادر خان پسر دریا خان اودزی ست در زندگی پدر بوسیلۂ نیکو پرستاری بدولت و شناسی شاہزادہ شاہجہان چہرۂ امتیاز افروخت و چون پدرش ساحت بیوفائی بیہودہ از شاہزادہ جدا گشت بہادر خان ست توسل بفتراک عنایت بادشاہی مستحکم تر ساختہ از رکاب اقبال انفکاک نمودہ پس از جلوس بمنصب چار ہزاری دو ہزار سوار سرافراز گشتہ تیولداری سرکار کالپی و مالش سرکشان آن مرز و بوم دستوری یافت

[3] چون در نخستین سال جلوس جھجھار تیرہ روزگار بغی ورزیدہ باوندچھہ متحصن گشت و افواج قاہرہ از ہر جانب بملک او در آمدند عبداللہ خان فیروز جنگ باتفاق بہادر خان از جانب کالپی کہ مشرق رویہ آن سرزمین است برآمدہ بر حصار ایرج کہ ہر برجش از کمال ارتفاع سر بفلک میشود سر سواری یورش نمود مخالف بر بہادران ہجوم تمام آوردہ ہنگامہ نبرد گرم گردانید خاصہ کورپا تا نیان خود پاپیادہ فیلے صف شکن بر در آہنین قلعہ بردہ با سعت بکوبد دروازہ ریختہ دیدہ بیاوری آن ہر من نہادہ در عدو ہم شکستہ قطرہ زنان بقلعہ در آمدہ ہندو آن سیفام را تیغ سوسن رنگ بر رنگ داغ لالہ ر خون نشاندہ گلگونۂ فتح بر چہرہ دلاوری کشیدہ و در جائزہ این تردہ نمایان و فتح شایان بنوازش نقارہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا

[4] قلعہ اوندچھہ قصبہ جالون سے ۲۹ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوندچھہ پندرہ سولہ کوس تھا۔

کے لیے کالپی مین داخل ہوے اور قلعہ ایرج پر جسکا ہر برج بلندی مین آسمان سے باتین
کرتا تھا یورش شروع کی مخالف گروہ نے بھی بادشاہ بہادرون پر خوب ہجوم کیا سخت مقابلہ ہوا
بہادر خان نے صف شکن ہاتھی کو آگے کیا اور اپنے بیٹھانون کے
ساتھ پاپیادہ ہو کر نہایت جلد قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے اور کمال
چستی و بہادری سے دو ہزار باغیونکو قتل کیا اور حصار کی دیوار توڑ کر
قلعہ میں گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان سیہ فامونکو خون مین نہلا دیا
اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے انکو نقارہ[1] مرحمت کیا
اسکے بعد خانجہان خان لودی کے استیصال کے لیے بادشاہ نے بہادر خان اور
اعظم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کر کے کوہ راجوری مین اسکے سر پر
جا پہونچا تو وہ اسوقت تین سو پچاس سوارونکو لیکر نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلا
جب یہ لشکر اسکے قریب ہو گیا تو اسنے گھوم کر تیر اندازی سے روکا اور کوہ راجوری پر
چڑھگیا بہادر خان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا
ایک بھتیجا بہادر خان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوانمردی
اور بہادری مین مشہور تھا اُسنے بڑھکر انسے مقابلہ کیا دونون بہادرون نے اپنی مردانگی
اور بہادری کے جوہر ختم کر دیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی
ہنر سپہ گریکا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم و اسفندیار کا معرکہ تھا جب بہادر خان باقر[illegible] کی
[illegible] کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہونچا تو آخر مین یہ پیادہ ہو گئے اور بہوا انکی
[illegible] اسکے شعلہ پر پہونچنے لگے۔ اسکے ثبوت مین کتاب عمل صالح جسکا مصنف

---

[1] خاقان قدردان در جائزہ این خدمت بہادر خان را بعنایت نقارہ سر بلند گردانید صفحہ ۲۳۴ بادشاہنامہ جلد ۱ بہادر خان
بعد حمد استعجال خود را صاف خانجہان بہادر رسانیدہ و بہادر خان کہ منصب ہزاری داشت و پردلی و مردانگی اشتہار داشت بود و رائے گشتہ در کوشش
و کوشش کارنامہ دلیری و دلاوری بر روئے کار آورد کہ دلکش داستان رستم و اسفندیار گشت) ماثر الامرا۔

محمد صالح[1] شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا قمطراز ہی۔ خصوص بہادر خان کہ بنیروے دلیری ذاتی و بہادری جبلی چون کوہ پا برجا قدم ثبات و قرار استوار ساختہ بر دو خورد در آمد چندانکہ چندین تن را بیسر ساختہ جمع کثیر را زخمدار از پاے در انداخت و خود نیز دو زخم یکے بر رو و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پرتو زخم رو ہمانا روے تازہ یافت۔

جب ایک زخم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہنامہ مین صرف اسقدر ہی مگر ماثرالامرا مین یہ بھی لکھا ہوا ہی کہ مخالفون نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھون نے کہا کہ مین یادگار و پسر دریا خان کا ہون خانجہان نے یہ سنکر آدمیونکو منع کیا اسعرصہ مین بادشاہی لشکر کے جوان بھی آ گئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدردانی سے بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

سنہ[2] شاہجہانی مین قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن مین جب گنہ بھالکی وچیت کوبہ کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریاے ماجرہ کے کنارہ جا کر پڑا ہے تو اسوقت رندولہ خان عادلشاہی سردار نے شاہجہانی لشکر مین یہ مکر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

---

[1] شہنشاہ حق آگاہ از قدردانی و جوہر شناسی بجلدوے۔ این فتح نمایان بہادر خان را خلعت و خنجر مرصع مرحمت فرمودہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری سہ ہزار سوار و عطاے اسپ با زین مطلا و فیل عز افتخار بخشید صفحہ ۳۲۲ بادشاہنامہ

[2] بادشاہنامہ مین بہادر خان کا دو تیرون سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہین تحریر ہے مگر ماثرالامرا مین زمین پر گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

[3] یہ قلعہ قندھار ملک دکن تلنگانہ مین واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسنام کا دکن مین ہے اس قندھار کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجاپور کی خطا معاف کردے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر اعظم خان نے
شاہجہان لشکر کے جملہ افسرونسے مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ برسات سر پر آگئی ہے
بالفعل پرگنہ چیت کوبہ مین جو صوبۂ بدر کے متعلق ہو توقف کرنا چاہیے اگر ندولہ خان کا قول سچا
ہو توشاہجہان سے عرض کرکے عادلشاہ کی خطا معاف کرادینگے ورنہ یہ محال تاراج و برباد
کرڈالینگے اور اسکو عہد شکنی کا بدل ملجائیگا چنانچہ یہ خیال کرکے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے
کنارہ ٹھہرنیکیوقت یہ بات طے پائی کہ جبتک لشکر کے خیمہ نصب ہون تب تک فوج کا اگلا اور
دایان و بایان حصہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے اسکے بعد ہر روز ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کوس
کے فاصلہ پر جاکر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جاکر گھاس چارہ وغیرہ اطمینان
سے لائین چنانچہ اسیطرح عملدرآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسیجگہ نشان نہ تھا دوسرے
روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خان موصوف معہ شہباز خان و رشید خان انصاری
یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھون نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور
تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہان جاکر اطمینان سے بیٹھگئے لشکر کے آدمی گھاس
وغیرہ کیلیے چارونطرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھکر ایک گاؤن مین
لوٹ مار مچانے لگے گاؤن والے ایک دیوار کی آڑ مین آکر اپنے مال و آدمیونکی حفاظت
اور راجپوتونکے ہٹانیمین مستعد ہوے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوے تو
راجپوتونکی مدد کو پہونچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گاؤنسے غلہ اور گھاس لیکر
پڑاؤ چلے آئے اب انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نرہے اسعرصہ مین کچھ اہل دکن
جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادہر آنکلے تھے جب
وہ اس موضع کے قریب پہونچے اور انکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

اونھون نے اپنا ایک سوار اپنے سردار دکنی کے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر مل گیا ہے اسکے
بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور انکے ہمراہیونکو اپنی طرف مشغول کیا
بادشاہی بہادرون نے اپنی قلت اور دشمنونکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوڑکر انپر حملہ
کردیا انھون نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوے چلے گئے یہانتک کہ دو کوس
تک اپنے پیچھے آدمیونکو بھگا لیگیے اتنے مین رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان اور دیگر
فسران عادلشاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگئے بہادر خان اور
انکے ہمراہیونکو دشمنون نے حلقہ مین لیلیا اسوقت بہادر خان اور انکے ہمراہی گھوڑونسے
اوترکر پیادہ ہوے اور انتہا کے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور دلاوری
دکھلائی کہ بڑی جماعت دکنیون کی قتل کرڈالی اس حالتمین شہباز خان جو سہ ہزاری
منصب کے امیر تھے معہ اپنے فرزند کے شہید ہوے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت
زخمون سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوے مگر انکے بھائی بند کل شہید ہو گئے
اس قیامت تاک معرکہ مین بہادر خان کے اعزہ اور پٹھان ماتحت سو آدمی کام آے دشمنون
نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخمون سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اوٹھا کر
اپنے ہمراہ لیگئے اور قلعہ بیجاپور مین پہونچا دیا رشید خان زخمی ہوکر لشکر گاہ کو واپس آئے
جب اعظم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیزی سے میدان جنگ کو روانہ
ہوے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف دریاے مانجرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہوچکی تھی
تعاقب بیکار سمجھا ناچار بادل بریان و دیدۂ چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخمونسے بیہوش ہوکر زمین پر
گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجاپور لیگئے تو اسنے یمین الدولہ آصف خان کو ایک جرار

لشکر دیگر روانہ کیا کہ عادلشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی ممالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کردے ورنہ قلعہ بیجاپور جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدینا چاہیے چنانچہ یمین الدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر کسی مصلحت سے وہانسے کوچ کرکے دریاے بھیرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہانسے بیجاپور جاکر تالاب نورس پور اور شاہ پور کے قریب خیمہ زن ہوا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا چندروز صف آرائی رہی آخر بیجاپوریوں نے مجبور ہو کر پناہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ جسمین جواہرات مرصع آلات و دیگر نفیس اشیا تھین پیشکش داخل کرنے پر فیصلہ کرلیا اور عہدنامہ تحریر ہو گیا بہادر خان و یوسف محمد خان کو خیریت خان حبشی اور مصطفے خان یمین الدولہ آصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبدالرحیم خیرآبادی جو یمین الدولہ کے معتمد تھے وہ عہدنامہ پر عادلشاہ سے مہر کرالاے اس زمانہ مین شاہجہان بادشاہ برہانپور سے اکبرآباد آرہا تھا اثناے راہ مین بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی سے ہردو کو خلعت و تلوار و سپر اور گھوڑے ہاتھی سے معہ ساز طلائی کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کرکے چہار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے او رپچیس ہزار

لہ چون یمین الدولہ تخریب مملکت عادلشاہی نمودہ گشتہ بحوالی بیجاپور رسید عادلشاہ ہردو دار را نمودہ بہادر خان بہ استلام سدہ خلافت جبہہ افروز گشتہ باضافہ منصب بہ فزونی اعتبار بود و عواطف شاہانہ گردید و بتازگی جاگیرداری کالپی و قنوج و مضافات آن محال سرفرازی یافت - ماثر الامرا ذکر بہادر خان
کلہ روز دیگر بہادر خان و بہلول و یوسف محمد خان تاشکندی کہ کیفیت مردانگی و گرفتاری ایشان نگارش یافتہ از لشکر نصرت آمدہ بدولت زمین بوس رسیدند بادشاہ مہربان قدردان بمراحم بادشاہانہ کہ ہموارہ دربارہ بندگان فاتر بن عقیدت آئین مبذول است تدارک گذشتہ فرمودہ ہر کدام را بمرحمت خلعت و شمشیر و سپر با یراق طلائی میناکار و اسپ و فیل سربراز افراختہ بخستین را باضافہ پانصد سوار بمنصب چہار ہزاری ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و بانعام بست و پنجہزار روپیہ نقد مباہی گردانید ۱۲۴ بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج وکالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکھر حافظ اسمٰعیل صاحب مین لکھا ہے کہ جسوقت بہادر خان دشمنون سے چھوٹ کر آے تو شاہجہان بادشاہ نے بغلگیر ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اسلیے انھون نے یہ شعر تصنیف کر کے اپنی مہر مین کندہ کرایا ؎

شدہ بجنگ دکن جانفشان بہادر خان
حیات یافت دوبارہ ز لطف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشونکی گوشمالی کو بھیجے گئے وہانکی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتیار نرہتا تھے کہ ہل والا بھی جب ہل جوتنے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کر کے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام مین مشغول ہوتا اس عہد مین تمام ہندوستان کے مردون سے وہانکے باشندے سرکشی مین زیادہ مشہور تھے انھین وجوہات سے وہ مثل دوسری رعایا کے اطاعت نہین کرتے تھے ان ایام مین جملہ باغی بیرگاؤن مین جو وہانکے مقامات مین محفوظ مقام تھا اکر جمع ہوے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔ بہادر خان انکے پیچھے پہونچگئے اور انھون نے تائید الٰہی پر بھروسہ کر کے ان ہوذیون پر یکبارگی حملہ کر دیا طرفین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنون نے

سلہ بمعانی تائید ایزدی ہمت گماشتہ دفعۃً برسر آن بدعاقبتان ترکتاز نمودہ غریب کارزارے فیمابین درپیوست بہادر خان سیر حمایت الٰہی برسر کشیدہ بدیوارپشت رسیدہ مقاہر پاے کمی نیاوردہ بدست از جلادت وتہور برنداشتہ انجام کار دست وگریبان شدہ بہم درآویختند وجمعے عنصر بہ ستیز چیردلان سر باختہ بقیۃ السیف رو بفرار گذاشتند بہادر خان بتخریب آن مکان پرداختند بمقر خود بازگشت وازین گونہ فتح کہ دران سرزمین مقصد خیز نصیب ہیچ کس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین بروفق دلخواہ درست نشین گردید۔ ماثر الامرا تذکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھا نہین رکھی نوبت دست و گریبان کی پہونچگئی اور دونون طرف کی فوجین ملگئین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو ٹھہر نیکی تاب نہ لاے آخر کار بھاگے خانموصوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود کر دیا اور اپنے قیامگاہ کو واپس آے ایسی فتح اس سرزمین مین بجز بہادر خانکے کسی شخص کو نصیب نہین ہوئی تھی انکی فتحمندی کا سکہ وہان بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن مین ۳ شوال سنہ ۴۴ھ بروز جمعہ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان اپنی جاگیر سے حاضر ہوے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو خلعت اور پانصدی اضافہ کر کے چارہزاری ذات و چارہزار سوار کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جانیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ جھجار سنگہ نے بعد معاف ہوجانے خطا کے بیم نرائن والی گڈھ کو دہوکا دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چوراگڈہ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر فریادی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان ہراول و مقدمۃ الجیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکا اور ملانچی سے نکلکر ملک چاندہ مین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خاندوران کا مزاج علیل تھا اسلیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصب دار

سلہ بہادر خان از اقطاع خود آمدہ تقبیل آستان سلاطین مکان نمودہ باعطاے خلعت و باضافہ پانصدی بمنصب چہارہزاری چہارہزار سوار سرافراز گشتہ باقطاع خود رخصت فرمودند صفحہ ۷ بادشاہنامہ سلہ جھجار سنگہ پسر نرسنگہ دیو کا تھا اسکا باپ شیخ ابوالفضل کا قاتل تھا جہانگیر نے اس صلہ مین سنگہ دیو کو بہت کچھ ملک جاگیر سے مالامال کیا تھا جب جھجار سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور ہوکر باغی ہوگیا تھا جھجار سنگہ کا بیٹا بکرماجیت مخاطب بہ جگراج تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی طرف مشغول رکھیں جہجار سنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھکر جرأت کر کے نیکنام خان کو حلقہ مین لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہوکر معہ سات آدمیونکے گر گئے اس اثنا مین بہادر خان اور خاندوران بھی پیچھے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا گروہ پریشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل مین گوندکی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکرماجیت کے مارا گیا اور اُنکے سر بادشاہ کے پاس سیہور مین بھیجے گئے اور قریب ایک کروڑ کے روپیہ نقد جو جنگل مین کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ مین آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور سبز نہ رہنے دیا یہ جہانسی اور دتیہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان کے حضور مین آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ زین مطلا کے سرفراز ہوے۔

بعد ازان جب ساہوجی کی گوشمالی اور عادلشاہ والی بیجاپور اور قطب الملک والی گولکنڈہ کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کیگئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر چنداولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور والی بیجاپور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور اسیطرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت سے پانچ کوس چلکر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرضکہ یہان بادشاہی لشکر سے جنگ

۱ با ورود افواج قاہرہ سرزمین فتنہ آگین جانب حال آن بد مآل [illegible] از جملہ غنائم نقود [illegible] قریب یک کرور روپیہ بخزانہ عامرہ رسید و ولایتے کہ [illegible] بتصرف درآمد ۱۷ بادشاہنامہ

۲ بہادر خان و [illegible] خنجر مرصع و اسپ تپچاق با زین مطلا سرفراز گردید ۱۳ بادشاہنامہ

۳ [illegible] بہادر خان [illegible] خلعت [illegible] خاصہ [illegible] مرحمت گردید

کی نوبت نہین آئی اور مصالحت ہو گئی مگر ساہو جی سے مقابلہ ہوا اور اسکے اکثر قلعجات بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہو جی بھاگ کر اور پار گانونسے ہٹکر جو دامنہ کوہ تنہ وچاکنہ کے پہاڑ وجنگل کے درمیان ہے گیا تو ان اقطاع کی محافظت بھی بہادر خان کے ذمہ مقرر تھی اُدہر جسوقت خانزمان کولاپور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر مین زیادہ تھا وہ بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کولاپور نے مجمع کرکے بادشاہی لشکر کو مغلوب کرنا چاہا اسوقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھون نے پہاڑ پر چڑھکر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مویشی انکے ہاتھ آئے ساہو جی مقابلہ مین آیا تین روز تک بان اندازی اور معرکہ آرائی رہی آخر کار مغلوب ہو کر بھاگا جسوقت بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اُسوقت غنیم نے موقع پاکر بہادر خان کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ اسکو بھگا دیا اس اثنا مین عادلشاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اسوقت قلعہ جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان معہ کار طلب خان کے متعین ہوے مگر آخر کار ساہو جی نے عاجز ہو کر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادلشاہی ملازمت کی درخواست کی اور مہم ختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر و منصور ہو کر بہت سے قلعجات لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضوری سے مشرف ہوے ۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و اسپ عربی خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انکی جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بست و ہفتم شعبان بہادر خان بمرحمت خلعت و اسپ عربی از طویلہ خاصہ بازین طلا و بلند پایگی یافتہ بجاگیر قنوج مرخص شد بادشاہنامہ ۲۴۳

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے آکر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہوا اور یہ حسب الحکم کمر بستہ ہوئے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو معہ چند امراء کے بھیجا بعدہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے معہ چند امراء و برق انداز و سلحداران و پانچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کیطرف روانہ کیا جب قندہار میں صف آرائی ہوئی تو وہاں ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان بادشاہ کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دار الخلافت کو واپس آرہا تھا جسوقت باغ حسن ابدال میں ورود افروز ہوا تو شہزادہ دارا شکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمرکاب تھے یہ بھی بادشاہی حضوری سے مشرف ہوئے۔

بعد ازان سنہ ۱۰۵۰ھ مطابق سنہ ۱۳ جلوس شاہجہانی میں جب عبد اللہ فیروز جنگ سے چنپت سنگھ[2] بندیلہ کی گوشمالی نہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

---

[1] و از انجا کہ عبد اللہ خان بہادر فیروز جنگ استیصال چنپت و سائر فتنہ گرایان بندیلہ چنانچہ باید نتوانست نمود و بہادر خان معروض داشت کہ تقدیم این خدمت بہ بندہ مفوض گردد سہ ہزار سوار از اضافہ منصب او کہ چار ہزاری چار ہزار سوار بود دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ قلع و قمع بندیلہ بعہدہ او باز گذاشتند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۱۹۰

[2] چنپت سنگھ جہار سنگھ کے ذیلیوں میں تھا اسنے ایک لڑکا جہار سنگھ کا مسمی پرتھیراج کو اسکا وارث قرار دیکر قلعہ اوندچھہ و جھانسی میں فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردازیمیں پرتھیراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار میں مقید ہوا اور چنپت سنگھ معہ ہمراہیوں کے مفرور ہوا ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۴۸ھ یہ بغاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

[3] سلخ ماہ رمضان از عرضداشت بہادر خان کہ از پیشگاہ خلافت بہ تنبیہ چنپت و دیگر مفسدان بندیلہ معین گشتہ بود و وقایع نگاری کہ با او بود بمسامع حقایق مجامع رسید کہ خان مذکور جنگل بری نمودہ گروہ انبوہ از ان متمردان بقتل رسانید و چنپت و سبحانی با کمے ہمراہان او بیارہ بہ فرار گشتند۔ بادشاہنامہ ۲۲۱

بادشاہ کی خدمت مین پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجاے چنانچہ حسب خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ چار ہزار سوار کے انکے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ گیے خاںموصوف بندیلکھنڈ پہونچے انھون نے وہان جنگل کٹوایا اور ہزارون دشمنونکو قتل کیا اس امر کی اطلاع شاہجہان کے دربار مین بھیجی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان مین پہونچی اور وقائع نگار نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی تیغ بیدریغ ہوے اور چنپت سنگہ اور سبجانی سنگہ معہ ہمراہیون کے مفرور ہو گیے ۴ شعبان سنہ ۱۰۵۱ھ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مرادبخش کیجد متمین جاؤ اور جگت سنگہ کی گوشمالی مین شریک ہو بادشاہنامہ مین صرف اسقدر مضمون ہی مگر ماثر الامرا مین اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ لکھا ہوا ہی کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یہ بات شاہجہان بادشاہ کے ذہن مین جمائی کہ بندیلکھنڈ کو روہیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت کے خلاف ہے اسلیے یہ وہانسے ہٹالئے گئے آخر شعبان المعظم مین بہادر خان حسب الحکم اسلام آباد عرف بندیلکھنڈ سے روانہ ہوے اور بمقام پٹھان شاہزادہ کیجدمتمین پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے قلعہ مئو اور نور پور جو کوہستان مین نہایت مستحکم بنے تھے اور وہان کا راجہ جگت سنگہ جسنے پرتھی چند والی چنبہ کے باپ کو قتل کر کے مضافات چنبہ پر قبضہ کیا تھا بہادر خان اسکے قلع وقمع کو بڑھے وہانکے مفسدون نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان

سلہ در سال سیزدہم بہادر خان تیولداری اسلام آباد و قلع وقمع آن شقاوت گرا رخصت یافت اما الغرض بلکہ شتہ وبہ بادشاہ خاطر نشان کردند کہ بندیلکھنڈ را روہیلکھنڈ کردن صلاح ملکی نیست ماثر الامرا

دیوارین گراتے جنگل کٹاتے ہوے قلعہ مئو کے قریب پہونچگئے جگت سنگہ اپنی پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر لڑا بہادرخان نے اس مہم مین انتہاے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھلائے اور افغانی جرأت و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کردی پانچ روز تک قیامت تاک لڑائی ہوتی رہی بہادرخان کے پٹھانون نے فرط دلاوری سے لاشون کے پشتے لگا دیے اور انکی سیڑہیان بناکر مورچون پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ مین سات سو پٹھان بہادرخان کے کام آئے آخرکار بہادرخان نے قلعہ فتح کرلیا اور اسکے اندر گھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین قلعہ تاراگڈھ مین جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیجدیے تھے جب اسنے یہ حال دیکھا تو خود بھی وہ وہین بھاگ گیا اسکے بعد نورپور کا قلعہ بھی خالی ہوگیا جب شاہجہان بادشاہ نے بہادرخان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال سُنا تو چارہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادرخان کو سربلند کیا

لہ در مہم جگتا و تسخیر مئو ابو شجاعت چلادت دادہ تردد نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت بہادرخان ندکور بکار فرمائی سرداری کشتہا تردبا ساختہ بر مورچال مقابر میرسیدند دران روز مقصد افغان زتابنیان لی بکار آمدند ماثرالامراء نوزدہم محرم بہادرخان کہ قلعہ فتح کوہستان معین شدہ بود بعد استلام سدہ سدرہ رفعت مستسعد گشتند بادشاہنامہ ۲۹۱-

لہ چون این ماجرا بسامع بشایر مجامع رسید خاقان ممالک ستان بر منصب بہادرخان ہزاری ذات افزودہ دو ہزار سوار ان دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ او را بمنصب پنجہزاری چارہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ نوازش فرمودہ ہرکہ درین مہم نقش یکتاے رسیدہ بود او را با نواع تشرف خاص و عنایت غضوص سربلند گردانیدہ بود بادشاہنامہ

اور ایک ہزار سوار اُنکے دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے
غرضکہ اب پنجہزاری ذات اور چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے ممتاز کیے گئے
اس فتح کے بعد شہزادہ مرادبخش اور بہادر خان حسب الحکم بادشاہ کیخدمتمین روانہ
ہوے اور وہان سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ
اصالت خان خانجہان کے تارہ گڈھ کی فتح کو آے یہ قلعہ پہاڑ پر جنبہ کے قریب واقع
تھا اسکے قلع وقمع کرنیمین مصروف ہوے نہایت سخت لڑائی ہوئی جگت سنگہ عاجز ہوا
اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مرادبخش کیخدمتمین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے
سفارش کر کے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعۂ تارہ گڈھ کے مسمار کردینے کا حکم
صادر کیا چنانچہ حسب الحکم قلعہ مو اور نور پور کا حصار گرادیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان
تھا وہ کاٹکر صاف کردیا گیا۔ محرم ۱۰۵۲ھ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعجات
کوہستان کی فتح سے فرصت کر کے در دولت پر حاضر ہوے۔
۱۰۵۲ھ مین جبکہ شاہ ایران نے صوبۂ قندہار پر لشکرکشی کا قصد کیا اور اپنے سپہسالار
رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجلو بنشیا پور مین
ٹھہرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو
بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ
کو پچاس ہزار سوار اور بیشمار سامان جنگ ۲۰ محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان
کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت[1] خاص اور ایک
گھوڑا خاصے کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

[1] بہادر خان را خلعت خاصہ واسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا سرافرازی بخشید بادشاہنامہ ۲۹۴

بادشاہی لشکر ابھی دریاے نیلاب سے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی نبیرۂ شاہ عباس نے
کثرت شراب سے اٹھارہ روز بیمار پڑکر ۱۲ صفر ۱۰۵۲ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان
کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلالیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو
خردسال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال مین تخت نشین کیا ہے اوسکے
مقابلہ مین سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہے۔ غرضکہ یہ مہم اسطرح پر ختم ہوگئی
۲۱ رجب [1] کو بہادر خان قندہار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے
۱۰۵۲ھ مین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوے چونکہ
اسوقت فصل ربیع کی تیار تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متصدیون کو
حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہو اسکا حساب کرکے انکی تنخواہ مین محسوب کردیا جاوے
۱۰۵۵ھ مین امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے
تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلاے جائین اور کمک کے لیے مقرر
کیے جائین نذر محمد خان والی توران سے مقابلہ اور بلخ و
بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین
ہوا اوس زمانہ مین نذر محمد خان نے موقع پاکر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی
سے واپس گئے تھے شاہجہان کو اوسے اسکا عوض بھی لینا مناسب تھا
اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا
سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ
ایسا ناقص تھا کہ ملک مین بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

[1] بہادر خان و اصالت خان و غیرایشان از قندہار آمدہ دولت ملازمت اندوختند (۳۱۰) بادشاہنامہ

پر مظلوم مسلمانون کی اعانت و حمایت لازم آئی توران مین فتنہ اور فساد کے یہ اسباب پیش آرہے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے دستبردار ہوکر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجاے اپنے بھائی کے توران مین تخت نشین ہوے انھون نے بخارا کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور حکمرانی مین مصروف ہوے اس زمانہ مین اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹون نے نذر محمد خان کی اطاعت کا خطبہ پڑھا مگر انھون نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست درازی شروع کی اسی قسم کی حرکتین انسے سرزد ہوئین اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہرچند کہ نذر محمد خان نے اپنے بڑے بیٹے عبدالعزیز خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکند اور اسکے محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظر بے جو امام قلیخان کا اتالیق اور با اثر سردار تھا اسکو بلخ کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے ربطی ظہور مین آئی کہ رعایا انکے قابو مین نہ آئی اندجان مین فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیان شروع کین تو نذر محمد خان نے وہانکی رعایا سے کہلا بھیجا کہ تم خود اپنی راے سے کوئی حاکم انتخاب کرلو انھین ایام مین جہانگیر قزاق نے لکھا کہ مجھپر لشکر قلماق نے چڑھائی کی غرضکہ ہر طرف سے یورش کا بادل امڈا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بیٹھا اسلیے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے نکلگئی اور ملک مین ظالمون بے بدنظمی برپا کردی شاہجہان تو غرصہ سے نذر محمد خان کی پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے ہاتھون سے تنگ ہوکر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت مین بھیجا تھا اسلیے شاہجہان نے شہزادہ مرادبخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر اس مہم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اچھا انتظام لشکر کا سابق مین بھی شاید نہوا ہوگا چار سو اشخاص صرف امرا و منصبدار تھے
تمام[1] مسلمان سردارون کی افسری جنمین بڑے بڑے نامی جوانمرد امیر
تھے بہادر خان کو عطا کیگئی اور ہندو سردارونکی سرگروہی ہمقوم ہونیکیوجہ سے
راجہ بیٹھلداس کے متعلق کیگئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۵ھ مطابق سنہ ۱۹ج مین شہزادہ روانہ
ہوگیا بہادر خان پشاور پہونچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت[2]
خاصہ اور جمدھر مرصع معہ پھولکٹارہ اور ایک گھوڑا اور ہاتھی خاصہ کا
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دلجوی سے
مطمئن وخوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہونچگیا اسی درمیان مین بہادر خان
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوئے
کابل مین شہزادہ سے ملگئے جب شہزادہ پلے کتل کو پہونچا اور وہان سے
بدخشان تک ایک تنگ وناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کرکے اصالت خانکو بھیجے
تھے کہ سرا زیر سے سرا بالا تک جو برف کہ راستہ مین پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر
اودھر ڈالدین اور راستہ اتنا بنادین کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جاے اور باقی
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کردین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے مین دقت نہو مگر یہ کام

[1] سرداری مسلمان بہ بہادر خان و پیشوائی راجپوتان براجہ بتھلداس مقرر گردید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵ و فوج ہراول بچار صد و ہفتاد کس از امرا و منصبداران کہ اتالیق ... بہادر خان نسبت ... راجہ بتھلداس بادشاہنامہ ۴۸۴ [2] بہادر خان کہ در پشاور بود خلعت خاصہ با جمدھر مرصع با پھولکتارہ و اسپ با ساز طلا ... خاصہ ... اصالت خان فرستادہ سربلند گردانید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنائے نکلنا مشکل تھا دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے لگادیے اور کل لشکر انکا جسجگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے اٹھاکر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس تک دو گز چوڑا راستہ جہان کہ بیحد برف پڑا ہوا تھا بن سکا ۷ جمادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچگیا اور ۹ جمادی الاول کو خسرو پسر نذر محمد خان معہ فرزندان و متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب مین ملگیا حسب الحکم بادشاہ کے خسرو خلعت فاخرہ جسمین ہاتھی و گھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہان سے خسرو کابل پہونچکر شاہجہان بادشاہ کیخدمتمین حاضر ہوا اور شاہجہان نے شاہانہ خلعت والطاف سے شادکام کرکے شش ہزاری منصب اور پچاس ہزار روپیہ اور مرحمت کیا اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی مین اسکو ٹھہرایا اور نہایت پر تکلف سامان سے مہمانی کی اسی اثنا مین شاہجہان نے نذر محمد خان والی توران کے نام اس مضمون کا نامہ لکھا کہ آپ کے ملک مین باغیون نے جو بدامنی پھیلائی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپکی اعانت کرے اور ناہنجار باغیونکو بد کرداری کی سزا پہونچاوے شاہجہان کا بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلخ دوبارہ دیدیا جاوے اور ایک جرار لشکر بدخشان مین رکھا جاوے کہ ظالم باغیونکی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

ملہ چون کار از اینا متمشی نشد و بدون جبو متعذر بود بہادر خان باتفاق اصالت خان تمامی سوار و پیادہ با خود دیر گوشتن برف و کشودن راہ داشت لشکریان بہر دست فرا رسے کہ یافتند برف را کندہ بدامن و دست بر کنار از راہ میر یختند بجد کار ے بہادر خان تا یک کردہ کہ برف بسیار بود بعرض دو گز راہ پیدا شد ماثر الامرا تلخص بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کھمرد - حصار غوری - قندز - فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچا
نذر محمد خان والی توران نے چند ارکان دولت و سبحان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزندوں کو
شہزادہ مراد بخش کی خدمت مین بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سبکو
خلعت دیکر واپس کیا - ۲۰ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا
اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
کرنیکا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہوکر حصار کے دروازہ کے قریب جا کر ٹھہر گیا
اور نذر محمد خان کو کہلا بھیجا کہ آپکی ملاقات کیلیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
لائیں اسکے بعد مین حاضر ہون نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
اسبات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکان مین آوے اسوجہ سے وہ آزردہ خاطر فرار
کیطرف متوجہ ہوے - ظہر کیوقت ایک پٹکہ جسمین چند لعل ٹکے ہوے تھے کمر سے باندھا اور اوپر
زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان و جواہرات وغیرہ اٹھالے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان محمد و قتلق محمد
اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کرکے باغ مراد کو چلے گئے اور وہانسے مفرور
ہوگئے انکے جانیکی کسیکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہے بلخ کی چار دیواری پانچ کوس کے گرد
مین ہے لوگ ادہر ادہر مصروف تھے پیشتر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے امیر الامرا
کو مطلع کیا اور امیر الامرا نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خانکو[1] نذر محمد خان

[1] شاہزادہ بہادر خان و اصالت خان وغیرہ را بتعاقب نذر محمد خان رخصت نمودند و دران شب تا دمیر قلندر قصد بچیدہ کردہ زمین شور
ریگستانے کردہ راہ گم کردند بر آمدن آفتاب راہ روز چہارم اثر آبادی یافتند خبر رسید کہ دہ ہزار اوزبک با نذر محمد خان فراہم آمدہ بودند
کارزار گشتہ طے مسافت نمایند بہادر خان از شنیدن این خبر با حملے کہ داشت سخت جانی نمود اسپ تاختہ بتعاقب آن خصم پردخت
اوزبکیہ بہت یافتند تا آنکہ نذر محمد خان معہ غلامان و قریب ہزار پیادہ ایران بغرض امداد عنان معطوف داشت فوج بادشاہی در اسپان
قوت ندیدہ ترددیک با خبر بعد دو سواد آبادی رسیدہ اسپ و شتر و گوسفند و شتر ہمراہ بکان تاراج نمودہ بود دیگر عرضداشت بہادر شاہ
و شتہ با مقصود بودہ آفرین گشتند با مدد مراجعت نمودن گردید - خافی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان اور اپنے لشکر کے شدت گرمی مین پہر دن رہے سوار ہوے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک جہانتک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تار مین سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ وغیرہ کی طے کی اثناے راہ مین راستہ بھول گئے جب دن نکلا تو راستہ ملا شبرغان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہین بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر مین اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیکنام خان اور حیات خان ترین علادل خان جمال خان لوہانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتون وسیدون کو دائین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو معہ اپنے ساتھیون کے بائین جانب قائم کیا اور نہایت تزک وشان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اوزبک والمان جو قریب دس ہزار کے شبرغان مین جمع ہوے تھے اکثر بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر اندخود کیطرف بھاگ گئے نذر محمد خان شبرغان سے نکلکر اپنی فوجکو تین حصونپر تقسیم کرکے لڑائی پر امادہ ہوے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑے نذر محمد خان کے پاس جو ناتجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور بھی نہین سنا تھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اندخود بھاگ گئے اور اُنکے بہت لوگ قتل وقید ہوے سبحان قلی الکا بڑا بیٹا جو بخارا کیطرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سامان وسامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بندوبست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نکرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب مین قصداً اغماض کیا یا ہمراہیون کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر متوجہ نہوے اور اس فتح کی عرضداشت[1] بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو خلعت خاصہ اور ایک ہزار سوارونکا اضافہ کر کے پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان و عنایت خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوے حیات خان و لدعلی تارین خان کو خلعت و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علادل خان تارین کو خلعت و منصب ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہان دلخواہ مدد نملی شاہجہان نے انکو دلجوئی کا نامہ لکھا مگر وہ کچھ ایسے وہم مین مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہجہانی عنایت و بلخ بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دو لڑکے عبدالرحمن و بہرام اور تین لڑکیان اور تین بیویان تھین یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ عادل رحیم مزاج ان سبکے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق یہ شعر مشہور ہی سے شدہ نبلخ و بدخشان نذر محمد خان بزد و قبیلہ و املاک بگذشت وزان

[1] چون ہشتم جمادی الثانیہ حقیقت جدکاری و جانسپاری و کیفیت فیروزی اولیای دولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان بکرامت انتساب و اقفان پیشگاہ سریر جہانبانی رسید بہادر خان بخلعت خاصہ و باضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ و بانعام دو لک روپیہ از خزانۂ بلخ برافراختند صفحہ ۴۰۵ بادشاہ نامہ

کتاب مجمع الصنایع مین نظام الدین احمد صاحب جو اپنے والد محمد صالح صاحب کیساتھ جنگ بدخشان مین شاہزادہ مراد بخش کی ہمرکابی مین تھے رقمطراز ہین کہ مرزا عبدالرزاق نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے ؎

شدہ ز بلخ و بدخشان نذر محمد خان ٭ زر و قبیلہ و املاک الگذشت دران ٭ جب اعداد بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان معہ عدد ہر دو دال مہملہ کے نکالے جائین اور اعداد زر اور قبیلہ اور املاک کے بڑھائے جائین تو سنہ ۵۶اھ نکل آئینگے۔

سنہ ۲۰ جلوس مین شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ مین پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ مین شہزادہ مراد بخش کی دلچسپی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار کیخدمت مین وہانسے واپس آنیکی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ وقت رخصت کیسی اور بموقع واپسی کیسی نہ ابھی وہان پورے طور سے تسلط ہوا ہے نہ اچھی طرح باغیونکا استیصال ہوسکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مراد بخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہان کوئی بڑا کام باقی نہین بہادر خان بندوبست کے لیے موجود ہین ملک فتح ہوچکا ہے مین بغیر حاضری کے یہان نہین ٹھہر سکتا شہزادہ کیحالت کو دیکھکر فوج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مراد بخش کی دوسری عرضداشت پر یہ فرمان تحریر کرکے صادر کیا کہ تمسے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

[illegible] قبل از فتح [illegible] گذشتہ بود کہ ہرگاہ [illegible] ملک بلخ و بدخشان بہ تسخیر درآید [illegible] بعنایت حق سبحانہ تعالی [illegible] الامصار برآمدہ نسق قلعجات و آبادی ملک و رفاہ و تسلی رعایا [illegible] تعین حکام و اہتمام [illegible] باعث زیادہ افسردہ ساختن [illegible] تباہ رعایا و سپاہ [illegible] بخصوص چغتائی [illegible] رعایا [illegible] بحمد اللہ حق سبحانہ تعالی مراد [illegible] دل آنفرزند برآوردہ نہایت ملول خاطر خواہند گشت صلاح دولت [illegible] کاربرد [illegible] تمودہ و تسلی رعایای ستم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ کوشند و با وجود [illegible] جواب حمایت آمیز عتاب [illegible] دل [illegible] برآوردہ [illegible]

نے کیا کہ بلخ و بدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم برخوردار کو دیا جائیگا اب کہ خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایائے مظلوم دلشکستہ کی تسلی ظہور میں آئی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہین نہ جا بجا تھانہ بٹھلائے گئے ہین ایسی حالتمین اس ارادہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دلشکنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے ہماری قوم چغتای جسکی عرصہ دراز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم مین آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمھارے چلے آنیسے نہایت رنجیدہ ہو جاینگے مناسب ہے کہ کچھ دنون وہان عیش و کامیابی کیساتھ قیام کرکے ملک کی آبادی اور رعایائے ستم دیدہ کی دلجوئی کیطرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز فہمایش کے کچھ مرادبخش کے دلپر اثر نہوا اور وہ یکبارگی سب انتظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر وہانسے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روبرو آنیسے منع کر دیا اور منصب و جاگیر شہزادہ کی ضبط کرلی اور صوبہ بلخ کی حکومت و حفاظت بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے روزنامچہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۰۶ مین یہ فقرہ لکھا ہے بہادر خان کہ بحماست و حمیت اتصاف دارد و سردار جمعیت دار است۔

خزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کیگئی گویا دیوانی کی خدمت انکے زیر انتظام مقرر کیگئی اور ان جملہ احکام کے جاری کرنیکے لیے

لہ مرادبخش کے پاس جملہ امیر دنکو جانیکی ممانعت کیگئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاور مین رہنیکی اجازت دی گئی ایک مدت تک یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آیا تو اسنے بھائی کی خطا باپ سے معاف کرادی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پشاور سے مرادبخش آیا اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار مہر گذرانی اور ۱۶ ذیقعدہ پھر بجائے دہ آزدہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا

علامہ سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بلخ بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ ایک تلوار مرصع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان سے جس امر کے حق مین نکلے سارٹیفکٹ و مایۂ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور خافی خان وغیرہ سے یہانپر نقل کیا جاتا ہے و خدیو دوربین بہ مدار المہام علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ بلخ را بہ بہادر خان و استیصال اہل تمرد و فساد بہ بہادر خان کہ بحماست و حمیت اتصاف دارد و سردار جمعیت دار ہست مقرر سازد صفحہ (۵۶۰) بادشاہنامہ اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دو سردار صاحب ارمثل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایاے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔ غرضکہ حسب الحکم سعد اللہ خان گیارہ روز مین بلخ پہونچے اور وہان جاکر کل انتظامات حسب ہدایت بادشاہ کے عمل مین لاے اور صوبہ داری بلخ کی بہادر خان کے سپرد کی اور بائیس روز بلخ مین رہکر ۵ شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

لہ و بہادر خان را بارسال شمشیر مرصع مصحوب علامی عز افتخار بخشید صفحہ ۵۶۴ بادشاہنامہ

لہ و بہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری بلخ فرمودہ و باتفاق اینان شروع در انجاح مہمات و حارسان قلاع و تھانہ داران و انجاز مقاصد آنہا نمود۔ بادشاہنامہ صفحہ مذکورۂ بالا۔

تلہ و بسعد اللہ خان شاہجہان بیانمود کہ بہادر خان اوزبی را برفاقت ہر کہ مناسب داند تادیب سرکشان و خواست مالگذاران و اصالت خان را بپرداخت نسق مالی بلخ مستقل ساختہ بہا للفظ زبان ما ارشاد نماید کہ نظر بر فراہم آوردن دل جمعیت فراغ خاطر نمودہ ہر دو سردار صاحب دل باہم چون شیر و شکر آمیزش و اتفاق نمودہ در آباد ساختن ملک ویران و گرد آوردن رعایاے سوختہ مالگذار و پرداخت حال تجار و دیگر اہل حرفہ و تمام سکنہ آنجا کوشیدہ از دیگران غارت پرداختہ و باشان مرحوم آزار ماودرو نیز اندیار آفت جانی و مالی فرمائد سد

پچاس لاکھ روپیہ بہادرخان کو ملکی ضرورتوں کے لیے شاہجہان بادشاہ نے بایں تفصیل بھیجا۔ سید فیروزہ خانجہان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ پشاور کی راہ سے بلخ پہونچا آیا اور بعد ازان پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیان جنکی تعداد پچیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۵ رجب کو خاص اصطبل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سب کے ہاتھ بادشاہ نے بہادرخان کو بھیجا اسکے بعد ۶ شعبان کو ایک اور گھوڑا طویلہ خاصہ سے محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادرخان کو بلخ بھجوایا ۱۸ شعبان کو مبلغ دس لاکھ روپیہ بہادرخان کو اور بادشاہ نے بھجوائے اور وہ اس انتظام سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور ہوشدار یہ روپیہ کابل لیجا کر امیر الامرا کے سپرد کریں اور امیر الامرا اپنے آدمیوں کے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعدار غوری کو پہونچا دے اور وہ بہادرخان کو روانہ کرے اور بہادرخان جسطرح مناسب ہو خرچ کریں۔

لہ وحاقلی خان را بعنایت اسپ سربرافراختہ حکم فرمودند کہ مبلغ پانزدہ لک روپیہ ہفتاد ہزار اشرفی کہ مجموعہ بست وپنج لک روپیہ باشد بشاہ بیگ خان قلعدار غوری رسانیدہ برگردد و بہ بہادرخان و اصالت خان فرمان شد کہ آنرا مصحوب جمعے بہ بلخ طلبیدہ با بست وپنج لک روپیہ کہ سابقا سید فیروز بردہ بود وہمہ پنجاہ لک روپیہ میشود در وجہ علوفہ لشکر و دیگر ضروریات صرف نمایند صفحہ ۵۰۰ بادشاہنامہ

لہ بست وپنجم رجب سمند اسپ از طویلہ خاصہ بایراق طلا بہ بہادرخان و رستم خان و اصالت خان مصحوب شیر مرد خواجہ سیدمانی بمبالغ معین شدہ بود ارسال داشتند ۵۰۹ بادشاہنامہ سہ مصحوب محمد محسن بہادرخان و اصالت خان و اسپ از طویلہ خاصہ باساز طلا ارسال داشتند

لہ درین تاریخ خزانہ کہ از دار السلطنت لاہور طلب داشتہ بودند و از انجملہ آن مبلغ دہ لک روپیہ مصحوب میر خلیل ارسال یافتہ بود غوری سازد تا بہادرخان و اصالت خان جمعے را فرستادہ از غوری بہ بلخ طلب نمایند بادشاہنامہ ۶۰۳

حالات محاربات بلخ بزمانہ صوبہ داری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریاے جیحون سے اترکر کلیف کے راستہ مین جمع ہوے ہین اور فساد پر آمادہ ہین تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہونچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر لائے تھے وہ بھی چھین لیے اور انکے دریافت حال و استیصال کی فکر مین تین روز مومن آباد مین قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا مین دوسری خبر یہ آئی کہ دس ہزار باغی قبادیان کی راہ سے آکر نواح بلخ مین لوٹ مار کر رہے ہین بہادر خان یہ سنکر یکبارگی انکے سر و نپر پہونچے مگر وہ باغی انکے آنیکی دہشت سے بھاگ گئے اسکے بعد ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی تھوڑی فوج لیکر چارو نطرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی بہادر خان کے پاس آرہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اسباب سے آگاہ ہو کر چند اپنے رفقا مثل راجہ جیرام و گوپال سنگہ و راے تلوکچند و جگرام و خوشحال بیگ و قاضی نظاما بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریاے جیحون تک گئے باغی کوہ شہر سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فوج تھے وہ معہ اپنے بھتیجے عنایت خان کے نہایت تیزی سے بڑھکر مقابل ہوے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی ہوئی بہت سے باغی قتل و قید ہوے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ مین کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آرہے تھے اثناے راہ

مین معلوم ہوا کہ الماں کچھ مال لوٹے ہوئے موضع خلم مین گئے ہین اور وہان خزانہ کے لوٹنے کے انتظار مین بیٹھے ہین لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بخیریت پہونچا اگرچہ چند روز ان ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس طرح مین ٹھہر گئے اور پھر ۱۱ رمضان کو بلخ مین داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ اور آتش قلماق کچھ روسا نواح چچکتو و میمنہ کے لائے اور بلخ مین انھون نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفداری ظاہر کی بہادر خان نے ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کیطرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساٹھ ہزار شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلماق کو تیس ہزار شاہی انعام مین دیے اور امان بیگ جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتا کا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصدی سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلماق جو استقلال و وضعداری مین معمولی شخص تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چارسو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ کو حسب التماس محالات میمنہ اور قلعہ چچکتو و غرجستان و فاریاب و خیراب جاگیر مین دیے آتش قلماق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے قبیلون کے لیے چاہنے بہادر خان نے قلعہ میمنہ و شیرغان اسکے متعلقین کے رہنے کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیرخواہی دیکھکر بہادر خان نے اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر امان بیگ کو خطاب قیچاق خانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانون کا پچھلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے یہ سنکر دو ہزار سوار اپنے چچا نیکنام خان کو دیکر معہ چند سردارون کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہان پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔
۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیرغان کے قریب ہوتی ہوئی سرپل کیطرف گئی بہادر خان کو جب یہ خبر پہونچی تو انھون نے اپنے چچا نیکنام خان کو دو ہزار سوار دیے اور معہ چند سردارون کے روانہ کیا ڈاکو نواح شبرم و سرپل کو غارت کرکے اونٹ گھوڑے گلے بکریان بہت سی لیے ہوے دریاے جیحون کیطرف جا رہے تھے آدھی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جوانمرد دوڑ کر انکے سر پر پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھاگے انکا پیچھا آخر دن تک کیا گیا اور جو انکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہین قیام کیا پھر رات کے پانچ چھ ہزار سوار ناگہانی طور پر آگئے اور انھون نے حملہ کیا ادھر سے بھی مقابلہ کیا گیا مار دھاڑ کی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ مین بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت سے جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی مین بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنون کے مقتولون مین کچھ سر بعضے اوزبک سردارون کے مثل نظر مینگ وغیرہ کے بھی نکلے آخرکار بادشاہی لشکر فتحمند پھرا۔
ایکبار جب اوزبکون نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ[1] سوار گھوڑونکی زین سے نہ اتر سکے اور دونون طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوے

---

[1] تا سہ روز نایرہ کارزار گرم بود کہ از پشت زین وزین تا اسپ جدا نکردند و جمع از ہردو طرف کشتہ شدند و قریب بود کہ اجمہ ادکرستین گھوڑا بہ بدست سواران الحاقی عبدالعزیز خان دستگیر گردد وزین ضمن فوج بہادر خان بہ کمک سید المانان و بفرار آوردند و تا جریافتن بہادر خان خود بجوالی بلخ رسانیدہ و شتر و گوسفند بیشمار بدست آورد کارزار صعب رو نمود از المانان رو بفرار آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنایم بسیار بدست آورد۔ خافی خان

قریب تھا کہ راجہ اوگرسین کچواہہ عبدالعزیز خان کے المان سوارونکے ہاتھ گرفتار ہوجاتا مگر اسعرصہ مین بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچگئی اور المان بھاگ گئے بلخ کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ ربیع الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک و حق نظر منگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبدالعزیز خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کیطرف گئے ہین اورانکا قصد ہے کہ درہ گز اور شادیان کے چراگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لین بہادر خان یہ خبر سنکر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ اگر مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایکبار مجکو ان موذیون کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ بہار سنگھ و راجہ جیرام و معتمد خان و جمال خان لوہانی اور محمد حسن و لد حاجی منصور اور دیگر جوانمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدونکے سر و نپر پہونچے ڈاکو اُن حدود کے مویشی لوٹے ہوے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھاگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب رات ہوگئی تو وہ دوکر سے اترے تمام دن زرہ چلتہ بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہوگیا تھا اسوقت انھون نے نماز مغرب و عشا کے وضو کیلیے اپنا چلتہ اتار ا اور برہنہ ہوگئے سرد ہوا بدن مین لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے واپسی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار منکے خنجر المان وفولادو سر لے ومراد قرغز وغیرہ عبد العزیز خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پیشتر ایک ہزار سوار ظاہر ہوے باقی چھپکر ادھر ادھر بیٹھ رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے ان ایکہزار کا مقابلہ کیا وہ ہٹتے گئے اور یہ پیچھے بڑھتے گئے ناگاہ گھاٹی سے وہ مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سید سادات پسر سید صدر خان بخاری دہلول خان برادر شمشیر خان اور چند منصبدار دیگر معہ اپنی جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوے جب دن آخر ہو گیا اور تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اسلیے باقی جوانمردون نے لڑتے اور ہٹتے ہوے تھانہ تک اپنے آپکو پہونچایا اور تھانہ کے آس پاس بندوقچیونکو بٹھلایا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ مین لیلیا دو روز تک اندر وباہر اسی جانبازی سے تھانہ والون نے بسر کیے۔

۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہونچی انھون نے اسی لیے اصالت خانکو درہ کز سے

لہ اصالت خان کا اصلی نام میر عبد الہادی ہے ۳ سنہ جلوس شاہجہانی نے انکو اصالت خانی کا خطاب عنایت کیا تھا یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جب شاہ عباس صفوی فرمانروا ے ایران کا مزاج منحرف ہوا تو وہ اپنی جان لیکر ہندوستان بھاگے یہ اور انکے بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق مین رہگئے جب میر میران بادشاہ جہانگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو ۳ سنہ جلوس مین جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکے بیٹونکو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے کمال مرحمت ان ہردو کو ہندوستان روانہ کر دیا ۸ سنہ مین جب یمین الدولہ کے ساتھ اصالت خان عادلشاہ کی گوشمالی کو گئے مین تو وہان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ منھ کا اور ایک ہاتھ جلگیا تھا اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جو کج خلقی مین مشہور تھا اسنے اپنا نائب انھین کیا ایسے بد مزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشخوئی سے نباہ کرنا انھین کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صوبہ دار مقرر ہوے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بہلول خانکا ساتھ بار بار ہی چنانچہ

تاکید کرکے بلالیا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کرکے خود معہ بہادرونکے اُدھر کا رخ
کیا غنیم نے بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بدحواسی سے فرار کیا خانموصوف نے خان آباد
کے تھانہ مین ان مفرورون کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ
کلیف کیطرف چلے گئے اور کچھ ریگستان چول کیجانب اور ایک جماعت علی ابدال کے
چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اسطرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک اور حق نظر
ینگ کے دوبارہ جاکر درہ گز کے حدود کو لوٹین بہادر خان نے بارود وبان دیکر
سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیکر خان آباد کے تھانہ سے کوچ کیا اور قریب درہ گز
اور کوہ مال و مول کے جاکر خیمہ زن ہوے دشمن بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بھاگ
گئے اسکے بعد بہادر خان نے سرپل اور امام بکری مین قیام کیا اور ہرطرف مخبرونکو
دوڑایا اس اثنا مین خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے انتقال
کیا اس حادثہ کو سنکر بہادر خان نے رام سنگہ راٹھور اور عجب سنگہ کچھواہہ کو بھیجا
کہ وہ جاکر معہ محکم سنگہ کے قلعہ بلخ کی حفاظت کرین اور شہر بلخ کی نگرانی

بقیہ صفحۂ ماقبل والی ہوا اور قلعہ تاراگڈہ کی بربادی انھون نے ساتھ ساتھ کی ہی ۱۰۵۰ھ مین چلتہ اتارنیسے انکو بخار آیا اور اسی
مرض مین ۲ ہفتہ بیمار پڑکر عین جوانی مین چالیس برس کی عمر مین ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جب شاہجہان بادشاہ نے انکے مرنیکی
خبر سنی تو افسوس کرکے کہا کہ اگر یہ جوانمرد زندہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عہدہ مین ترقی پاتا نہایت ذی مروت
صاحب حیا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ فحش کسیکو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہونچے
تھے اس مہم بلخ مین ہزاری منصب کا شاہجہان نے اضافہ کرکے پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار سے سرفراز کیا تھا، بادشاہنا
شجاعت و تدبیر دونون جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میر بخشی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جوانمرگی کی خبر سنی
تو انھین ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگزیب خود انکے گھر برسم تعزیت گیا اور بہت
کچھ فہمایش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہوے۔ اصالت خان کے بیٹون مین سلطان حسین افتخار خان۔
ملتفت خان بہاء الدین محمد ابراہیم نہایت لایق اشخاص ہوے تھے۔

شیخ فرید الدولہ ولد قطب الدین خان کوکہ کے متعلق کی۔ اس دوران مین مخبرون نے خبر پہنچائی کہ باغی المان دریاے جیحون سے اتر آئے ہین اور عبد العزیز خان والی توران قرشی سے روانہ ہو کر اسطرف معہ فوج کے آرہے ہین اور بیگ اوغلی کو بہت سے اوزبک و المان دیکر ادہر بھیجدیا ہے بہادر خان نے یہ سنکر اسطرف سے باگ پھیری اور بلخ سے ایک کوس کے فاصلہ پر جاکر گذر کلیف کیطرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی معہ اپنے بڑے ہنگامہ کے دریاے جیحون سے اوتر کر اس طرف آئے تو اسکے ساتھ مین ایک ایسا معرکہ کرون جسکا کہ آیندہ زمانہ مین بھی ذکر باقی رہے اور قدیم وقتون کی لڑائیان بھول جائین

بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ بادشاہنامہ کے صفحہ (۶۵۷) مین تحریر کئے گئے ہین اسکی نقل یہان پر خالی از دلچسپی نہین (وبہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی باگران جشرے کہ باو نشان میدہند از آب گذشتہ باین صوب بیاید نبردے کہ در قرون آیندہ باز گویند و حروب گذشتہ را فراموش کنند بروے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبد العزیز خان ابن نذر محمد خان کے لشکر کشی کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجہان نے یہ کیفیت سنی تو اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا ۵ محرم کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۹ صفر کو پشاور آیا اور یہان تین روز قیام کر کے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۸ ربیع الاول کو کابل مین داخل ہوا اور یہان بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کیطرف رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک کوس کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار مین پڑے ہوے تھے کہ شہزادہ اورنگ زیب سلخ جمادی الثانی کو نواح بلخ مین پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھکر نذر محمد خان کے پل کے کنارہ شہزادہ اورنگ زیب سے ملازمت حاصل کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قتلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان کی اسی زمانہ مین نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے حدود مین آپہنچے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر مین تھے مگر جب انسے قلعہ کشائی نہوسکی تو بیسلمراغ مین جاکر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ مین بہادر خان نشین مین دارالسلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہین تو انکے مشیرون نے مشورہ دیا کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ مین رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سنکر غرہ جمادی الاول کو بلخ مین پہونچا مگر شہر مین نہ آیا شہزادہ اورنگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے روز شہر مین گیا خواجہ عبد الغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارسا کی اولاد و احفاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبد العزیز خان کی تعین خواجہ عبد الغفار کا

مرید تھا انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ مین مشغول رہا اسکے بعد لشکر آراستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کر کے اونکو تمام لشکر کا مقدمۃ الجیش کیا اور امیر الامرا کو اپنے داہنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائین طرف مقرر کر کے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۷ جمادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پرے ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے ہجوم کیا مگر وہ آگے نہین بڑھتی تھی جو اس کیطرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان معہ اپنے رفقا کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوے اور غستان کیطرف سے امیر الامرا نے ہجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سُنا کہ امیر الامرا کیطرف دشمنو کا بہت لشکر جھک پڑا تو اُسنے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشا مہ وغیرہ مین ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنونکے مقابلہ مین سرگرم ہے کہ اوزبکون نے اطراف لشکر کو حلقہ مین لیا پندرہ ہزار سوارون نے قلب لشکر کیطرف جا کر بیحد شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہر چند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

ل وبصوابدید خیر اندیشان چنین مقرر شد کہ فوج قول بوجود نصرت آمود شاہزادہ کامگار استظہار یابد وبہادر خان با تمام سپاہی کہ ہمراہ او در بلخ بود ہراول باشد بادشاہنامہ ۶۸۷

ل امیر الامرا و بہادر خان براہ افتادند از ہر طرف فوج ازبکیہ نمودار و تا خبردار شدن بہادر خان و امیر الامرا جوق جوق اطراف لشکر تاختہ حلقہ وار میان گرفتند القصہ پانزدہ ہزار سوار ازبک خود را بادہ خاص رسانده شوخی از حد گذرانیدند و بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستمانہ بہادری کی کہ تمام لشکر مین شہرت ہو گئی جسوقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے اسوقت بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھون نے انتہا ئے شجاعت سے اپنے روبرو جو غنیم کا لشکر تھا اُسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک کو پہونچے اور پھر اوسکو مدد دیکر ازبکونکو آگے سے ہٹایا اور پادشاہی لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتون نے بہادر خان کی لاجواب بہادری پر تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ مین ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ مین بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہا ے جوانمردی سے پڑے رہنے پر راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آے تھے انکی طرف سے بھی توپخانہ لگایا گیا تھا ہر بار دو تین ہزار سوار اوزبکیہ کے پادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے ادھر سے

بقیہ صفحہ ۳۵ - گرم کارزار گشت ازبکان اپلیش از خود بردہشت سے ندان بخط شور قیامت عیان * بگردون رآمد نفیر فغان * سپاہی خم و شان و جوشان بجنگ * ہمہ سر گروہان بیداد جنگ * ہمہ جنگ را تنگ بستہ میان * بگردون در آورد گرد گران * ہر چند علی مردان خان دران روز داد مردانگی داد لاکن بہادر خان با وصف فرو رفتن دران شبخون خود را بمدد علی مردان خان رسانیدہ از ان حین خاصی داد کہ ہمہ سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند۔ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۲۴۹

بہادر خان بہادر دل امیر الامرا ابرا لغار و سعید خان را جرا لغار نمودہ متوجہ مقابلہ عبد العزیز خان گردید بہادر خان با گروہ بہرد عظیم و پیکار غریب داد ہر چند کہ علی مردان خان داد مردانگی دادہ با وجود فرو رفتن آنطرف بہادر خان خود را برق کردار رسانده بران گروہ زدہ باعث امداد ان بہادر خان گردید و افغان بہادر دل شیر بہرد تردد رستمانہ نمودہ پیش صف برای فوج ازبکان استقامت ورزید صفحہ ۲۲۷ خافی خان -

بادشاہی لشکر کے جوانمرد بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیم مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکی سے آگر مقابلہ کرتے جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنون کو آگے رکھ لیا اور توپ و بندوق کی باڑھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور بہت سے زخمی بنے کیئے امیر الامرا نے بھی کمک والون کی مدد سے دشمنون کو متفرق کیا ہر ایک حملہ مین دشمن ناکامی سے منھ پھیرتے تھے بادشاہی لشکر قتلق محمد کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاو کے قریب تھا پہونچگیا اور اسکا سامان وچولپے چھینکر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاو مین آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف کے مابین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہوے تھے انہون نے اپنے بخشی صادق بیگ اور جہان خان ملازم کو چارسو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمہارے پاس آجائین تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک ان جوانونکے پاس آے اور یہ اس فہمائش کو فراموش کرکے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ مکر سے انکو ہٹا لیگیے اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہوگئے تو ازبک گھائی سے نکلکر انپر حملہ آور ہوے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہون نے لطف اللہ خان و فانہ زاد خان اپنے بیٹون کو کچھ فوج دیکران احمقونکی مدد کو بھیجا ان ہر دو بھائیون نے بہو بکلم خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفونکی جماعت کو متفرق کردیا مگر وہ ظالم ایک دیوار کی پناہ مین آکر تیرونکا مینھ برسانے لگے اور یہان بجز بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر بلخ کا موجود تھا اور توپخانہ بھی اُنکے پاس تھا

مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہوا کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنون نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منھ پھیر کر سعید خان کیطرف رخ کیا جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جوانمردون نے بھی خوب جان توڑ حملے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتے کہ بہت سے اشخاص کام آسے سعید خان نے جب یہ حال دیکھا تو باوجود علالت وناتوانی کے خود سوار ہوسے اور اپنی جماعت لیکر شیر کیطرح اُن روباہ خصالون پر جھپٹے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بذات خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنون کا کام تمام کیا آخر کار نو زخم کہا کر گرے اور اُنکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھے مین جا ناریا اور سعید خان[1] بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان اُنکے فرزند

[1] سعید خان از شنیدن زخمی گردیدن پسران جہان چشم او تاریک نمود با کمال ضعف چون شیر غران خود را بہ مدد پسران کہ کمک پدر آمدہ بودند با ہم رسیدہ استمداد از پدر نمودند رسیدہ مقابلہ از یکان پرداخت وجمعیکہ اطراف پسران آن داشتند چند نفر بدست خود از ضرب شمشیر جانستان از پا در آوردہ دوردر نحال پاے اسپ سعید خان سکندری خوردہ از زین جدا گشت دران حالی زخمہاے پیاپے بدو رسیدند با وصف رسیدن زخمہاے کاری وضعف عارضہ جسمانی باز بر خاستہ کار چار نفر حریف کہ زخمہاے کاری وضعف بدو رسانیدہ بودند یا تمام رسانیدند شاہنشاہ نامہ ۲۵۱۔

[2] سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمد بیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور کے عہد سے امراء رہے تھے جنکی دس پشتین گذری تھین یہ شجاعت اور حسن تدبیر دونون باتون مین یکتاے روزگار تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے ہے خانجہان لودی کے اغواسے جب کمال خان روہیلہ نے افغانستان مین شورش برپا کی تو انہون اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور تہ تیغ کرکے پانچ کوس بھگاتے لیگیے۔ اور جسوقت مین کابل کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلہ فساد کا بھی ٹھنڈا کیا اور سرگروہ افغانون کو لیکر بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوسے پنجہزاری منصب اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوے سنہ مین صوبہ دار لاہور اور سنہ مین صوبہ دار قندہار کیسے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منتظم کیا گیا سنہ مین انہون نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کرکے ملتان مین شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اور بھی منصب ہفت ہزاری پر پہونچے۔ جنگ ہفت روزہ ازبک مین اورنگ زیب کے ہمراہ جسکا قصہ اوپر تحریر کیا گیا ہے زخمی ہوسے اور اسکے بعد حسب الحکم بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوسے بہت کچھ تسلی اور احسانات سے

نہایت جوانمردی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوئے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سُنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچگئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منھ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اُٹھا کر ڈیرا وُلے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کیطرف بڑھے اس عرصہ مین بہادر خان اپنے دشمنونکو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آرہے تھے اونہون نے اس جماعت کو دیکھا اور اسے آگے دھر لیا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال وقتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحمندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کیطرف بڑھا موضع پشالی جو آقچہ کے متصل ہے وہان ازبکون نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادرون نے ادھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دامین بائین حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھی جا پڑی

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل شاہ کام فرمائے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے وہ ایک گھمنڈ پیدا ہوا انکے مزاج میں تھا وہ معاف کیا گیا سنہ ۱۰۶۵ھ میں جبکہ صوبہ دار کابل تھے سنہ ۱۰۷۲ھ میں انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر سنکر تاسف کیا اور دعاے مغفرت جناب باری مین مانگی انکے بائیس بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا با وضع تھے تا زیست دولتمند رہے انکے فرزندون مین عبد اللہ خان محمد فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنمین بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادرخان نے معہ اپنے ساتھیون کے نہایت بہادری سے اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوے آخرکار مخالف میدان سے منھ پھیر کر بھاگ گے اس اثنا مین بیگ اوغلی بادشاہی لشکر کے برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوے لوگون کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے مقابلہ مین روبرو کرکے آپ معہ تمام لشکر کے امیرالامرا کے مقابل ہوا امیرالامرا اور اسکے ہمراہیون نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی کمک کو آگیا جب اسمرتبہ بھی ازبکون نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ مین لیکر چارونطرف سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمن مین یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتلق محمد اور بیگ اوغلی معہ دیگر اوزبکون کے علی آباد کیطرف گئے اور سبحان قلی معروف بہ قلقمان معایک لشکر کے آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ مین فساد برپا کرے اسلیے شاہزادہ نے اسطرف سے بلخ کیجانب رخ کیا علی آباد مین پہلے اوزبکون نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادرخان سے جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنون نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر بہادرخان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤن کے سر پر پہونچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال وقتال کا بازار گرم رہا شام کیوقت لشکر نے پڑاؤ کیطرف رخ کیا اُسیدن سبحان قلی بڑے ہجوم سے آکر اپنی فوج مین شامل ہوا۔

۱۳- جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبدالعزیز خان والی توران جو اپنے والد نذر محمد خان کیطرف سے بیشتر حکومت پا چکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے ساتھ آیا اور پلنگتوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادرخان کو لشکر

کا چنداول کیا یعنے فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت و سرداری انکے متعلق کی اور نہایت زور شور کے ساتھ مقاتلہ و مجادلہ کیا۔

۱۴- جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے جنبش کی اسروز تین فوجین غنیم کی مقابلہ مین آئین۔ عبدالعزیز خان و سبحان قلی بیگ اوغلی نے اپنی اپنی فوجون سے حملہ کیا امیرالامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیرالامرا نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبدالعزیز خان کی فوج کے پیر اوکھڑ گئے۔

۱۵- جمادی الاول روز چہارشنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اسروز نیکنام خان اور اُنکے دیگر ساتھیون نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶- جمادی الاول روز پنجشنبہ کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالعزیز خان والی توران کیطرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اورنگ زیب سے عرض کرنا ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کیجانب سے میرک شاہ جو امام قلیخان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالعزیز خان کہتے ہین کہ ہمنے سنا ہے کہ اعلیحضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کرنیکا ہے اگر یہ خیال صحیح ہے تو اُنکا فرزند سبحان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اسکے جواب مین کہلا بھیجا کہ مین یہ امر لکھکر دریافت کرونگا جو کچھ اعلیحضرت حکم دینگے اوسپر عمل کیا جائیگا اب اسکے بعد یلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام وسلام کو آنے لگے۔

۱۸- جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ مین آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی نہین ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ چھ ہزار غنیم کے لوگ آسمین مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر کے بھی کام آئے اس جنگ مین قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا اس جنگ مین کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھین اوّل یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا بلا بندوبست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خانکو تعاقب کر کے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جا کر ٹھہرنا اگر شہر کے قریب رہکر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آنیکی ضرورت نہ پڑتی اور سامان غیر ضروری شہر مین چھوڑ کر عبد العزیز خان کے مفرور ہونے کے بعد چیریدہ طور پر تعاقب کرنے مین آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی مین دریا اترنے کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ما ورالنہر کا فتح ہو جاتا چار کرور روپے اس مہم مین صرف ہوے اور کچھ حاصل نہین ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ مین وہان کا خرچ زیادہ تھا اسلیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے کیا۔ جب نذر محمد خان بلخ کیطرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کیطرف سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اُسوقت نذر محمد خان نے بجاے اپنے بھیتجے قایم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلّہ جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خانکو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان بادشاہ کے حکم سے انکو بخشدیا اور وہان سے ہندوستان کیطرف کوچ کیا دوران حکومت مین شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ نہایت عدالت و فیاضی سے برتاو کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے مہمان رکھا اور خلعت و عنایت کے ساتھ واپس بھیدیا۔ اوزبک و قزلباش لوگون کی مذہبی مخالفت سے امیر الامرا کو وہانکی صوبہ داری نہ دی اور بجاے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا اور امیر الامرا[1] کو علحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکری

[1] امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گنج علیخان کرد کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدار و امین تھے جہانگیر کے زمانہ مین قلعہ قندھار ۵ ہ روز مین جب عبد العزیز خان سے لیلیا گیا تو وہانکے حاکم کیے گئے تھے مگر یہ وہانکے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوے جب یہ شاہ ایران سے خائف ہو کر ہندوستان آئے اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب الحکم سعید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور مین یہ شاہجہان بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و نقارہ اور حویلی اعتماد الدولہ کی انکو عنایت ہوئی اور دس شخص انکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور ناموافقت آب و ہوا کے خیال سے علی مردان خان کو صوبہ کشمیر کی حکومت دیگئی ۱۰۴۹ھ مین جب یہ دار الخلافت مین حاضر ہوے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب و خلعت سے سرفراز ہوے اور بعد تبدیلی سعید خان کے کابل کی صوبہ داری پر مقرر کیے گئے سنہ ۱۶ مین انکو بمقام اکبرآباد امیر الامرا کا خطاب اور ایک کرور دام اور اعتقاد خان کی حویلی کہ اس سے عالیشان کوئی عمارت امرا کی نہ تھی مرحمت کیگئی بعد ازان کابل کو رخصت کیے گئے سنہ ۱۸ مین بلخ و بدخشان کی مہم مین یہ نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین بڑی بڑی کارنمائیان کین جن کی تفصیل تذکرہ بہادر خان مین آچکی ہے سنہ ۲۳ مین کابل سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوے سنہ ۳۱ جلوس مطابق ۱۰۶۸ھ کو اسہال کے مرض مین علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور مین انکے والدہ کے مقبرہ مین دفن کیگئی ایک کرور روپیہ کا ترکہ چھوڑا جسمین نقد و جنس دونون چیزین تھین شاہجہان کے مزاج مین کل امرا سے زیادہ انہون نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطبت مین انکو یار وفادار کہا کرتا تھا لاہور مین شاہ نہر انہون نے دکھلائی انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنھون نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبد اللہ بیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج علیخان کا خطاب دیا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان انکو بھیجدیا تھا علی مردان خان نے شاہجہان بادشاہ کی دعوت مین سو لنگری طلائی اور تین سو لنگری نقرئی مرصع پوش کے مجلس مین رکھی تھین۔

چند اولی و نگہبانی بہادر خان کے سپرد کیگئی بہادر خان اُن دشوار راہون سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہونچے اول تو وہان نشیب فراز ایسا دشوار گذار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طرہ یہ ہوا کہ وہان برفباری شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف برستا رہا نہایت مصیبت سے اونھون نے لشکر کو نکالا اُنکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ اوس شدت برفباری مین ایک شبانہ روز بہادر خان کھڑے رہے۔

تاریخ خافی خان و شاہنشاہنامہ مین ہے کہ اثنائے راہ مین شمشیر خان رسد لانیکے لیے گئے تھے چند اوزبک آکر اُنپر ٹوٹ پڑے اور مار دھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے اونٹ گائے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگونکو زخمی کیا جب بہادر خان نے یہ خبر سنی تو جاکر اُنکو اس بلا سے نجات دلائی اور وہان یہ انتظام کیا کہ جب تک غوربند تک لشکر نہ پہونچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر بادشاہی تھانے قائم رہین جسوقت درہ غور مین لشکر پہونچا اور وہان خزانہ شاہی لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان و المان ہر طرف سے جمع ہوگئے اور لشکر کے آگے آکر سدّراہ ہوگئے یہ انگیز بہر جانب کہ لشکر نگیرد گرد روے راہ صرصر اونکے حائل ہونیسے آمدورفت بالکل بند ہوگئی اور اونھون نے جان توڑ حملہ کرکے بہت سامال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر ٹوٹ پڑے ذوالفقار خان و نورالحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہوگئے جب بہادر خان

نے سُنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غوربند تک تین بار نہایت
سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندوکش پر پہونچا اسقدر خونین برف گرا اور زہریلی
ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مرگئے کہرا اسقدر چھایا کہ آدمی نہین
دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھکر لشکر کو
چھوڑا اور بہادرخان کو اسباب وخزانہ وبھیڑ وغیرہ سپرد کی
اور لشکر کی خبرداری اونکے ذمہ کرکے خود کابل پہونچا ایک روز
شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادرخان لشکر سے جدا ہوگئے اور راہ
بھول گئے اوسروز بہت سی بھیڑ اور باربرداری کے جانور تباہ ہوگئے بہادرخان
چند کوس چلکر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آنیکا انتظار کرنے لگے کہ لستے مین
پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر لوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام
سردار پیادہ ہوکر خزانہ کے پاس آگئے اور رستمانہ تواتر حملے کئے آخر ایک
بڑی لڑائی کے بعد لوٹیرے پسپا ہوے اور جان بچاکر بھاگے اور خزانہ بچگیا مگر
چار پانچہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑا لے گئے بہادرخان
کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادرخان پیچھے آتے
ہین اسباب چھوڑکر بھاگ گئے بعد ازان بہادرخان کے سپاہیون نے ہزارہ کے
بھاگ جانیکی خبر سنی تو وہ اسباب اٹھالائے جب بہادرخان لشکر سے ملگئے
تو انکی فوج نہایت تباہ حالی وپریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہوگئے
تھے ڈاکو رات ودن آتے تھے اور جو کچھ پاتے تھے لیجاتے تھے باربرداری کے
جانور اکثر ضائع ہوگئے تھے اور جو بچے تھے اونمین خزانہ لیجانیکی بالکل طاقت

نہین رہی تھی اسلیے بہادرخان نے خزانہ کے صندوقونکو توڑا اور ادنمین سے تھیلیان نکالین اور روپیہ شمار کرکے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہونچاو اور باقی اسباب کو وہین چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آتے مگر خزانہ نہین پاتے تھے ان ڈاکوون سے اگرچہ تین چار بار جدال وقتال ہوا مگر ہر بار وہ پسپا ہوے۔

ماثرالامرا مین ہے۔ کہ ذوالفقار خان جنکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ باربردا کے ساقط ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادرخان نے اپنے اونٹ جسقدر کہ باقی رہ گئے تھے انپر سے اسباب اتروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل مین داخل ہوے اور شرف حضوری سے مشرف ہوکر مورد تحسین و آفرین کے ہوے شدت برف وشوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جسمین قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب برف کے نیچے دب گیا۔

بہادرخان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ مین کہ وہ موروملخ سے تعداد مین زیادہ تھے اپنی مردانگی وبہادری سے ایسے ایسے کارنمایان کیے کہ جنکی چارسمت عالم مین شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین وحاسدین نے شاہجہان بادشاہ کے دل مین خلاف واقعہ باتین جمائین۔ نذر محمد خان کے تعاقب مین انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہونچنا قصداً انکی بے پرواہی پر محمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان اسکے ذمہ عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ مین انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کیگئی باوجود اس شفقت شاقہ کے انکو آزردہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینے کے بعد انکی تنخواہ وجاگیر سب بحال کردیگئی اور جو روپیہ کہ متصدیون نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کردیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندان مین تو اتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بلخ وبدخشان کی مہم مین بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہدیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آیندہ کسی امیر کو شہزادہ کی شان مین گستاخی کی جرات نرہے۔

سنہ ۲۳ جلوس شاہجہانی مین جب پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہان پہونچکر انھون نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کرکے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹- رجب ۱۰۵۹ ہجری کو ضیق النفس کے مرض مین بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت مین آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پیشہ اور پیشقدمان کارطلب سے تھے قضاے طبعی سے راہی آخرت ہوے یہ فقرہ بجنسہ تاریخ خافی خان کے صفحہ ۲۰۹ سے نقل کرکے یہانپر تحریر کیا جاتا ہے۔

وازواقعہ فوج قندھار بعرض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پیشہ وپیشقدمان کارطلب بود باجل طبعی رحلت پیماے سفر آخرت گردید۔

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر اعظم نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کارگذار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب اُنکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تمام پٹھانوں کو دیگر امرا نے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے فرزند دلاور خان کو جو اسوقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب و پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندون کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سوا اسکے ہاتھی انکے جملہ مال و سامان اونکے بیٹونکو مرحمت کیا ماثر الامرا مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کامونمین اسقدر جانفشانی و خیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے دلمین انکے باپ دریا خان کیطرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا افسوس رہا کہ مینے اپنا انتقام بیجاپوریون سے نہ لیا کیونکہ بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل مین بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اور انکی مُہر بھی دریا خان کے منہ سے نکلی تو اسوقت شاہجہان نے کمال مکرمت سے فرمایا کہ بہادر خان تمھارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو رباطن کے فریب مین آکر مارا گیا لیکن اب مین تیرا باپ ہون بہادر خان آنکھونمین آنسو بھر لاے اور بادشاہ کا شکریہ ادا کرکے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت مین لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بیقصور ہے ان سبکی

پرورش کا مین کفیل ہوا ہون میری خاطر سے اعلیحضرت ان سبکی جان بخشی فرمائین
چنانچہ حسب التماس سبکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتا سے جو خاص خاندان تیمور
کا لقب تھا اور اسوقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی
بھی بہادر خان کے نکاح مین دیگئی۔

بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔
ہر ایک پنجہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد مین یہی تنخواہ ہوتی تھی
چنانچہ اسبارہ مین بادشاہنامہ کے صفحہ (۴۴۳) مین یہ عبارت درج ہے۔
وللہ الحمد کہ درین دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد بندہاے
کہ بمنصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفراز ند
ہر کدام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔
اور مواضعات محال وطن جو انعام التمغا مین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان مواضعات
سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے وقتاً وقتاً علحدہ مالامال
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی مین رحلت کی ہے صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت
قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج مین دفن کی گئی راقم بھی

لہ اقربائے نعش اورا بوطن رسانند۔ شاہنشاہنامہ صفحہ ۲۵۵

۱۸۵۷ء مقبرہ مین فاتحہ خوانی کی غرض سے گیا ہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے غدر مین توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹون کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہی گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدایش کا زمانہ ۱۰۰۱ھ بتلایا جاتا ہے ۱۰۳۰ھ مین جب کہ بیس برس کے تھے منصب و ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے بائیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت افسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی از راہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایۂ فخر خان سر ابدال	ہمدم و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان
این مظفر برائے سال وفات	گفت عالی ہمم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف سے درج ذیل کیجاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم مین قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ مین خوب چمکایا ہے۔

ترک سر کردن بمیدان شیوۂ رندان بود	مشکل ست این کار لیکن پیش مرد آسان بود
نیزہ گردانم ز دشمن بروے در میدان جنگ	میکنم جنگ و جدل گر رستم دستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہر نماز	ہر کہ از کفار روزِ جنگ رو گردان بود
قوت بازو شود اندر مصاف از زخم تیر	پر بر آمد بر تنم صد تیر اگر پران بود

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوۂ
میوہ در باغ بہادر خنجر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان مین اخلاقی خوبیان بھی مثل شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلی درجہ کی تھین جو صفتین کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہین وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود نہ ہوتین شاہجہان جیسے لایق بادشاہ کی تمام عمر مجالست و مصاحبت مین لے ہے تھے اسلیے شاہانہ آداب و تہذیب کے رنگ مین ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار مین اکثر عمارتین جابجا موجود ہین جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی مین آچکا ہی قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر جلی حرفون سے سنگین کتبہ این گنبد عالی در زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان ابن دریا خان افغان غوریہ خیل داود زئی عمارت پذیرفت تحریر ہی۔ اگر ناموری مین باپ دریا تھا تو لیاقت و شہرت مین بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو اصلی ہی اور وہ مصور کے ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آجتک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ نہایت متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی مہذب وضع نہایت متین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد مین صاحب ماثر الامراء نے سات فرزند لکھے ہین غالباً انکے تین چھوٹے بچون کا نام نہ معلوم ہو سکا اور خافی خان و شاہنشاہنامہ مین انکے

چار خرد سال بچون کا یومیہ بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان
نے اپنی تاریخ محبت مین جو اس خاندان کے محقق رئیس و مصنف تھے ذاتی وقفیت
سے دس فرزند لکھے ہین اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام تحریر کیے ہین جنکو بہادر خان
کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندونکے اسماء یہ ہین۔
دلاور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر ہمت خان
رستم خان حسین خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ انمین دلاور خان نے جوانمرگ
انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی انکا تذکرہ علیحدہ مرتب کیا گیا ہے
فتح خان کے بارہ مین شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان کی
جلد نہم صفحہ ۹۸ مین لکھا ہے کہ فتحعلیخان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے
محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ مین موجود تھے دلیر ہمت خان رستم خان عزیز
خان وغیرہ اپنے عم نامدار دلیر خان کے ہمراہ مہمات بنگالہ و دکن وغیرہ مین موجود رہے
ہین اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ مین موجود ہے راقم نے
ضمناً جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان کے ان ہر دو پسران کو نواب دلیر خان کی
لڑکیان منسوب تھین۔ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے
مرنیکے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجون پر بحصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔
بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنمین بعض خاندان شاہی کے اعزہ اور
بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امرا تھے دو شخص پنجہزاری منصب کے
انکی حیات مین انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی مین کوئی میر منصب انہین ہوا تھا
نواب بہادر خان کی اولوالعزمی و ثروت انکی عمارات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھون نے اپنے عہد حکومت مین جا بجا عمارات بنوائین قنوج وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور مین جو نوابصاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور مین بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے دالان تہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت پتھر کی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوئی ہے نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدون سے تھے بنوائی ہے کتبہ مین یہ قطعہ کندہ ہے ؎ بر آستانہ مہر سپہر عین یقین ٭ مدار عالم و علم و عمل بدیع الدین بعہد شاہجہان بادشاہ دین پرور ٭ کہ شد ز لطف عمیمش جہان بر آئین ٭ باعتقاد دل و نیت بہادر خان ٭ کشید سر بفلک این عمارت سنگین ٭ بچشم اہل یقین این مقام محمود است کہ گفت حضرت عیسی فلک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہین کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کہنہ ہو جانیسے حروف پڑھے نہین جاتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرۃ المتقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور مین مضمون درج ہے کہ وہ ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے اور نوابصاحب ممدوح کی اولاد بھی اسبات پر زور دیتی ہے کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذرین انمین انکا منصب پنجہزاری تحریر ہے ممکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری منصب پر پہونچے ہون اور جسطرح کہ چغتائی خطاب بادشاہ نامہ مین درج ہونیسے چھوٹ گیا اسیطرح ماثر الامرا وغیرہ مین ہفت ہزاری منصب تک پہونچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل شاہجہانی سلطنت کا روزنامچہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہین ہوئی اور اسوجہ سے علم نہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خانصاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خانصاحب کی

اولاد مین ہین وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت مین یہ عبارت تاریخ ملن پوری کی پیش کرتے ہین۔ نواب احمد خان شاہجہانپوری اپنی تاریخ انخار البحر مین انکا منصب شش ہزاری لکھتے ہین۔ نواب بہادر خان کہ بعد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبدار کالپی وقنوج وبہادر گڈھ وشاہجہانپور وقندھار وملتان وصوبۂ اودھ وغیرہ وغیرہ بود منصب ایشان ہفت ہزاری وخطاب عمدۃ الملک چغتا خان بہادر بود نام اصلی وے سرابدال خان ولد دریا خان سکونت بنواح پیشاور میداشت روساء شاہجہانپور افغانان از نواح کابل وپیشاور اندر بعد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان در شاہجہانپور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت سید بدیع الدین صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیزی کانپور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم[1] بنوری کے مرید اور نہایت خدا پرست دیندار وخوش اعتقاد تھے۔

[1] خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ حضرت شیخ احمد مجددی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہین آپکی پیدائش حضور سرور عالم صلعم کی عنایت سے ہوئی والد آپکے سید اور والدہ قوم کی پٹھانی تھین مادر زاد ولی تھے غیبی فیض سے آپکو قرآن شریف حفظ ہوگیا تھا اور جامع کمالات شریعت وطریقت کے تھے ہزارون طالبان حق آپکی توجہ سے صاحب ولایت ہوگئے ایکہزار سے زیادہ طلبا روزمرہ آپکے لشکر سے کھانا پاتے تھے سنہ ۱۰۵۲ھ مین جب آپ لاہور تشریف لائے اور دس ہزارون افغان وسادات آپکے ہمراہ تھے مخالفین نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور آپکو وطن سے واپس جانیکا پیام دیا آپ فوراً قصبہ بنور کو جو سرہند کے متعلق ہے واپس گئے اور پھر حرمین چلے گئے بہت سی کرامتین آپ سے ظہور مین آئین ایک لاکھ مریدون مین سو خلیفہ آپکے کامل وصاحب ارشاد تھے مدینہ منورہ مین جب روضہ نبوی کے روبرو کھڑے ہوئے تو دروازہ روضہ مقدس کا کھلگیا تھا اور دست مبارک جناب رسالت مآب صلعم کے مرقد منور سے برآمد ہوا تھا اور مصافحہ کا شرف آپکو حاصل ہوا کل حاضرین نے آپکا مشاہدہ کیا تھا ۲۳ شوال سنہ ۱۰۵۳ھ مین بمقام مدینہ منورہ آپنے وفات فرمائی اور جنت البقیع مین زیر پایۂ روضہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ مدفون ہین۔ ہادی حق فخر آدم مادہ رحلت ہے

فتح جنگ خان

یہ ذکریا خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے ذکریا خانصاحب شجاعت اور دیگر اوصاف مین نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوے فتح جنگ خان نے اپنی کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہزاری ذات اور ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونون سے بڑھ گئے سنہ ۲۶ جلوس شاہجہانی مین یہ تونداپور مین جو خاندیس کے متعلق اور بالاگھاٹ کے قریب ہے فوجدار مقرر ہوے اسکے بعد چوپڑہ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے متعلق ہے سرفراز ہوے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و دہش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہوشمند تھے مگر نرمی و تواضع مزاج مین اسقدر رکھتی کہ اگر کسی ادنی شخص سے بھی انکا کوئی کام پڑتا تو اسکے گھر جاکر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان کی کنبہ پروری کی صفت مین تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمنداری و فنسری کی قابلیت مین شہرۂ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھون نے انکی ہر ایک امر کی خبرگیری کا بار اپنے بازوے ہمت پر اٹھا لیا تھا۔

اورنگ زیب ایام شاہزادگی مین جبکہ ملک دکن کا ناظم تھا انھون نے اسکی خدمت مین بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیرخواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس زمانہ میں کہ قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس مہم کے لیے انکو اور میر ملک حسین کوکہ کو تعینات کیا جب یہ دونوں قلعے فتح ہوگئے تو یہ قلعہ نیلنگا پر متعین ہوئے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لیلیا اسکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلیے دکن سے دارالسلطنت کیطرف روانہ ہوا تو اسوقت فتح جنگ خان بھی معہ اپنے بھائی بندونکے شاہزادہ کے ہمرکاب تھے برہانپور سے آگے بڑھکر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خطاب سے سربلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس پہلے معرکہ داراشکوہی میں انھوں نے نہایت کارنمائیاں کین تو عالمگیر نے بجلدوے فتح خانکے فتح جنگ خان کا خطاب[1] دیا اور علم و نقارہ اور دوہزار و پانصدی ذات اور دوہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اسکے بعد جب اورنگ زیب اور داراشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ میں انھوں نے نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے صلہ[2] میں پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کر کے سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ میں یہ عالمگیر کے شریک رہے چنانچہ جب جنگ

---

[1] و فتح روہیلہ بخطاب فتح جنگ خان و مکرمت نقارہ و علم و باضافہ پانصدی بمنصب دو ہزار و پانصد سوار سربلند گشتہ صفحہ ۷۶ عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف داراشکوہ۔

[2] و فتح جنگ خان باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنصب سہ ہزار سوار مباہی گشتند عالمگیر نامہ صفحہ ۱۱۷ جنگ داراشکوہی و فتح جنگ خان ابست ہزار روپیہ و زبردست خان و سکندر خان پنج پنج ہزار روپیہ عطا شد صفحہ ۱۲۸ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ داراشکوہی

کہجوہ مین سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانخانان کو بھیجا گیا
تو اسکی فوج کے مقدمۃ الجیش فتح جنگ خان مقرر ہوئے اس لشکر کی
ہراولی مین خانموصوف نے بڑی کارگذاری و جوانمردی دکھلائی ۔ سنہ جلوس
عالمگیری مین خانخانان اکبرنگر سے سونی کیطرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادرونکو انتخاب کرکے کشتیون مین بٹھلا کر دریا
کے دوسرے کنارہ کیطرف جدہر مخالفونکا مورچہ تھا بھجوایا ہنوز چند اشخاص کشتی
سے اترنے پائے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو آکر
گھیر لیا اکثر ناتجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب بہ
زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقا کے ساتھ
ایک کشتی مین سوار تھے اکثر مخالف سے مقابل ہوئے اور سخت حملہ کیا فریق مخالف کے
بہت سے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم گولی اور دو زخم تیر کے کھائے مگر
لڑتے اور بھڑتے ہوئے دشمنو مین گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنو کو
پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لائق بھائی تھے
اور رستم خان و رسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے ... وہ اور دیگر اعزہ
و تابعین جو دوسری کشتی مین سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہین پائے تھے کہ دشمن کی فوج
نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جوانمردون نے شیر کیطرح
ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
پہونچا کہ وہ ہلاک ہوگئے اور رستم خان و رسول خان بھی دشمنون کی
جماعت سے لڑکر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوئے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہوکر بیکار ہو گئے تھے دشمنون نے انکو گرفتار کر لیا۔
بعد ازان جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کر کے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کیگئی اسوقت پٹھانونکے دو ہزار سوار تھے جنمین فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان دلاور خان نیکنام خان۔ لودیخان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانون نے دریا سے اوترکر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنونکو بھگا دیا اور جب دونا پور لشکر پہونچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سراسیمگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان معہ فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلاتحقیق روانہ ہوگئے اور اسلام خان بھی معہ اپنی فوج کے دفعتہً پہونچگئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے نہ ملنے جب نالہ دوکاچی تک پہونچے تو وہان مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی۔ فتح جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑونکی باگین کھینچکر کھڑے ہو گئے تھے کسیکو مجال آگے جانیکی نہ تھی اس عرصہ مین خانخانان معہ ذوالفقار خان اور فدائی خان کے آگیا اور بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیان ہوئین۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبرنگر کے مقرر کیے گئے ہین اسوقت فتح جنگ خان اور زبردست خان بھی معہ ہزار سوار و نکے انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہوگئی اور فتح جنگ خان بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو پیشگاہ شاہی سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ مین جو امرا کہ مہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے تفصیل نہین کی ہے اسلیے مجمل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ دکن کی تعیناتی

پر دلدادہ تھے اسلیے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو ازراہ دلجوی ملکی فوج مین مقرر کرکے دکن بھیجا
اسکے بعد جب بیجا پور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگھ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یہ تعینات
کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرۂ
دلیر خان مین تحریر کر آئے ہین اور مختصر طور پر بعض محاربے یہانپر لکھے دیتے ہین جسوقت
بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان حصہ فتح جنگ خان
کی ماتحتی مین دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبد الرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب
حوالی بیجا پور مین یہ خبر آئی کہ پانچ کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت
فتح جنگ خان معہ چند سرداروں کے انکی گوشمالی کو روانہ ہو گئے مگر جب وہان پہونچے
تو مخالف وہانسے مفرور ہو چکے تھے ناگاہ اعرصہ مین دہوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر
کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت
بہادریسے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کرکے دشمنونکو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی
جب بادشاہی لشکر اطراف بیجا پور مین پہونچا تو ایک بڑا قیامت ناک واقعہ پیش آگیا
کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب بہ صلابت خان راجہ جیسنگھ
کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پرینڈہ کیطرف سے آرہے تھے چار کوس قلعہ سے
آگے بڑھے ہونگے کہ شرزہ خان مہدوی کو انکے آنیکی خبر مخبرونسے معلوم ہو گئی تو
اسنے کہلا بھیجا کہ یہان آکر ہمسے ملاقات کرین سکندر خان نے بمقتضاے راستبازی
یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ مین ہے شرزہ خان یہ
جواب سنکر معہ چھ ہزار سواروں کے انکے سرپر آگیا سکندر خان بیچارہ کے ساتھ کل
ایکسو سوار تھے جنمین چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت مین

پرینڈہ سے آئے تھے جب دشمن انکے نزدیک آگئے تو وہ ساٹھ سوار جو انکے ساتھ آئے تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگری کی غیرت دامنگیر ہوئی اور انھون نے دشمن کے گروہ سے منھ پھیرنا گوارا نکیا اور کمال دلاوری و مردانگی سے معہ اپنے چالیس سوار کے جو سب یکدل تھے گھوڑونسے اتر پڑے اور نہایت جانبازی سے مقابلہ کیا اور بہت سے ان نامردونکو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی نثار کردیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصونکے زخمی ہوکر میدان جنگ مین گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لیگئے اور شولاپور کے قلعہ مین بھیجدیا۔

جنگ بیجاپور مین ایکروز شام کیوقت نواب لیر خان و راجہ جیسنگہ دشمنونکو پسپا کرکے پڑاو کیطرف آرہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمۂ بان سے زخمی ہوکر پیچھے پلٹا تھا اور پریشان پھر رہا تھا شرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پاکر اس ہاتھی کو پہاڑ سے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اسبات سے آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی تھوڑی جماعت سے پہاڑی پر پہونچگئے جب مخالفون نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے ہین تو ہاتھی چھوڑ کر وہ انکی طرف مخاطب ہوے اور راجہ صاحب سے لڑنا چاہا اسعرصہ مین فتح خان اور کیرت سنگہ بھی پہونچگئے اور اس گروہ پر بجلی کیطرح گرے اور بہت سے نامردونکو مارکر خاک پر ڈالدیا اور انکی جمعیت کو منتشر کردیا جب غنیم بھاگے تو ایک کوس انکا تعاقب کیا اس جنگ مین راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے چارونطرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہونچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھلاتے رہے ماثر الامرا مین لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت و بہادری مین بےنظیر اور ذی عزت تھا۔ پرگنہ جامیرہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی



نواب عزیز خاں جعا

جاگیر مین تھا اور اسطرف کے اکثر مواضعات انکی زمینداری مین تھے موضع بیری کوچہ فرواپور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اثناے راہ مین واقع ہے خانموصوف نے اپنا وطن قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اُسی جگہ آباد تھی تاج خان انکے فرزند جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت مین بے انتظامی پیدا ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندان کے اعزاز مین کمی کے آثار شروع ہوگئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدرالدین مین سکونت گزین تھے اور اپنی حویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جسمین انکی اولاد آباد تھی۔

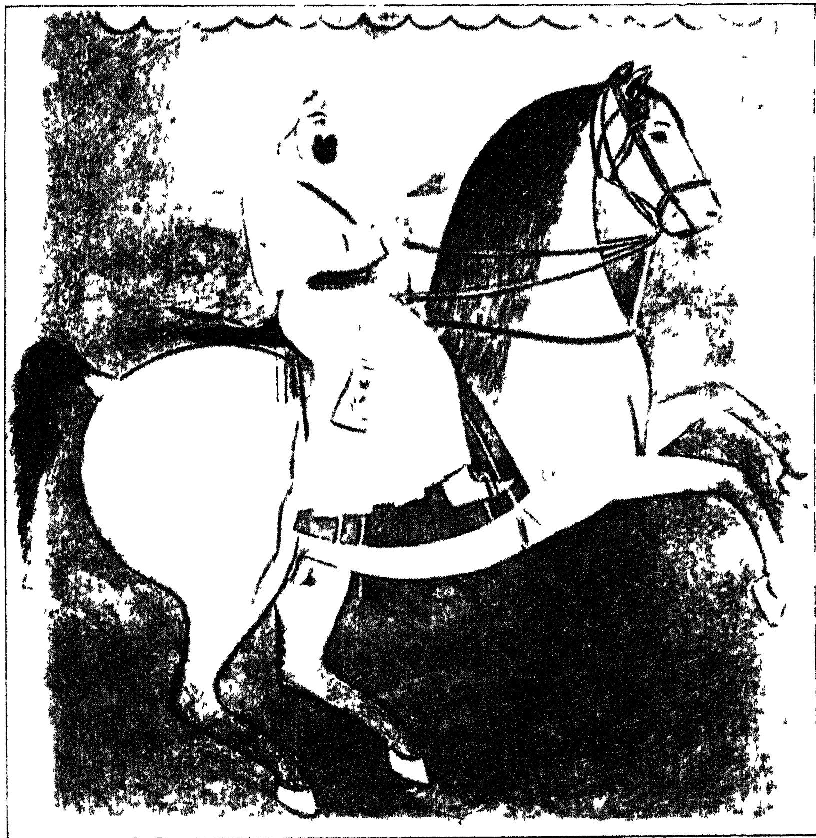
نواب عزیز خان بہادر چیتا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے داماد و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت مین بےمثل ہوے نواب بہادر خان کی اولاد مین جسقدر انکو عروج ہوا کسیکو نصیب نہوا یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ کے منصب کو پہونچے اور صوبہ داری اکبرآباد پر سربلند ہوے انھون نے بڑے بڑے عالیشان عمارتین بنوائین چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھین کی تعمیر کرائی ہوئی ہے مقدرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی باتون پر لاکھون روپیہ خرچ کر ڈالتے

لہ نواب عزیز خان داماد دلیر خان امرائے عالمگیری بعہد محمد شاہ بمراتب ہفت ہزاری و بصوبہ داری اکبرآباد سرفراز بود والجاناں عزیز خان رکن رکین سلطنت و رفیق سلطان معزالدین بود۔

چنانچہ انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو حقیقتاً یا بخوف انکے آوارہ اور دیوانہ بنگئے تھے اور جابجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے جب انسے یہ ناخوش ہوگئے تو اسوقت دو لاکھ روپیہ صرف کرکے اور بادشاہی وقایع نگارونکو ہموار کرکے تاریخ فرخ سیری سے انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان و شوکت و امارت کے آثار پاے جاتے ہین قسمت سے دنیاوی جاہ و حشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازیست زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اورنگ زیب عالمگیر۔ محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہادر شاہ۔ معزالدین جہاندار شاہ۔ سلطان فرخ سیر۔ محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو منصب شاہموار سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب موصوف شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین بمقام دہلی پیدا ہوے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خاندان شاہی کی لڑکی تھین جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چغتا مرحمت فرمانیکے وقت نکاح مین دی تھی۔ کتاب نہار البحر مین انکا نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہی۔ اس خاندان کے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہین مگر بعض لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انکی مان قوم کی پٹھانی تھین بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہین واللہ اعلم بہرکیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری مین اپنے شباب کے

لہ عزیز خان از بس عداوت از زین الدین خان داشت دو لک روپیہ خرچ نمودہ وسعی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہموار ساختہ از ابتداے تا آخر نام و نشان و خیر خواہی و جانفشانی زین الدین خان و دیگر پسران او خارج کنانیدہ لہذا نام آنہا در تواریخ فرخ سیری مندرج نیست۔ اخبار محبت۔



نواب عزیز خاں

پہونچے اور شجاعت کے جوہر دکھلائے جب قلعہ واکنکرہ انھون نے عالمگیر بادشاہ نے سامنے جاکر فتح کیا ہی تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی مرحمت کیا تھا چنانچہ صمصام الدولہ شاہنواز خان اپنی کتاب ماثر الامرا مین لکھتے ہین۔ کہ

یکے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر ہست کہ بسال چہل و ہشتم عالمگیری در محاصرہ واکنکرہ مصدر تردد شدہ و بمرحمت افزایش لفظ چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ جبتک خانی یا بہادری کا خطاب نہین ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مورخ یہ الفاظ نہین لکھ سکتا تھا۔ اس خطاب کے متعلق ماثر عالمگیری کے صفحہ ۱۸ مین محمد ساقی المخاطب بہ مستعد خان شاہی منشی رقمطراز ہے کہ عزیز خان بہادر روہلہ بمکرمت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر مایہ سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب و آذین بخت و دولت افزود۔

اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحۂ مذکورۂ بالا مین تحریر ہی کہ اسوقت عزیز خان کا منصب دو ہزارو پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کرکے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد بتدریج یہ ترقی پاتے رہی اور محمد شاہ کے عہد مین ہفت ہزاری منصب کو پہونچ گئے قلعہ واکنکرہ جسکی فتح مین انکو اپنے ہمچشمون مین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی مختصر حال یہ ہی کہ یہ قلعہ بمقام سنگر ایک کوہ کے دامن مین واقع تھا اسکے زمیندار پیم نائک نے جب عالمگیر کے خلاف تاناشاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کرکے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے مسمے پریا کو دیا اسنے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ پندرہ ہزار تیر انداز
اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کرکے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کرلیا اور بادشاہ سے باغی ہوگیا
اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے اُسطرف قیام
رہا تو اس باغی کے فساد اور تمردی کی روز خبرین آتی تھیں اسلیے اورنگ زیب نے قلعہ
واکنکرہ کی تسخیر کا ارادہ کردیا اور وہان معہ لشکر کے پہونچکر ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ
لگایا امرا فوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوے ایکروز[1] صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان
فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطرق طلایہ کے سیر کرتے ہوے ایک پشتہ پر جو
لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہان کچھ قلعہ جھکا بھی ہوا تھا پہونچے اور اسجگہ جتنی
مخالف کی جماعت تھی سکوتہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچال قائم کرنیمین مصروف ہوے
اس عرصہ مین دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کیطرح پستی و بلندی پر پہونچگئے
اور ہجوم کرکے بادشاہی بہادروں پر نرغہ کیا ان جوانمردون نے بہادری کی شرط کو خوب

[1] سحر گاہے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر روہلہ فرصت جویان پشتہ را کہ لال ٹیکری گویند و از گرفتش کوہ نشینان پس ستوہ متصرف شدند بوم نشر اوان خبر یافتہ ہجوم آوردند و پشتہ گیر انرا ا سنگ باران آفت مجال اقامت ندادند بہادران با نہا زکابو پیادہ بندی کردہ بودند ماثر عالمگیری صفحہ ۳۹۹۔ محاربات عظیم بمیان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی میگردیدند تا آنکہ روزے وقت طلوع نیر اعظم محمد امین خان و چین قلیچ خان بہادر و عزیز خان روہلہ و اخلاص خان میانہ کہ فرصت وقابو جویان بطرق طلایہ اطراف سیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری بشہرت داشت و پارہ سرکوب حصار آن معمورہ بود جلو ریز رسیدہ جمع از بر قندازان را کہ نگاہبان آن مکان بودند بضرب شمشیر و تیر بجہنم فرستادہ از پیش بر داشتہ بقصد مورچال قائم نمودن تردد دستانہ بظہور آوردند۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۲۳۰۔ و از طرف دیگر ذو الفقار خان بہادر و عزیز خان روہلہ و منعم خان وغیرہ حملہ آوردند جنگ صعب واقع شد زمانہ شور محشر گردید جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران بحملہ ہاے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالاے آن بازار بودہ بدست آوردند و مورچال قائم نمودند و آن بدکیشان رو بفرار آوردند و کوہ نوردان زیادہ از یک کروہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار علف تیغ گشتند و زخمی گشتند دلاوران بر فراز کوہ بر آمدہ تا یک بدوازہ قلعہ فتح رو دادند شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۲۳۲۔

ادا کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانستان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت ناک لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا مین محمد امین خان کے گھوڑے کے دونون پانون و قلیچ خان کے گھوڑے کا اگلا پیر اوڑ گیا دونون امیر پیادہ ہوکر خدا کا شکر بجالائے کہ ہماری جان تو بچگئی۔ اس مہم مین بڑی بڑی مصیبتین پیش آئی تھین بادشاہ دشمن کی بدعہدی سے دہوکا کھاکر گھر گیا تھا ایکروز گولہ رس مقام پر قصداً جاکر اسنے قیام کیا تھا کیونکہ اسکے دلمین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد مین شریک ہوکر شہید ہون مگر امرا نے اپنے سینون کو سپر بناکر دشمنونکا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کردی تھی اس جنگ مین بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھکر بخشی الملک ذوالفقار خان نصرت جنگ کے پاس اس مضمون کا کہ اے یاری دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجاے واکنکرہ کے قلعہ کا نام رحمن بخش رکھا گیا اس معرکہ مین نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے صلہ مین خطاب و ترقی منصب و عزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور دریدہ دہن

سلہ در وقتیکہ صورتحال بر عزل فرخ سیر نوشتہ و ہمہ سرداران پاے تخت چہ از صغیر و چہ از کبیر مہر و رضامندی خود ثبت نمودہ مگر دو کس یکے ازان نواب نظام الملک دیگرے نواب عزیز خان مہر خود نکردہ عزیز خان جواب صاف دادہ روبرو سید عبد اللہ خان و سید حسین علیخان برملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوید کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک مدت مدید بزرگانم جد و پدر من مراتب عمارت یافتہ و ما خود از عہد شاہجہان بادشاہ تا سلطان فرخ سیر نمک بادشاہان آل حضرت تیمور نمک خوردم و از روزیکہ انقلاب خان جہان لودی و دریا خان افغان عریا خیل معہ ہزار کس بیکجہدی در محاربات قتل رسید فرخ کس از اینہا و پسر خانجہان خان سہ پسر چند نامدار دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا امروز ازین پیچ قصورے در کار بادشاہی از نمک حرامی و یا ورجانسپاری دیا گاہے پشت در محاربات ندادہ کدام ہست کہ در خدمت و جانبازی از من کند یکے خود ہمراہیان خود سرداران موجودہ پاے تخت زاد رسلک نمک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت ست این سپاہے تابع امر اوست ہرچہ او حکم نماید بجا آرم و دیگر کلام بر زبان گفت و برخاست در دل عبد اللہ خان اندیشہ گذشت ہر یکے خیر خواہان بہ بہانہ باطراف مملکت پراگندہ ساخت ۱۲ از اخبار محبت

اور صاف گو تھے سر دربار بھی حقگوئی سے نہین رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک واقعہ بیان کیا جاتاہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات سلطنت پر حاوی ہوگئے تھے اور بادشاہ گر مشہور تھے جب انھون نے فرخ سیر بادشاہ کی معزولی کی صورتحال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محضر پر تمام ارکین دولت سے دستخط کرلے مگر صرف دو شخصون نے اس صورتحال پر اپنی مہرین نہ کین ایک انمین نواب نظام الملک آصفجاہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جب نوابصاحب موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہاہے تو نواب عزیز خان نے سر دربار حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ مین ملازم سلطانی تابع تخت و تاج کا ہون مدت دراز سے میرے بزرگون نے امارت پائی زمانہ نورالدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار مین حاضر ہوے اور خود مینے شاہجہان بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے اور انکا نمک کھایا انقلاب زمانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک ہزار لودی افغان کیساتھ قتل ہوے اور صرف پانچ شخص انمین سے بچے تھے جنمین دو پسر خانجہان خان کے اور تین پسر میرے جدنامدار دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان بادشاہ نے کی تھی اور جسروز سے انھون نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اسروز سے آجتک کوئی قصور نسے بارگاہ شاہی مین سرزد نہین ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ مین پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھسے کوئی بیجا درخواست پیش کرکے ناجائز مطلب حاصل کرسکتاہی خود اور نیز لیے تخت کے دوسرے سردارونکو نمک حرامونکے زمرہ مین منسلک کرنا نہایت نامناسب بات ہے معاذاللہ جبتک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر بادشاہ

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجا لائیگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نوابصاحب ممدوح زبانپر لائے اور طول طویل تقریر کرکے دربار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جبتک سلطان معزالدین تخت نشین رہا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور اُسکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اوسکے خلافِ کارروائی وسازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلمین اسی دن سے انکے خاندان کیطرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسیوجہ سے انھون نے جتنے خیر خواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سبکو پایۂ تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیجدیا کسیکو کسی صوبہ پر تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالین چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ دار جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد مین تھے وہ دردولت پر رہگئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہوکر معہ ایکسو سوار وںکے جو انکے ماتحت تھے لڑتے ہوے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوے نقارخانہ بادشاہی تک پہونچگئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزارون آدمی تھے وہ اونپر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر مین لڑکر قتل ہوگئے مگر جبتک تن مین دم رہا انکی مفسدہ پردازی مین شریک نہوے محاربہ اعظم شاہ اور شاہ عالم مین بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب اعظم شاہ قتل ہوگیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امرا کے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آئے ہین۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ مین منھ نہین پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایکمرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہوگئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کرکے انتقال کیا تو اُسکا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کیخدمتمین انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا حتے کہ یہ محسود امرا ہوے انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ انسے نہایت عداوت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت و رسلطان معزالدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے اسلیے انکی کچھ نہین چلتی تھی لیکن نواب زین الدین خان تحاسد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معزالدین کو بادشاہ نہین جانتے ہین ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھون نے شاہجہانپور مین عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادہ انکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اس زمانہ مین فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب نواب زین الدین خان بنگالہ مین فرخ سیر کے حضور مین پہونچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جبتک پیش خیمہ حضور کا سلطان معزالدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولیگا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اسبارہ مین چندے توقف تھا مگر ان فقا تو انکو اپنا رفیق اور اس فرخ کو نعمت خداداد سمجھکر سجدہ شکر بجالایا اور اسیوقت نواب زین الدین خان کی خاطر سے اپنی راوٹی باہر نکلوائی اور نواب زین الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند ملکھنڈ کی جاگیر قرار کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھدی چنانچہ انھون نے اسی سند کی بنا پر سلطان معزالدین سے

عامل کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصہ فرخ سیر سلطان معز الدین کے ساتھ جنگ کرنیکے قصد سے بنگالہ سے دار الخلافت کیطرف روانہ ہوا اور نواب زین الدین خان ہمراہ ہوے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے مخاطب ہوے ہین یہ دونون بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ اودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد کا ناظم تھا مگر ان دونون کو سلطان معز الدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ بھی حاضر ہو کر نواب زین الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوے اسی درمیان جو خزانہ کہ بنگالہ سے دار الخلافت کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد مین فرخ سیر کے قبضہ مین آگیا محمد خان بنگش فرخ آبادی معہ چند سوار ونکے حاضر ہو کر ملازم ہوے غرضکہ سلطان فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دار الخلافت آگرہ کے قریب پہونچگیا اور سلطان معز الدین کو اسکے آنیکی خبر ہو گئی پیشتر اسنے اپنے بڑے بیٹے اعز الدین کو فوج جرار کے ساتھ مقابلہ کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضے خان عرف محمو خان اور انکے بڑے بھائی نواب مصطفے خان شاہ آبادی کو بھیجا جب دونون لشکر مقابل ہوے تھوڑی چپقلش کے بعد شاہزادہ اعز الدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضے خان مین تحریر کر چکے ہین جب اس فرار کی خبر سلطان معز الدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے مقابلہ کو آیا سلطان معز الدین کیطرف سے خانجہان بہادر کوکلتاش فوج کا ہراول تھا اور نواب عزیز خان بہادر فوجکے چنداول تھے اور فرخ سیر کیطرف سے نواب زین الدین خان مقدمۃ الجیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلبان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے جلتے تھے کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھلے جا اور قریب خانجہان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری دفعہ مین پھر کہ بار بار فیلبان سے کہتے تھے کہ ہودہ ہمارا عزیز خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرضکہ یہ آگے بہت بڑھگئے بیشتر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی نوبت
پہونچی خوب جدال و قتال برپا رہا نواب زین الدین خان چودہ زخم کھاکر جان بحق ہوے
اور سلطان معز الدین کیطرف سے خانجہان کوکلتاس بھی امیر الامرا ذوالفقار خان کے تسابل سے
مارا گیا لڑائی دونو طرف سے برابر تھی ہزارہا آدمی مجروح و قتل ہوے سلطان معز الدین کیجانب
اسکی معشوقہ[1] لعل کنور تماشہ جنگ کیغرض سے معہ اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیونپر سوار تھین
ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامرا ذوالفقار خان ایک لاکھ سوار جرار لیے
ہوے علحدہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول مین کچھ فاصلہ پر بے حرکت
حرکت یورش کیلیے سلطانی حکم کے منتظر کھڑے ہوے تھے اور نیرنگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے
اتفاقاً نواب نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسران نواب زین الدین خان مقتول اور
نواب محمد خان بنگش اور سادات بارہہ نے ادھر اُدھر گھوڑے دوڑاے دیکھا کہ لعل کنور معہ
خواصونکے ہاتھیونپر سوار ہی اور نشیب مین کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہی اور تھوڑے
سوار اسکے ہمراہ ہین ان بہادرونمین باہم صلاح ہوئی کہ اسپر حملہ کرنا چاہیے فیلبانون نے
یہ حال دیکھکر ہاتھی بھگاے جب یہ ہاتھی سلطان معز الدین کیطرف سے نکلے تو بادشاہ نے
اپنے ہمراہ جو ہاتھی جنگی تھے انکے فیلبانونکو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑاکر بھاگتے ہوے ہاتھیونکو روکو
اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب الحکم ہزارہا ہاتھی فیلبانون نے سد راہ ہونیکے لیے دوڑاے
ناگاہ ان ہاتھیونکے ہمراہ خاص بادشاہ معز الدین کی سواری کا ہاتھی بھی بیقابو ہوکر بھاگا

---

[1] لعل کنور معشوقہ سلطان معز الدین برسے دیدن تماشہ جنگ با حلقہ پانصد زنجیر فیل در زمین نشیب استادہ بود و امیر الامرا ذوالفقار خان با یک لک سوار جرار استادہ و نواب عزیز خان از فاصلہ دور بے حرف حرکت استادہ منتظر حکم یورش سلطان بتماشاے نیرنگی میکرد در غول خاص سلطان معز الدین بود مقابل آنہا عبد اللہ خان و حسین علی خان بہادران سادات بارہہ در تردد مشغول بودند بیکبار از آنجا نظر ناگاہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسران ... طرفہ ماجرا دیدند لعل کنور با پانصد سوار فیلان کہ بیران اکثر نساء صاحبہ خود ... در نشیب استادہ تماشاے جنگ میکرد این بہادران باہم صلاح کردہ حملہ آور شدہ ۔ اخبار محبت

ہرچند کوشش کی مگر وہ نرکا جب فوج نے بادشاہی ہاتھی کو بھاگتے ہوے دیکھا تو کل لشکر بھی بھاگ گیا مگر امیر الامرا ذو الفقار خانؒ اور نواب عزیز خان بہادر بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھاکر گرے اور فتح کی مبارکبادی اداکرکے اپنے والد نواب زین الدین خان کی رفاقت مین ملک عدم کو روانہ ہوے مصرع مین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معز الدین کی شکست ہوئی اور یہ فتحیابی نواب نظام الدین اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور مین فتح کی مبارکباد بجالاے اور سلطان فرخ سیر نے انکے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے پالکی مرحمت فرمائی بعض مورخ اس شکست کیوجہ سلطان معز الدین کے بعض امرا کی سازش اور بعض راوی خانجہان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معز الدین کا خوف کھاکر بھاگنا بیان کرتے ہین حاصل کلام یہ ہی کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی مین فرق نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہہ سے نہ ہٹے شکست و فتح تقدیر الٰہی سے ہوا کرتی ہی اسمین کسیکا اختیار نہین مگر کسی امر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل داد ہوتا ہی جیسا کہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال یہ شعر لکھا ہی ؎ شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر ۔ مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ۔ ابھی چند سال فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھکر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکر اسے سلطنت سے معزول کیا اوسکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہونچی اس بادشاہ کے عہد مین نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب عزیز خان داماد دلیر خان جو امراے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

ؒ امیر الامرا ذو الفقار خان و عزیز خان بمقامیکہ استادہ بودند بجہان شاہ نامدند۔ اخبار محبت ۵ؒ نواب عزیز خان چون داماد دلیر خان

کے عہد مین منصب ہفت ہزاری کو پہونچے نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن مین محمد شاہ بادشاہ کے استاد تھے اکثر خلوت مین انکو روبرو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت ہزاری تھے باپ بیٹے دونون صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوے اور منصبداری مین ہمعصر تھے نواب عزیز خان اکبر آباد کی صوبہ داری پر مامور تھے اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانونگوی اور چودھرایت پرگنہ کانٹ کی بھی انکے متعلق تھی اور سرکار قنوج وکالپی کی جاگیر بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوی تھی اور تا زندگی وہ انکے متعلق رہی انکے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خودسری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر قایم کرکے اشارونپر چلانا اور خود در پردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے اسپر عام طور پر تمام ارکان دولت مین انسے ناراضگی پیدا ہوگئی اور سبنے انکے استیصال پر اتفاق کیا اور بادشاہ کی مدد کی اسمین بھی نواب عزیز خان شریک ہوے ہین چنانچہ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۹۲ مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ جبکہ حسین علیخان امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا جو اپنی خودستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد اللہ خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اسوقت بعض والیان ملک اور امرا شرکت

بقیہ صفحہ ماقبل امراء عالمگیری بمراتب ہفت ہزاری و پسرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری بود پدر و پسر ہمعصر بودند یکے صوبہ داری اکبر آباد و دیگرے صوبہ دار اودھ و چودھرایت و قانونگوی داشت و خان بہادر خان مسطور در علم تیر اندازی استاد بادشاہ محمد شاہ بود اکثر در خلوت روبرو بادشاہ حکم نشستن بود و جاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی و قنوج بود بعد دلیر خان تاحیات عزیز خان بحال ماندہ بعدش آنہم رفت۔ اخبار محبت

جنگ کیلیے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی یکہ تازونکے ساتھ مین بادشاہ کے حضور مین آئے اور تاریخ خافیخان قلمی کے صفحہ ۵۰۵ مین ہے کہ ۹ محرم سنہ۱ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی لشکر موضع شاہپور مین خیمہ زن تھا کہ امرائے لشکر ترتیب مین مصروف تھے اور محمد شاہی لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ اور راجہ دہیراج جیسنگہ کے آنیکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان بہادر اور بازید خان بھی اپنی اپنی جانباز جماعتون سے محمد شاہ کی ہمرکابی مین حاضر ہوے اور علم فدویت کا اٹھایا بجز چند امرا کے اکثر اس مہم مین شریک نہوسکے۔ محمد خان بنگش البتہ دو تین ہزار سوار ونسے آکر شرف پابوسی سے مشرف ہوے نقل ہیکہ محمد خان بنگش فرخ آبادی کہ اس زمانہ مین وہ منصب ہزاری کو پہونچے تھے ایکروز نواب عزیز خان کی ملاقات کو آے نوابصاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کیطرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان کا متبنہ نوابصاحب کے سر پر مورچھل ہلا رہا ہی محمد خان بنگش نے اسے پہچانا اور فوراً اٹھ کھڑے ہوکر عبدالحمید کے سامنے مجرا بجالاے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پوچھا کہ تو انسے کہاں کی وقفیت رکھتا ہی اسنے عرض کیا کہ جس زمانہ مین فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی نیابت پر مامور تھا یہ خانصاحب فدوی کے یہان بعہدہ جمعداری ملازم تھے اسے ہر دو

۱؎ نہم و دہم محرم الحرام کہ از موضع شاہپور مضرب خیام لشکر ظفر انجام شاہ والا مقام گردید امرائے عظام باہتمام ترتیب فوج ظفر موج پرداختند تا آنکہ فوج بادشاہ غازی از نصف لشکر خصم کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ و راجہ دہیراج جیسنگہ داشتند عزیز خان و پانی بازید خان سواتی مجمع از ہمراہیان جانباز در رکاب ظفر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت برداشت ... تاریخ خافیخان محمد ہاشم۔ بسبب بعد مسافت بعضے و لتغوابان و بعضے موانع بر وقت کار نرسیدند و سوائے محمد خان بنگش کہ بادو سہ ہزار سوار بحضور رسیدہ سعادت ملازمت حاصل کردہ بود۔ خافی خان۔

کبھی عزیز خان چینتلے نے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان بنگش نے اس امر کی انسے شکایت کی فیمابین نواب بنگش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم رہے ہین نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب دلیر خان کی بیٹی تھین انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تہور خان اور تین صاحبزادیان مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھین تہور خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف رستم خان نے اپنی بہن کو ایک باغ موضع مریدا پور مین دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر درج کر دیگئی ہے۔[۱]

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۵۳ھ مین قضائے طبعی سے ہوئی اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے جسکو راقم نے یون موزون کیا ہے ؎

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حیف	ازین دیار چو رخت حیات را بربست
بسال مرگ مظفر نمود فکر بلیغ	ندا رسید ز ہاتف بگو بجنت رفت ۱۱۵۳ھ

نواب عزیز خان اپنے بنوائے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منحلات شاہجہانپور مین مدفون ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے مزاج مین

[۱] نقل سند نواب کمال الدین خان عرف رستم خان بنام ہمشیرہ خود (عالمگیر بادشاہ محمد رستم خانہ زاد) ہو الغنی متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند

چون باغ موضع مریدا پور عملہ پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۱۱۲ھ یکہزار و یکصد و دوازدہ فصلی بنام ہمشیرہ مقررہ دادہ باید کہ باغ مذکور تصرف مشار الیہا واگذارند کہ محصول آنرا سال بسال در قبض و تصرف خود بیارند بوجہے من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ چہاردہم شہر ربیع الثانی سنہ ۱۱۱۲ھ نقل بدفتر رسید۔

انانیت وغصہ بہت تھا ذرا ذرا سی بات پر معتمد الخدمت لوگونکو ذلیل کروا دیتے تھے بعض اشخاص انکا نام عبدالعزیز خان تبلاتے ہین۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغضب و سخت مزاج بیان کیے جاتے ہین یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے[1] ماموں کے ہاتھ سے قتل ہوے انکو دوست محمد خان بازید خیل کی بیٹی جو فضل خان کی ہمشیرہ تھین بیاہی تھین خان بہادر خان لاولد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ و بی بی میان بنت عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا او نند بھاوج کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کرایا تھا بی بی میان جو نواب دلیر خان کی نواسی تھین بڑی منتظم اور بہادر تھین انکی مہر جو کاغذات پر ہے اسمین (ہمشیرہ خان بہادر خان بنت عزیز خان بہادر جنگ ۱۱۳۹ھ اور سنہ ۸ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

[1] نواب عزیز خان بہادر چغتا در عہد محمد شاہ غازی وفات یافت و خان بہادر خان پسرش بعد چندی نزدیکی ہمان ایام از دست ماموان کشتہ شدہ و میان بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قابض و متصرف شد مسماۃ مستان بی بی عرف بہو صاحبہ بحضور مستغاثی شد دران زمان خدمت الضلع راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ ہنگام رخصت بادشاہ مسماۃ مستان بی بی زوجہ خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبرام سپرد و حکم فرمود کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہند و اگر میان بی بی بر این راضی نشود روانہ درگاہ سازند چون راجہ صاحبرام در قلعہ پرگنہ کانٹ کولہ معہ مستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میان مستعد پیکار شدہ با فوج جرار پیش آمدہ با صاحبرام جنگ صعب رو نمود بعد ستیز بسیار صاحبرام در رزم گاہ کشتہ مستان بی بی را مقید ساختہ بر داشت خبر از روے وقایع بحضور بادشاہ رسید فرمان عتاب آمیز بنام میان صاحبہ نظام نام احدی ورود فرمود و بی بی میان بورود فرمان ہمراہ احدی مذکور بدرگاہ بادشاہ رسید چند گاہ از مجرا محروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر محمد امین خان تورانی میان صاحبہ را ہمشیرہ خواندہ بود بوساطت ان بحضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظ قدامت جانفشانی بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت گرانمایہ عطا فرمودہ و فہمایش و قسم سر مبارک خود دادہ فرمود کہ میان بی بی زوجہ خان بہادر خان را مقید نداریدہ و بار دیگر قصد قتل یکدیگر ہرگز نسازند بموجب شرع شریف قسمت باخود ہا کردم بگیرید از آنجا کہ اولاد نسب دلیر خان و نواب بہادر خان در حضور بماندہ۔ صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت قلمی۔

تو منجملہ دیگر امرا کے ابوالمنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کے نام بھی فرمان ارسال کیا

بقیہ صفحہ ماقبل صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اصدار یافت درین ایام مسماۃ میان بی بی مخاطب بہ بہو صاحبہ زوجہ نواب خان بہادر خان
ابن عزیز خان داماد غفران پناہ نواب دلیر خان بنام زین الدین خان بہادر چغتائی برادر زادہ خان بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ باہم
عبداللہ خان مشہور بود بحضور بادشاہ مستغاثی آمدہ و انواع ظلم و انواع تعدی و اظہار کرد احوال قرابت بگجدی او و شوہر خود ظاہر کرد
چون ملحوظ خاطر و پاس عزت میان بی بی برائے انور حضور بسیار بود لہذا در فرمان بوالمنصور خان اصدار یافتہ و دران ہم شادہ توہم کرد
کہ عبداللہ خان نام زمیندار شاہجہانپور کہ متمرد و با متوسلان درگاہ خصومت و عداوت بسیار میدارد و آن ناحق شناس بیوہ عزیز اللہ
خان بہادر خان اکثر اوقات ایذا میرساند چون مسکن و اثنائے راہ ایشان است بوقت ورود شاہجہانپور نامبردہ را مقید ساختہ آرید و اگر
بتمردی پیش آید سرش بریدہ بدرگاہ آرید چونکہ ابوالمنصور خان قریب ہشت کروہ از شاہجہانپور در شاہ آباد نزول اجلال فرمودہ بود شب
دو کس رسالہ داران لشکر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود ما بدولت ایشایان در شاہجہانپور رسیدہ عبداللہ نامی زمیندار از انجا ہست او را
مقید ساختہ بحضور آرید و اگر مقابلہ نماید سزایش کرد اوور کنار او دہند رسالہ داران از احوال او واقف بودند معروض نمودند کہ
نواب عبداللہ خان سردار است و نبیرہ نواب بہادر خان ہراول بادشاہی ہست و جدا و ہزارہا افغان از ولایت آوردہ در شاہجہانپور
آباد ساختہ و ہمہ یک یک خود را ستم زمان میشمارند و ہفتاد ہزار کس افغانان شریف تابع فرمان اوست اگر حضور بادشاہ بذات خود
متوجہ شوند امید کہ سالہا کارش باتمام خواہد رسید و اولاد او دران شہرہمان افغان ہست کہ ہمراہ خانجہان خان لودی مقابلہ شاہجہان بادشاہ نمود
و مقابلہ نذر محمد خان والی توران کردہ ہمراہ نواب دلیر خان ملک آسام تہ تیغ نمودہ و تمام دفتر از بہادری آنہا سیاہ ہست سر بریدن او
سر سری نیست و علاوہ این از عبداللہ خان بلکہ از تمام اولاد دلیر خان و بہادر خان گاہے نافرمانی سلطانی از آنہا بعمل نیامدہ و از ان کسی
کہ نمکحرامی از امرایان با سلطان نمودہ و اولاد دلیر خان بر او طعنہ زن ہست امید کہ اگر حضور عبداللہ خان را طلب فرمایند از حکم حضور سرتابی
نخواہد گردانید ہرچہ حکم صادر گردد بجا آرم بر طبق اظہار آنہا حکم شد کہ از ایشان یک کس رفتہ با احترام و اکرام او را بیارند چنانچہ رسالہ
دار مذکور پیشتر روانہ شدہ نزدیک نواب عبداللہ خان رسیدہ با عبداللہ خان ملاقات کرد و از احوال حکم بیان اظہار خود مفصل بیان نمود
ہم در عرصہ جنابعالی قریب شاہجہانپور بموضع لودی پور نزول اجلال فرمودہ ہمان وقت نواب عبداللہ خان از مسکن خود با تجمل و شکوہ
شصت ہزار افغان جرار کہ دامن جامہ با کمر بستہ و تیغ با در دست گرد اگرد مثل دور انگشتری پالکی سردار خود ساختہ دف و دوتارہ
سرانیدہ و آہنگ پستول بفلک میرسانید و مردم لمانے از رعیت او کہ ہمراہ سواری او بودند داخل حساب نیست وقتیکہ سواری او قریب
اردو رسیدہ رسالہ دار مذکور از انکہ پیش بحضور آمدہ اطلاع نمود آن وقت نواب صفدر جنگ از مسند برخاست قریب سراپردہ خود
سراپردہ را قدرے چاک کردہ شکوہ سواری و جمعیت او ملاحظہ کرد از رسالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ
وقتیکہ عبداللہ خان لب فرش رسیدند نواب صفدر جنگ از مسند برخاستہ قدرے پیش آمدہ معانقہ کرد و استفسار حال نمود
او احوال مفصل کہ باہم زوجہ خان بہادر خان مناقشہ و قضیہ درمیان در پیش بود عرض کرد و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگوی من
این احوال از زبانی معتمدان شنیدہ ام لیکن مفصل حال معلوم نبود کہ این بزرگان شما ہست ۱۲ اخبار محبت۔

اس عرصہ مین زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان عرف زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کی اور انکے ظلم کا استغاثہ کیا اونکے طرح طرحکے مظالم بیان کیے اور یکجدی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہین کیا چونکہ پاس عزت بہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابوالمنصور خان صفدرجنگ کے نام صادر ہوا آمین یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت متمرد اور سرکش ہی وہ ناحق شناس ماید ولت کے متوسلونسے عداوت رکھتا ہی زوجہ عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہی چونکہ مسکن اسکا تمھارے اثناے راہ مین ہی لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبردہ کو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا چاہیے اگر وہ متمردیسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹکر ہماری درگاہ مین حاضر کرنا چاہیے جب صفدرجنگ اودھ سے روانہ ہوکر شاہ آباد مین پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دو رسالدارونکو حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے بیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہان عبداللہ نام ایک زمیندار ہے اسکو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا وہ رسالدار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھون نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان وہانکا سردار ہی اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہی اسکے دادا نے ہزارہا افغان ولایت سے لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک پٹھان انمین کا اپنے آپکو رستم زمانہ سمجھتا ہی ستر ہزار پٹھان شریف القوم اسکے فرمان کے تابع ہین اگر حضور بادشاہ بذات خاص بھی متوجہ ہون تو امید ہی کہ سالہا سال مین اسکا کام تمام ہو اور اس شہر مین اولاد انھین افغانونکی ہی جنھون نے خانجہان لودی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ کیا ہی اور نذر محمد خان والی توران کو بلخ و بدخشان سے بیدخل کرکے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب دلیرخان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوے ہین عبداللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہین ہی اسکے علاوہ عبداللہ خان بلکہ جسقدر اولاد بہادرخان اور دلیرخان کی ہی اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہین کی بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کی اسپر نواب دلیرخان کی اولاد طعنہ زن ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہین کرینگے آیندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائین جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم مین سے جاکر انکو باکرام تمام لاے چنانچہ رسالہ دار پیشتر روانہ ہوا اور عبداللہ خان کے پاس جاکر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ مین جنابعالی یعنے نواب صفدر جنگ قریب شاہجہانپور کے موضع لودیپور مین جاکر خیمہ زن ہوے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان و تجمل سے برآمد ہوے اور ساٹھ ہزار پٹھان جرار جو اپنے جامہ کے دامن کمر سے باندھے ہوے اور تلوارین ہاتھ مین لیے ہوے دف اور دوتارا بجاتے اور دستکون کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لاے ان پٹھانون کے علاوہ دوسری جماعت عایا کی بھی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر پیشتر آکر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سراپردہ کے جاکر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ مین داخل ہوے اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھکر معانقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھون نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور وجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا
ماورا ذاتی رُسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات مین تحریر
ہوچکا ہے اور کچھ اپنے بزرگون کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب
صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگوی مین کوئی شک نہین ہے ہمنے
بھی یہ واقعات زبانی معتمدونکے سنے ہین لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ
تمھارے ہین اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کہان ہین اب حال معلوم
ہوا خاطر جمع رکھیے مین دہلی جاتا ہون انشاءاللہ آنمہربان کے ہاتھ سے عمدہ کام
لیے جائینگے بعدہ عبداللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار
شاہی کو روانہ ہوے۔

عبداللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے
فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف الرشید تھے
نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضبی اور تند
مزاجی مین ضرب المثل گذرے ہین۔ انکا مجملاً ذکر اوپر معرض تحریر مین آچکا ہے
نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان مین ہمیشہ نااتفاقی رہی اور چچا بھتیجون
کے باہم کبھی صفائی نہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست
مین مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضرباش و شاہی
خدمتون پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے
دیوانے بنے ہوے تھے مگر انکے حرکات و سکنات تو سہ دیوانہ بکار خویش
ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اسطرف کے کوچہ و بازار سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پانون ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر رات مین فقیری لباس پہنکر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بدمزاجی کے حالات بادشاہ کے حضور مین پہونچاے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بیباکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سر دربار فرمایا کہ آپ اپنے دیوانہ بھتیجے کا علاج نہین کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب مین یہ عرض کیا کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہین ہے اور خود انکے قتل پر کمر باندھی مگر بادشاہ نے بسبب حلم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط خاص کرکے یہ تحریر فرمایا کہ بر دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ مین سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر مین غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق شاہجہانپور مین وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزارہا روپے کی شکر لیکر خورد برد کرلی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور مین استغاثہ کیا وہان سے تادیبًا نور احمد نام ایک شخص مقرر کرکے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستغیث سے لیکر داخل کرین یا خود حضور مین حاضر ہون حسب الحکم بادشاہی فرستادہ شاہجہانپور آیا اور وہ بہانہ سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ اسنے عجیب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جو کی روٹیان لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجکو کھلائین ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر علحدہ مکانمین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت سماجت کے ساتھ عذر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔

انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھین جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب تھین یہ باپ بیٹے دونون خوشرو جوان تھے راقم نے ان ہر دو کی تصویرین دیکھی ہین۔ شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ؎ چو با فرخ سیر سلطانی آمد ؛ بزین الدین بہادر خانی آمد ؛ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر انکے ورد زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ؎ ہمچو سیماب تا نکشتہ شوم ؛ نکنم ترک بیقراریہا ؛ انکی شہادت کا واقعہ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ نے بھی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۱۰۵) جلد نہم مین تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر اور جہاندار شاہ کے معرکہ مین کام آئے ہین۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ مین ۱۶ برس کی عمر مین جان بحق ہوے۔ دوسرے نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمرکاب رہا کرتے تھے فرخ سیر کی معزولی مین سادات بارہہ کے ہمخیال نہونے سے قتل ہوے انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونون لاولد رہے ہے۔ انکی حویلی کوٹلہ فیروز شاہ معروف ہے

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چمیلی باغ گوہر آرا بیگم مین متصل درگاہ خواجہ باقی باللہ کے پرانی دہلی مین ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موروثی عداوت کے بادشاہ کے روبرو باغی ظاہر کرکے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یون لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے انھون نے بادشاہ سے انکی بغاوت بیان کرکے اجازت قتل کی حاصل کرلی تھی تاج الدین خان کسی تقریب مین شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہان سے شاہجہانپور واپس جاتے تھے موضع گنواری مین خان بہادر خان سے مقابلہ ہوگیا اسوقت تاج الدین خان نے اپنے دونون چھوٹے بھائی یعنے نواب عبداللہ خان وظہور الدین خان کو مصلحتا ہاتھی پر سوار کرکے اپنے مصاحبونکے ہمراہ نواب بنگش کے یہان جنسے دوستانہ مراسم تھے فرخ آباد بھیجدیا اور آپ تن تنہا گھوڑے پر سوار ہوکر خوب لڑے اور بہت سے لوگونکو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزونکے زخم کھاکر شہید ہوئے اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے ہاتھی پر سوار کرلیا اور مصری پور مین لیجاکر خیمہ مین اتاکر نظر بند کرلیا اور افضل خان بازید خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور مین بھیجا جو دہلی مین متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے مدفون کیا گیا اور نعش مصری پور مین دریاے کھنوت پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ ۱۱۳۸ھ کا تھا۔ بعد انتقال خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے اپنے باپ کے قصاص مین قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جنکا نام عبداللہ خان وظہورالدین خان تھا باقی رہے نواب عبداللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ وسہ رقم جواہرات اور خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے نواب عبداللہ خان کو بلایا تھا اور جسدم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو انسے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مہم پیش آئیگی تو آنمہربان کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری میں چلے گئے اور روہلہ کے آدمیوں نے نواب صفدر جنگ کے شتربانون کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیرین کین اور بادشاہ کو انسے برہم کر کے فوجکشی کا ارادہ کیا عمدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم ومصاحب کو بلایا اور نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازون نے بطور فہمایش کے انسے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلونکی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ مین نہ شریک ہون ورنہ روہلونکے عمل قائم رہینگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہو جائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر اعظم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہیں کر سکتا چنانچہ نواب عبداللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیکر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آئے تھے
شاہجہانپور سے نواب صفدرجنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اودھر دہلی سے محمد شاہ
بادشاہ سنہ ۲۲ جلوس مین معہ امرا اور لشکر کے روہلونکی تاراجی کے لیے بریلی و
تولہ کیطرف آئے سعداللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے
اور حصار بن گڈہ کیطرف مفرور ہوگئے اسوقت نواب عبداللہ خان صفدرجنگ
کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت وخطاب مذکورۂ بالا
سے سربلند ہوے۔ اس معرکہ مین نواب عبداللہ خان صفدرجنگ کی فوج کے
ہراول مقرر ہوے تھے۔

بعدازان علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہوکر
امرا مین منسلک ہوے۔

روہیلونکے اس انقلاب مین عظم خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیکر
شاہجہانپور چلے آئے اور نواب ظہورالدین خان کے پاس ملازم ہوے۔

اس عہد مین دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابون کے پاس تھے
جسمین دیہات بداپون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہورالدین خان کے حصّہ مین
آئے تھے جب انکے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھون نے روہیلون کے
اغواسے پوایان وغیرہ کے دیہات جو انکے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت
مین تھے انپر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ مین
نظربند کرلیا۔ شاہباز خان متبنہ بھی ساتھ مین تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی
سے باہر نکلکر اسمعیل خان کانکڑ کے یہان پہونچے اور ملک نہان خان کے

نام بابت بلانیکے رقعہ لکھا اور خود عظم خان خلیل کے یہان چلے گئے اور وہان شیخ
جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور یسین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے
ساتھ ایک بڑی جماعت خونخوار پٹھانون کی لیکر لڑائی کو گئے ادہر ظہورالدین
معہ عظم خان روہلہ کے قلعہ مین جنگ کے لیے مستعد ہوے عبداللہ خان نے
دو ہزار پٹھانون سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بندوقونکی باڑھ پر رکھ
لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبداللہ خان نے رستمانہ حملہ کرکے قلعہ کا دروازہ کھول
لیا اور اندر گھس گئے اور دونون جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچگئی
گویا اعظم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبداللہ خان کا اقبال
برسر اوج تھا روہلونکے سردار عظم خان مارے گئے اور انکی جمعیت مین تزلزل ہوگیا
اور ادہر سے بھی بہت پٹھان کام آے ابتک ظہورالدین خان مقابلہ پر نہین
آے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی
اور نواب عبداللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اسوقت
ظہورالدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اُٹھے اور جیسا کہ شیر بکریون
کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً
مصاحبون کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوے۔ اب
نواب ظہورالدین خان اور نواب عبداللہ خان دونون بھائیون کا مقابلہ ہوا چونکہ
دونون گل ایک ہی شاخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے
ایک دوسرے پر حملہ کرکے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہورالدین خان
زخمون سے چور ہوکر زمین پر گرپڑے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ
شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اسعرصہ
مین ظہور الدین خان نے تدبیر کرکے راجپوتونکو جنگل مین فراہم کیا اور قلعہ چھین لینے
کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب
عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی
نگہداشت مین رکھا۔

کہتے ہین کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے اُنکے زخم
اچھے ہو چلے تھے مگر انھون نے طیش مین آکر سب ٹانکے زخمونکے توڑ ڈالے
اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور
اسی مین انکا انتقال ہو گیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی
کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو
نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ
کی ملاقات کو گئے تو انھون نے اعظم خان مقتول کے بھائیون سے میل کرا دیا اور
اُنکے قیامی مکان پر روہلون کو لا کر دو سو روپے کی شیرینی منگا کر فاتحہ خیر
پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے یہان لیجا کر انکی طرف سے دو سو
روپے کی شیرینی منگا کر تقسیم کروا دی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان
نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا
حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ معہ فوج اور سرداران روہلہ
کے بڑی دہوم سے بارات لیکر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان

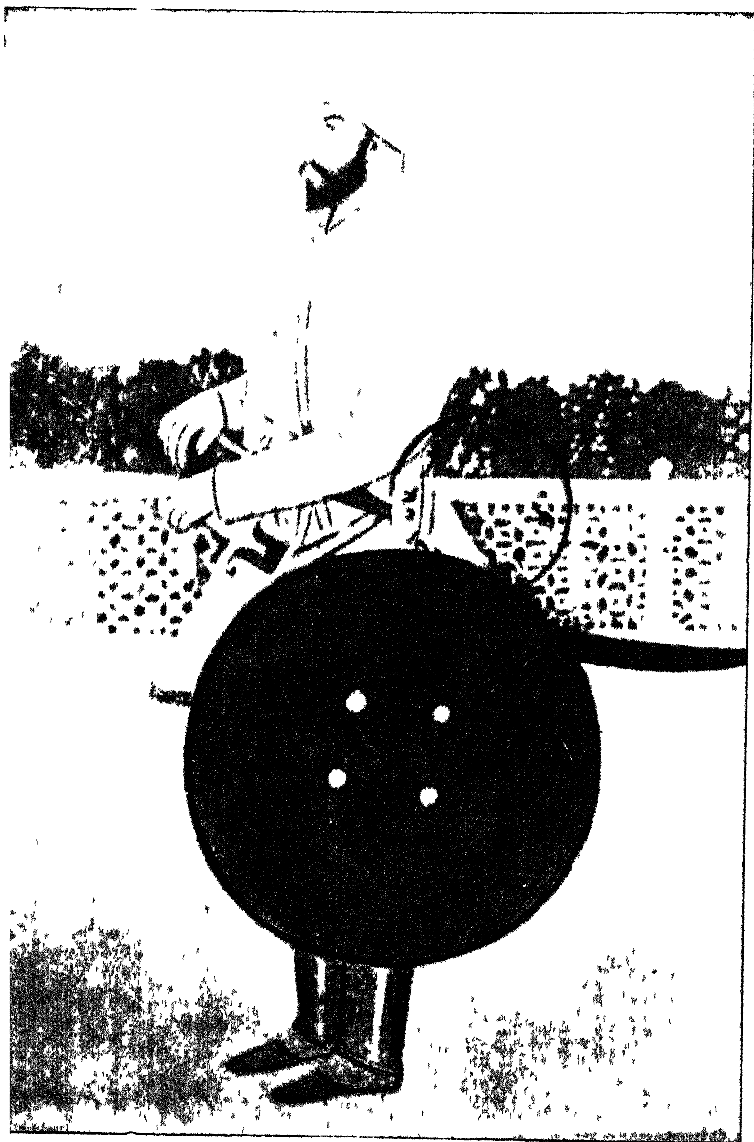
کے یہان بھی لکھنو اور دہلی کے امرا آکر شریک ہوے تھے جہیز کا سامان اور کھانون
کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیہات بھی
داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہوئی ہوگی۔
اسکے بعد جب شاہزادۂ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے ولیعہدی
کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیکے قصد سے شاہجہانپور ہوکر نکلے تو نواب عبداللہ
خان نے حاضر ہوکر نذر و پیشکش گذرانی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اوسوقت زین الدین
خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے **صولت جنگ** کا خطاب بھی
مرحمت کیا تھا۔
جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آے ہین
تو نواب عبداللہ خان اسوقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے
ہوے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان
ضروری انکے پاس بھجوا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آے تو بہت
خوش ہوے اور مہینون نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد باقی
نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کیندہ مین بھی بہت بے تکلفی تھی
اور معرکہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہوکر
جانیکی راہ دیدی تھی اور انھین امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ
قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان پسر حافظ رحمت خان کو
امن دی تھی غرضکہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسایش و تمامی حشمت
ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ آثار تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور باوضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی سے تھے داودزی ایک بڑی قوم پٹھانون کی ہے اوسکی شاخ باقرزئی بھی ہے۔

دریا خان کا اصلی وطن قصبۂ بربر تھا جو پشیاور کے تولع مین چند کوس بسمت مشرق و شمال واقع ہے یہ وہان کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہان دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہانکے سردار کو خان بولتے ہین چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کاشتکاری اور گھوڑون کی تجارت کیا کرتے تھے تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ شاہی ملازمت سے بیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام مین شیخ رکن الدین بایزید خیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھکر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی اُنکے نکاح مین دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد مین واقع ہے عمل مین آیا تھا اسکے بعد پھر ہوائے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد اسکے آنیکا سبب غیب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میر الامرا پیر خان جو خانجہان خان لودی کے



دریا خان

تام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر مین ترقی کر کے
صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اوسے
سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے
کئی صوبونکا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبۂ بریرین
پہونچگیا اوسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اوسنے دریاخانکے
خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہین چھپی رہتی دریاخان کی
نظر جب خانجہان پر پڑی اوسکو سردار سمجھکر گھوڑے سے اوتار لاے پانی اور پرتکلف
کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
بدلکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرار تمام اپنے ہمراہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
مین لایا دربار شاہی مین اسنے دریاخانکو پیش کر کے انسے نذر دلوائی اور انکی شرافت
خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
وہ بھی بیان کیا جسپر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریاخان سے مخاطب ہوکر
مختلف حالات دریافت فرماے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر تو
دریاخان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صیغۂ
اخوت بڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول دریاخان کو منصب سہ
ہزاری ذات اور سہ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد
انکا اسقدر رسوخ بڑھا کہ شاہزادۂ خورم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
دریاخان کو سپہ گری کے فن مین اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سرابدال خان ملقب بہ

بہادر خان کو جنکی عمر اوسوقت ۱۵- سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبت
مین منسلک ہوے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا
کیا اور اکثر معرکون مین افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیے
یہ بیان مُصنّف اخبار محبت کا ہے اور مُصنّف ماثرالامرا نے کسیقدر تفاوت سے
ماثرالامرا کے صفحۂ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصۂ اول مین تحریر کیا ہے کہ دریا خان
داودزی ابتدا مین مرتضےٰ خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت مین منسلک
ہوے اور پھر ایام شاہزادگی مین شاہجہان کے پاس آکر سربلندی حاصل کی
اور یہی مضمون بادشاہنامہ مین شاہجہان بادشاہ نے لکھایا ہے اس تھوڑے سے
اختلاف کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد مین چونکہ مرتضےٰ خان
بخشی فوج تھے اسلیے دریا خان شاہی ملازمت کیحالت مین مرتضےٰ خان کی ماتحتی
مین رہے ہون اور پھر شاہجہان نے انکو کارگذار و خوش رو جوان پاکر اپنی سرکار مین
لے لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان نے افغانستان سے آکر چندے مرتضےٰ
خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضےٰ خان[1] شیخ فرید کے جود وسخا اور

[1] شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہونچتا ہے اور سات واسطون سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چہارم عبدالغفار دہلوی نے اپنے فرزندونکو وصیت کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کسب سے کرنا اور سپاہگری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا- چنانچہ شیخ فرید نے لڑکپن مین اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حُسن اطاعت اور کارگذاری سے نہایت قرب امتیاز پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی مین مشہور ہو کر زمرۂ امرا مین ہمیشہ کیلیے روزگار رہے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انھین مرتضےٰ خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونون سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض وبرکات کا غلغلہ تمام ہندوستان مین بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت

بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی انکے پاس پہونچا محروم نرہا جبتک دربار کو نہین جاتے تھے کمل چادر کفش درویشونکو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے بجز پیزگاری اشرفی و روپیہ کے اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار آکر رقم لیگیا آٹھوین بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہو کہ لوگ جانین اور تجھ سے لے لین اہل خانقاہ اور ارباب توکل و محتاجین و بیوہ مستورات کے لیے جو یومیہ وسالانہ مقرر تھا حاضر و غائب اونکو برابر پہونچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی مین صرف ہوتی تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اونکے کل مصارف ادا کردیتے تھے ایکسال مین تین بار خلعت لوگونکو عنایت کرتے بعض دوستونکو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار منتخب تیار کیے تھے کبھی حویلی مین نرہتے ایکبار شیر خان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے بعد آیا دوارکا داس بخشی تنخواہ سے کہا کہ اسے خرچ دیدو اسنے فرد حاضری و غیر حاضری کی تیار کردی شیخ برہم ہوے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکانپر جاکر عرصہ ہوگیا تو ہمارا کون کام حرج ہوگیا تاریخ روانگی سے سات ہزار روپے نکلے کل دلوادیے۔

دو کام اسنے ایسے ہوے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکا رتبہ بلند ہوگیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت آخر ہوا مرزا عزیز کوکہ اور راجہ مانسنگہ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ مین لاکر تخت سلطنت پر بٹھلادیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی ہوکر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اوسے شکست دیکر بھگادیا جہانگیر بادشاہ فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ مین رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو گوسنہ بھیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پرگنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے شیخ کو صاحب السیف والقلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشتری لعل بدخشان کی جسکا نگینہ و حلقہ ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوش رنگ و کئی ہزار کی قیمتی تھی بادشاہ کو پیشکش کی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت مخاصمت رکھتے تھے جب بنگالہ کے صوبہ دار تھے سنہ ہجری کو قصبہ پٹھان مین انتقال کیا اور دہلی مین اپنے آبائی مقبرہ مین دفن ہوے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ مین کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد مین محلہ شیخ

تھے جنکی نظیر عالم مین ملنا مشکل ہے۔
غرضکہ دریاخان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی مین ایسی ایسی خدمتین نمایان کین
کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر مین شاہجہان اور نورجہان کے باہمی نزاع مین
انکی ساری خیرخواہی وجان نثاری خاک مین مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی
خاندان مین حصول تخت کے لیے دو مدعیون مین جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک
حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہین وہ سب نے رد
روا اور بدنام ہوجاتے ہین یہی صورت دریاخان کو پیش آئی نورجہان تو حکمرانی
کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اوسکا مد مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ
حق بجانب تھا اور نورجہان کی نفسانیت بیجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر
غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانجہان خان لودی
بھی اوسیکے جانب تھا اور دریاخان نے خانجہان خان کو اپنا ہمقوم و محسن سمجھکر اُسکا
ساتھ نہ چھوڑا حتے کہ جان ومال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی مین
انکا نام ہمیشہ کے لیے خانجہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کورنمکی کے متعلق تحریر ہوکر
مشہور ہوگیا۔
جبتک دریاخان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی مین رہے نہایت دلسوزی
سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کرکے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ
شاہجہان کی جاگیر جسمین پرگنہ دھولپور بھی تھا نورجہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بقیہ صفحہ ما قبل انھین کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھون نے بنایا۔ دہلی مین فرید آباد
وتالاب و دیگر عمارات یادگار چھوڑی اولادین ایک لڑکی تھی وہ بھی لاولد فوت ہوگئی تھی۔

شہریار کو دلوائی اوس زمانہ مین دریاخان شاہجہانپور کیطرف سے اس جاگیر کے ناظم تھے شہریار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کرکے بھیجا اور شریف الملک نے وہان پہونچکر اوسپر قبضہ کرنا چاہا تو دریاخان شاہجہان کیطرف سے مقابلہ کو آئے طرفین[له] مین نہایت جدال وقتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف الملک مارا گیا ایک تیر اوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ اور دریاخان بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب مین ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریاخان نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقاتلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہوسکتی تھی۔ کہ نزاع جاگیر پر ہوا ور قلعہ مین ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہو اسلیے فیمابین تلوار چلی ہو بہرکیف دریاخان نے فتح پائی شاہجہان نے دریاخان کی اس وفاداری اور اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہوکر خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ یہ وقعہ سنہ ۱۰۳۲ھ کا ہے اس محاربہ سے نورجہان بیگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اوٹھی لسنے جہانگیر کو شاہجہان کیطرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشتونکو نامناسب وقتونمین پیش کرایا اور تمام امورات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجہان کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افگن خان سے پیدا تھی اور وہ شہزادہ شہریار کے عقد مین آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہریار بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہریار کے

[له] در جنگ دہولپور با شریف الملک نوکر سلطان شہریار نامی شجاعت بر آوردہ پایہ اعتبار افروخت۔ ماثرالامرا جلد دوم تذکرہ دریاخان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔
مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزادون مین لایق تھا بیسیون بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلا رنجش بادشاہ کے اوسپر غلبہ نہین پا سکتی تھی حالانکہ پہلے خود اسی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کرایا مگر اب اس خودغرضی سے بالکل خلاف ہوگئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار مین بند کرادی اور قندہار کی مہم پر شہریار کو نامزد کرکے اوسکی اتالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امرا کو طلب کر لیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکدر ہوا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کیخدمت مین بھیجا اور اوسنے آکر شہزادہ کیطرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان[1] جہانگیر پر ایسی حاوی

[1] نورجہان کا نام مہر النسا تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے اسکی ماں عصمت النسا بیگم مرزا علاء الدولہ آقا ملا کی دختر تھی اوسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہماسپ صفوی فرمانروائے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران مین ناموافق ہوا تو وہ دو پسر اور ایک دختر لیکر ہندوستان کو روانہ ہوا اثنائے راہ مین کل اسباب غارت ہوگیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نرہا جب قندہار مین پہونچا یہ مہر النسا پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسائی رکھتا تھا اوسکے احوال سے مطلع ہوا اوسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتحپور مین پہونچا تو تاجر مذکور نے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کابل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہوگیا جہانگیر نے آغاز سلطنت مین اسے مرزا اعتماد الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النسا عرف نورجہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افگن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفرچی تھا شاہ کے مرنیکے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو دانا

ہو گئی تھی کہ کچھ فائدہ نہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہین چلسکتا۔

بقیہ صفحۂ ماقبل کی مہم مین بہادری دیکھکر شیر افگن خان کا خطاب دیا اور بردوان مین جاگیر عنایت کی جب قطب الدین خان کوکلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کرکے رخصت کیا تو مہر النسا کے بارہ مین اشارہ کر دیا تھا خان کوکہ نے جب بنگالہ پہونچکر شیر افگن خان کو بلایا تو وہ اس امر پر مطلع ہو کر کوکہ پر حملہ آور ہوا اور کوکہ کا کام تمام کر دیا کوکہ کے آدمیون نے اوسپر ہجوم کیا اور انبہ خان کشمیری نے اوسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخمون کے اپنی جرات سے اپنے مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہر النسا کو قتل کرکے جھگڑا ختم کر دے مگر مہر النسا کی مان نے اوسے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہونیکی خبر سنکر کنوئین مین گر گئی یہ خبر سنکر شیر افگن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مظلوم ۱۰۱۶ھ) ہے اسکے بعد شیخ غیاث جو خواہرزادہ قطب الدین خان کے تھے وہ مہر النسا اور اوسکی مان اور اوسکی لڑکی جو شیر افگن خان سے پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کوکہ کے جو اوسکے شوہر کے ہاتھ وقوع ہوا تھا معتوب رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیمہ بیگم اپنی مادر مرحومہ کو سپرد کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نورجہان نے ایک گلدستہ نرگس کا بادشاہ کے حضور مین پیش کیا اور تختی پر یہ مصرعہ لکھا ؎ نیست نرگس چشم قدرت کرد شوق روئے تو ٭ جہانگیر نے اسکے جواب مین یہ مصرعہ لکھا ؎ کاش باشد تو رہم در نرگس دلجوئے تو ٭ اسکے جواب مین یہ قابلانہ شعر نورجہان نے جہانگیر کو لکھکر بھیجا ؎ نور را در چشم از روز ازل جا دادہ اند ٭ بینم اندر پردہ پنہان جمال روئے تو ٭ جہانگیر نے یہ رقعہ نورجہان کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوے شیر افگن۔ کشیدہ زرکار بر حریر رومی است ملاحظہ گشت خواب است نماز حیلہ نیاز چرا باشد حجاب از عصمت بہتر نیست سخن ہاے قدسی بیگم را آویزہ گوش باید کرد ؎ با مہرومہ کہ حسن بجا گیر دادہ اند ٭ مہرت بقلب شاہ جہانگیر دادہ اند ٭ اسکے جواب مین نورجہان نے یہ معروضہ رقم کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوے شیر افگن در حسرت نخچیر یک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس و جواب قدسی غیر عصمت نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل آلہ بس مہرتا۔ در خانہ قطب است از جا نجنبد ؎

خود باپ کی خدمت مین چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ معہ

بقیہ صفحہ ماقبل خورشید راکہ نوربجا گیر دادہ اند ٭ باہر آستان جہانگیر دادہ اند ٭ ستہ
جلوس مطابق سنہ ۱۰۲۰ ہجری مین جہانگیر نے نور جہانکو دیکھا پھر پرانا عشق جوشزن ہوا اور ہزارون
خوشیون سے اوسکو ازدواج مین لایا پہلے نور محل پھر نور جہان خطاب دیا اور اسی کیوجہ
سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جہانگیر
سرہانے آیا نور جہان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوسنے یہ بیت انوری کی پڑھی ؎ آنکہ
نابینائے مادرزاد گر حاضر شود ٭ در جبین عالم آرائش بہ بیند مہتری ٭ جہانگیر کہا کرتا تھا کہ
اسکی صحبت ہزار یاقوتیون سے بہتر ہے۔ نور جہان بیگم حسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیان
بھی رکھتی تھی بڑی رسا نہایت سلیقہ شعار مدبر یکتائے روزگار تھی بادشاہ کہتا تھا کہ جب تک
وہ میرے گھر مین نہین آئی تھی زینت گھر کی نہین آئی تھی اور کتخدائی کے معنے کو نہین جانتا تھا
اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جہان نے ایجاد کیے ہین مثل دودامنی پیشواز
پنچتولیہ۔ اوڑھنی بادلہ۔ کناری عطر جہانگیری۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جہانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز
دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہین چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہین نور جہان
جلانے۔ تمام پروانے اور احکامات نور جہان صادر کرتی تھی حتے کہ بجائے بادشاہ کے جھروکہ
مین بیٹھکر امیرونکا مجرا بھی لیا کرتی تھی سکہ اسکے نام کا تھا ؎ بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہان بادشاہ بیگم زر ٭ فرمانو نپر یہ عبارت ہوا کرتی تھی حکم علیہ عالیہ مہد علیا نور جہان
بیگم بادشاہ۔ نور جہان گشت بفضل الہ ٭ ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ ٭ تیس ہزاری منصب
کے موافق اوسکی جاگیر تھی جملہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترخانی سے سرفراز تھے حتے کہ
ہیرا کنیز دل آرام والی جو اسکی مرضعہ تھی بجائے حاجی کوکہ کے صدر اناث ہوئی تھی ؎
کنند خویش و تبار از تو ناز میزیبد ٭ بحسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کنند ٭ یہ بیگم بڑی فیاض تھی
جسرو ز حمام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناقص العقلی کے
جہانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہجہان جیسے خلف الرشید ولیعہد سے جو وارث سلطنت اور
شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ بیگم مین

فوج کے اس غرض سے بڑھا مگر اس صورت کو نورجہان نے بادشاہ کے ذہن مین یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے مصاف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا ۱۰۳۲؁ ہجری کو بلوچپورا اور قبولپور مین دونون فوجون نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہجہان بمقتضاے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پرویز بیشمار لشکر لیکر جسمین تین سو جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے تعاقب مین روانہ کیا گیا شاہجہان کے امرا نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت دیکھکر شاہجہان دکن کو چلا گیا اور اوڑیسہ سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم کٹک سد راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ صفحہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جہانگیر نے یہ شعر حسب حال لکھا تھا ؎ نورجہان گرچہ بصورت زن است ✤ در صف مردان زن شیرافگن است جہانگیر نے عید کا چاند دیکھکر یہ مصرعہ پڑھا ؎ ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد ✤ نورجہان نے کہا ؎ کلید میکدہ گم گشت بود پیدا شد ✤ بادشاہ کے قباے حریر مین تکمہ لعل رمانی کو دیکھکر نورجہان نے یہ شعر پڑھا ؎ ترا نہ تکمہ لعل است در قباے حریر ✤ شد است قطرۂ خون منت گریبان گیر ✤ یہ شعر بھی اوسی کا ہے ؎ کشاد غنچہ اگر از نسیم گلزار است ✤ کلید قفل دل ما تبسم یار است ✤ بعد انتقال جہانگیر کے نورجہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا کپڑہ نہ پہنا اور مجلس شادی مین نہ بیٹھی شاہجہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کردیا تھا لاہور مین رہا کرتی تھی ۱۹ سنہ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۵؁ ہجری کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ مین واقع لاہور مین مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے سکھون نے ۱۸۵۷؁ کے غدر مین شکست و تاراج کردیا تھا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

وہ بھاگ کر ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
یہ خبر سنکر جہانگیر نگر عرف ڈہاکہ سے نہایت جلد آلات حرب او دست ہاتھی لیکر
اکبر نگر جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
گاہ بنایا اور وہان سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریاے
گنگ اوتر کر دریا کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اوسکو بر سر پرخاش جانکر
ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دارالخلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ
میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولانگاہ سے زیادہ نہین
ہے اس ملک مین جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجاے اوسنے جواب دیا کہ
ملک آپکے بزرگون نے میرے سپرد کیا ہے مین بلا اجازت نہین دیسکتا
چونکہ بغیر کشتیون کے دریا کا عبور نہین ہوسکتا تھا اسلیے دریا خان پانسو
پٹھانون کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تلیہ راجہ نے جو غیر مشہور راستہ
بتایا تھا اوسطرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچگئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
دریا کے اوسطرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ مین بھی شہزادہ
کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگئے ہین لیجاؤن
مگر اسحالت کو دیکھکر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کیطرف متوجہ ہوے ابراہیم خان
نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے یہ خبر
سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجاکر دریا خان تک پہونچاؤ

ہنوز یہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریاخان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور چپقلش دیگر مخالف کو بھگا دیا مگر پاپیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کرکے گرفتار نہ کرسکے ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبار خود مقابلہ کے لیے بڑہا اور دریا سے اوترکر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار لیکر اور خود اوسکے ساتھ ہزارون سوار پیادے تھے آگے آیا دونون طرف سے جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑکر زخمی ہوا ابراہیم خان یہ حال دیکھکر دوڑا مگر اوسکے ساتھی شاہجہان کے بہادرونکی ضربون کا صدمہ نہ برداشت کرسکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا چارونطرف سے اسپر آدمیون کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھرکر قتل ہوا شاہجہان کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان وہاتھی وگھوڑے شاہزادہ کی سرکارمین ضبط کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہجہان نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریاخان کو عنایت کرکے شاہانہ نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت داراب خان پسر خانخانان[1]

[1] خانخانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا بیرم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی اسکی مان تھی یہ ۹۶۴ھ کو لاہور مین پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات مین ایک افغان کے ہاتھ سے شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زنبور مرزا نے اسکی والدہ کو وہان کے آشوب سے نکالکر احمد آباد پہونچا دیا ستمہ جلوس مین اکبر نے اسے آگرہ طلب کرلیا اور خود پرورش کیا مرزا خان

کو دیکر پٹنہ کیطرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ مین آگیا تو

بقیہ صفحہ ما قبل خطاب دیکر ماہ بانو ہمشیرہ خان اعظم سے انکا نکاح کردیا ۱۲ سنہ جلوس مین صوبہ
داری گجرات کی عطا ہوئی ۲۸ سنہ جلوس مین حضوری بادشاہ مین جو خدمت میر عرضی کی تھی
عنایت ہوئی ۲۸ سنہ کو شہزادہ سلیم عرف جہانگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر گجراتی کی فتح مین
جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کردیا ایک قلمدان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ۳۴ سنہ
مین وقایع بابری کا ترجمہ انکے ترکی سے فارسی زبان مین کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی
۹۹ سنہ ہجری مین وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جونپور اسکو دیا گیا ۹۹۹ھ مین صوبہ
ملتان اسکی جاگیر مین مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شکیبی نے مثنوی فتح کی لکھی اسنے
صلہ مین اسکو ہزار اشرفی انعام مین دی خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتاے روزگار تھا
عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانو مین دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شعر فہمی مشہور تھی فیاضی عالی
ہمتی مین ضرب المثل تھا تمام زبانو مین گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجاے پیادے کے سوار کی تنخواہ
پر دستخط کردے پھر بدلنا کیسا کسرشان سمجھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدیے شعرا کو مکرر
سونے کے ہموزن تلوادیا ملا نظیری کو لاکھ روپے دیدیے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا
اسکے عہد مین اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت
و دانشمندی و تدبیر ملکی مین سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امراے اعظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحۂ دنیا
پر باقی رہیگا۔ فتح گجرات تسخیر سندھ شکست سہیل خان بیجاپوری اسکے کارنامے ہین مخبر
بہت رکھتا تھا بعض باتین اور چیزین اسکے یہان ایسی استعمال ہوتی ہین کہ بجز شاہزادو کے
اور کوئی انکو استعمال نہ کرسکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسنن کرتا تھا شاہنواز خان
داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امراللہ اسکا بیٹا مراہے تو اوسکا داغ ہوگیا
ایک کسبی جال تھی اس سے اسکے مرنیکا ہر وقت قصہ کہکر تعزیت کیا کرتا تہا مگر حضرت شاہ
عیسے سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دلکو قرار آگیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا اسنے متبنہ کیا تھا
وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر
تندمزاج ہمیشہ صداے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۷۵ لاکھ روپیہ اسکا

دریاخان و عبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بناکر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور
اسکے بعد خود معہ پسر و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کیطرف متوجہ ہوا اثنائے راہ
مین اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہوکر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی
اور قلعہ رہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ
کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل
کرکے اپنا قبضہ کرلیا **صوبہ اودہ کا حاکم دریاخان کو کیا** اور صوبہ الہ آباد
عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوحش سنے تو واسطے
شاہزادہ پرویز کو بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابت خان[1]
سپہ سالار کو اسکا اتالیق کرکے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل امراکی نااتفاقی سے جنگ دکن مین ضایع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چھین کر نظام شاہ کو
برہانپور مین اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اوسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی
۱۰۲۲ھ مین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور مین بیمار ہوکر ۱۰۳۶ھ ہجری مین ۷۲ برس کی عمر
مین خانخانان نے انتقال کیا دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا اور اقم مقبرہ پر گیا ہے
(خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

[1] مہابت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب
امام موسی رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہین اکبر شاہ کا ملازم ہوا
لڑکپن مین جہانگیر کی ملازمت مین بہت جلد شاگرد پیشہ ہوگیا جب جہانگیر راجہ اوجینیہ سے ناخوش
ہوا یہ راجہ کے لشکر مین پہونچکر اسکے آدمیون سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی
مین سنانا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹکر شال مین لپیٹکر بغل مین دبالایا بادشاہ نے لشکر کے لوٹنے کا حکم
دیدیا کل لشکر منتشر ہوگیا۔ زمانہ بیگ کو مہابت خانکا خطاب ہوا سہ ہزاری منصب سے
صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت مین لے لیا تھا اونکے نام فرامین معافی قصور جاری کراکے شاہی

بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہابت خان صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان دیوان دکن نے سب سے کہدیا کہ یہ معتوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جارہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا اداے مطالبہ شاہی حضوری نہین حاصل ہو سکتی اور یہ بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی مین بٹھا لیگا بعدہ قید کرادیگا اور حکم ہوگا کہ فوج سے نہ ملنے پاے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اوتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیجدیے اور راستہ مین شہریار اور داور بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا اور دولتخانہ بادشاہی مین بلا اجازت پہونچگیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھادیے جب مہابت خان کے راجپوت غسلخانہ مین گھس آے مقرب خان نے اس سے کہا کہ او کوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ مین دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بدخشی نے عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہین ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دولت یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کراکے اپنے گھر لے گیا اپنے بیٹون کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہریار کے گھر لے گیا جب نورجہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو مین کر لیا غصہ و ندامت سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیرونکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیون چھوڑا اگرچہ پل ٹوٹ چکا تھا تاہم نورجہان نے اپنا ہاتھی دریا مین ڈالدیا اور چار ترکش تیرون سے خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیگم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ مین چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہمات ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کراتا اور سبکو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو اسنے چوکی

عنایت کا امیدوار گیا جب دریا خان وعبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الٰہ آباد

بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہوگیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب مین بھیجا گیا
اسنے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہوگیا اور شاہجہان دکن سے اگرہ تخت
نشینی کے لیے آرہا تھا اور اجمیر مین خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت
خان سنے قرآن مجید قبر شریف کے تعویذ پر رکھکر عرض کیا کہ میری مراد الحمد للہ پوری ہوگئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجاے تو حضور قسم کھاکر خواجہ بزرگ کو درمیان مین دین ورنہ تو
فدوی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن مین اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوجی کی
گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادلشاہی فوجین اسکے سر پر آگئی ہین تو یہ ایسا لڑا کہ دکن
مین ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ مہاکوٹ اسنے چھین لیا یاقوت خان حبشی مارا گیا غنیم
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان سنے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ مین مہابت خان کو دیے اور اس مہم مین بیس لاکھ روپے صرف ہوے پچیس
لاکھ روپے خزانہ شاہی مین داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجاپور پر چڑہائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادلشاہی کل فوجین مقابل آئین اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر
ایسی جنگ نہین ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہوجاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پراگندہ کردیا جب خان دوران خان اور
اوس سے نااتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسون مین باربار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان
بچادی اسی مہم مین آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی
اسنے لاکھون روپیہ بنجارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بدنظمی سے
معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ دق ہوگئی پرہیز نہین کرتا تھا

کیطرف روانہ ہوے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد مین لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور مین دریاے گنگا کے کنارہ جمایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند نہ کیا اسوجہ سے دونون سردارون مین کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن مین مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریاے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جاے اور وہ نہ اترنے پاے مگر عبد اللہ خان نے قصدًا نفسانیت سے توپخانہ وغیرہ نہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان کا کام بگڑ گیا اس عرصہ مین مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستہ سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوے اور راجہ بھیم اور عبد اللہ خان جو جونپور مین جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کہتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن نہین ہے قلعہ پرینده کے لینے مین جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ نالہ موہن پر ۱۰۴۲ھ کو انتقال کیا (سپہ سالار رفتہ) تاریخ ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خانم کو دیدی کہ بادشاہ کی خدمت مین پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیجدینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان دلی مین دفن ہوا شاہجہان نے بجز ہاتھیون کے سب ترکہ اسکے بیٹون کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ روپیہ سالانہ اوسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیون کی صحبت کا عاشق تھا خانجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسمین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیون کا بہت شوق تھا انکو چاول کمود کے اور ولایتی خربزہ کھلاتا تھا۔ جوتش اور نجوم مین کامل تھا آخر مین شیعہ ہو گیا تھا سفاکی اسکی مشہور ہے صوم وصلوۃ کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خانزمان امانی لہراسپ مرزا دلیرہمت بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کاکا پنڈت تھا۔

ہوے تھے جاکر اونسے ملے اور وہان سے شاہجہانی افسر اتفاق کرکے بنارس
پہونچے اور وہان بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرکے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی
جب بادشاہی لشکر کیطرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوے تو دریا خان کی نئی فوج
جو اوسکی سختی سے آزردہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریا خانکے
داہنے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہوگیا دونون طرف سے سخت مقاتلہ
ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتون کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ
پرویز کے قریب پہونچگیا اور ستائیس زخم کھاکر کام آیا اس گڑبڑ مین شاہجہان کے
لشکر کا انتظام بگڑگیا اور اسکے گرد بجز قورچیون کے اور کوئی نرہا بادشاہی فوج نے
پرکار کیطرح شاہجہان کو اپنے حلقہ مین لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے
کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا اسوقت عبداللہ خان نے
جاناکہ شاہجہان میدان نہین چھوڑیگا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار
کراکے وہان سے قلعہ رہتاس کو جہان کہ اوسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو
لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے
شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفرنامہ مین ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا مکروہ جانتا تھا مگر مجبور تھا
آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر
حوالہ کردو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیجدو تو تمھاری تقصیر معاف
ہوجائیگی چنانچہ اوسنے ہر دو شاہزادے معہ دو لاکھ روپیہ کے ۳ جمادی الثانی
۱۰۳۵ہجری کو جہانگیر کے پاس روانہ کردیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمعیت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہگئے تو وہ بھی مصلحتًا دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمرکاب گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہانسے شاہجہان سے جدا ہوکر خانجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت مین ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو تقصیر کے بابت اور خانجہان خان لودی کا خط پہونچا لہذا دریا خان نے بھی علحدگی اختیار کی لیکن اسقدر وضعداری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہوکر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ مین شاہجہان کے ایام نحس ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہونچایا اور کبھی چین بجبین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور دریا خان کا دوبارہ منصبدار ہونا

نورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آرہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کرکے ۵۸ برس کی عمر مین ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر

ملہ جہانگیر کے مرنیکی تاریخ ملا کشفی نے سہ جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنیکے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی مین بڑے جھگڑے پیش آئے نورجہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہریار جو لاہور مین داء الثعلب کے مرض مین مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ مذکور کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافت آگرہ آکر
پہلے شاہزادگی والے مکانمین ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار
ہوکر قلعہ مین آیا اور دوشنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر مین سر پر تاج اور تخت پر قدم
رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہجہان بادشاہ
کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوسنے سردارونکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ماقبل جہانگیر کے مرنیکی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کرکے ایک لشکر تیار کیا
مگر آصف خان جو نورجہان کا بھائی تھا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر مین مصروف ہوا اوسنے
شہزادہ داور بخش عرف بلاقی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکالکر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلا دیا
ارادت خان میر بخشی کو ملا لیا اور بنارسی داروغہ جیلخانہ کو جو تیز روی مین مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے
پاس دکن بھیجدیا کہ وہ آکر فوراً آگرہ مین تخت نشین ہو جاوے اور جلدی مین کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مہر دیدی
وہ بیس روز مین دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہوکر آگرہ آگیا ادہر آصف خان نے نورجہان کے پاس
لوگون کی آمد و رفت بند کردی دارا شکوہ و اورنگ زیب کو نورجہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج
سے مقابلہ کیا اور شہریار کی ناتجربہ کار بھیڑ پہلے حملہ مین بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا بلوایا اور خواجہ سرا فیروز سے
لیکر الہ وردی خان کے حوالہ کردیا اور وہ رسی مین کمر باندھ کر داور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا دو روز کے بعد اسکی
آنکھون نیل کی سلائیان پھیر کر نابینا کردیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہجہان کے داور بخش کو
قید کرکے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاسپ اور اسکے بھائی اور شہریار و طہمورث
اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ
ہوا۔ اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادون کے ۲ ارجب کو شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوا یمین الدولہ
اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق
اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈہائی کرور کا اسنے ترکہ چھوڑا
ہر علم مین دخل تھا ۱۰۵۱ہجری مین بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب
شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد مین تھے۔

جو امرا معتوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوے دریاخان بھی حاضر ہوے شاہجہان نے اُنکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا[1] اسکے بعد ۵ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ سنہ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریاخان کو خلعت خاصہ اور جمدہر مرصع اور اسپ بازین مطلا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کرکے سرفراز کیا۔[2] اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمھارے لیے صوبۂ دکن مین جاگیر مقرر کیگئی اور یہ وہان رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبدالحمید لاہوری کا ہے اور ماثر الامرا مین ہے کہ دریاخان کی جاگیر بنگالہ مین بھی مقرر ہوئی تھی اور یہ قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہ مہم مین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریاخان کی جاگیر صوبہ خاندیس مین تھی اس زمانہ مین دریاخان دکن مین موجود تھے اور وہان انھون نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔[3]

---

[1] درین ہنگام کہ قوایم اورنگ جہانبانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدست بادیہ بے خردی از کردار نکوہیدہ و اطوار ناپسندیدہ ندامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آمدہ اعلحضرت از جرایم او اغماض نمودہ او را بخلعت و منصب چار ہزاری ذات سہ ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

[2] دریاخان روہلہ را بعنایت خلعت و جمدہر مرصع و اسپ بازین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستوری دادند و حکم شد کہ جاگیر او در ہمان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۲۶۔

[3] و تیولش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بہمراہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد ازان پرگنہ بنا در و غیرہ در صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ بپساق دکن مامور شد۔ از ماثر الامرا صفحہ ۲۰ تذکرۂ دریاخان۔

جہانگیر کے مرنیکے بعد خانجہان لودی نے بالاگھاٹ کے چند پرگنے نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنے طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنے بادشاہی آدمیون کے سپرد کردیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار بیر اپنے پرگنہ کو قبضہ سے نہین چھوڑتا اور وہ میرے کہنے مین نہین ہے شاہجہان نے یہ سنکر خانزمان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو ازراہ شرارت اوسنے ساہوجی مرہٹہ کو ورغلایا اور وہ بادشاہی ممالک مین غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار اور ایک جماعت پیادونکی دولت آباد سے لایا اوسوقت دریا خان[۱] اپنی جاگیر محال شاوده سے مثل آندھی اور بجلی کے ساہوجی کے سرپر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہوگیا دریا خان نے اوسے بادشاہی حدود سے باہر نکالدیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریا خان سے نہایت خوش ہوا۔ اسکے بعد ۳ جلوس مطابق ۱۰۳۹ھ ہجری مین باہ شعبان[۲] دریا خان کے منصب مین اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہوکر چار ہزار سوار کیے گئے۔

---

[۱] دریا خان روہیلہ کہ دران ایام جاگیردار شاوده وآن نواحی بود مثل باد وزان وسیل دمان بان خاکساران بادیہ ادبار کہ میان دواب پیچی ویورنہ نزدبادرآمدہ خاک ادبار برفرق روزگار خود میریختند رسیده وبجنگ وپیکار ماش داده ازان ملک برآورد ۱۲-۱۵۱-۲- بادشاہنامہ-

[۲] ہشتم شعبان دریا خان روہیلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سرفراز شد۔ ۲۹۷ بادشاہنامہ

ابتک دریاخان کا ستارہ بلندی پر چمکتا تھا اب ترقی سے اوسکا تنزل شروع ہوا
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانجہان خان لودی جسکی بدولت دریاخان نے بڑا
مرتبہ پایا اوسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریاخان نے سخت مصیبتین بھی اوٹھائین
یہانتک کہ اپنی جان سے ہاتھ دہوئے مگر اپنی ذاتی وضعداری و وفاداری سے
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانجہان خان شاہجہان کے
مخالفت کے زمانہ مین نورجہان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
اوسنے یہ خیال کرکے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہین ہے ایک عرضداشت اظہار
اطاعت کی بادشاہ کے حضور مین ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات ماسبق
سے درگذر کرکے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیجدیا اور اسے اوسکی جاگیر
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسیقدر اسکی بدگمانی
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت باینجا رسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کرکے معہ
عزیز و رفقا کے دار السلطنت آگرہ سے نکل گیا دریاخان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
دریاخان کے متعلق تین روایتین ہین اول یہ کہ دریاخان اس زمانہ مین دکن مین
تھے جب خان جہان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ
دریاخان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریاخان کے خاندان والے
زیادہ معتبر سمجھتے ہین یہ مشہور ہے کہ جس رات خانجہان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی
صبح کو حسب معمول دریاخان حاضر دربار ہوئے اسوقت بادشاہ غصہ مین بھرا ہوا بیٹھا
تھا جو سردار آتے جاتے تھے خانجہان خان کے مقابلہ پر مامور ہوجاتے تھے

دریاخان جب سامنے آئے تو اونکا ربط ضبط خانجہان خان کے ساتھ اور نیز
دریاخان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجہان منحرف ہوجانا بادشاہ کو یاد آیا اُسنے
عالم غیظ مین دریاخان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے دریاخان شنیدہ
ام اونگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و
نشان ہستی درینوقت مصیبت شریک یار وفادار نہ شدی
دریاخان نے اسکے جواب مین دستبستہ عرض کیا بلے پیرو مرشد۔
الامر فوق الادب یہ کہکر اوسیوقت کھڑے ہوگئے اور مکان پر اپنا مال
واسباب اور اپنے ہمراہی سوار وپیادے اوربچے وعورتین لیکر نقارہ پر ڈنکا
دیتے ہوے آگرے سے نکلے اور خانجہان سے جاملے مگر بہادر خان نے باپ کا
ساتھ نہین دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہے۔ شاہجہان کو
اونکے اسوقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریاخان سے ایسی کج ادائی
وقوع مین آئیگی جب بادشاہ کو دریاخان کی مغروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی
نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق مین دیا تھا۔
لیکن دریاخان کا آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح
نہین کیونکہ بادشاہ نامہ مین جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامچہ ہے اوسمین
برہانپور سے دریاخان کا سرکشی کرکے اور خانجہان خان سے ملنا مندرج ہے
اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کر سنی ہو کسی دیگر روایات کا
اعتبار نہین ہوسکتا ہان یہ اختلاف تسلیم ہوسکتا ہے کہ برہانپور مین شاہجہان بادشاہ
نے دریاخان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت مین فرمائے ہون اور یہ غیرت

افغانی سے متحمل نہوے ہون اور چلے گئے ہون یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلطان خانجہان خان قوم کا لودی شاہو خیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان اعظم کوکہ کے یہان نہایت معتمد کارگذار رہا ہے جب کوکہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانخانان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولت خان کو دیکر خانخانان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا خانخانان کے ساتھ دولت خان سنے بڑی کارنمائیان کین۔ ایکبار ابوالفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی تعریف پوچھی اوسنے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمھارے سر پر مارون تو دم تک پہونچے۔ ایکبار شہزادہ دانیال سنے خانخانان کے سر سے دستار گرادی اور معذرت کی کہ سہو ہوا اسنے بھی شہزادہ کے سر سے دستار گرا کر کہا کہ مجھ سے بھی سہو ہوا سنہ ۱۰۰۹ ہجری مین دولت خان نے احمد نگر مین انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جراءت سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرنیکی خبر سنی تو کہنے لگا کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اوٹھا ہے۔ دولت خان شجاعت مین بے بدل تھا ہمیشہ فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی مین باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر بنگالہ چلا گیا تو راجہ مانسنگ نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ دانیال کی خدمت مین پہونچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت مین یہانتک تقرب حاصل کیا کہ غیریت باقی نرہی گویا وہ دونون یکذات ہو گئے یہانتک کہ فرزندی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانجہان بیس برس کی عمر مین جہانگیر بادشاہ کے حضور مین پہونچا اور ایسی قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ مین پنجہزاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہوا کہ اس مرتبہ مین اسکا کوئی شریک نرہا انجمن غسلخانہ مین روبرو بیٹھنے کا حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ محلسرا مین لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی مین کسی لڑکی سے اسکی شادی کرکے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کرون جہانگیر نے اسکے ساتھ آقائی اور نوکری کا معاملہ نہین رکھا بلکہ یارانہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نرکھا جب شاہزادہ پرویز و راجہ مانسنگہ و شریف خان امیرالامرا کے ہمراہ خانجہان خانخانان کی کمک کو دکن بھیجا گیا تو رخصت کیوقت بادشاہ دیوانخانہ خاص و عام کے جھروکہ کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور اوسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہوا روانہ ہو اسطرف سے بادشاہ اور اوسطرف سے خانجہان نے صدمہ مفارقت سے بے اختیار رو

پاس کرے از خود جاکر مل گئے ہون یا خانجہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ

بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر تحفے بھیجتا رہا دکن کی مہمات مین اسنے اکثر
کارنمائی کی جب جہانگیر اور شاہجہان کے درمیان نورجہان کیوجہ سے مخالفت پیدا ہوئی
تو خانجہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر مین لکھا کہ اسوقت مین شیرخان
سور باوجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم ابتک نہ آئے قلعہ آگرہ کی
حفاظت اور خزانون کی کنجیاں بھی اوسکے سپرد رہین۔ گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجاے خان اعظم
کوکہ کے یہ متعین رہا ۱۰۳۶ھ سنہ ہجری مین جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا تو تمام ملک دکن
کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔
اسکے بعد جہانگیر کا انتقال ہو گیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کیوقت
اپنے معتمد و مزاج دان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری
ملک دکن کی تمہارے نام بحال رکھی گئی اور اوسطرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار خان
خانجہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان
داور بخش لاہور مین تخت پر بیٹھ چکا ہے شہریار سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس خدمتگذاری
کے تمہارے مخالف مہابت خان کو تمہارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے
نواب فضل الٰہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہین جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اوسکی اطاعت و ملازمت
کرنا چونکہ زمانہ اوسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ یکتاے روزگار تھا
غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے بے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ
عہد کر کے پچپن کروردام کا بادشاہی ملک اوسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ پر قبضہ
کر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہو گیا تو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے مگر اسنے اپنا وکیل معہ
عرضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد مین ایک سہرہ مروارید کا نہایت بیش بہا بادشاہ کو
بھیجا شاہجہان جو دریاے مروت اور سراپا کرم تھا اوسنے حالات ماسبق سے درگذر کر کے اوسکی
خطائین معاف کر دین اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب
ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو واقعہ نگاری و وقائع
نگاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات خفیہ اوسکے ہون وہ مجھے برابر لکھتا رہے چنانچہ دیانت خان اسکے

ڈالکر اپنے ہمراہ لیجانے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جانیکا مفصل

بقیہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھون نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہین ہے مگر اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس واہمہ مین طرح طرح کے منصوبے سونچا کرتا ہے اعلحضرت اسکو اپنے حضور مین بلالین اور اوسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کرین یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان ہوگیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزار اشرفی شاہجہانکو نذر دی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ اگرہ آیا خانخانان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی آٹھ ماہ تک اگرہ مین قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے ہاتھ پر دربار مین کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن نیچی نہین کرتا ہے ایسا نہو کہ فیمابین چشمک ہو اسلیے مہابت خان کو دہلی بھیجدیا۔ لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کہان جہانگیر کیطرح سلوک کون کرے اور خاص وعام کی اوسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین مین دلی صفائی بھی نہین جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار مین نہ دیکھا تو یمین الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی یمین الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلجوئی و اطمینان کے لیے اسلام خان کو بھیجدیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اوسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ نے حسب استدعا امان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھکر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبدارون کے اور غلامونسے دو ہزار پٹھان بارہ فرزند ۹ داماد چھ سو پیادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی خیرخواہ باقی مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑونپر سوار کرکے پہر رات گئے ۲۰ صفر ۱۰۳۹ہجری کو اگرہ سے نکل گیا یمین الدولہ نے شاہجہان سے آکر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بڑے بڑے بہادر امرا اوسکے تعاقب مین روانہ کیے حالانکہ یمین الدولہ نے الہ وردی خان کے ذریعہ سے اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہونچادی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر پہرہ چوکی بٹھا دیا جاے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہدنامہ لکھکر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکے شرعاً عہد شکنی و سزا جائز نہین ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑتا بھڑتا ہوا دکن پہونچگیا نظام الملک خانجہان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرمجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے بھی نہین پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجاکر بٹھلایا اور خود ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب پچاس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بقیہ صفحہ ما قبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہونچے تو خانجہان بھی چالیس ہزار سوار طعام شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیان رہین۔ ایک روز خانجہان لڑائی کی حالت مین پالکی کے اندر حقہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑیے ورنہ ایک عالم کو خرابی مین کیون ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمھارا خیال ہے کہ مین غالب آونگا ہرگز نہین اقبال خداداد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصالحت ہو جاے مین مکہ معظمہ چلا جاؤن اور تمھارے روزگار کی صورت نکل آے خانجہان نے پٹھانونکے قبیلونکو پشاور وغیرہ مین بھڑکا دیا چنانچہ اٹک سے کابل تک مہمند خلیل لگیانی داودزی یوسف زئی قبیلون نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امرا نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانجہان چاہتا تھا کہ مین کسی گمنام جنگل مین چلا جاؤن مگر بادشاہی لشکر پیچھا نہین چھوڑتا تھا دکن مین اسکے قدم نہ جمنے دیے قصبۂ کالنجر آیا اور وہان اسپر لشکر بادشاہی نے نرغہ کیا گرز برداروں نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور مین شاہجہان کے حضور مین بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی پیش کی

این مژدہ فتح از پے ہم زیبا بود ٭ این کیف دوبالا چہ نشاط افزا بود ٭ از کشتن دریا سر پرا ہم رفت گویا کہ سرا و حباب این دریا بود ٭ خانجہان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند تبلاتے ہین اور بعض غیرت دار و محافظ آبرو جانتے ہین مگر وہ مرد راستگو تھا زمانہ ساز نہ تھا دو رخی نہین جانتا تھا گردش زمانہ کی نہین دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اوسپر فریفتہ تھا۔ ایک روز شاہجہان نے سید خانجہان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادے آرزومند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہین کرتا تھا اب لوگ نا موافقت زمانہ سے اوسکی ہمسری کرنے لگے اوسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا تجمل و وقار مزاج مین بہت تھا آزار رسان نہ تھا مذہبا سنی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علی مرتضے کے شجاعت آہی نہین سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل مین پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے نفرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہوار اوسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کچھ بچ بھی جاتا تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

جب خانجہان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہونچگیا تو
آگے آگے خانجہان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہانتک
کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ مین داخل ہو گیا چونکہ نظام الملک کو خانجہان کی رعایت
ہر طور سے منظور تھی لہذا اوسکے پاس پہونچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش
ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ ہجری کو ملک دکن کی
طرف متوجہ ہوا اور وہان پہونچکر اول یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ
کر کے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب
شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارادت خان عرف اعظم خان کو مقرر کیا
اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کر کے خود برہانپور چلا گیا یہ
مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ مین بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی
ترتیب مین کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ مین تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان
دار الخلافت آگرہ سے روانہ ہوا اور ۹ رجب ۱۰۳۹ھ ہجری مطابق ۳ سنہ جلوس
کو خاندیس پہونچا جب وہان گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوے چنانچہ
ارادت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذرانین
وہان بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یون تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری
اعظم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور
تیسرا حصہ راجہ جگ سنگہ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مہم
مین شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجہان خان کے استیصال
کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ ۱۰۳۹ھ کو

برہانپور پہونچگیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہان دریا خان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے ۸۔شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر مین اضافہ ہوکر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوے اوسی روز دریا خان سہ ہزاری سوارون سے ترقی پاکر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوارون کے منصب سے سرفراز ہوے تھے بادشاہنامہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریا خان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے صلہ مین انھین ایام مین بادشاہ نے برہانپور پہونچکر صادر فرمائی تھی۔ ۲۴۔شعبان کو دریا خان حالانکہ مورد عنایت بادشاہی ہوے تھے مگر برہانپور سے خانجہان کی دوستی اور ہمقومی کا خیال کرکے اوسکے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانجہان کا گروہ برار سے نکلکر تلنگانہ مین آچکا

ھ غرہ شعبان دریا خان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عتبہ فلک رتبہ پیشانی طالع برافروخت (۲۹۶) بادشاہنامہ ھ روز پنجشنبہ ہشتم شعبان شال سی ہزار و نہم دین روز مسرت افزا سالیانہ حضرت مہد علیا ممتاز الزمانی در اصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مقرر گردید و دریا خان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ ۲۹۷ بادشاہنامہ ھ درین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جرایم گذشتہ او را محو نمودہ بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ بودند برعایت آشنائی دہم الوسی پیرامن بیگیرای چشم از حقوق تربیت ونوازش پوشیدہ عار فرار برخود پسندیدہ از برہانپور نزد آن کالیوہ بشیوہ رفت بادشاہنامہ

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
خان اور دریا خان اسی گھات مین بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
کو غافل پائین اور اونپر ٹوٹ پڑین مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوے
وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانون سے بڑہا
اس عرصہ مین خانجہان خان نواحی بیر مین تھے اور وہان تحصیل
وصول کے لیے اونھون نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
اسی عرصہ مین دریاخان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانون سے بیضاپور گئے
اور وہان سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور مین جو
دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہان سے ایرکھلتہ
جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانون کو لیکر
خانجہان سے جدا ہوے اور قصبۂ انڈول وہرن گانون کی تاراجی
کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوے اور اون
مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان
اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوے دریا خان وہان سے
بالاگھاٹ چلے گئے آخرکار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہان بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے
دوبارہ مالوہ مین آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جھجار سنگہ بندیلہ کی
علاقہ کی سرحد مین پہونچے پہلے جو اوسنے خانجہان خان کی خاطر تواضع کی
تھی اوسپر وہ معتوب بادشاہی ہوا اسلیے اوسنے ابکی بار یہ ارادہ کیا
کہ خانجہان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہونچا دون تاکہ پچھلے قصور
کی تلافی ہو جاے وہ استقبال کا حیلہ کر کے خانجہان کو گرفتار کرنیکی
غرض سے بڑہا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانجہان خان اسکے ارادہ
سے مطلع ہو گئے اور بچکر نکل گئے خانجہان خان کے پیچھے ایک میل کے
فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بیخبر تھے جیسے
ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعتہ دریا خان پر حملہ کر دیا بندوق
کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانون اور راجہ کی
فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لاولد تھے
اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے
چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل
ہوے اس اثنا مین بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر مین نواب بہادر خان
دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اوترکر باپ کی
لاش کے پاس گئے اوسوقت دریا خان مین کچھ جان باقی تھی دریا خان
نے بیٹے کو سرھانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھون مین آنسو بھر لاے اور
ایک آہ سرد کھینچکر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہو گیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کاٹکر بارگاہ شاہی مین عزت
حاصل کرے اور تو محروم رہجاے لہذا تو اپنی انگوٹھی جسمین تیرا نام کھدا
ہو میرے منھ مین ڈالدے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منھ سے
نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب مین تجکو خدا کے سپرد
اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہون یہ کہکر خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوے
دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فہمایش کے مطابق
اپنی انگوٹھی اونکے منھ مین ڈالدی اور باپ کے غم مین روتے ہوے
اپنے مقام پر آے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کاٹکر
بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور مین معہ محمد خان
کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل
کو جو دربار شاہی مین انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے
سامنے پیش ہو تو منھ کھولکر دیکھا جاے جسوقت دریا خان کا سر معہ
عرضداشت کے برہانپور مین بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہان
دریاے تپتی مین کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اسموقع پر
بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کرکے ارشاد فرمایا ؎

رفتم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ ‏ ‏ دریا درون کشتی کشتی درون دریا

جب منھ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منھ مین
نکلی جس سے بہادر خان کی کارگذاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت
کے مقابلہ مین باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔
دریاخان ۱۹ جمادی الثانی ۱۰۴۰ھ ہجری کو اور بروایتے دیگر ۱۰۳۹ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریاخان کی عمر ۹۴ برس کی تھی۔ دریاخان کا سر دہلی مین قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہولپور مین دفن ہوئی جب خانجہان نے دریاخان کے قتل ہونے کا حال سُنا تو ایسے رفیق کی جدائی مین جو اونکا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوسکے غم مین بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اوس زمانہ مین دریاخان کی بیوی جو سہیندہ مین اپنے بیٹے کی جاگیر مین تھین جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر اونکے پاس گیا دریاخان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبداللہ خان کے پاس بھیجدیا اور عبداللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔
دریاخان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیان تھین جنکا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ مین آچکا ہے بعض راویون کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیون اور خانجہان خان کے بیٹون کو بادشاہ کے حضور مین لیگئے اور اون سبکی جان بخشی کرالی۔
دریاخان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یون نظم کیا ہے۔

قطعۂ تاریخ

حیف دریا خان شہادت یافت در میدان جنگ	در نیستان بقا خوابید آن شیر وغا
پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان	(داغ دل) آمد مظفر سال تاریخ قضا





خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم وفضل وقابلیت کے شاہ آبادمین وحید العصر وعلامۂ ہوے ہین ابوالیمین کینت تھی آپکے والد کا نام نامی سیّد محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا سیّد محمد حسین صاحب سیّد محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فاخر مکین[۱] دہلوی کے شاگردون مین پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانرواے اودھ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات وفضیلت علمی سے بہت محظوظ ہوئے تھے خلیفہ صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہین پندرہ برس کی عمر مین مثنوی آزاد وجمیلہ تصنیف کی اور مثنوی محشر لیلی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیرنامہ نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات مین ترتیب دیا

---

[۱] مرزا محمد فاخر مکین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درّانی کے فتنہ مین دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ وتحقیق لغت مین کامل اور مرزا عظیما سے کشمیری کے شاگرد ارشد تھے شہزادہ علی حزین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق انکی قدردانی کا ادا کیا تھا۔ انکے سیکڑون شاگرد امیر وفقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرد رہے اور کبھی متاہل نہوے ۱۲۲۰ھ مین رحلت فرمائی دو شعر انکے بطور نمونہ کے یہان درج کیے جاتے ہین ؎ دہ کوی یار طرفہ تماشا بود مکین ✤ رسوا شود کسے وتماشا کند کسی ✤ دیگر۔ گہہ چون سبو بمیکدہ بر دوش من درا ✤ گاہی چو می بشیشہ در آغوش من درا

مناظر الانوار سراپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق ہین دونون کتابین
لاجواب لکھین - مثنوی ثمرۃ الفواد متعلقہ ابنہ - مقدمات ظہوری در بارہ سہ نثر ظہوری
مثنوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح مثنوی نیرنگ عشق شرح مجمع الصنائع
شرح پنج رقعہ و مینا بازار و دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمائین اِن کے علاوہ دیوان
بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات
اُستادی سے معمور رہی - بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک
والاجاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) مین
لکھتے ہین کہ یکینی سید عبدالرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ
سلسلہ امجاد در جودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی
ممتاز عصر منیر نیست دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جز آن دارد
اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکین گرفتہ و مناظر الانوار در سراپای محبوب
و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر کتب درسیہ
فارسی مثل گل کشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و مثنوی نیرنگ و جز آن
شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید و اینچہ از معتمدان مسموع شد
این چند بیت است -

غزل خلیفہ صاحب از دیوان یکینی

اقرا باسم ربک کاتب بیا بخا	تا ماند از و باقی بر صفحہ نشانہا	مارا بعجز خواری بر روی خاک مفگن
ای در ہوا تعلق از حلمت آسمانہا	تا زم بکشتہ عشق کز مال خود ملالہا	بر خاک تربیت او واگردہ بیابخا
رفتی و در ہوایت مرغان نغمہ بہاری	۰	چون بوی گل نماند در سوی آشیانہا

جز دودِ آہ اہنا نام ونشان نیابی	بر باد داد شفقت بسیار دود مانہا
ناخن مزن بجرم کز درد بینوائی	چون تار نغمۂ دارد در پردۂ فغانہا
اہل سخن یکایک زین انجمن گذشتند	زان دوستان ہمینی ماند استانہا

چند ابیات از مثنوی شاہ درویش در بیان سراپای معشوق

قدِّ او شعلہ موجود در بران	عاشقان خواند یا وددبران
داشتی مو بفرق او وطنی	ہم چو ابر سیاہ بر چمنی
گیسوے او ز ترکتاز نظر	شب معراج و سیر پیغمبر
طرۂ و زلف و کاکلِ پُرخم	تا بہ سر تا بدوش تا بقدم
زلف برتر زعرشِ پایۂ او	مہ و خورشید زیر سایۂ او
خال در ہر دو ابروش مابین	چون ہمیبر برتبۂ قوسین
چشم او زان دو ابروی پُرخم	چون دو ترکان کشیدہ تیغ بہم
در تبسم گُل از لبان بیرخیت	شکر و شیر از دہان بیرخیت

رباعیات

رباعیات

یارب بحق آنکہ بود در روحِ امین	از جملۂ خادمانش بر روی مین
محشور کنی ہمینیِ عاصے را	در زمرۂ اہلبیت و اصحاب یمین
آن زلف جو طایرِ بہشتی	بران برخ از انکو سرشتی
برخیز و برخ زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز

ایضاً

تنہا نہ برد شوق تو از ہوش خود مرا	یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا

چون بر درت خجل ز خطای خود آمدم
چیزے بگو ز لطف خطا پوش غم دمرا

ایضاً

عمری ست که بر پای تو سر می سایم
بر خاک درت دیدہ تر می سایم
چون سود نکرد سودن چشم و سرم
اکنون کف خود بیکدگر می سایم

رُباعی

دلم شگفته نشد بتیوہ وسال گذشت
نسیم رفت وصبا آمد و شمال گذشت
ز سر گذشت بپینی دگر چہ میپرسی
کہ روز ہجر گذشت و شب وصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض مین لکھے ہوے ملے جنکو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے

شنیدم کہ در روزگار کہن
شدہ عنصری بادشاہِ سخن
چو او رنگ از عنصری شد تہی
بہ فردوسی آمد کلاہِ مہی
چو فردوسی زین دور گیتی گذشت
نظامی بملک سخن شاہ گشت
نظامی چو جام اجل در کشید
بسر چتر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آورد سر در کفن
بہ خاقانی آمد نشاطِ سخن
چو خاقانی رفتہ ازین روزگار
سخن گشت بر فرق خسرو مدار
ازان پس چو نوبت بہ جامی رسید
سر سخن را تمامے رسید

ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی مدح او توصیف مین جنکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کیطرح روشن ہین لکھا ہے اور اسکو نواب احمد خان صاحب ٹیس شاہجہانپور نے اپنی کتاب ملفوظ رزاقی مین تحریر کیا ہے اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبول جملہ آفاقی　　مگر از خاندان رزاقی
آنکہ در بانسۂ شریف بود　　مرقدش مظہر ہو الباقی
آنکہ مشائیان درگہ او　　ہم چو خورشید جملہ اشراقی
آنکہ مسموم معصیت ہا را　　خاکِ پایش نمود تریاقی
آنکہ ہر جا نبی ہمیسگردی　　ہمچو سودائیان ہواقی
سر فرود آر بر در پاکش　　گر تو فجّار وز تو فسّاقی
اوست محبوب عاشقان خدا　　بشنو این امر گر ز عشاقی
بادشاہا بدستگیری خلق　　تا تو محکوم حکم خلّاقی
دست ہر عاجزیکہ می گیری　　وارہانی ز درد مشتاقی
مقتدای زمانۂ خویشی　　دیگرانند جملہ الحاقی
چون تو کس نیست و ہم نخواہد بود　　زیر این چرخِ گنبد طاقی
از علوم سفینہ بیخبری　　لیک در علم سینہ دقاقی
کاشفِ نکتہاے عرفانی　　واقفِ رازہاے اطباقی
کیست غیر از تو عارف باللہ　　حلِّ عرفان را تو مصداقی
از معارف ہر انچہ مے گوئی　　در نیاید کسے ز اعلاقی
رسم باشد کہ ہر مریدے را　　وقتِ بیعت کنند حلاقی
از مرید تو چون خطوط شعاع　　موفتد بر زمین ز براقی
آستان تو بیت ہو سدارم　　ہوسم نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خویشتن دریاب
که بجا آمدم ز مشتاقی

از غلامان بخویشتن بشمار
که غلامی تست عتاقی

سیر عبدالصمد که مطبخ اوست
مائدہ بخش خوان رزاقی

زالله این خواہم آرزو باشد
ہمہ را تو کفیل ارزاقی

نیست دور از تو دستگیری من
که تو مطبوع جملہ اخلاقی

چون توی ابن ساقی کوثر
باش در حق تشنگان ساقی

با یمینی ہمین بگو کہ فلان
بندۂ من زرو زمیثاقی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شان میں اور بھی قطعات لکھے ہین منجملہ اُنکے ایک قطعہ نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہان پور نے فرمایش کرکے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا ہو جس سے ۱۳۶ اسمہ ہجری نکلتے ہین۔

خلیفہ صاحب کو انبہ سے بڑی رغبت تھی اسیلیے انبہ کی تعریف مین اُنھون نے مثنوی ثمرة الفواد لکھی اشعار دو بحر و نمین پاے جاتے ہین ایکبار نواب احمد علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر کی فرمایش سے اور دوسری بار اعظم خانصاحب سید بخیل کمیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل مین درج کیے جاتے ہین ؎

شگوفہ بگلہای رنگین ورق
چو نور شجر جلوہ گر از شفق

زبس گل کہ سر زد ز دیرانہا
در و دشت شد چون پریخانہا

کشیدہ بہم شاخ گلہا قطار
چو دست نگارین بدست نگار

ہمرغ بہارین در آمد نشاط
کشودہ پر و بال خود را انبساط

بهم ساخته بلبل و فاخته
نوا بر نوا با هم انداخته

گل اندر چمن سبزه در جوبها
چو مستان ز شادی ببوس و کنار

زمین از گلِ آتشین مشتعل
بسردی و گرمی هوا معتدل

ز اقسام گلهای هندی بسی
که کم دیده اندر خراسان کسی

شگفته در شهر و در بوستان
همه وقف چشم و دل دوستان

خصوصًا درختانِ انبه تمام
شدند از گل خویش مولی الکرام

شگوفه نمودند از هر طرف
ز انوارشان دیده ها را شرف

لذیذ و لطیفست آن با خورش
که یابد از و جسم و جان پرورش

بیابان و صحرا و بستان و دشت
ز بوی خوشش رشک فردوس گشت

درین فصل مستان عشرت پرست
نداند در شهر یکجا نشست

چو بوی گل از خانه با دوستان
نهاده رخ خود سوی بوستان

غزلها سرایند و مستی کنند
بگلبانگ نی می پرستی کنند

درختان انبه به بار آوری
فرو برده در سر تواضع گری

بصد قدر و تمکین بصد سختگی
رسید انبه را موسم پختگی

چو شد پخته چون عاقل پخته کار
دهد تن با فتادگی بار بار

شده جلوه پیرای هر باغ و کشت
چو در حلهٔ سبز حور بهشت

بشیرین ادائی و دلبستگی
ربوده ز دل خستگان خستگی

دل از گلگله بسکه گل گل شگفت
بوصفش تو آن چند ابیات گفت

هر انبه که شد پیش اهل تمیز
جدا از چهار چیز و تهی از سه چیز

پر از شیره ورقت ولون صاف — کلالی بشیرینیش بے خلاف
ز چیزے که خالی توان بود از ان — نمایم به پیش تو انظم بیان
کلالی تخم وسطبری پوست — دگر ریشه بے عیب نے سیخا نکوست
بهر انبه که از ریشه شد مایه دار — چو حلولے سمنک بود کم عیار
ز خوشرنگی خود چو خیلے پری — جداگانه هریک بجلوه گری
بیا ای یمینی که ختم کلام — نمایم برین شکوهٔ خاص و عام
چو پایان رسیدندم این گلستان — کنون سال تاریخ سازم بیان
بسال هزار و دو صد سی و یک — ز رخویش رامی زدم بر محک
چو آغاز این بود ماهِ صیام — تمامش نمودم به ماه تمام
الٰهی قبول ده این نامه را — که فرمود در سجده سر خامه را
باین چار محمود کن خاتمه — علیؑ و حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ

مجمع الصنائع کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ خلیفہ عبد الرزاق صاحب یعنی شاہ آبادی نے [illegible]

خلیفہ صاحب کبھی اردو بھی لکھتے تھے مگر کم دو شعر انکے یہان پر اردو کے تحریر کیے جاتے ہین سے اشک آکر چشم مین الفت کے مارے رہگئے ✤ دو مسافر رات دریا کے کنارے رہگئے ✤ شب تو گذری اے یمینی کب تلک سوئیگا تو ✤ آسمان پر ایک دو باقی ستارے رہگئے ✤ خلیفہ صاحب کے مزاج مین کچھ خوش طبعی بھی تھی ایکمرتبہ نواب احمد علی خان تعلقدار باسط نگر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف لاے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب کیا اِس مکان مین بھوت بلا رہتے ہین خلیفہ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ رہتے تو نہین ہین مگر کبھی کبھی آ جاتے ہین۔

لالہ عیوض رائے مسرت شاہجہانپوری خلیفہ صاحب کے ہمعصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریاے مواج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کرکے ؎

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی   کہ فرشتہ کند سجود آنجا

اُن کے روبرو پیش کیا اور مسرت نے بجاے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہونچا تو آپ نے بجاے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع مین جان ڈالدی یعنی ؎

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی   کہ فرشتہ کند سجود آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کسقدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات ۵۷ء کے غدر مین برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر مین آگ لگا دی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہین گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہونچ گئے تھے حافظ غلام علیخان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن مین ضعیف دیکھا تھا۔ اونکی ایک مُہر مین ۱۲۳۰ھ ہجری اور دوسری مُہر مین ۱۲۰۹ھ ہجری کندہ تھے۔ ایک مُہر مین (ابوالیمین سید عبدالرزاق) اور دوسری مُہر مین (ملان عبدالرزاق) منقوش تھا۔ ۱۲۱۲ھ ہجری مین مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب ذی اولاد ہوے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب رہی آپکی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئین باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ تذکرہ شعرا کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردون کا حلقہ وسیع ہے انمین بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زمانہ ہوے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبداللہ صاحب اُن کے برادر نامدار منشی محمد صالح صاحب داروغہ کتبخانہ شاہ اودھ لالہ گرپرشاد مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت رائے شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہجہانپوری کے اس شعر کا ؎

بوقت لقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہا یم + کہ روزی میکند از ہم جدا یاران ہمدم را

یہ جواب دیا ہے ؎

بہم یکجا کند یاران دور افتادہ را روزی + لب و دست و دہن یکجا شوند ہنگام خوردن ہا

خلیفہ صاحب کے شاگردون مین ایک صاحب لالہ سداسکھ لال المتخلص بہ شایق بڑے قابل تھے انھون نے مثنوی سکھاسن بتیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلیے چند شعر نقل کیے جاتے ہین ؎

بوصف یمینی بہ بندم کمر | کہ شد در جہان از ہنر نامور
سبق بردہ در شعر و در شاعری | ز سعدی و خاقانی و انوری
کلاہ سعادت بود بر سرش | ملائک ببوسند خاکِ درش
براہِ صفا مثل پیر من است | ازان در جہان دستگیر من ست
بہ الطاف مسند چو شعر ترم | باوج تفاخر رساند سرم
گر از لطف و احسان کند یک نظر | شود نامۂ من بعالم ثمر
نوازش گر بہا از دو دو نیست | بچشم امیدم جزا و نور نیست
نوشتم من این نامہ را مختصر | بہ ارشاد استاد والا گہر

چو شد نظم این نامہ نکتہ سنج		ہزار و دو صد بود بر چہل و پنج	
کنم نامہ نامی بر دوستان		چو نظم یمینی بہندوستان	

خلیفہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد تخلص تھا انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک مین پھیل گیا تھا وہ رعیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ مین شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت مین مناظرہ ہوگیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی دھجیان اُڑادین اور اُن کے کلام کے نقایص مین ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعرای لکھنؤ کی خدمت مین پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہین حتی کہ نواب وزیر الممالک فرمان روائے اودھ اور مرزا محمد فاخر مکین انشا اسد خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسن قتیل وغیرہ نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرۂ شعرا مین درج کیا ہے اور سنداً اوس عبارت کا لکھنا اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کندن لال ارشاد تخلص انداز موزون طبعان شاہ آباد دست تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی اورا باشخص عیوض رائے نام مسرت تخلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمناظرہ انجامید غزلی چند کہ تصرف و دخل در آنہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشاء اللہ خان و میر تقی و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند آن تصرفات را دیدند و پسندیدہ و مسجل و مختتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔

وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات مین اور فارسی محاورات کی غلطیان نکالی ہین اوسکا لطف اوسی زبان مین ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھدینا ضروری ہے۔

شعر مسرت ؎

زسیمین ساعدت پروای سیم وزر نمیدارم	شدم از دست واز دستِ تو دستی بر نمیدارم

اعتراض ارشاد

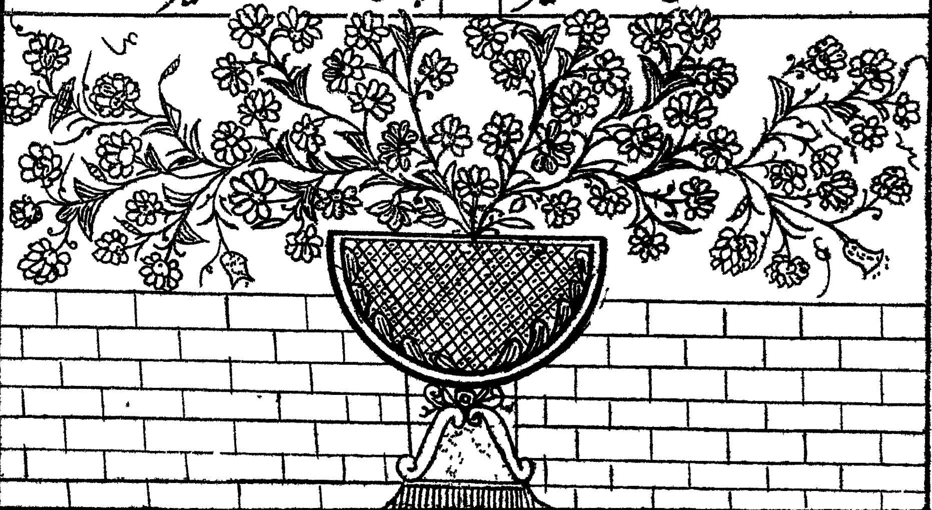
بجاے (پرواے) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم وزر سے مناسبت تھی، اسکے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیزے برداشتن) ہے نہ کہ دست از چیز بر داشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہون اور اوسکو یون لکھین = اصلاح ؎

زسیمین ساعدت سوداے سیم وزر نمیدارم	ز دندانت تمناے دُر و گوہر نمے دارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہین۔

کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیز و بُرخ زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز
آہ از دل ناصبور خیزد	چون شعلہ کہ از تنور خیزد



حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب مبرور اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہین مزار اُن کا پر تصرف ہے اکثر حاجتمندون کی مرادین آپ کے توسل سے حاصل ہوین۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہین آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُتر و پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے۔

عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاورون کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اللہ پور مین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذر اوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض سرکاری مین وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل یہان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یک قطعہ پانزدہ بگہ اراضی نخپتہ المشتہر چک گوشائین افتادہ خارج جمع سوائے مال سرکار درسواد موضع خانپور من ابتداے سنہ ۱۲۳۲ فصلی نیاز زیارت گاہ حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز باسم جنون میانصاحب معاف نمودہ شد

محمد اعزاز خان ۱۲۱۱ محمد خان بہادر ولد

بایدکہ قطعہ مذبورہ تبصرف موصی الیہ واگذارند محدود دست بدین حدود اربعہ

حد جنوب	حد شمال	حد غرب	حد شرق
چک غلزئی	چڑیا چک اعظم خانصاحب	چک لکھون میان صاحب	چک شیخ اسمٰعیل صاحب

کہ مشار الیہ بخاطر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بعد فصل صیفی و تردد نمودہ از حاصلات آن
صرف مایحتاج خود و زیارت گاہ میکردہ باشند و بدعای خیر و یاد الٰہی مشغول و موظف باشند
و گاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ مزاحم و متعرض نشوند و ہر سال سند تجدید
طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ یازدہم شہر
صفر المظفر ۱۲۴۳ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

ٹاٹ صاحب

آپ شاہ آباد مین صاحب ولایت بزرگ گذرے ہین۔ ایک واقعہ مستند حضرات
کی زبانی سُنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد مین
پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہان کی خلایق پریشان ہو گئی تھی لوگون نے آپ سے
رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر مین ایک کفش دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس
بھیجدیا اونھون نے تھوڑا دن باقی تھا اوسی وقت کوچ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد
کیا اور معا نواب شجاع الدولہ نے حکم کوچ کا دیدیا۔ آپ کے مزار مین اختلاف ہے بعض متصل
مسجد خواجہ سرا واقع بازار چہار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے
قریب جو درخت تاڑ ہے بتلاتے ہین واللہ اعلم۔

راجہ ہلاس رای صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لایق ہوے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہین اونکی
ترقی و تنزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کایستھ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب بمبئی کے شاگرد رشید اور مہاراجہ ٹکیت رائے کے جو سرکار لکھنؤ مین دیوان تھے بھتیج داماد تھے۔ نواب آصف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دانشمندی سے ملک اودھ مین وہ ہر دلعزیزی و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے کو نواب وزیر الممالک کا اسدرجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی مین اپنی رائے سے احکام نافذ کرکے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب وزیر الممالک فرمانروائے اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج مین ایسی معقول پسندی و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا در جو کام کسی کا ہوتا اوسکے انصرام مین تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہین منجملہ اون کے کسیکی نقل بھی ثبوت کے لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جاتے تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب ممدوح اور نواب وزیر الممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھین کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے غصہ کی حالت مین اونکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہونچا مگر راجہ صاحب موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اوس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سن کر رفع کرا دیا تھا اون کے مکانات محلہ دلیر گنج شاہ آباد مین بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی انکی امارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی سے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب بارات ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمائدین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب کے یہان جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوسمین شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

ا بدولت ہی چنانچہ اوسمین اکثر باشندگان وطن شریک ہوے تھے بارات موضع کندہی تحصیل سندھولی ضلع سیتاپور مین اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہان گئی تھی معتبرین اور معمر اشخاص کی زبانی سُنا ہے کہ بارات اس ہجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زراعت اور ایک لاکھ روپیہ لٹوائی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کو رونمائی مین دیا گیا تھا غرضکہ جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر سُنی گئی ہی کہ نواب آصف الدولہ بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر اونکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چبوترہ بناکر اوسپر اونکو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ اُن پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار لکھنؤ مین ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ اور اُن کے ارکان دولت اکثر صوبۂ کٹھر کو آتے جاتے تھے چونکہ شاہ آباد اثناے راہ مین واقع ہے اس لیے یہان بھی ٹھہرتے تھے ایکبار کسی ضرورت سے مہاراجہ ٹکیت راے بریلی کی آمد و رفت مین شاہ آباد ٹھہرے اور اونکو پوجا وغیرہ کی ضرورت سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُن کو ایک شخص لالہ مینی پرشاد صاحب کے مکان پر لے آیا اوسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب رئیس اعظم شاہ آباد کے یہان نظر بند تھے اور ہلاس راے مع اپنے بھائیون کے اپنے مکان پر بیٹھے ہوے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے مہاراجہ ٹکیت راے کی جب نظر ہلاس راے کے چہرہ پر پڑی تو اونکو خوش نصیبی واقبالمندی کے آثار محسوس ہوے مہاراجہ نے ان کا زائچہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھون نے ہلاس راے کے والدین کو سلوک سے خوش کرکے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کرلیا اور مہاراجہ صاحب ان کو مع ان کے ہر دو بھائیون کے اپنے ساتھ لیگئے اور وہان انکی تعلیم و تربیت مین جو کمی رہ گئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدۃ العمر اپنے پہلے اُستاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولے اور ہمیشہ اونکی شاگردی پر ناز کرتے رہے - راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب کے مکان پر ضرور جاتے اور اونکو اپنے یہان بہزار عزت افزائی بُلا کر خدمت کرتے بلکہ خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور مین کر کے خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد مزاجی اور کمال استغنائی سے گھبرا کر لکھنؤ سے شاہ آباد چلے آئے -

مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات مین راجہ ہلاس رائے کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار مین سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے - چونکہ مہاراجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اونھون نے راجہ ہلاس رائے کو بیاہ دی تھی اور انھون نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و نیکنامی پیدا ہو گئی تھی -

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش مین جو بعہد نواب آصف الدولہ بہادر تصنیف ہوی ہے اور اسمین امرا و ارکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہین لکھا ہوا ہے اور وہ کتاب ہمین کرمی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے -

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان مہاراجہ دہرماتما بکار نیابت و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز است ... آتی وم

ل مہاراجہ دیرماتما مراد از راجہ نرند ھر بہادر راجہ ٹکیٹ رائے

بسیار میدارد که با تمامی برادران از خویش و بیگانگان دوازده قوم کایستهان در پرداخت یکسان در سلف که بسیارها نامور شده اند باین اوصاف کسی نبوده و نه شده گوی سبقت از همه ربوده و می برد و بدولت خواهی خانه آقا یعنی خداوند دام ظله و اجلاله چنان بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواهد بود و یقین دریافت میشود که روشنی نام مهاراج ادهراج دوبالا خواهد نمود شمی که در روز روشن لعل بدخشانی پیش آفتاب درخشان و نورانی میشود همچنان روبرو مهاراج منور و نام آور ست راجه موصوف در آئین و روش و فیض بخشی و فیض رسانی از راجه های پیشین نامداری پیدا کرده و در دلداری غریبان و بیچشمان و خبرگیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی منشان بظهور می آرد شرح آن دشوار ست و در نظم و نسق جد و جهد از تول رای به بندوبست پرداخته دقیقه از دقایق و گنجایش هر جا که لایق میداند نمی گذارد و احدی را از وپرگنات و صوبجات و سپاه و کارخانجات جزو کل از قبضه خود بیرون نگذاشته که اطلاع نداشته باشد سخن اوصاف مختصر هرچه میکند کتابه برطاق رو کار می سازد۔

منجملہ اُن اسناد کے جو معافیات کی ہین ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو اُنکی طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات راقم کی ملکیت مین ہین درج ذیل کیجاتی ہے۔

نقل سند بہر راجہ ہلاس رای صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب سنہ ۱۲ فصلی

برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالی۔

موازی پنجاہ بیگہ پختہ اراضی در سواد چکات موضع گگرہائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ ارد معاف ست در نیولا پنجاہ بیگہ پختہ آراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتداے سنہ ۱۲۱۰ فصلی بنام مشار الیہ از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ
بمشار الیہ پیمایش کنانیدہ تبصرف شاہ صاحب واگذارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ وصرف
معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت موظف ومشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔

برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معافی قدیم از موضع گلرہائی بہ گھورن شاہ معاف
شدہ لازم کہ بمجرد رسیدن نوشتہ اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ
دہند توقف وتساہل نشود وافغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاہ صاحب قضیہ نہ نمایند
اگر قصد خواہند کرد تدارک از حضور پر نور خواہد شد خبر شرط است زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط

یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد مین سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو شاہ صاحب
موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوی تھی اس مین ایک درخت املی کا بھی تھا
جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بدستور
شاہ صاحب کے قبضہ مین چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے
مزاحمت کی جب تکیہ دار مذکور نے واویلا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک رقعہ نواب صاحب
مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ واگذاشت اراضی کا سیف علی نے ۴ جمادی الثانی
سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو لکھا تھا ایک سند راجہ کیطرف سے اعظم خان و امانت خان ستید خیل کے
نام موجود ہی اوسکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم وکارندہ موضع خانپور وغیرہ بدانند۔ چک چڑیہ وچک سید ابو الخیر واقع موضع
مرقوم از ابتداے فصل خریف سنہ ۱۱۸۰ فصلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد
باید کہ محصول آنجا را از ابتدای مسطور در تصرف خان مشار الیہما گذاشتہ باشند وبعلت محصول
بوجہی من الوجوہ مزاحم ومتعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بست وہفتم

جمادی الاول ۱۱۹۳ھ ہجری - قطعات چاک چڑیہ چک سید ابوالخیر راجہ صاحب کی مہر مین ۱۱۸۵ ہجری کندہ ہین	۱۱۸۵ھ ہلاس رای

رای موہن لال صاحب چکلہ دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیون مین مثل اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر اُنکی مُہر دیکھنے مین آئی ہے چنانچہ موضع کہیم پور بہداسی جو حکیم دولت راے صاحب کے خاندان مین ۱۱۳۰ھ کو معاف ہوا تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب راے صاحب کا پیشگاہ نواب وزیرالممالک سے عطا ہوا تھا ان کی مہر مین ۱۱۹۰ ہجری کندہ ہین ایک پروانہ مین جو عامل شاہ آباد کے نام ہے راے صاحب لکھتے ہین کہ دس بگیہ زمین جو بنام اہلیہ شہامت خان معاف ہے اُس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔

نقل پروانہ بمہر رائیصاحب راے موہن لال مرقوم بست و پنجم شہر شعبان ۱۱۹۴ھ ہجری

برادرم عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

موازی نود و دو بیگہ اراضی پختہ و مبلغ پنجروپیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد و علاقہ مولا گنج در وجہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہدا معاف و واگذاشت گذاشتہ لازم کہ الحال تصرف امام باڑہ تعلق مشارالیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند و ہر سال سند مجدد نہ طلبند۔

تعداد درختان	گوریا	مرید پور	چکات باغات	کلیان پور	مرید پور کوی
۵	۵گہ	۶گہ	۱۶گہ	۶گہ	۶گہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب آصف الدولہ کے حضور مین ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھر کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کرکے بھیجدیا تھا اور اوسکے بعد جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار اودھ مین مہتمم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا جنگل کٹوا کر انھون نے صدہا مواضعات آباد کیے اور اکثر وہان کے باشندون کو معاف بھی کیے تھے اکثر سرکاری دفتر مین بیسیون واجب العرض اور بندوبستی کاغذات مین جو ضلع کھیری کے متعلق ہین ان کا نام دیکھنے مین آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور اونکے فرزند راے للتا پرشاد بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہین ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت راے تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے تھے اوسکی نقل تحریر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بمہر محمد اعزاز خان بہادر و بمہر قاضی شاہ آباد

مرقوم بست پنجم شہر صفر ۱۱۸۶ھ

منکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس و زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ گردیدہ ام چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلا شرکت غیری در قبض و تصرف خود دارم الحال زمینداری دیہات مذکور مفصلۂ ذیل ازراہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ برخوردار نور چشم راے موہن لال

خلف لالہ بینی پرشاد دادیم وبخشیدیم باید کہ برحقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بجمعی تمام قابض ومتصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ وامانت خان داخل سیاہہ سرکار شدند ثانی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم ومتعرض نشوند نخواہند بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد وعند الحاجت بکار آید-

تفصیل ذیل

غانپور خاص سردار نگر آغاپور گڑھی پور نصیرپور بھٹہ کولہ ہرولی کوئیان پور واپریا رسول پور چریا ایگوان نرسیا موکھپیلیا نگرہ لوتھو سرائے کمال الدین خان لکرامی سرائے راتک بروری امریا منگیاوان پوروہ چھٹ پوہ گوریاخاص سرسی پھولان

ایک مدت تک راجہ ہلاس رائے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی تنزلی سے ان کا ستارہ بھی جو اوج پر چمک رہا تھا مدھم ہوگیا چونکہ دیسی ریاستون اور ایشیائے سلطنتون مین اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہین کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل مین آیا تو اوسکے جتنے متوسل ہوتے ہین وہ بھی زرد رو اور علیحدہ کردیے جاتے ہین یہی معاملہ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی معزولی سے راجہ ہلاس رائے کو پیش آیا- مہاراجہ کی معزولی کا قصہ تاریخ سلاطین اودھ وغیرہ مین مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہین- "جب بعد شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ مسند نشین ہوے تو اونھون نے ایلچ خان کے بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے کو دیوانی کا عہدہ عنایت فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقیہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے اور وہان سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکدر ہوگیا اور بعد واپسی کلکتہ کے فیمابین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی نفاق پیدا ہوگیا- اسی زمانہ مین

ایک روز مہاراجہ ٹکیت راے نے نواب آصف الدولہ کو چھپتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا
کہ اسقدر قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہو گیا ہے اور آیندہ سود بالاے سود سے زیرباری ہو گی
چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب مدار المہام و متوسل
بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد مین ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا
لے لیا کرتے تھے اور ان باتون سے کچھ خبردار نہین ہوتے تھے اس فرد کو دیکھکر نہایت برہم
ہوے - جب مہاراجہ ٹکیت راے چلے گئے اور راجہ جھاؤلال حاضر ہوے تو جناب عالی نے
راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف
نہین دیتا تھا - مہاراجہ ٹکیٹ راے کو دیکھو کہ آج اوسنے چھپتر لاکھ زر قرضہ کی فرد لاکر مجھے
دکھلائی یہ نہین جانتا کہ اگر ما بدولت سے دردسری ہو سکتی تو پھر نائب و مختار کی کیا ضرورت تھی
راجہ جھاؤلال یہ سنکر خاموش ہو رہے جب مکرر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤلال نے عرض کیا
کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکیٹ راے آدمی بد ہے تغلب و تصرف کرتا ہی جو کچھ حساب
اُسنے پیش کیا ہے جعلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھکر میرے
روبرو پیش کرو - راجہ جھاؤلعل حسب الحکم گئے حویلی کچہری اج مین مہاجنون اور ٹکیٹ راے کو بلوایا
اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ
کر کے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اوسی روز مہاراجہ ٹکیٹ راے معزول کر دیے
گئے اور بجاے ان کے راجہ جھاؤلال مقرر ہوے لیکن چند روز کے بعد ۱۲۱۱ہجری مین راجہ
جھاؤلال کو بھی رزیڈنٹ صاحب نے موقوف کر کے پٹنہ عظیم آباد بھیجدیا اور ان کے ذمہ
سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا - مہاراجہ ٹکیٹ راے کا
جملہ سامان ضبطی مین آیا سعادت علیخان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و سخاوت

اور سلوک مین سب بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے اُنھون نے جس جگھ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہان مسجد بھی بنوائی چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا مقرر تھا۔ مہاراجہ ٹکیت رائے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو انکے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی مہاراجہ ٹکیت رائے کے راجہ ہلاس رائے بھی بیکار ہوگئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد مین موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد مین کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اُس سے اہل خاندان اوقات بسری کرتے رہے بعدہٗ اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ ہلاس رائے کے پھاٹک کے کواڑ خواجہ محمد شاہ صاحب کے پھاٹک مین لگے ہوے ہین افسوس کہ اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہے۔ زمانہ کے انقلاب سے یکسان رنگ کسی کا نہین رہتا اس ناپائدار دنیا مین کوئی حالت قابل اعتبار کے نہین ہے ؎

اس باغ مین جس سرو کو دیکھو وہ روان ہی + جس گل پہ بہار آج ہی کل اُسپہ خزان ہی

راے منگلی لال صاحب چکلیدار

راے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے مہاراجہ بالکرشن دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے انھون نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دیانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہین کیا شرفا کی قدردانی اور جوہر شناسی کی صفت بھی بہہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت مند اپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے پاس گیا تو انھون نے کبھی اسکو دبایا نہین بلکہ اوسکی پوری قیمت ادا کی اور ایمانداری کام مین لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیداروں مین اُن کے گھر آجتک جائداد باقی ہے ۱۲۴۷ فصلی مین رائے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوئی سرائے کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست وخام حالت کو پختگی سے تبدیل کردیا آخر زمانہ مین انکو بصارت سے معذوری ہوگئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور اہلکارون سے لیتے رہے بہت سے کاغذات جن پر رائے صاحب کی مہرین ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور بعض اسناد واحکامات بھی دیکھنے مین آئے ہین بعض پروانے ان کے یہان کے پڑے ہین چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۸ھ کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ مسمی عزیز ومحمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طے کرادو اور اوسکی کیفیت حضور مین ارسال کرو دوسرا پروانہ نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ ہجری کو آیا ہے کہ منجملہ دوسو روپیہ کے لعہ جو بابت نانکار کے چاہیے ہین وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔ ان کی جانب سے بھی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی اراضی کے بارہ مین حسن علیخان ویعقوب علیخان رئیسان کھیڑہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کردیگئی ہے۔

مہر
رائے منگلی لال

خان صاحب مہربان حسن علیخان ویعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالی

ظاہرا دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر مزاحمت تعرض میسانند چون معافی قدیم است وگاہی احدی تعرض نساختہ حالا ایشان از چہ اراضی مذکورہ قرق مینمایند لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ احیاناً اراضی مذکور تعرض نرسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سرفراز ہوے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہین اور دوسرے درگاپرشاد صاحب تھے۔ لال بہادر صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگاپرشاد صاحب کے رائے راج بہادر صاحب ہین

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہوگئی ہے مگر اونھون نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی۔

رائے منگلی لال صاحب کی مہر مین سنہ ۱۲۱۵ ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی حکیلیداری کا ثابت ہوتا ہے سنہ ۱۲۶۳ ہجری مین رائے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعۂ تاریخ یہ ہے

چون رائے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سوِ جنت شدہ دردا و دریغا
ہر یک سر خود راپے تاریخ برید ند	رنج و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال رائے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک روہیلکھنڈ) کے طبیب اور دواساز تھے۔ فن طبابت مین ید طولی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت رائے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکارون کی زبان سے سُنے ہین حکیم دولت رائے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے اونکی لانبی کاکلین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھائے رہا کرتی تھین ان کے بیٹے خوشوقت رائے خوشنویس و لائق و طبیب ہوے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلی بھیّا گنیش رائے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوے یعنی چین رائے۔ روپ رائے۔ مصاحب رائے۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال رائے اور

عیوض رائے انکے پاس جائداد بھی تھی اکثر غسل صحت پر ذی حوصلہ اشخاص نے باغات و چکات دیے تھے۔ موضع رتناپور و نبکاپور پرگنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد چین رائے کے نام معاف تھے غالبًا یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ مین آئے۔ ایک باغ گڈھی مین کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بچشم خود دیکھی ہے اور سنہ ۱۲۹۹ ہجری کو زوجہ اعظم خان ذکریا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت رائے کو ایک قطعہ چار بیگھہ کا دیا تھا اور سنہ ۱۲۶۱ ہجری مین عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکریا خیل ساکن محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم گنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکۃ الآرا ہوے ہین چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر والی جھالراپاٹن کے علاج مین جب یہ طلب ہوے تو اونھون نے اطبائے نامی کے مواجہہ مین نسخہ مرتب کیا اور نہایت حذاقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھین کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل توصیف کیا ہے راقم نے اونکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہے اجزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت سے تحریر کی ہے بلکہ اوس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام جھالراپاٹن بخاطر داشت مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر حسب الطلب اتفاق راقم شدہ بود وکمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطبا، دیار علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیم پور بھداسی مرحمت ہوا تھا نقل اوس پروانہ کی یہان تحریر کیجاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر سنہ ۱۱۹۵ فصلی

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار این جانب بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔ موضع کھیم پور بھداسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التمغا سرکار اینجانب ست

آنرا در نیولا معہ رقبہ و سوای زمین مزروعہ و غیر مزروعہ دا فتادہ محض و قابل زراعت و غیر ممکن الزراعت و زمین شور و جلکر و بنکر و چاہات و تالاب و باغات و جمیع حقوق زمینداری درو جہ انعام حسن المعالجت بنام حکمت و حذاقت مآب بھیا لالہ مصاحب رائے حکیم این سرکار بعنایت مرحمت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی و حقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت قابض و متصرف بودہ بدلجمعی تمام ہمگی اوقات خود بدوائی و معالجہ بیماران کہ کار ثواب ست داشتہ باشند باید کہ جملہ اہلکاران سرکار اینجانب موضع مذکور را بنام بھیّا موصوف معاف و مرفوع القلم دانستہ احدی احیانا بوجہی من الوجوہ از بھیّا موصوف مزاحم و متعرض نشوند درینباب تاکید دانستہ حسب الحکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لاولد تھے حکیم دولت رائے کے لڑکون مین بھوانی پرشاد ٹکیٹ رائے نوبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے ہسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے۔ آپ بھی شاہ آباد کے باشندہ ہین محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہاکرتے تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب ور اُن کے والد زمانہ بادشاہ دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھین جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن مین بیعنامے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور ان کاغذون مین انکے نام کے ساتھ امارت وایالت مرتبت حشمت وشوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہین۔ بعض بیعنامے اس وقت راقم کے پیش نظر ہین ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعد اللہ خان بازید خیل سمندر خان مہمند۔ سید ابو الخیر صاحب۔ یوسف خان و رسول خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔ یہ بیعنامہ بیس بگھہ پختہ باغ کا ہے اسمین دو سو درخت نصب تھے اور تالاب چومونہا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو محمود خان بازید خیل عرف موٗخیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ہجری کو یہ بیعنامہ تحریر ہوا ہے۔ اسیطرح ایک بیعنامہ ۱۱ رمضان ۱۱۸۲ھ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگہ آراضی بھی تھی محمد پردل ابن عبد الواحد دلیرخانی کی جانب سے نواب محمد علی خان صاحب کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بیعنامہ پر گواہیان مسیح الزمان قادرداد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین نواب یعقوب علیخان کے دوسرے صاحبزادے معتمد الدولہ مصطفی خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام ایک مہر مین کھدا ہوا ہی یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کیطرف سے عطا ہوے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت و امارت خطابون سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ گردش ایام سے اُن کے مکانات کے نام و نشان تک نہ رہے اور اس وقت کی نسل اُن کے خطابات سے بھی آگاہ نہین۔

شاہ آباد کے قاضی

یہان کے قاضیون کے مورث اعلی قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سنہ ۲۲ جلوس مین بجاے قاضی شیخ محمد اوجیالی اور قاضی ابو البقا کے دار القضا شاہ آباد مین مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہان سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی و بحالی ہوتی رہی اِس دوران مین قاضی صاحب موصوف نے عہدۂ قضا کی سند اپنے فرزند بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کراکے شاہ آباد مین اُنکو مقرر کرادیا اور خود قنوج کے قاضی ہوے اس زمانہ تک شاہی دربار مین قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی رہی جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب وہ شاہجہان آباد پہونچے تو اونھون نے ایک مغل بچہ کو مبلغ ایکہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد مین ہین اور ہماری جگہ کے متلاشی ہین اُن کو جان سے مار ڈالو چنانچہ اوس مُغل نے نامبردہ کا کام تمام کردیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی مین آئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زر خون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیون کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعوی بادشاہی اجلاس مین دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے استغاثہ مین قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدۂ قضا سے معزول کردیا اور جو

دیہات وچکات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص
قنوج کا باشندہ انکی جگہہ پر قاضی مقرر ہوا۔ ہر چند قاضی فیض اللہ صاحب اور اُن کے
پسران قاضی بدیع الزمان ونادر الزمان ومسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم
اپنے عہدہ پر بحال ہو جائین مگر کامیاب نہوے اب بیکاری وتنگی معاش سے نان
شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اس عرصہ مین ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی
فیض اللہ صاحب کے تھے اُنھون نے معقول ومنقول وغیرہ کے علوم سے فراغ
حاصل کیا اور اپنے باپ کی عُسرت پر مغموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوے کیونکہ
اُس زمانہ مین تمام خلایق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہان پہونچے تو اپنی
رسائی سے امرا اور ارکان دولت کے یہان تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ
پرگنات وشاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بحالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر
بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیجدی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور
مین حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد مین اپنے دوبارہ
عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی
سند اپنے نام کرائی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب
تا حیات اپنے بیٹے کی نیابت مین کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا
انتقال ہو گیا تو اُنکے دیگر فرزندان اس عہدۂ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان
صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار مین حاضر رہے بعد انتقال کرنے
اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند
اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرائی اور اُن کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کی غرض سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی مین بھی رہتے اور فرائض منصبی کے
ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا
کرتے وہ انھین کے پاس بھیجتے انھون نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے
باغات نصب کرائے دیہات خرید کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال
ہوگیا تو اُن کے فرزند قاضی رضاء اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امرا اور
صدر الصدور وغیرہ کے یہان رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہان رہے اور کوشش
بلیغ کرکے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بحال کرا دیا اور اس عہدہ کی
سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہان کے مقدمات مین بھی
بیدا ہو گئی تو قاضی رضاء اللہ خان بھی وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد
قاضی رضاء اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوے اور پالی مین قاضی ضیاء اللہ خان
اس عہدہ پر متعین ہوے جب تک یہ دونون بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی
ضیاء اللہ خان کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند ابو الحسن جنکی عمر اوسوقت دس برس کی تھی
وہ قصبہ پالی مین بجاے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھلائے گئے اور اونکی تعلیم و تربیت
شاہ آباد مین چچا کے پاس ہوتی رہی چھیالیس سال تک رضاء اللہ خان شاہ آباد کے
قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جزرسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے
لیے کچھ چکات مین اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر
وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال کو دیوانی کا خلعت عنایت
ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوے تو سیتا رام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب
کے حکم سے عہدۂ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراے کار سے باز رہے۔ اس زمانہ مین

شجاعت علیخان جو یہان تعینات تھے وہ بطور سزا ول کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد
و پالی پر متعین کیے گئے اور ان سے مچلکہ عدم مداخلت کا لکھا یا گیا اس قضیہ کے پیش آنے
سے قاضی رضاء اللہ خان لکھنؤ گئے اور وہان کے ارکان دولت ملازمت حاصل کی اور بجاے
سرکار دہلی فرمانروائے اودھ کے حکم سے اجازت برقراری منصب حاصل کی
راجہ جھاؤلال راجہ ہلاس راے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عہدہ کے متعلق لیکر
شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا مچلکہ واپس لیا اور بدستور اپنے عہدہ
پر قائم رہے۔ اس عرصہ مین اُن کے مخالفون نے اُن کے بھتیجے ابو الحسن کو ورغلایا اور
ان کے مقابلہ مین لڑائی پر آمادہ کیا اُسنے تمام موروثی اشیاء و مکانات اور اسناد ملکیت پر
قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضاء اللہ خان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صورتحال
۹۔ رمضان ۱۲۱۳ ہجری کو لکھائی اور اُسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین کرائین اور وہ صورتحال
بہت لنبی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد مین ایک سو سے زائد اشخاص
کی مہرین اُسپر ثبت ہین اُسپر دستخط و مواہیر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار
باسط نگر۔ مہری بیگم زوجہ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمعہ میان
راے موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس راے صاحب۔ خلیفہ عبد الرزاق صاحب یعنی
اعظم خان صاحب رئیس سید خیل۔ امانت خان صاحب۔ مظفر علیخان صاحب و ہمت راے
چودھری گردیاں۔ امانی خان مہمند۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان
وغیرہ کے موجود ہین۔

قاضی رضاء اللہ خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب ابن قاضی ناظر الزمان صاحب

شاہ آباد مین عہدۂ قضا پر مامور رہے اور اونکے بعد اونکے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب شاہ آباد کے قاضی ہوے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیون کے اجلاس سے فتوے لیے جاتے فرائض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کیطرف سے قاضیون کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا سشن جج کا منصب تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بجز نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیون کے متعلق نہین رہا۔ بجاے فصل خصومات کے مخاصمت باہمی باقی رہگئی ہے۔ اب اس خاندان مین قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہین۔

قاضی رضاء اسد خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد سلطنت مین تحریر ہوے وہ اب تک موجود ہین راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گذر چکے ہین بعض کی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔

نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضاء اللہ خان شاہ آبادی

(مہر:) عبید خان پسر خان صدالصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران و کروریان و جمہور سکنہ پرگنہ سونی پت وغیرہ سرکار و صوبہ دارالخلافۃ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ازتفاع منصب احتساب وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضاء اسد و لدناصر الزمان حسب الضمن مقرر و مفوض گشتہ باید کہ کما ینبغی بلوازم مناصب مذکور قیام نمودہ در تادیب اوقات مسکرات و زجر اصحاب مسکرات و تعدیل اوزان و ذراع و مکیال و ما یکون من ہذا المثل مساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ

و دقیقۂ از دقائق واحتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ بر طبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را محتسب غیرہ دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ بخدمات مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک وندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ غرہ شہر صفر المظفر سنہ ۲۹ جلوس والا قلمی شد۔

ایضاً

عبیدہ خان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار وصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد اعلام آنکہ۔

حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضا ہی وخطابت پرگنہ مسطور معہ سواد قصبۂ قریات متعلقہ آن از تغیر محمد تقی محمد رضا اسد اللہ ناصر الزمان خان مقرر و مفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم مناسب مزلور قیام نمودہ شد و در فصل قضایا و خصومت واجراء حدود و تعزیرات واقامت جمعہ وجماعات وترغیب مردم بطاعات وانکاح من لا ولی لہ وقسمت ترکات وحفظ اموال غائب وایتام وتعین اوصیاء ونصب قوام مساعی موفورہ تقدیم رسانیدہ وخطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ بر طبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را قاضی وخطیب آنجا دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند و دیگری را سہیم وشریک ونداند وحکوک ومتخلاف را بحال شمارند درینباب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳۰ جلوس والا قلمی شد

نقل فرمان احمد شاہی بنام قاضی ضیاء اللہ خان

عبید خان پیر خان
صدر الصدور فدوی راسخ
الاعتقاد احمد شاہ بادشاہ
غازی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار و
صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ
وکیل رضاء اللہ ولد ناصر الزمان التماس نمود کہ موکل منصب
قضای وخطابت پرگنہ مسطور سرفرازی دارد امید وار ہست
پروانہ مطابق بشود. از انجا کہ از روے سررشتہ دفتر بظہور پیوست کہ بموجب پروانہ حضرت
مرقوم ششم شہر ذی الحجہ سنہ مناصب مزبورہ بمشار الیہ مقرر ہست لہذا
حسب الحکم الاعلی قلمی میگردد کہ مشار الیہ را بدستور سابق بحال داشتہ دست اندازی موی الیہ
در امور متعلقہ الخدمت مستقل دانند و دیگری را سہیم وشریک او ندانند درین باب قدغن
دانستہ حسب المسطور بعمل آرند. تباریخ پنجم شہر ذیقعدہ سنہ احد جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبید خان پیر خان
صدر الصدور فدوی
راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ
غازی

گماشتہاے جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ سونی پت
سرکار وصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ
حسب الحکم جہان مطاع وآفتاب شعاع گردون ارتفاع
منصب قضاے پرگنہ مسطور معہ سواد وقریات متعلقہ آن
از انتقال ناصر الزمان برضاء اللہ پسرش مقرر ومفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم منصب مذبور قیام
نمودہ در فصل قضایا وخصومات واجراے حدود وتعزیرات واقامت جمعہ وجماعات و
ترغیب مردم بطاعات والنکاح من الی ولہ وقسمت ترکات وحفظ اموال غنب وایتام
وتعین اوصیاء ونصب قوام مساعی موفورہ بتقدیم رساند باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نمودہ
مشار الیہ را آنجا دانستہ دست اندازی موی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند و

دیگرے راہیم وشریک اونداننددمحلوک ومتحلاف بمہیرا وبمہر شمارند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ بست ونہم شہر شوال سنہ ۲ والاقلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہین آپ کے مورث اعلی شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زمان صاحبان بمقام کلھوابن جو ضلع اعظم گڈھ مین ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب ممدوح کے اجداد وہان سے جدا ہو کر شاہ آباد مین آباد ہوے مانگن میان صاحب کے متعلق ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحاناً ایک فتیلہ جلتا ہوا انکی دستار مین رکھدیا تھا قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا ٹڑا انکی پگڑی مین سرد ہوگیا اور پگڑی پر آگ کا اثر تک نہ پہونچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہو واللہ اعلم میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہین اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کی صاحبزادی منسوب ہین افسوس کہ احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوے انتقال ہوگیا۔ ان ہر دو صاحبون سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبد اللہ صاحب کلیدار

حافظ صاحب ممدوح خداترس دیندار وضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم وسختی کو روا نہ رکھا اور کثرت کار ومشاغل مین بھی جبتک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اللہ کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبد الغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جسکو اس زمانہ مین ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سبحان علیخان کنبو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدار المہام کے مصاحب و مشیر ۵۱ سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج مین کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ "تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبد اللہ حافظ مشہور ہے"۔ حافظ صاحب محلہ گلگیانی مین رہتے تھے اونکی مسجد ابتک قایم ہے جسکے صحن مین اونکا مدفن بھی ہی عہد شاہی مین اونکا دور دورہ تھا صاحب نقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہین سنی گئی نیکنام رہے املاک و جائداد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ نجاری ٹولہ مین ایک محل عالیشان جسمین متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴- رجب ۱۲۵۰ھ ہجری مین مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اوسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۷- ذیقعدہ ۱۲۵۹ھ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دو سو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سعد اللہ خان

۵۱ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھرا اور خطاب نواب روشن الدولہ منیر الملک قایم جنگ بہادر تھا۔ بعد معزولی حکیم مہدی علیخان کے یہ بعہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ ۱۲۴۵ھ ہجری کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوئے۔ سبحان علی خان کنبو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و مشیر تھے اور درحقیقت یہ ہر دو اشخاص نہایت تیز فہم یکتائے روزگار گذرے ہین۔ حافظ صاحب سبحان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت مین باریاب ہوئے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد مین انھین سبحان علی خان وغیرہ کنبو کی وجہ سے معزول ہوئے۔

رئیس چوک سے اور ۲۲ رجب سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان او حسن علیخان
پسران بہادر خان سے حقیت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۲ ہجری کو
ایک باغ زوجہ رحمان خان سکنہ محلہ گلگیاٹی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے
خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اونکی خریداری کے ابتک موجود ہین اور راقم کی نظر سے
گذرے ہین سنہ ۱۲۵۷ فصلی مطابق سنہ ۱۲۶۶ ہجری ہین حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا ہے
قصبہ شاہ آباد و قصبہ سانڈی و قصبہ پالی معہ پرگنات اونکے زیر حکومت تھے۔
سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو جو کاغذ حساب مالگذاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اونکی
بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہان پر لکھی جاتی ہین تین لاکھ ستائیس ہزار کا
حساب کاغذ مین درج ہے جسمین عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ اہلکاران عملہ لکھنو	تنخواہ عملہ ہمراہ	تنخواہ اہلکاران محالات	کرایہ بار برداری بوقت کوچ لشکر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواب صاحب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
متصدیان دیوانخانہ وزارت	لالہ موہن لال سیاہہ نویس	لالہ جواہر لال روشن لال سررشتہ دار	شرف الدولہ بہادر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال	منشی خانہ وزارت	بموجب رقعہ حافظ صاحب سنہ ۱۲۵۷ فصلی	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	

اور جو واصلباقی پرگنہ شاہ آباد بابت سنہ ۱۲۴۱ فصلی معہ جمعخرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا
بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پرگنہ شاہ آباد ص اسابلعہ داخلخزانہ سرکار ماصعہ نقد معہ ماعص

بموجب رسیدات رائے ہر چند حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نواب صاحب

صعہ مالہ | مارمہ للعہ

فرمایشات ولایت علیخان صاحب | فرمایشات علی حسین خان صاحب

مالوعہ | ماصر

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوندنعمت دام اقبالہ اخراجات سرکار خداوندنعمت

مارصہ | ماالہ

حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد | بنام احمد علیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد

مار | مار

خرید انگشتری | براے خلعت لالہ کالکا پرشاد | بنام حکیم نبا صاحب براے شادی دختر

صہ | ماعہ | مار

مصارف تجہیز و تکفین آغا مرزا قرآن خوان | تجہیز و تکفین ولایت علی خان

سعہ | حاسہ

خیرات وغیرہ | تیاری جھول باناتی براے فیل میان کلب حسین

سے | صہ

پخت طعام خیراتی معرفت مبارک علی | تھانہاے محمودی جو شاہ آباد سے طلب ہوے تھے

ماعلہ | صعہ

غلام امام خان وزوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار بادشاہ پلٹن ہمراہی آغا مرزا صاحب کمیدان ص

ماسہ | ص بروے پروانہ ولایت علیخان

اسیطرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہی بقدر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی مین اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند سید غلام غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۸ سنہ ہجری کو لکھدیا تھا جسپر راے منگلی لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مُہرین موجود ہین۔ حافظ صاحب کی مُہرمین ۱۲۳۵ سنہ ہجری کندہ ہین اور خوبصورت مُہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷ سنہ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہی اُسمین مُشیر الدولہ بہادر نے سیّد غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اِقرار لکھا یا ہی کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے ذمّہ باقی ہی وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو تمکو علاقہ سرکار سے عطا ہوگا اُس سے ادا کرنا ہوگا اس بات سے ۱۲۶۷ سنہ ہجری مین حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا ہی افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سیّد غلام علی صاحب نے بھی جوانمرگ انتقال کیا۔

مولوی حسن علیخان صاحب

مولوی صاحب ممدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور افضل خانصاحب رئیس دریا پور کے بزرگون مین تھے عالم باعمل کئی سو حدیثین یاد تھین اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی کی خدمت بابرکت مین بھی حاضر ہوے تھے۔ دینداری کا اثر بہت غالب تھا امر حق کے مقابلہ مین کسی کی مروّت نہین کرتے اِس بارہ مین اُن کی بعض حکایتین مشہور ہین

امانی خانصاحب رئیس محلہ مہمند جو سمندر خان کے فرزند اور مبارز خان کے پوتے اور دیوان پایندہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد مین ایک ذی وجاہت شخص گذرے ہین دُنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزّت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانون مین اُنھین کا بنگلہ خوبصورتی مین ضرب المثل تھا اُنکے باغ مین کسی کا ایک درخت آم کا جو گیندے کے نام سے مشہور تھا شامل ہوگیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوے کہ تلوار لیکر امانی خان کے یہان محلہ مہمند مین آئے اور خان صاحب کو اسدرجہ سخت پکڑا کہ درخت مذکور باغ سے اُسیوقت علیحدہ کراکے اُس شخص کو دلادیا اسیطرح مولوی شیخ ثناء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ مین اچھی دستگاہ تھی ایک بار اُنھون نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نورباف تھے اِس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُسپر مولوی صاحب شمشیر برہنہ شیخ جی کو لیکر نواب صاحب کی ڈھیوڑی پر پہونچے اور پھر دوبارہ سلام علیک اسی طریقہ سے کرایا اور کہا اِس امر مین مودّب ہونے کی کوئی ضرورت نہین مذہبی معاملات مین ہر شخص کو یکسان ہمسری کے حقوق حاصل ہین ریاست کے اُمور اور ہین مولوی صاحب کے اولاد نرینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم تھے

محلہ احاطہ مین آپکا مکان تھا انھین کے فرزند عبدالرحمان خان تھے (۱۸) برسکی
عمر مین آپ فارغ التحصیل ہوے قصص الانبیا فی احوال الاصفیا زینت
مستنطبین اور رشید المومنین تین چار کتابین آپکی تصنیفات سے ہین بعض کتاب
کو خاکسار نے دیکھا ہی قصص الانبیا کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع
بھی ہوگئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہی راقم کے پاس موجود
بھی ہی۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابوالبشر آدم تک نہایت
تحقیق سے مرتب کیا ہی ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور
صاحب کلکٹر ضلع علیگڈھ کی سررشتہ داری کا کام کرتے رہے فرایض منصبی بنہایت
شرعی پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استعفا دینے کے
وطن چلے آئے تھے ۴۵ برس کی عمر مین انتقال کیا آپ کے حالات مولوی
سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش
عبدالرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک استفتا پر جو فتوے
مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہی وہ آپکی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت مین یہان درج کیا جاتا ہے

نقل استفتا

بسم اللہ العلی العلیم

چہ ارشاد می کنند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرینصورت کہ مثلاً زید فوت کردہ و
حامد نامی پسر و سہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبیدہ نامی
زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند وارث گذاشت پس ولایت نکاح دختران
زید کہ از بطن زبیدہ اند مر حامد برادر علاتی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران را یعنے نکاح

دختران زید باجازت و مرضی زبیدہ مادر دختران شان می توانند یا باجازت مرضی حامد برادر علاتی شدن می تواند - بینوا توجروا - الجواب درصورت مرقومہ ولایت نکاح جملہ دختران زید از بطن ہر زوجہ کہ باشند مرحامد برادر علاتی راست یعنی نکاح دختران زید باجازت مرضی حامد برادر علاتی شان می تواند شد و روبرویش زبیدہ مادر دختران را اختیار نکاح دختران مذکور نیست و اگر با وجود بودن حامد مسماۃ زبیدہ نکاح دختری بی اجازت و خلاف مرضی حامد باکسی بندد آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حامد اجازت ندہد ہکذا فی کتب الفقہ والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم الجزء وان سفل ثم الاصل وان علا ثم جزء الاصل القریب کالاخ ثم بنوہ وان سفلو شرح وقایہ ۱۲ اقرب الاولیاء الی المرءۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علی ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب وان سفلوا فتاوی عالمگیری - وان زوج الصغیر والصغیرۃ ابعد الاولیا فانکان الاقرب حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف النکاح - فتاوی عالمگیری المجیب منصب -

مہر محمد سلطان ۱۲۵۳ھ

میر احمد علی صاحب

میر صاحب موصوف صاحب نسبت اور باخدا بزرگ تھے آپکی عمر ریاضت اور یاد الٰہی مین بسر ہوئی خلقتاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپکے پیر مرشد ممدوح کا ۱۲۵۰ھ مین وصال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایون مین مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب ہمرود اکثر شاہ آباد تشریف لاکر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے درحقیقت یہ بڑی خوبی ہو کر اپنے پیرزادہ کے بھی پیر بن آپکے فنا فی المرشد ہونیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے آپ ذی علم اور نازک خیال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابین آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روایتین ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کین چنانچہ حاجی محمد حسین خانصاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابۂ کبار کا سُنا جاتا ہے صبر توکل استقامت اُنکا موروثی حصہ تھا ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ مین تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ آکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال مین مستغرق ہو گئے اور اوس موذی کے حال سے مزاحم نہوے مگر اوسوقت ایک بلّی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہان سے ہٹ گیا۔

۱۸۵۷ء کے غدر مین جب شاہ آباد مین بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہین باہر نہین گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھکر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارتے پھرتے مین آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم مار ہی ڈالوگے ہمارا ہونا نہونا دونون یکسان ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھکر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر ہم آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہمسایون کے مکان پر چور آئے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب مین چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اوٹھے تو
چورون کو چوری کی گھات مین پایا مگر بیدار ہوجانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپکی
روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے راقم سے
بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر
مجالست مین حدیث شریف اور حقایق و معارف کا مکالمہ رہتا میرے چند بھائی
محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سجع موزون فرمایا

محمد احمد و محمود و حامد   بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف مین فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم
کریما مخمس نامقیمان وغیرہ قلمی موجود ہین چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک
کتاب سے انتخاب کرکے یہان پر درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بہ احمد

ای بہر جائیکہ بینی جلوۂ رخسار اوست	رو بہر طرفی کہ آری پرتو انوار اوست
غیر او ہرگز نباشد ہیچ شے اندر جہان	ہر چہ آید در نظر بی شبہ تکرار اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سرو ہم قمری و ہم نالہائی زار اوست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو امین خاص حق و واقف اسرار اوست

ایضاً

ہیچ حسنی در دو عالم ہمچو حسن یار نیست	خوبروی درجہان چون خوبی دلدار نیست

گرچہ نسبت باسرو از قد خوبان دادہ اند
لیک سروی مثل قدش اندرین گلزار نیست

دیدهٔ خواہش زلیخا وار بکشا و بہ بین
غیر روی یوسف اندر خانهٔ و بازار نیست

پیش مجنون درمیان وادی پرخار خار
جز شبیہ لیلی اندر دیدہ اسرار نیست

احمد اندر ماسوا مشغولی خاطر مکن
چہ در آئی یا زجا اندر دل بیدار نیست

در دو عالم جلوهٔ رنگین رخ زیبای وست
رنگ بخش ہر چمن رنگ گل رعنای وست

نیست خالی ہیچ جا از پرتو رخسار اوست
عالمی پر از فغان و غلغل و غوغای وست

صبح دارد از بیاض نور او نور کمال
ای سواد شام ہم از گیسو دو تای وست

احمد مرسل کہ آمد باعث ایجاد خلق
ای مجسم نور نبی ز سر تا پای وست

دیگر

روشنی جملہ عالم ای ز مہر روی تست
رنگ و بوی باغ دوران ہم ز رنگ و بوی تست

شاہی کونین زیبد مر ترا با عز و شان
فرش شاہان فرش خاک راہ ہای کوی تست

ای بہار حسن ویست رنگ بخش ہر گلی
زیب سرو ہر چمن از قامت دلجوی تست

گرچہ شان ہر یکی از رنگ ہای دیگر است
در حقیقت شان جملہ از روی نیکوی تست

غیر ویست چہ نہ بینم ہیچ شی اندر جہان
غلغل و شور جہان جملہ ز ہای و ہوی تست

چشم و جان و گوش شنوا دیدهٔ بینا توئی
گفتگوی جملہ عالم ہم ز گفت و گوی تست

سر بزانو نہ دادم احمد اندر فکر تش
عکس روی یار در آئینهٔ زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند
عمریست جاودانہ کہ بر من گذر کند

سازد خرام چون ز سرِ ناز دلربا
هوش و حواس از سر عالم بدر کند

بر هر دلے کہ عشق نماید تسلطی
صبر و قرار و ہوش و خرد زو سفر کند

در ہر نماز عاشق مسکین پاکدل
ہر دم وضوی خویش ز خون جگر کند

بہر نثار مقدم یار نکوے من
چشم ترم ز اشک مژہ پر گہر کند

یارب ز درد و رنج دل سوزناک ما
تا چند آہ و نالہ و فریاد سر کند

آنکس کہ یافت لذت وصلت مدام تو
از ذکر غیر گوش دلِ خویش کر کند

غیر از جناب احمد مقبول دو جہان
از یک نگاہ پاک کہ من را بزر کند

آن دل کہ شاہ عشق درابی خبر کند
جز حسن روی یار کجا در نظر کند

افتند صد ہزار دل بیدلان بہم
شانہ بموی زلف گرہ دار گر کند

خاک ست پیش چشم کسی شاہی جہان
آنرا کہ از وصال کسے بہرہ ور کند

از فرش تا بعرش عیان ست لے دی یار
چشم یقین ز دیدہ کسی وا اگر کند

باہم درند جامہ گل و غنچہ در چمن
ہر گاہ سیر باغ بپای نظر کند

دستی کشش طبیب ز نبض مریض من
دارد چو درد عشق چہ دارو اثر کند

ہر دم ز درد ہجر تو جانان دل حزین
شور و فغان آہ ز سوز جگر کند

احمد بپای عشق سری ہر زمان بنہ
تا بر سر تو تاج مرصع بزر کند

نعتیہ

کس جز تو خدا نا آفریدہ
نشنید زمانہ نا بدیدہ

از روی تو مهر آفرینش — وز خوی تو خلق برگزیده
ای شان تو شان کبریائی — وی نور تو نور چشم دیده
در دفتر نیکوئی نه مثلت — منشی قضا رقم کشیده
با ممکن و هم وجوب پیدا — در عالم اینچنین کی دیده
ای سیر تو ملک لامکانی — کانجا نه فرشته رسیده
در پیش و پسی تو همچو سایه — افواج ملک بسر دویده
در گلشن قرب او تعالی — جز دست تو گل کسی نچیده
قوسین تو جا و هم مقامت — لولاک لما تو رسیده

کن رحم با حمد شکسته
افتاده بخاک دل رسیده

گل گلزار المعانی سراپا صورت جانی — رسول فخر انسانی دُر دریای فیضانی
کند خورشید با روی جهان افروز هر صبحی — ز نور ذره خاکش جبین خویش نورانی
مه گردون گردنده بفوج لشکر انجم — بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی
چنین درگاه سلطانی کرا آید ز حقانی — که جبریل امین دارد همیشه کار دربانی
بحق گوی و بحق جوی بحق دانی و حق بینی — بذاتش میکند جلوه همه اسرار و اعلانی
گل تنزیه می دارد سراپا جسم تشبیهی — عیان از نور سیمایش فروغ شان سبحانی
ز اوج عرش بگذشته مقرب خاص حق گشته — ملائک ماند سرگشته بجاه و فخر انسانی
کند بر حال من شاها ز لطف عام خود نگهی — که زائل گردد از رویم همه گرد پریشانی
بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت — بر پیش دگر حاجت بکار سخت حیرانی

زدین حضرت احمد قدم بیرون منہ ہرگز
نگیر دغیر شرع او رواج کار حق دانی

در منقبت جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ

ایدل بدار حب بجان بوتراب را
شیر اله سرور عالی جناب را

آن کس کہ سر نہاد بپاکش زجان و دل
نی شکل رنج دید نہ روی عذاب را

مشکلکشای خلق شہنشاہ اولیا
ہست او ہمی شافع یوم الحساب را

آن شہسوار دُلدل وآن شاہ ذوالفقار
آن شد کلید قلعہ بر فتح باب را

سائل چو کرد قصد سوالی بجان و دل
بشنید زو بدید جوابی صواب را

نور الٰہی ہست فروغ جمال تو
واکن ز روی نور الٰہی نقاب را

شاہا ز فیض لطف خود و ہم ز مہر خویش
رحمی بحال احمد پُر رنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہٗ

محیط فیض یزدانی جناب شاہ جیلانی
ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی

در دریای قطبیت مہ افلاک غوثیت
کنوز راز صمدیت شناہ بحر صمدانی

بہ شیخی پیر پیرانی بخوبی ہمچو کنعانی
محل راز حقدانی ازو آمد بآسانی

ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر
بذات پاک آن سرور برونق شد مسلمانی

زہی تاج سر عزت با وج فخر در کثرت
نیامد کس باین شوکت بچشم عین انسانی

بمعجز شد کرامانش بفضل ایزد پاکش	نموده ذره خاکش مثال مهر تابانی
ز قوس ابروی پاکش خدنگ خویش یزدان	رسد بر روی آفاقی بحکم حکم ربانی
بدرویشی کسی دیگر نزاده مادر دوران	ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی
بکن یک گوشهٔ چشمی بحق احمد مرسل	که دارم در بغل جنس پریشانی و نادانی
غلام درگه او را چه غم از پرسش محشر	که دارد دست خواهش را بدست قطب ربانی

در مدح خواجه بزرگوار هند الولی اجمیری

زهی خواجه ز فیضان الٰهی	کند در ملک معنی پادشاهی
بملک چشت شاهنشاه والا	دهد هر شاه را او تاج شاهی
ردای خواجگی بر دوش طالب	بپوشاند ز چشم خوش نگاهی
همه از خواجگان دربارگاهش	سر خود می نهند از عذر خواهی
معین الدین بعالم هست نامش	بملک هند دارد تخت شاهی
گدای بینوائے بارگاهش	رساند شاه را تاج مباهی
کسی کو بر درش افگند از عجز	سر خود را نماند در تباهی
زبس فیضی که بار و ز آسمانش	همه عالم بسوی اوست راهی

منم احمد غلام درگه تو
ببر کوه غمم چون برگ کاهی

معجزهٔ حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول — که او هست سر دفتر هر اصول
بیان می کنم از همه معجزات — یکی معجزه سرور کائنات
که او هست تاج سر انبیا — برو باد همدم درود و ثنا
روایت چنین است ز اهل دین — شنو ای محبان بگوش یقین
که یک روز حضرت رسالتمآب — بمسجد به اصحاب عالی جناب
بفرمود جلسه به شوق تمام — نبوده بهم هیچگونه ملال
ز قوم یهودی یکی نوجوان — که به سعد بن قیس نامش عیان
در آمد به تندی و هیبت تمام — بر سید سرور خاص و عام
علم کرد تیغی بدست درست — خریطه بدست دگر تنگ و چست
بپرسید کاندر میان شما — محمد کدام است با ما نما
علی مرتضی گفت ای ناسزا — چه پرسی که خورشید روشن کجا
مه و مهر را کس نه جسته نشان — که روشن در آفاق هست و عیان
بفرمود حضرت محمد منم — بگو آنچه داری تو از بیش و کم
با صفای اسم مبارک زبان — گشوده باین حرف آن نوجوان
بگو ای محمد بدستم چه چیز — که باشم مسلمان درین وقت نیز
پیمبر چو برحق تویی بی گمان — بمن شاه ما راز را زنهان
همان دم رسول زمین و زمان — ز الهام غیبی نموده عیان
که خاکستر مار در دست تست — نهاده میان خریطه درست
بفرمان پیغمبر نیک زاد — بکلمهٔ شهادت زبان برگشاد

کریما مخمس

آلهی اسیرم بحرص و هوا
ندارم ز کس ره روی راه خدا
ندارم مراین درد را من دوا
کریما به بخشاے بر حال ما
که هستم اسیر کمند هوا

اسیرم بدست هوا و هوس
چو مرغی که اندر میان قفس
درین کشمکشهای پر رنج و بس
ندارم غیر از تو فریادرس
توئی عاصیان را خطابخش و بس

درین دار آباد رنج و عنا
پر از درد کلفت تهی از صفا
بقاے ندارد بغیر از فنا
نگهدار ما را ز راه خطا
خطا درگذار و صوابم نما

دلا هر زمان از قلیل و کثیر
به نعت رسول بشیر و نذیر
بیالب بکن کام از شهد و شیر
زبان تا بود در دهان جاگیر
ثنای محمد بود دلپذیر

شفیع الامم خواجۀ دوسرا
صف انبیا را شده پیشوا
ز خلق و کریم و بخلق و صفا
حبیب خدا اشرف انبیا
که عرش مجیدش بود متکا

زهی سرو آزاد باغ وفاق
ملائک تدروش بصد اشتیاق
چه خوش گفت سعدی شیرین مذاق
سواری جهانگیر یکران براق

که بگذشت از قصر نیلی رواق

دلا فرش غفلت نه هر گز نوشت | شدی طالب روز زرینه طشت
بگشتی بلهو ولعب کوه دشت | چہل سال عمر عزیزت گذشت

مزاج تو از حال طفلی نگشت

سپر در ره حق بر انداختی | فرس در رہ هوا و هوس تاختی
بغفلت تو نرد دغا باختی | همه با هوا و هوس ساختی

دمے با مصالح نپرداختی

بدنیا که او هست بی اعتبار | دو روزه بود کار را و یا چہار
همه کار را از بدی گذار | مکن تکیه بر عمر ناپایدار

مباش ایمن از بازی روزگار

ترجیع بند مسدس مصنفۂ میر احمد علی صاحب ہم رنگ ما مقیمان قدیم
مصنفۂ حضرت علاء الدین صاحب وصالی خراسانی خلیفۂ نظام الدین

اولیائے ذیل صوبۂ اودھ

ما ظهور خدائے غفاریم | برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لاهوتیم | بلبل شاخ باغ اسراریم
گوش وچشم وزبان وجان ودلی | ماسوای بخود نمی داریم
ما ز دنیا و دین ندارم کار | طالب عز و جاه دیداریم

ازدو زلف سیاه وخال رخش — دانه ودام را طلبگاریم
از ظهور مظاهر کونین — طوطی شکرین گلزاریم
ازدو عالم سرے نمی خاریم — چون مقیم سرای دلداریم
من دیوانه وش درین صحرا — روز وشب این سخن بلب داریم

که بچشمان دل مبین جز دوست
هر چه بینی بدانکه مظهر اوست

یار من باکمال رعنائی — می کند جلوه بیکتائی
زیر و بالا و اندرون و برون — هست پیدا بچشم بینائی
گاه پنهان به پردهٔ باطن — گاه ظاهر بچهره زیبائی
از وئی دور شو دلا زنهار — تاکند یار جلوه فرمائی
باش دیوانه واله و شیدا — شو برون از شعور ودانائی
بشنوی از زبان پیر وجوان — بالیقین چشم دل چو بکشائی

که بچشمان دل مبین جز دوست
هر چه بینی بدانکه مظهر اوست

غیر حق نیست اندرین گلزار — ماه و مهر و فلک چه لیل و نهار
ساعتی از خودی شوی بیزار — بنگری جلوهٔ رخ دلدار
اندرین باغ بے رخ دلدار — گل نماید بزیر چشم تو خار
من دو مذهب عشق یکدانم — دانهٔ سبحه و رشتهٔ زنار
خاک دانی تو تخت شاهی را — گر بیابی تو دولت دیدار

زاہدا یکدم از دوئی بدر آ	تا کشاید تو بے اسرار
کفر و اسلام بر کران گردد	گردر آئی بعشق آن یکبار
ہمہ تسبیح گوی یار من ست	شاخ و برگ نبات ہم اشجار
می برآید ترانہ این ہر دم	از زبان ہمہ در و دیوار

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدان کہ مظہر اوست

مثنویانہ اشعار ہین میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہین اور وہ یہ ہین

خدایا منم بندہ بیچارہ	کہ جز تو ندارم زکس چارہ
ز انعام و بخشش بمن درنگر	خطایم گذار و برحمت گذر
بحق محمد رسول کریم	کہ آمد برحمت بلطف عمیم
بحق علیؑ و حسینؑ و حسنؑ	کہ ہستند مشکلکشای زمن
بحق شہنشاہ زین العباؑ	دگر باقر و جعفرؑ باصفا
بحق شہ کاظمؑ و ہم رضا	کزان دار دین ست رونق گرا
بحق تقیؑ و نقیؑ عسکری	بحق شہ مہدیؑ جعفری
بحق ہمان غوث پیران پیر	بحق شہ چشت آفاق گیر
بخلفای چشتی و ہم قادری	کہ جویم ز ایشان بخود یاوری
خصوصاً بآن ہادی دلنواز	کہ اسم ست مشہور شاہ نیاز
عطا کن ز فقرم مراد و لتی	کہ باشم از و صاحب حشمتی
دگر این زغیبم فراغ معاش	مگردان ہمہ در برای تلاش

بیان میکنم موجب این رقم | بر دوستان از زبان قلم
منم خادم اہلبیت رسول | کہ او ہست در جملہ عالم قبول
بود شاہ آباد مولود من | ولی ترخ آبای مارا وطن
کہ روزی گرفتار بودم بدرد | با مراض بدنی اندر نورد
بسی مضطرب بودم و بیقرار | اطبای ماندند بی اختیار
دران حالت پرز رنج و عنا | شدم ملتجی با حبیب خدا
بصد گریہ و با ہزاران بکا | کہ فی الحال زو یافتم من شفا
زبہر فراموشی درد و رنج | شدم پیروان سزاوار گنج
بامداد آن شاہ والا گہر | باین نظم یک ہفتہ بردم بسر
رسیدہ باتمام ترجیع بند | کہ باشند زو عاشقان دردمند
بسال ہزار و دو صد شصت و یک | رساندم زر نظم را بر محک
امید عفو ہست ز اہل سخن | چو بینند سہوی بگفتار من
باصلاح پوشند باسیہ من | وگرنہ بدارند ما را معاف

رجوع کن بجان بر در احمدی
کہ یابی از و دولت سرمدی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ سید اعجاز احمد صاحب ابن ظہیر العلما بدایونی کے صفحہ ۸ و ۹ مین طبع ہو کر شایع ہو گیا ہے۔

ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسکے بعد آپنے عزم شاہ آباد ضلع ہردوئی کا فرمایا جہاں میر احمد علی صاحب خلیفہ اعظم نیاز بے نیاز تشریف رکھتے تھے اور جنکے پاس آپکی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپکے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی کہ یہ نصیر الدین کا حصہ ہے اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اوسکو دیدینا۔

میر احمد علیصاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکون کے پڑھانے میں صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ بریلی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور مین حاضر ہوے اور حضور نے آپسے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہون فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہوگئے تو لوگون نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑدو۔ آپ نے فرمایا کہ مین اسکو کیونکر چھوڑدون میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیرزادہ موصوف کیلیے شاہ آباد مین ایک حجرہ نہایت پرتکلف آراستہ فرمادیا تھا اور ہر قسم کا سامان اوسمین مہیا کردیا۔ بجز میر صاحب کے تین برس کوئی وہان نہ جاسکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع قدرت نے آپ کے وجود باجود کو بیشمار خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیازیہ کا اجراء ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہکر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۲۸۵ھ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ مین عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات سے نظم کیے منجملہ اُن کے ایک یہ ہی ہے

حسرتا احمد علی صاحب ز اولاد رسول
رفت زیر خاک و حاضر شد به بزم بوتراب

صاحب سجادۂ شاہ نیازِ بے نیاز	مخزن فقر و توکل ہادی راہ صواب
از جبینش نور حق وز خلق شان احمدی	بود تابان بر سپہر مکرمت چون آفتاب
از وفاتش مرغ بسمل شد دلِ ارباب ذوق	شور محشر کرد برپا اضطرار و اضطراب

جست چون انجام رحلت بہر تاریخ وفات

از مظفر گفت مرد غیب بخشش بےحساب ۱۲۶۹

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر حشمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور جملہ اوصاف مین اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب ممدوح کی شکل دیکھکر بزرگان باخدا کی صورت آنکھون مین پھر جاتی تھی اور آپ کی باتین سنکر خدا یاد آجاتا تھا اگر بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع ؎ از نیاز است حشمت کونین تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی انتقال فرمایا

قطعۂ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا ؎

از دار فنا چو میر صاحب	رفتند بسوی حوض کوثر
از آل نبی و اسم پاکش	حشمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت	مثلش بجہان نہ بود دیگر
تعلیم ز درسگاہ ایشان	حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو	ماہ و خورشید ہر برادر
این قصبہ نمود کسب علمی	ذات عالیش فیض گستر

جستم تاریخ انتقالش

گفتند ملک بلند اختر ۱۲

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ مین رہتے تھے آپکو مضمون نگاری مین نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اللہ صاحب متخلص بہ تارک نازک خیال شاعر اور شاعرانہ مذاق کے بزرگ تھے۔ حضرت تارک میر وزیر علی صاحب صبا کے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ مین رہکر اپنے لایق اُستاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے مین جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصاید عرفی وغیرہ کے باریک مطالب حل کرنے مین اعلی درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہین والد سے مراسم ہونیکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مخمس کے متعلق جسکا یہ شعر ہے

حامد اسکا ہے محمود ہے کونین کا ۔۔۔ ساجد خالق ہی اور مسجود ہی کونین کا

مشہور ہے۔ کچھ دریافت کیا تھا اور آپنے جواب باصواب دیا تھا میر صاحب۔ نازک مزاج نحیف البدن موزون اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہین مثلاً

غصہ کم در پہ آتا ہی ہمیشہ تارک ۔۔۔ ہمسے دیکھین تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم مین پڑ کے جھگڑے مین پڑے ۔۔۔ کفر و دین دونون سے تارک ہاتھ دھونا چاہیے

غزل

دوست سب دیکھ لیے اپنا پرایا دیکھا ۔۔۔ ہاے دنیا مین کسیکو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہمنے کھلا آپ کا پردہ دیکھا ۔۔۔ بولے شرما کے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

صدقے اس ناز کے قربان تغافل کیجے
ہنسکے منہ پھیر لیا جب ہمین ناشاد دیکھا

دل سمجھتا ہی نہین اسکو بھلا کیا کیجے
ہمنے کمبخت کو سو طرح سے سمجھا دیکھا

ہچکیان لیتا ہی اب اسکا لبون پر دم ہی
اپنے بیمار کو اے رشک مسیحا دیکھا

اوٹھ کے میخانہ سے تارک جو گئے کعبہ کو
کہیے اے قبلۂ حاجات وہان کیا دیکھا

ایضاً

نکلے نہ دوسرا چمن روزگار مین
بوے وفا جو ہو گل رخسار یار مین

کہتا ہون روح کو تن خاکی مین دیکھکر
ایک آفتاب ہی کہ چھپا ہی غبار مین

میری طرف سے اُن کو کدورت ہی بسکہ
لکھا جواب خط بھی تو خط غبار مین

وہ رند ہون جو بگڑون تو قاضی کو باندہ لاؤن
بیچارہ محتسب ہی بھلا کس شمار مین

مین کیا کہون کہ جھیلی ہین کیا کیا مصیبتین
راحت ملی نہ زندگی مستعار مین

پیش نظر ہے صحبت احباب بعد مرگ
چین آ گئے کسطرح ہمین کنج مزار مین

مر مر کے ہم نے عرصۂ ہستی کو طی کیا
راحت ملی اب آ کے عدم کے دیار مین

تارک اُوٹھا سکا نہ اذیت فراق کی
خنجر گلے پہ پھیر دیا ہجر یار مین

ایضاً

وجود غیر معشوق آنکھ مین عاشق کے باطل تھا
جدھر تھا دیکھتا مجنون اودھر لیلی کا محمل تھا

تری درگاہ سے محروم پھرنا غیر ممکن ہے
در مقصد سے جب دیکھا بھرا دامان سائل تھا

عبث بک بک کے میری ناصحون نے جان کھائی ہی
تمہون کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مرا دل تھا

میان حشر اس ہیئت سے دیکھا ہمنے تارک کو
کہ دونون ہاتھ سے پکڑے ہوے دامان قاتل تھا

اشعار غزل

مداح ہین حضور کی زلف دوتا کے ہم | باندھینگے اپنے شعر مین مضمون بلا کے ہم
صیاد سنگدل نے نچھوڑا کسی طرح | آخر قفس مین مرگئے پر پھڑپھڑا کے ہم

افسوس کہ میر صاحب نے ۱۳۱۳ ہجری مین رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے

تا یکے عالی نسب والا حسب | یافت آزادی ز قید آب وگل
سال ترحیلش مظفر کن رقم | تارک دنیا روان شد پاکدل

آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہین جو اُستاذی حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہین

خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے رؤسا مین نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہین عہد نوابی مین تحصیلداری وکمیدانی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ آپکی تحصیلداری کے بعض کاغذات راقم نے دیکھے ہین خواجہ صاحب موصوف خوش رو اور عیش پسند انسان تھے عمارت سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان جو نہایت شاندار اور یہان کے مکانات مین اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کر رہا ہے طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو دیکھنا شروع کرتے اوسکو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اوسکی داشت سے بھی مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان مین خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے - خواجہ صاحب کے بزرگون کا اصلی وطن قصبہ
گیلان تھا جو عرب مین ایک مشہور مقام ہے - چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے
بجاے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے - آپ کے مورث اعلی گیلان سے نکل کر پہلے
کاشغر مین آباد ہوے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی مین وارد
ہوے اونکا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا اونکے فرزند
خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہان ۱۱۸۵ھ کو فوجی صیغہ مین ہزاری ذات اور
دوسو سوار کی افسری اور اسد علیخان کے خطاب سے سربلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگذاری
سے منصب مین ترقی حاصل کرتے رہے - بعدہٗ ان کے بیٹے خواجہ سید لطف اللہ صاحب
اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب آبائی سے سرفراز ہوے - اس عرصہ مین
شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار
مین آکر بعہدہٗ کمیدانی ملازم ہوے - (کمیدانی بصیغۂ فوج عہد شاہی مین ایک عہدہ تھا -
جسکو اب سرکار انگریزی مین کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہین - انکے دو فرزند ہوے
ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر - آخر الذکر کی شادی لکھنؤ مین
ایک مغل کے خاندان مین ہوی - اس شاخ مین کوئی نامور قابل الذکر شخص نہین ہوا
بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکون مین ملازم ہوے
اور پھر کمیدانی کو پہونچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی پلٹن ایک مدت تک لکھنؤ مین رہی
بعد ازان سندیلہ مین تعینات ہوی بدین وجہ رؤساے سندیلہ سے انکے مراسم
پیدا ہوے - چنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبد الباسط صاحب کے
مورثون اور واجد علی خان بلوچ کے بزرگون سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا -

پلٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اوس زمانہ مین چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہم منصب ہوتا تھا اوسکو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہوا کرتی تھی اسلئے ایک پلٹن اوسکے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب کی ماتحت پلٹن سندیلہ سے تبدیل ہوکر شاہ آباد آئی اوسوقت مین رائے منگلی لال صاحب شاہ آباد کے چکلہ دار تھے۔ خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اسدرجہ مراسم بڑھے کہ دستار بدل ہوگئی اونکی محبت مین خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ مین مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اودھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوے اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو بجاے ان کے کمیدانی عہدہ پر آپ سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ راے منگلی لال صاحب کا انتقال ہوگیا اور اونکے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے چکلیدار مقرر ہوے۔ ایک سال اونھون نے کارہاے منصبی ادا کیے اس کے بعد بعلت بقایا مالگذاری ماخوذ ہوکر علیحدہ کیے گئے اور جسقدر اونکی جائداد و املاک تھی قرقہ ضبط ہوکر سرکاری قرار پاگئی اونکے مقام پر دوسرا چکلہ دار مقیم ہوا اور مواضعات گرہ بھمولی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور مین تھے وہ نیلام کردیے گئے اونکے مکان کے کھدنے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز پٹھان جو زوردار اور صاحب جماعت تھے اون سے اتحاد تھا وہ مانع ہوے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر اس مزاحمت سے بڑے کشت وخون کا اندیشہ تھا متامل ہوے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسعد ربا اثر آدمی شاہ آباد مین ہین اگر وہ چاہینگے تو یہ
مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے
کھُدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضعداری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس
انکار سے آپ معتوب ہوے اور توپ سے باندھکر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہان بھی
یہ شرط پیش کیگئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ استعفا
داخل کرو مگر آپ نے اوس حالت مین بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو مین بھائی
کہہ چکا ہون ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھسے یہ نہین ہو سکتا
اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غرضکہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپکی
علحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیگئی۔

واقعۂ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلیٰ درجہ کی وضعداری و مستقل مزاجی
ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی پاکر رحلت فرمائی۔ راقم کا لڑکپن تھا
آپ کے دو فرزند ہین ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ
سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور ترقی پسند
طبیعت کے انسان ہین راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہین۔

نقل فرمان

هو العزیز بتاریخ روز جمعه سوم شهر ذیقعده سنه ۲ جلوس مبارک معلی موافق ۱۱۷۵ هجری مطابق ۲۰ ماه خورداد برساله امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت معروض مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفهٔ الٰهی استظهار مجاهدان باعزم فتخار دلیران معرکه رزم زبده فدویان هواخواه عمده نوائینان بارگاه خانه زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظهر جلنخان بهادر و نوبت واقعه نگاری کمترین بندیان عقیدت آهنگ راے رتن سنگه قلمی میگردد حکم صادر شد که **حفیظ الله ولد اسد الله بمنصب یکهزاری ذات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد** واقعه پانزدهم شوال سنه ۳ ج بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد ۔

شرح دستخط ابهت و حشمت پناه شجاعت و شهامت دستگاه مطرح الطاف بادشاهی مورد عطاف نامتناهی خانه زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بهادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفهٔ الٰهی استظهار مجاهدان باعزم افتخار دلیران معرکه رزم زبده فدویان هواخواه عمده نوائینان بارگاه خانه زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظهر علیخان بهادر آنکه داخل واقعه نمایند ۔

مشار الیه از فضل و کرم امید وارست بمنصب هزار مدات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکه حکم شد منظور ۔

هزار مدات و خطاب ۲۰۰ سوار تحریر فی التاریخ شهر صدر سنه الیه جلوس مبارک مطابق واقعهٔ کل است ۔ هشت و یکم ذیقعده سنه جلوس معلے والا مکرر بعرض مقدس رسیده

مهر احمد علیخان بهادر موسوی فدوی شاه عالم بادشاه غازی ۵	مهر راے رتن سنگه فدوی شاه عالم بادشاه غازی سنه ۲	مظهر علیخان بهادر فدوی محمد شاه عالم بادشاه غازی ۲



حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری

خانصاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نوعمری سے آپکو ریاضت اور خدا پرستی کیطرف میلان تھا پیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے مرید ہوئے اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کیئے اِس کے بعد سید شمشیر علی عرف مینڈو شاہ صاحب کے۔

۱ حافظ صاحب باخدا اور زاہد انسان تھے جمعیت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی میانصاحب شاہجہانپوری کے خلیفہ تھے انکے اکثر لوگ مرید اور معتقد ہوئے چنانچہ قاضی عابد علیصاحب و ڈپٹی سید شمس الدین صاحب دہلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ جلپور جا رہے تھے کہ اثنائے راہ مین بمقام متھرا رحلت فرمائی اور وہین مدفون ہوئے جب آپکی بیوی کو صدمہ مفارقت سے گریہ وزاری اکثر لاحق رہتی تو شاہ حسین بخش خانصاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی موضع کرسلی میں اونکے خسر پرورش علیخان کے مکان پر اون بیوہ کی فہمایش کو آئے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھسے اِسبارے مین رجوع کیا ہے خدا کی قدرت کہ شاہ صاحب کی فہمایش سے وہ اشکباری جاتی رہی اور اُنکے دل کو ایک قسم کا سکون پیدا ہوگیا تھا۔ ۲ سید شمشیر علی صاحب کا وطن بانس بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب نواب آصف الدولہ بہادر کے یہان ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے جب انکا انتقال ہوگیا تو آپ تنہا رہگئے اور آپکا بچپن تھا ایک خدمتگار آپکے یہان کے جواہرات و اشرفیان لے نے کی غرض سے آپکو تلہرے آیا اور چھوڑ گیا یہان شیخ داود صاحب نے آپکو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جنسے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئین پیشتر بہ ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل مین مشغول دیکھکر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھون سے حجاب کا پردہ اُٹھ گیا اور حضور سرور عالم صلعم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہمکلامی سے مشرف ہوئے خود آنحضرت نے فرمایا کہ مین محمد الرسول اللہ ہون اور ا سینے لڑکپن اور جوانی و آخری سن کے دیدار سے فیضیاب فرمایا آپکا بدن معطر ہوگیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اِس مشاہدہ کا اظہار کریگا اوس کا مرید ہونگا تلاش شیخ مین ہندوستان کے اکثر شہرون کا گشت کیا آخر کار تلہر ہی مین سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پابوسی کو حاضر ہوے اور انھون نے اس واقعہ کا۔

طالب ہوے اور جب تعلیم شیخ کامل کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک عالم تجرد مین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہوکر آپکا قلب نور الٰہی سے منور ہوگیا تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہوکر ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوسمین جو بلند ٹیلا تھا اسپر کوٹھی بنائی جو ٹلیا کے نام مشہور ہوی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد الٰہی مین مصروف رہے آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمین ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تاریخین میر نجف علی صاحب نے نظم کیں اور درج ذیل ہین ؎

مسجد بہ علی باغ چو تعمیر نمود — خان ذی رتبہ صاحب جاہ وجلال
پرسیدم سال او چو از ہاتف غیب — فرمود کہ مسجد علی باغ جمال
١٢٩٤ھ

ایضاً

چون محمد حسین خانصاحب — نقش مسجد بصحن باغ بہ بست
بلب بلبلان شنو تاریخ — ثانی مسجد قبا این است
١٢٩٤ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٧) مہ انکشاف کیا۔ آپ مرید ہوے اور وہ ریاضت کی کہ فنا فی اللہ اور صاحب کمال ہوگئے صدہا آپ کے مرید ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوے راقم نے خود آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و غریب معاملہ دیکھے ہین اکثر امور مین بطور پیشینگوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور مین آیا بعض مردون کے عذاب ثواب کے حالات ازراہ کشف ارشاد کیے۔ صد حیف کہ ٢٥ شوال ١٣٠٧ھ کو آپنے رحلت فرمائی ؎ قطب عالم واقف سر خدا۔ مادۂ وفات ہے آپ کے پیر و مرشد سید شمس الدین صاحب عارف باللہ بزرگ تھے جنکو چھپا ہوا مجذوب و چھپا ہوا سالک کہا کرتا تھا سید محمد حسین صاحب شاہجہانپوری نے اونکے بعض کرامات چشم دیدہ مثلِ تسبیح طعام وغیرہ کے راقم سے بیان کیے ہین۔ آپ ہر دو بزرگون کے پر تصرف مزارات تلہر مین واقع ہین در ١٢٥٧ ہجری مین سید شمس الدین صاحب کا وصال ہوا۔ مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے ؎ یکہزار و دو صد و پنجاہ و ہفت ، شاہ شمس الدین سوے جنت برفت ١٢

خانصاحب کی وجہ سے اس باغ مین اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر پھرے باغ کا ایک عجیب دلکش منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق معتبرین نے بیان کیا کہ اکثر بزرگان دین کے انوار نظر آئے ہین چنانچہ محمد علیخان اور نواب مقصود علیخان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈہ شاہ علی باغ کی کوٹھی مین ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہونگے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معطر ہو گیا شاہ صاحب موصوف جو روشن ضمیر اور صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کوٹھی کی چاردیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہان جا کر کچھ عرض کرتے رہے اور اسوقت بازار سے شیرینی منگائی اور فاتحہ کرائی ہم لوگون نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوے تھے اور حضور کی سواری معہ لشکر کے ادہر سے نکلی تھی حق تعالی نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ مین یہ درجہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض و سما کی سیر کرتے ہین -

خان صاحب موصوف نے اپنے ہاتھ سے بیان کیا ہے کہ جیسا مین نے مینڈہ شاہ کو عالم شغف مین ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہین گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی مجھ حاصل نہوتی تو مین طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا -

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی سیف اللہ خان تمھاری شکایت کرتا ہے جب مین نے فاتحہ اونکی کرادی تو وہ شکایت جاتی رہی

خانصاحب نے اچھے اچھے فقرا سے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب سے بھی ملے ہین عہد نوابی مین سید صاحب موصوف شاہ آباد تشریف لایا کرتے تھے نواب دوست علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی اور خانصاحب کے خاندان کے چند لوگ انکے مرید

ومعتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کیطرح روشن تھے اکثر صاحب باطن فقرا خانصاحب کیے پاس آکر ٹھہرے

خانصاحب کی درویشیت پر تشرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہین کیا راقم بارہا اونکی خدمت مین حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتحاد کی وجہ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے آخر وقت مین آپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان[۱] رئیس سید خیل مرحوم کی بہن تھین اونکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ جوانمرگ انتقال کر گئی جب خان صاحب کی زوجۂ اولی کا انتقال ہوگیا تو آپ نے دوسرا نکاح کیا ان دوسری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین ہین جو تعلیم مین مشغول ہین۔ خانصاحب سرخ وسپید خوشرو قد آور انسان تھے صد حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعۂ وفات کے خاکسار نے لکھے ہین

تھے محمد حسین خانصاحب	حاجی عارفِ رموزِ خدا
آفتاب سپہر فضل وکمال	بدر تابان باوج مجد وعلا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ مین	خوبیون مین وحید تھے یکتا
دار فانی سے لیگئے تشریف	ہوگئے رونقِ سرائے بقا
باغِ جنت کو جب سدہارے وہ	شورِ محشر تھا ہر طرف برپا

[۱] حافظ یار خانصاحب ابن احمد یار خانصاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس اونہین نہایت باتہذیب نیک انسان تھے راقم سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے افسوس کہ ماہ شعبان ۱۳۲۰ھ ہجری مین جوانمرگ انتقال کر گئے۔ (مادہ وفات داخل خلد جلد ہوئے)

آندھیان غم کی ہر طرف اٹھین ۔ ہر طرف ابر رنج کا چھایا
صاحبِ کشف باریابِ جنت تھے ۔ محوِ ذاتِ خدائے ارض و سما
نور افشان تھا چہرۂ انور ۔ وقتِ تدفین کفن کو جب اُٹھا
میرے والد کے تھے شفیق بڑے ۔ مہربانی تھی مجھ پہ حد سے سوا
ہے اوداسی کمال ٹلیا پر ۔ کچھ عجب باغ مین ہے سنّاٹا
وا دریغا خزان کے لشکر نے ۔ سب بہارِ چمن کو لوٹ لیا
کردے اُنکے مزار کو روشن ۔ پائین یارب وہ جنت الماوا
بھر دے انوارِ قدسیہ اسمین ۔ ہے علی باغ جنتی ٹکڑا
فکرِ تاریخ ہے مظفر لکھ ۔ آج الہام کا چراغ بجھا
۱۷ ۱۳ ھ

دیگر

باخدا حاجی و عابد زاہد ۔ فخر سرمایہ اربابِ وطن
عاشقِ ذاتِ خدائے عالم ۔ حامیِ دینِ نبی شاہِ زمن
مجمع خوبیِ اوصاف تھے وہ ۔ اُنکے قدمون سے تھا قصبہ روشن
لیگئے خلد کو تشریف شریف ۔ کردیا ترک ہے یہ دارِ محن
اونکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو ۔ جسکو پہونچے نہ کبھی مشکِ ختن
کشتِ ہستی کو قضا نے پھونکا ۔ تھی قضا برق برائے خرمن
ٹلیا شاد اب بھی گھر تھا آباد ۔ اب یہ دونون ہین مگر بیتِ حزن
تھا علی باغ برائے گلگشت ۔ حاجی صاحب کا یہی تھا مسکن
ایسا پُر نور نہ دیکھا تختہ ۔ گرچہ ہین اور بھی دلکش گلشن

سر و خاموش ہے قمری نالان | سلسلہ غم کا ہے طوق گردن
بلبلین گاتی نہین روتی ہین | انکے رونے کی صدا ہے شیون
باغ جنت کے دریچے بن جائین | اونکے روضہ کے آہی روزن
پھر تاریخ مظفر لکھ دے | اب علی باغ ہوا ہی مدفن

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خانصاحب بھی شاہ آباد کے پٹھانون مین نامور انسان ہوے ہین قوی ہیکل ور حلیم شحیم انسان تھے عہد نوابی مین و بعہدہ منداری سرکار لکھنؤ مین ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعرون مین بھی شریک ہوے اوستاد امانت کے شاگرد تھے سخاوت تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام مین کلی مداخلت تھی فراہمی قلمہاے انبہ مین یہان سبقت اُن ہی کو حاصل ہوئی۔ شاہ آباد کے مختلف باغات مین جو نامی انبہ تھے اُن درختون پر اونھون نے قلمین بندھوائین اور مستعدی مصارف سے تیار کرائین اور اپنے باغون مین نصب کرائین بعدہٗ بھاگلپور وغیرہ کے کارخانون سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد یہان کارخانے کھولے گئے اس شوق کے وہ موجد اور دیگر مقلد ہین۔ اُن کا کلام ضایع ہوگیا ایک غزل کے دو شعر راقم کو یاد ہین اور وہ یہ ہین ؎

در جانان کے تصور مین کسی سے تکرین | پھاند جاؤن جو اگر راہ مین دیوار پڑے
مرض عشق سے ہو جائے سخاوت کو شفا | اوسکی تربت پہ گر شربت دیدار پڑے

اُن کا ایک نعتیہ مستزاد والد مرحوم نے ایک بیاض مین لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہین ؎

بزنجیر دل از حلقۂ گیسوے محمدؐ | سجدہ گہ کونین ہین ابروے محمدؐ
زیبا قد موزون ہی وہ دلجوے محمدؐ | عالم ہمہ سودا زدۂ موے محمدؐ

شیرین کی طلب ہو تجھے فرہاد مبارک　　مجنون ہی کو لیلی کی رہے یاد مبارک
قمری ہو چمن مین تجھے شمشاد مبارک　　زاہد تو فردوس برین باد مبارک

مائیم و تمنائے سر کوے محمد

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہین ایکبار لڑکپن مین والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمانی تشریف لائے اوس زمانہ مین میان مینڈو شاہ صاحب بھی یہین قیام فرماتے تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے مخمس کیا ہے باربار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

مدینہ کی طرف جائین کہ ہم کعبہ کا لین رستا　　نظر آتا ہے ان دونون گھرونمین ایک ہی جلوا
احد کو کیجیے یا احمد بے میم کو سجدا　　کہان اب جبہ سائی کیجیے کچھ بن نہین پڑتا

عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مرد کا

۱۰- فروری ۱۸۹۶ عیسوی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اونکے فرزند محمد نور خان صاحب نے زہر سے خودکشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان تپ دق مین ۱۹۱۰ء کو راہی عدم ہوگیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہین۔ اور مولویصاحب بہی ذی اخلاق ہین۔

کرامت خان صاحب بی بی زہی

اس آخری عہد مین خانصاحب ممدوح بھی شجاعت وسخاوت کے اوصاف مین معروف اورغیرت وپاکبازی کی خوبیون مین مشہور تھے باعتبار قدوقامت کے بھی آپ اگلے لوگون کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے بدماوت بھاکھا سے دلچسپی تھی اکثراوسکے نکات حوب سمجھتے۔برادری کے مناقشون مین اکثر آپکی پنچایت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ راقم کے لڑکپن کے زمانہ مین آپ کا انتقال ہوا ہے۔آپ کے ایک فرزند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ و دانشمند انسان تھے جوان قضا کر گئے اور اونکے بیٹے عزیز احمد خان جنکو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے افسوس کہ دفعتہً ہیضہ کے مرض مین نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان مین معین الدین خانصاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خانصاحب چلتے پھرتے اور سمجھدار شخص ہین۔

حاجی محمد حسین خان صاحب اللہ پوری

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سیدخیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و مخیّر رئیس تھے۔آپ کے بزرگون مین اعظم خانصاحب نامور اور سرکار اودھ مین معزز عہدہ پر ملازم رہے ہین۔آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری وضعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا۔جب آپ پنشن لیکر مکان آئے تو زرپنشن

اپنے خرچ مین نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے
بات فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدین پر نہایت اعتماد رکھتے
تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد مین انکے کہنے پر انھون نے لحاظ
کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اوسکی آمدنی و کوٹھریون کے باعث و رحسین گنج آباد
کرنے کے آپ ہی بانی ہوے ہین اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سوچتے اور
اونکے اجراء مین کوشان رہتے کئی مسجدین بنوائین اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی
مذہبی فرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش
آئے تھے فالج کے مرض مین ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید الضحیٰ کے روز
دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ؎

چون محمد حسین خان صاحب — حاجی حق شناس و حق آگاہ
نیک رو نیک خو نکو سیرت — عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ — سوے جنت سپرد رہ ناگاہ
عالمی در فراق آن خوشخو — کرد فریاد و نالۂ جانکاہ
وا دریغا درین سرائے فنا — نہ گدا ماند و نے بماند شاہ
جُست سالش چو بندۂ بیکس — گفت ہاتف کہ مرد رضوان جاہ

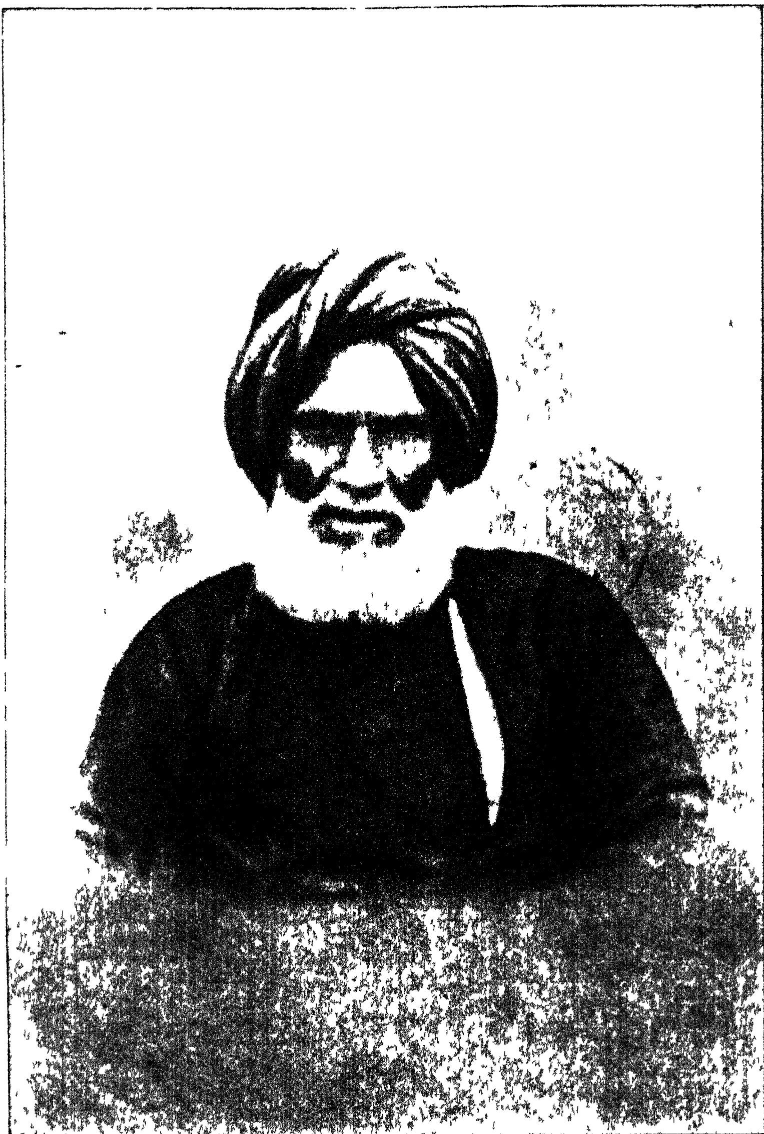
حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خانصاحب بھی باوضع اور خوش اخلاق شخص
مین سے تھے مستقل مزاجی و معاملہ فہمی وغیرہ کے اوصاف مین نقشِ وقت خیال کئے
جاتے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوے کہ
آپ نے بھی رحلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان آنریری مجسٹریٹ اور معقول انسان ہین

قطعہ تاریخ وفات خانصاحب مرحوم یہ ہی

بمرد احمد حسین خان ذی جاہ
بزیر دامن شاہ امم باد
الٰہی آن گل گلزار احسان
گل خوشبوی گلزار ارم باد
بعیش جاودان فی قصر فردوس
خدا را مورد لطف و کرم باد
چو جستم سال تاریخش ز ہاتف
بگفتہ بلبل باغ ارم باد
۱۳۱۵ھ

حافظ غلام علی خانصاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیون مین فخر خاندان ہوے قوت حافظہ اور معلومات اونکی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علم مجلسی مین کمال رکھتے تھے اونکے طرز مزاج و خوش اخلاقی سے تمام احباب اونکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہردلعزیزی حاصل رہی وہ ابنائے جنس مین فی الواقع نہایت قابل قدر انسان گذرے گویائی اور واقعات گذشتہ کی یاد داشت مین یہان اونکا کوئی نظیر نہین تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہو گئی تھی۔ آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی اور دیگر ناموران شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتون سے استفادہ کیا اور لکھنو کے اہل کمال مین اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ مین کہ آن کا لکھنو مین قیام تھا اس زمانہ مین لکھنو ایشیائی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و رنگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیون کا منظر جس



حافظ غلام علیخان

شخص کے کہ پیش نظر رہا ہو اہل علم وعقل کی مجالست مین جنکی عمر بسر ہوئی ہو اُسکے ذہنی خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہون۔ وہ نامی گرامی رئیسون کی کریمانہ عنایتون نے حافظ صاحب کو خاص لخاص بزمون تک پہونچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا۔

حسام الدولہ فقیر محمد خانصاحب بہادر تہور جنگ سالار والمتخلص بہ گویا تعلقدار ملیح آباد جنکی شان و شوکت اور قدر و منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہین ہے وہ آپکے محسن تھے انھین کے فیض تربیت کا آفتاب آپکے سر پر پرتو فگن ہوا اور آپ کی خوبیون کے جوہر کو چمکایا خانصاحب بہادر ہی نے حافظ صاحب کو سرکار شاہی مین ملازم رکھایا اور اپنے ساتھ لے لیا تا حیات وہ آپ پر الطاف بزرگانہ اور احسان رئیسانہ فرماتے رہے بارہا اپنے ہمراہ آپکو مہمون مین لیگئے چنانچہ شیخ ناسخ مرحوم وسغیر کے پاس حافظ صاحب خانصاحب ہی کے ساتھ گئے منتہی الکلام کا تصنیف ہونا مولوی حیدر علیصاحب فیض آبادی کا خانصاحب کے گھر آنا یہ سب معاملات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہین۔ خانصاحب کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی اُنکی لیاقت اور جاہ وجلالت اظہر من الشمس ہے دو ہزار [illegible] ماہوار تنخواہ تھی بہت سی خدمتین مثل تقسیم تنخواہ محلات شاہی اُنکے متعلق تھین نظم ونسق ملکی و مالی مین وہ چکلے تھے بسوان باڑی وغیرہ کی نظامت و چکلیداری اگرچہ اُنکے داماد امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات مین لکھی جاتی تھی مگر اُسکا انتظام سب انھین کے ساختہ و پرداختہ ہوتا اُسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر جنکی اسامی تین تین سو روپیہ تھی خانصاحب کی ذاتی ملکیت مین تھے راجہ مہین لال صاحب چکلیدار سے جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہگیا اور خانصاحب اُن پر مسلط کیے گئے تو انھون نے پورا مرزا گنج خانصاحب کو دیدیا اور امین الدولہ بہادر وزیر نے ایک لاکھ روپیہ بنا بر تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خانصاحب کو عنایت کیا تھا خانصاحب کی لیاقت علمی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ مادری زبان معلوم ہوتی تھی دلی صاد ایسے بناتے تھے کہ دس ہزار روپیہ کے انعام پر بھی اُن کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

کی یہ ہوئی جب نصیر الدین حیدر بادشاہ نے سنی سے[۱] جانپناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کریے۔ تو کہا کہ آپ میرا گھر باقی ہے کیا وہ بھی لے لینگے۔

دیوان گویا بستان حکمت اُنکے یادگار ہین۔ جب خانصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف مین بے مثل تھا ان پر مہربان کر دیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گدیا ضلع بارہ بنکی کے تعلقدار و مدار المہام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امورات کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا منشی صاحب ممدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضرب المثل خوش بیانی مین ایسے دلچسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑ رہے ہین اور جسوقت قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم مین پر لگے ہوے ہین اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر مین جز کے جز زنگ کر ڈالدیتے جوہر شناسی اور شریعت پروری مین یکتاے روزگار تھے۔ رُکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو دو لاکھ روپیہ کی مالگذاری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ مین تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل مین حافظ صاحب مبرور کی جو اسقدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے ازراہ تحاسد سرکار

[۱] تاریخ آفتاب اودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۴۴ مین ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان بہادر کے کارپردازون مین بڑے لئیق ہوشیار عاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رئیسان قصبہ رسولی مین بڑے قدیمی عالیخاندان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام کچہری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ اُن کے زیر قلم تھا غدر ۱۸۵۷ء مین یہ منشی باتوقیر باغیون کے ہاتھ سے لکھنؤ مین شہید ہوے اور ایک بڑا تعلقہ گدیہ وغیرہ ضلع بارہ بنکی مین چھوڑا۔

سلطانی مین اُن سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باتون والے کنارہ کش
ہوگئے عتاب شاہی اُن کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و
غلام اور کنبے کے اُنکا ساتھ دینے کو تیار ہوگئے منشی صاحب نے حافظ صاحب
کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو
زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اس کے
بعد صفائی ہوکر پھر سرفرازی حاصل ہوگئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت او
لیاقت کے جوہر دکھلائے اور حافظ صاحب کو اپنی مددیا دی اور رئیسانہ فیض رسانی
سے مالامال کردیا سر مجلس اپنے ہچشمون مین انکا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع
پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر
ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہان تشریف لیگئے اُس وقت انکی مجلس معزز اشخاص
و امراسے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہرائچ آغائی صاحب ناظم سلطان پور
وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام
مسنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اُٹھکر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ
آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی
تعظیم کو اُٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعرفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب
ہین جسکے جواب مین منشی صاحب نے کہا کہ مین انھین بجاے اپنے بڑے بھائی کے
تصور کرتا ہون اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعدارون مین ہین اور اسی طرح بہت
کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی
محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل مین کسی دوست کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا خیال نہین رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کر کے وقعت و نیکنامی بڑھاتا ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیمابین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رئیسانہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون بنا لیا تھا۔ جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ مین تشریف لیجاتے تو ان کو ہمراہ لیجاکر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملانوان منشی مسعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہان حافظ صاحب کو لیگئے ایک مرتبہ راجہ بینی مادھو صاحب تعلقدار شنکرپور اور راجہ رگھناتھ صاحب تعلقدار ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سرکار تک پہونچا نواب علی نقی خان مدار المہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب ممدوح تھے اکثر مدار المہام صاحب حکم دیکر محل مین چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو خود تو نہ جا سکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ کے لیے بھیجدیا جب یہ وہان گئے تو دونون راجاؤن کے بیانات اور ثبوت لیکر اُنھون نے سرحد قایم کردی اور رفع شر کر کے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب مین آپ نے کہا کہ سرکار شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہین اسکی کیا ضرورت تھی جشن وغیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے اُسی زمانہ مین فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت مین

حاضر ہوے اور اشرفی وغیرہ نذر پیش کی منشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی تحکمانہ لہجہ سے کہا کہ مجھے آپکی نذر کی تمنا نہین اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب مستحق تھے جو اسقدر مسافت طے کر کے وہان گئے تھے اور تمھارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تمنے کچھ خیال نہ کیا اون رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم انھین کو دلائی

ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے اپنے وطن شاہ آباد کو لکھنؤ سے آرہے تھے اثنائے راہ مین چوری ہوگئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوی اوسی وقت اونھون نے چند سوار بھیجے اور بانگر کے زمینداروں کے نام حکمنامے جاری کیے کہ تمھاری حدود مین یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سراغ لگاؤ یا ان کے مال مسروقہ کا معاوضہ دو ورنہ تم بھی شریک سازش سمجھے جاؤ گے اور اسکا تدارک تمھارے حق مین اچھا نہوگا۔ چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نعم البدل ملگیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس مین بڑے بڑے لوگون کا گذر مشکل سے ہوتا تھا اُن مین میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے یہان جس مجلس عزا مین واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسمین شریک تھے۔ اس مجلس کی وہ کیفیت یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایکبار لوگ بولے کہ حضرت آتے ہین دیکھا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ اودھ تشریف لا رہے ہین ہر شخص تعظیم کو اُٹھا جب بادشاہ بیٹھے جملہ اشخاص بیٹھ گئے چونکہ موسم سرما تھا حضرت سلطان عالم ایک بیش قیمت دُشالا اوڑھے ہوے تھے اور اُس زمانہ مین قطب الدولہ وغیرہ سُنّی ڈھاریون کا تقرب و بڑا اثر تھا اس وجہ سے بادشاہ کے چہرے پر ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی سُرخ سفید رنگ اُسپر سیاہ بالون کی ڈاڑھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ولایتی وضعداری میں شخص بیٹھا ہوا ہے۔ لکھنؤ مین کریم مولا خان صاحب تھا ہیجانپوری جو فوج مین رسالہ داری وغیرہ کے

عہدہ پر ممتاز اور خوش رو جوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے اونکے پاس کبھی آپکی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پرشاد معزول ہوے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ مین پھر اپنے جادہ و منصب کے حاصل کرنے کی کوشش مین مصروف ہوے اس سلسلہ مین وہ اہل اسرار و مقبولان الٰہی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُسوقت لکھنؤ مین ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ مین اونکی خدمت مین منشی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا اونکی روشنضمیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی طرف سے بدگمانی کرتا یا ناقص خطرہ دل مین لاتا یا کچھ تشخص کرتا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین دلانے کی غرض سے اُسکے گناہ ماضیہ بیان کردیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور افعال قبیحہ سے واقف ہوکر مودب ہوجاتا اونکی مجلس مین کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصہ منشی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوے۔ منشی صاحب کی طرح اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب ازراہ اعتماد تقریبات مین باورچیخانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد کردیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازیست منشی صاحب کے احسانات اور برتاو فراموش نہ ہوے۔ اوس عہد مین منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوے خُرد سال تھے۔ اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب ابن شیخ زین العابدین صاحب بھی کمسن تھے۔

وہ مخاطبت مین حافظ صاحب کو چچا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی مین بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری متعین ہوے اور بتقریب دورہ موضع گرابی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو اونھون نے قدیمی مراسم معلوم کرکے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی مین دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگون کے قصے کہتے سُنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر بادشاہی مقرب تھا اور محلسرا مین اوسکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اوسنے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانعلیخان شاہجہان پوری چکلیدار کیوجہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت مین بھی حافظ صاحب کو نیازمندی حاصل تھی اور راجہ صاحب ممدوح نہایت رئیسانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جاکر عرض کیا۔ اور اونھون نے اوسپر توجہ فرمائی۔ بعہدۂ چکلیداری جب خانعلیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آتی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کردیا کرتے تھے اور خصوصیت سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانعلیخان کے یہان تبقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و انتظام مین مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان بیلمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ انبہ لیکر محمود آباد گئے مگر راجہ صاحب کو وہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ مین تشریف فرما ہین وہ انبہ لیکر لکھنؤ پہونچے

اوسوقت مین راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب حسین آباد مین قیام فرماتھے حافظ صاحب جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوے ظہر کا وقت تھا حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور دراز سے آپ کے شوق اور دست کرم کا شہرہ سنکر چند بہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد مین حاضر ہوے تھے وہان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنؤ آئے مگر افسوس کہ اس عرصہ مین وہ انبہ خراب ہوگئے اور وہ بیچارے بہت اندوہمند ہین راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا لیا جائے حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیون سے لاجواب پودھ تیار ہوسکتی ہے چنانچہ راجہ صاحب نے اونکے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ مین مالا مال کردیا یہ امر صرف حافظ صاحب کی حُسن رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھل بھی ٹھکانے لگے اور لیجانے والے شخص کی محنت وصول ہوگئی ورنہ ایسی صورت مین کون اُمید کامیابی کی ہوسکتی تھی قیمت انبہ کا نقصان اور آمد و رفت کی زحمت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری سند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے مراسم تھے۔ اور وہ نہایت اخلاق رئیسانہ سے پیش آتے تھے سر مجلس آپکی توقیر و خاطر کرتے جس زمانہ مین کہ شاہی فوج سندیلہ مین آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ آئے ہین تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے مین شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے علحدہ انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رُوسا مین ایک ممتاز و جلیل القدر رئیس تھے اونکی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی اونکو خوش لباسی سے کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اوسکو از راہ خوش مذاقی چاک کردیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اوسکے صرفہ و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری حشمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی مین مشہور روزگار رئیس گذرے ہین حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے

حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ مین ناسخ آتش انیس و ہیر وغیرہ کی صحبت مین جاتے اور اونکے عام مجالس مین شریک ہوکر شعر و سخن سے حظ اوٹھاتے حافظہ کی خوبی سے صدہا اشعار برمحل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے علاوہ نامی گرامی علما و فقرا کی خدمت مین بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات و معلومات سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہین۔

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم مین دن بھر چاے کا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہوکر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا نہین لیتے تھے اور حضور کے صفاتی اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسرا سلطان دوجہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے خطابات سے مخاطب کرتے آواز مین چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد او عشق صادق کا اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس حافظ صاحب بیٹھے ہوے تھے کہ میان راحت جنکی ٹھمریان مشہور ہین آ گئے۔ اوس زمانہ مین حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور اونھون نے یہ ٹھمری ؎

اون سے فتح علی کھیلت ہوری۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور رمز اسکی طرف اشارہ کیا اوسوقت ایک عجیب سمان تھا حاضرین پر رقت طاری تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا

لکھنؤ کے نواح کے مشہور قصبات مثل امیٹھی نیوتنی کاکوری خیرآباد وغیرہ کے اکثر نامور اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی -

حضرت سید معشوق علی صاحب خیرآبادی جو صاحب باطن اور بڑے مرتاض درویش گذرے ہین حافظ صاحب کے پیر و مرشد تھے - خیرآباد مین سید صاحب موصوف کے یہان حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا شرف بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا -

اگر حافظ صاحب کے مراسم کی تفصیل کیجائے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ بیٹھتے تھے تو بیسیون نامور اشخاص کا تذکرہ کرتے تھے -

اکثر معاملات مین لوگون نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو رجوع کیا ہے چنانچہ حسن علیخان جو خالص پور کیطرف کے رہنے والے تھے جب اونھون نے چکلیدار شاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریک کرائی - اُس زمانہ مین حافظ عبداللہ صاحب شاہ آباد کے چکلیدار تھے حافظ صاحب نے چکلیدار صاحب موصوف سے اونکی خواہش ظاہر کی اونھون نے جواب دیا کہ حسن علیخان کے مزاج مین جبر و تشدد کا مادہ زیادہ ہے اسلیے مین پس و پیش کرتا ہون مگر آخر مین تنہا کام نہ چلا اور حافظ عبداللہ صاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علیخان کو نائب بنایا -

جس وقت مین حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ اونکے موافق تھا حکام کی خدمت مین بھی اونکو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل و پرگنہ اونکی عزت کرتے تھے اکثر واقعات اُنکے قابل الذکر ہین چنانچہ ڈپٹی اکرام اللہ خانصاحب کاکوروی جبکہ

حاکم تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آباد نزولی تھی اوسکی واگذاشت کی بابت بھی ڈپٹی صاحب موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی ۔

حافظ صاحب مین صاف گوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سیتاپور مین صاحب کمشنر سے ملنے نواب دوست علیخان صاحب تعلقہ دار باسنا نگر گئے اور بھی رؤسا وہان فروکش تھے حافظ صاحب بھی اوسجگہ موجود تھے منشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور رئیس سندیلہ نے نواب صاحب ممدوح سے اونکے فرزند نواب حسین علیخان کی بابت دریافت کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ مین کچھ ناراض تھے اسلیے بیٹے کی شکایت کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجہہ مین امر واقعی صاف صاف کہدیا ۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے چنانچہ ہاول صاحب اکثر آپ سے ملنے مین دلچسپی لیتے ۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب کبھی کوئی چیز تحفۃً مثل لکھنؤ کے خربزہ وغیرہ کے لایا کرتے ۔ حافظ صاحب کے حافظ کی خوبی اور راست بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین اودھ اور باشندگان شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونکے بعض بیانات کتابون مین بھی سلے اور مطابق پائے گئے ۔

قوے اونکے بہت اچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہو گئی تھی مگر اعضا صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر مین سرکار خم اور جائداد کی زیرباری اور مصارف کی کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جسمانی حالت اونکی اچھی رہتی ۔ حافظ صاحب

کی مہر پر ۱۲۱۶ھ ہجری منقوش تھے اور یہ سجع ؎ علی امام من ست و منم غلام علی +
کندہ تھا بعض کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

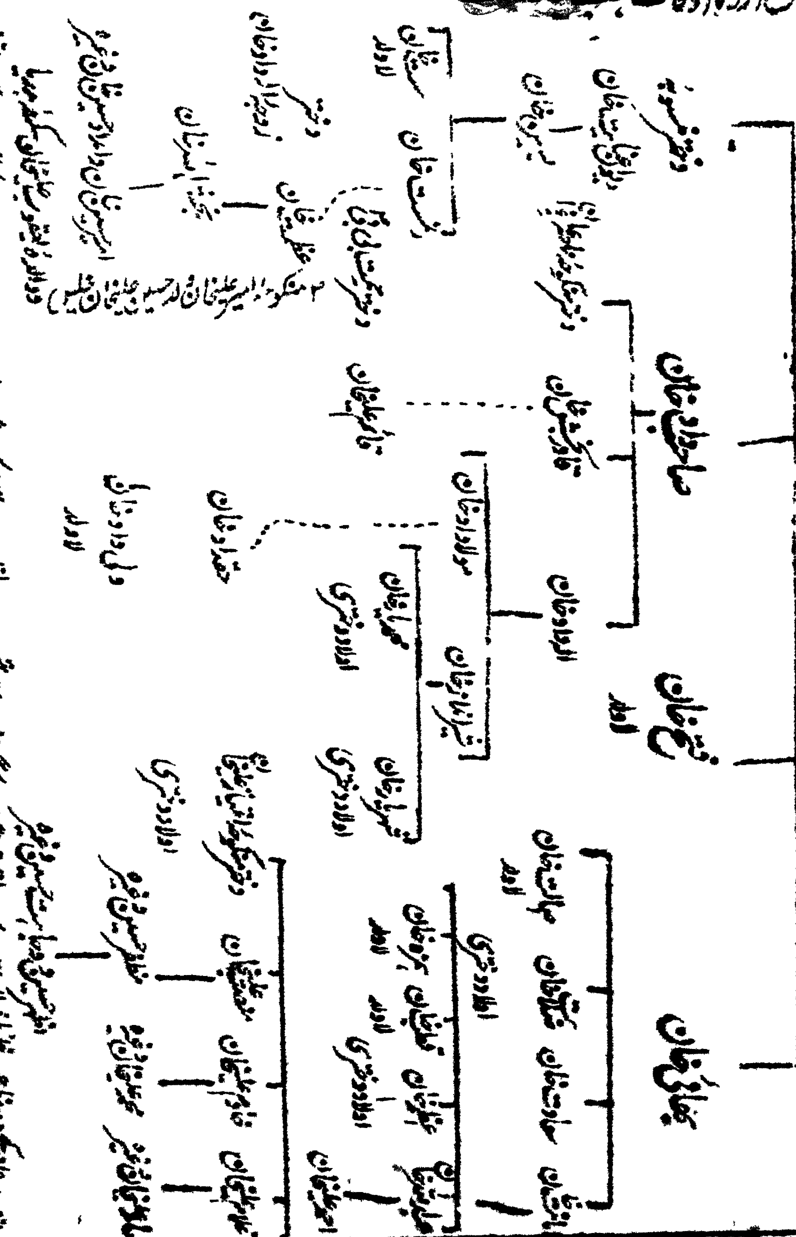
حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے۔ آپ کے والد احمد علیخان ذاتی شجاعت وضعداری اور پابندی صوم و صلوٰۃ مین مشہور تھے علاوہ اپنی برادری و اہل وطن کے عمائد اور صلحاء لکھنؤ مین جسجگہ وہ جاتے توقیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ دیوان رحیم داد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان کے ہمعصروں میں تھے۔ دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ خانصاحب احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کرکے ذیل مین درج کر دیا ہے اوس سے مفصل شاخون کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ افسوس کہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۱۰ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر مین انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؂ چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامدار تھے اور نہایت مناسبت رکھتے تھے اسوجہ سے اس واقعہ مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ نکال کر قطعات لکھے منجملہ اونکے یہ مصرعہ تاریخی ؎ غلام علی خان ہا گئے بے بدل ۱۳۲۸ھ ہے اور بخوف طوالت صرف ایک قطعہ یہان تحریر کیا جاتا ہے ؎

صد حیف رفت عم گرامی ازین جہان — شد مبتلاے رنج و الم جان ناصبور
کن صبر اختیار مظفر برشتہ دل — تاریخ انتقال بگو طالب غفور ۱۳۲۸

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھنچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا ننہال کنہرپور واقع محلہ بندریا مین تھا حسن علیخان خلیل قوم کے پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار مین پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

آپ کے نانا تھے اور امیر علیخان صاحب ماموں تھے جنکے حالات مہدی صاحب قادری کے تذکرہ مین ضمنًا بیان ہوے ہین۔ حافظ صاحب کے منجھلے بھائی خادم علیخان صاحب نہایت ذہین اور انتظامی لیاقت مین بہت لایق انسان سمجھے جاتے تھے آپکے بڑے فرزند محمد علیخان صاحب صوفی منش اور باوفا شخص [illegible]



عبداسد خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھین انکی دو لڑکیان بھی تھین ایک قادر داد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھین پردیس خان جہان خان کے فرزند تھے جہان خان کی دختر زبست خان کو منسوب تھین شاکر خان صاحب دیوان رحیم داد خان کے بہنوئی اور ایک جدی تھے۔ ان کے فرزند داود خان تھے مگر اونکا زیادہ سلسلہ نہین چلا جہان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھین جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان پیدا ہوے بخش اسد خان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھین عبداسد خان کے دو فرزند اسد علیخان اور شاول خان بھی تھے مگر لاولد رہے اور اس وجہ سے اُن کا نام شجرہ مین داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخانصاحب سُلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمچشمون مین بالیاقت ہوے انشاپردازی اور موزون طبعی دونون قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور برادر نامدار سرکار لکھنؤ مین ملازم تھے اسلیے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ ہر دو جگہ ہوئی پیشتر ابتدائی کتابین شاہ آباد مین مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر مین شہید ہوئے پڑھین اسکے بعد لکھنؤ مین مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ زمانہ شباب مین عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہسوانی سے جو عالم درویش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مرادآبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

ف حضرت مولانا تشرع و تقدس اور زہد مین یکتا ے روزگار بزرگ ہوے آپ شیخ احمد عرف ملاجیون کی اولاد امجاد مین تھے ملا جیون اورنگ زیب بادشاہ کے اوستاد تھے اور عہد عالمگیر سے فرخ سیر کے عہد تک مقتدا ے انام اور شیخ الاسلام رہے۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر مین قرآن حفظ کیا اور ۲۲ سال کی عمر مین تفسیر احمدی او ر ۵۸ سال کی عمر مین بمقام مدینۂ منورہ نور الانوار تصنیف کی ۱۱۳۰ھ ہجری مین وفات پائی اور اپنے وطن امیٹھی مین مدفون ہوے مزار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی پانچوین پشت مین تھے مولانا نے علم ظاہری لکھنؤ مین تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن مین مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب سندھی کی خدمت مین حاضر ہوے اور مثنوی معنوی شرح مشکوۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا درس لیا سات برس تین ماہ سترہ روز صحبت اُستاد و پیر مین حاضر رہے اسکے بعد ۱۲۴۲ھ ہجری مین بروز عید الضحیٰ بیعت سے مشرف ہوے مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ لڑکپن سے متقی و دیندار واقع ہوے تھے حضرت پیر مرشد نے مکرر ارشاد فرمایا کہ امیر علی دہر بے بہا ہے بعض کہتے ہین کہ اونھون نے آپکو امیر المومنین بھی کہا تھا چنانچہ حسب ارشاد ہدایت خلق و جہاد وغیرہ مین مصروف ہوے آپ کے فیضان صحبت سے ہزارہا اشخاص کو صوم و صلوۃ کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صدہا مسلمان مرید و فیضیاب ہوے جب آپ پر زیارت خانۂ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چلدیے دو سال تین ماہ مکۂ معظمہ و مدینۂ منورہ مین مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کیے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوے ہر ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کی ہزار دن مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر تارک الدنیا ہوگئے اور جنگل مین ایک مسجد خام بناکر معتکف و متوکل ہوکر بیٹھ گئے۔ غلام محمد صاحب جد و الد ماجد منشی غلام امام صاحب شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد امجاد مین تھے آپ کے مرید ہوے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی کلاہ اونکے سر پر رکھی اونپر محبت الٰہی غالب ہوگئی عالم رویا مین بندگی میان نہایت خوشنود ہوے بمبئی مین مولوی عبد الاحد خلیفۂ اعظم ارباب شاہ نے آپ کو ایک کلمۂ سخت کہا اونھون نے اپنے حق مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہوکر معتقد ہوے۔ ۱۲۷۱ھ ہجری کو اجودھیا مین جب مسجد منہدم کیگئی تو ہزارون لوگون نے آپ کو امام بنایا آپ حمیت دینی کیوجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر آپ نے غیرت ایمانی سے منھ نہ پھیرا اور ۱۷ صفر روز شنبہ سنہ مذکور کو جوانمردی سے لڑکر شہید ہوگئے (باقی صفحہ ۹۸)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ مین مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے
لیاقت کے علاوہ سرشتی طور پر خوش الحانی خوشخطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ مین
موجود تھے جسمانی قوت خوبصورتی وموزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا
فقرا اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب
مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جسوقت مین کہ آپ کا
لکھنؤ مین قیام تھا اوس زمانہ مین میر انیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا
نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے مین اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ مین جب
آپ پڑھتے تھے اوس عہد مین ہر فن کے کاملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر آپ نامی شعرا
اور مشاہیر علما کی خدمت مین جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق
کے ساتھ نفاست اور آسایش پسندی کا اثر وہان کے باشندون کی طرح آگیا تھا۔
شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی مین ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کردیا۔
وہان منشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہوگئے تھے سب بھائیون مین
چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے
بھائی حافظ غلام علیخان نے نہایت دلجوئی وشفقت مربیانہ اُن پر فرمائی۔
جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیونکا شاہ آباد مین

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۹۰ متعلق صفحہ ۹۰) ؏ سر میدان کفن بردوش دارم ٭ آپکا مصرعہ پڑھا ہوا مادہ تاریخ ہے
آپکا اشتہار منظوم مجاطبت واجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتین بہت سی مشہور ہین۔ رُدولی کے چودھری کو
ایک نعش کے دفن ہونے کی ہدایت کی دریاباد مین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ خشک کنوان آپ کی دُعا
سے لبریز ہوگیا تھا۔ بعض شہدا کی نعش ایک ایک ماہ خون سے تروتازہ پڑی رہی اور مقتل و
مدفن معطر پایا گیا۔

مستقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جنکی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ عدالتی معاملات و مقدمات حافظ غلام علیخان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علیخان کے ذمہ تھی۔ سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت مین اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار مین رونق پیدا ہو گئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش انتظامی و ہوشمندی کے آسایش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہین کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھتے گئے جب آمدنی کافی نہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اوسکا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جائداد زیر بار ہو کر ضایع ہو گئی اور جُز حصہ اوسکا باقی رہگیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج مین خدا پرستی اور محبت الٰہی کا مادہ بھی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی کے مرید ہوے اور اونکے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف مینڈو شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوے۔ روشن ضمیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل مین پیدا ہو گیا تصوف کی کتابین اکثر مطالعہ مین رہتین۔ اور حاجی محمد حسین صاحب اختیارپوری جن سے کمال انسیت تھی مجالست رکھتے۔ آپ کے ہمخیال و ہم مشرب میر نجف علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے کبھی کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سرِ اکبر مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دار سواج پور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقرا اس قسم کے آئے جن مین سالک

ومجذوب وصاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوئی بعض فقیر دلی خطرات اور ذاتی راز بیان کر دیتے۔ آپکی لیاقت کے ثبوت مین ایک یہ امر بھی ہے کہ برادری مین کوئی مناقشہ پیش آیا تو اوسکی پنچایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور اس قسم کے فیصلنامے آپ کے قلم کے لکھے ہوے دیکھنے مین آئے میلاد شریف پڑھنا توخاص آپکا حصہ تھا بلاخیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس زمانہ سے تا ایندم آپکے رنگ کا میلاد پڑھنے والا نہین نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز مین ایک درد ایسا تھا کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل میلاد شریف منعقد ہو کر سامعین مجتمع ہوے اور آپ کو جانے مین کچھ دیر ہوئی تو آپکا انتظار کیا گیا اور تا پہونچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور آپکو ضرورتاً بلوایا چنانچہ نواب دوست علیخان کے یہان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔ اس نواح کے معزز و مشاہیر لایق اشخاص نے آپکی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو حکیم سید فرزند علی صاحب اشرف الاطبا نے جنکی قابلیت و خوبیان مُسلم الثبوت ہین کئی بار بیان فرمایا کہ شاہ آباد مین منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے عزیزانہ مراسم رہے ہین۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب رئیس شاہجہانپور جو نہایت تیز وطرار و قابل انسان تھے اونھون نے بھی بسبیل تذکرہ راقم سے کئی بار کہا کہ شاہ آباد مین میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص مین گذرے ہین افسوس کہ اونکی قضا نے بہت جلدی کی آپکا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی ہوا کرتی تھی اکثر غزلیات مثنویان اور مُناجاتین وغیرہ تصنیف کین مگر غایت استغنائی سے بے احتیاطی سے ڈالدین اور کبھی اونکو بیاض کی صورت مین جمع نہ کیا جسکا دل چاہا

وہ کلام لیگیا بعض چیزین جو راقم کو اُن سے دستیاب ہوئین وہ موجود ہین اُن سے بطور حصہ کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین

غزل من کلام مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم مغفور

چمک دیکھی ہے جب سے ابروِ شمشیر قاتل کی
مری آنکھون مین صورت پھر رہی ہی مرغِ بسمل کی

کہان ہاروت اور ماروت نے زہرے سے اُلفت کی
مہینون سیر ہم کرتے رہے ہین چاہِ بابل کی

سیاہی مٹ کے پہونچی روشنی جا دِ ظرفِ دل کے
حقیقت کھلگئی جب آب و آتش باد اور گِل کی

طبیعت شب کو بہلی داستانِ حسن سے اپنی
چکوروں سے سُنی ہمنے کہانی ماہ کامل کی

فراقِ یار مین نغمہ نہین اک شور ماتم ہے
جگر مین چٹکیان لیتی ہین منقارین عنادل کی

غزل خوانی کا چرچا حسن خوبان کا تماشہ ہی
بہم ہین صحبتین کیا ان دونون یاران یکدل کی

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریون سے تعلق ہی
تمھارے عشق مین منصب نے یہ جاگیر حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جسکا مطلع یہ ہے ؎ ممکن نہین پری تیری تصویر کا جواب
نہایت بھلا معلوم ہوتا ہی ؎

یہ دونون نورِ چشم محمد ہین بیمثال
شبر کا ہی نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہین

خداوندا کرم اپنا تو کر دے
مرا دل شوق سے اپنے تو بھر دے

کہ تیرے عشق سے مسرور ہو جائے
مرا دل نور سے معمور ہو جائے

وہ دل اپنے کرم سے تو عطا کر
بھرا ہو عشق سے تیرے سراسر

مرے دل مین طپش وہ عشق کی دے — کہ جس سے جل اوٹھین سیر رگ و پے
الٰہی شہر دل کو کر تو آباد — محبت خانۂ عشق ستم زاد
دوئی کے حرف کو دل سے مٹادے — تو اپنا جام وحدت کا پلادے
ترا جذبہ عنایت کا جو آجائے — تو ہم بود کا نابود ہوجائے
تو گر چاہے تو بد کو نیک کردے — مرے دل کو صفائی کا اثر دے
طفیل مصطفےٰ میرے خدایا — تو کیجیو خاتمہ بالخیر میرا

ایک نظم مین دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچکر دکھلائی ہے

کچھ عجب کارگاہ عالم ہے — شادی و غم جہان مین توام ہے
چمن دہر کی ہے ایسی بہار — پہلوئے گل مین ہین چھپے سو خار
کسی گلشن مین آگئی جو بہار — ساتھ اوسکے خزان بھی ہی تیار
مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسا — غم و آفت مین سو طرح سے پھنسا
ہے جو رنگ جہان طلسم مثال — ساری باتین ہین اسکی خواب و خیال
رشک گلشن تھا کلبۂ احزان — تیرے قدمون سے ای گل خندان
چین تھا دل کو اور تسلّی تھی — دن بدن عیش کی ترقی تھی
ایسی بدنا گہان ہوا آئی — چمن وصل مین خزان لائی
ایسے جھونکے سموم غم کے چلے — خشک جس سے نہال دل کے ہوئے
تھا جو نخل مراد خرم و شاد — صرصر غم نے کردیا برباد
جس سے راقم کی زندگانی تھی — عیش تھا دل کی کامرانی تھی
مجھکو اوس گل سے کردیا مہجور — جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور

(حاشیہ: نسخہ گل کے پہلو مین ہین چھپے سو خار)

ساری رونق گئی نگار کے ساتھ — جگ جاتا رہا بہار کے ساتھ
پانون وحشت نے اپنے پھیلائے — ہاتھ سودے نے اپنے دکھلائے
لشکر غم جو آکے ٹوٹ پڑا — سب متاع خرد کو لوٹ لیا
ایسا فرقت نے بیقرار کیا — جیب و دامان کو تار تار کیا
کوئی مونس سوائے یاس نہین — جز غم و درد آس پاس نہین
گردش آسمان ستاتی ہے — جان میری لبون پہ آتی ہے

اس قسم کی نظمین طول طویل موجود ہین مگر اندیشۂ طوالت سے اختصار کو کام مین لایا گیا ایک مثنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ سید شمشیر علی صاحب کے روبرو پیش کی تھی اور وہ پیر و مرشد کے حضور مین قبول بھی ہوئی تھی یہان چند شعر اوسکے تحریر کیے جاتے ہین ؎

مثنوی

ہے کہان ساقیِ سراپا نور — جلد دے ساغر شراب طہور
ایسا دے ایک جام لاثانی — جسکے پینے سے دل ہو نورانی
وہ زبان مین مری کرے تاثیر — حال دل جس سے سب کرون تحریر
بحضور جناب مرشدِ پاک — کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک
ہے جو وہ ہادی و غریب نواز — دردمندون کے دل کا چارہ و ساز
حق نما آئینہ ہے اوسکی جبین — جس سے پیدا ہے صاف نور یقین
ہے منور وہ روے نورانی — جس سے روشن ہے بزم عرفانی
کچھ عجب شان ہے عجیب انداز — گاہ شکل نیاز گاہ ہے ناز
ہے حبیب آپ آپ ہی محبوب — آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب

شانِ مصطفائی سے
مظہرِ شانِ کبریائی ہے

چشمِ رحمت سے جو کرے وہ نظر
صورتِ موم نرم ہو پتھر

جس طرف وہ کرے کرم کی نگاہ
کوہ ہوجاوے ایکدم مین کاہ

دیکھ لے چشمِ قہر سے جس کو
ایک دم مین وہ خاک جلکر ہو

ہے وہ آئینۂ جمال وجلال
اوس سے پیدا ہے نورِ حق کا کمال

کیا جہان کا حبیب ہے اوس سے
زینتِ شیخ و شاب ہے اوس سے

کیا لکھے وسعتِ حرمتِ حضرت
کب زبانِ قلم مین ہے قدرت

ایک شمہ اگر رقم ہوجائے
خامہ بھی موردِ کرم ہوجاے

اے شہِ دستگیرِ ہر دو سرا
خادم و عاشقِ رسولِ خدا

حضرتِ مرتضیٰ کے عاشقِ زار
اور حسنین کے نیازگذار

حضرتِ غوثِ پاک کے شیدا
قطبِ عالم پہ جان لیے فدا

بعد صد شرحِ اندوہ تمام
عرض کرتا ہے یہ نحیف غلام

میرا ہر موے تن اگر ہو زبان
یک سرِ مو نکرسکونگا بیان

رحمتِ خاص آپکی نازل
اپنے بندون مین کرلیا شامل

اس طرح پر یہ فضل عام کیا
خاص لینا مجھے غلام کیا

جان نثا کرون اگر خدا بخشے
آپ کے قدمون پر کرون صدقے

شکرِ انعام گر شمار کرون
نقد جان سیکرون نثار کرون

رات دن گر ہے یہی نقشا
تا قیامت کیا کرون ادا

بندگی حضور سے اے شاہ
ہون نہ عہدہ برا خدا ہے گواہ

تا قیامت نہو گا مجھ سے ادا
شہ نے جو لطف مجھ گدا پہ کیا

گو کہ حضرت نے پرورش سب کی
آگہی دی مشیت رب کی

نیک اور بد سے کر دیا آگاہ
تا یہ گمرہ کہین نہو گم راہ

پر لکھے اپنا حال کیا معموم
ہے عجب شوم کچھ مرا مقسوم

نہ بنا مجھ سے ایک کار افسوس
میری ناکامی پر ہزار افسوس

اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی
کہ مجھے رات دن ہے ناکامی

یعنی تعمیل حکم والا کی
حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی

ایک دم بھی رہا نہ خدمت مین
بل پڑا اس سبب سے قسمت مین

نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھی کار
کیون نہون اپنی زیست سے بیزار

دیکھیے کب تلک یہ بخت سیاہ
خوار رکھے مجھے یہ شام و پگاہ

دیکھون کب تک یہ نفس قہر زبون
اس دل خستہ کو رکھے محزون

حاصل عمر عشم ملا مجکو
درد و رنج و الم ملا مجھکو

اسکی تفصیل تا کجا لکھون
ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھون

وہ یہ ہے غرض ای شہ پرنور
عارضون سے ہون اسقدر رنجور

اس طرح کر دیا نحیف و نزار
سارے کامون سے مین ہوا ناچار

کر دیا تن کو ایسا کاہیدہ
ہر گھڑی زیست سے ہون رنجیدہ

جان شاہا لبون پہ آئی ہے
گردش آسمان ستاتی ہے

اپنے امکان بھر دوا بھی کی
لاکھ چاہا مگر شفا نہ ہوئی

دس برس سے ہون مبتلا اس مین
اور شش و پنج بھی ہا اسمین

میںیون یار زیر بار رہوا
رنج سے تو تھا سو وہ ہزار ہوا
ہر گھڑی سر مین درد رہتا ہے
جان و تن گرد برد رہتا ہے
بس ہوا اس سے صاف یہ مفہوم
کہ کچھی پر ہے آجکل مقسوم
زیست انسان کی پائدار نہین
زندگی کا کچھ اعتبار نہین
اپنے جینے سے اب مین ہون مایوس
ایسی ناچاری پر ہزار افسوس
ہو کے ناچار اے شہ والا
خدمت پاک مین ہون عرض رسا
میرے شہ آپ کا گدا ہوکر
مین رہون غم کا مبتلا ہوکر
وہ بلا جس سے کاہش جان ہو
روز و شب جس سی روح حیران ہو
دین و دنیا کی ہی جو بربادی
اسلیے آپ سے ہون فریادی
کہ سوا آپ کے نہین غمخوار
کیجیے جلد چارۂ ناچار
قید اندوہ سے چھڑا دیجیے
اپنے بیمار کی دوا کیجیے
اس بلا نے مجھے کیا برباد
اپنے غمگین کو کیجیے اب شاد
المدد یا شہنشہ عالم
ہون مین امیدوار فضل و کرم
دوسری ہی یہ عرض ای مخدوم
شجرۂ پاک ہے کیا منظوم
آپ کے وہ اگر پسند آجائے
خلعت فخر یہ گدا پا جائے
جبتلک عرش کبریا کا ہے
جبتلک ملک یہ خدا کا ہے
رہے جبتک کہ جلوۂ لاہوت
رہے جبتک کہ شوکت لاہوت
رہے لاہوت جب تلک قائم
رہے جبروت جب تلک محکم
رہے جب تک کہ زینت ملکوت
جبتلک ہے شہادت و ناسوت

ہے خورشید معرفت تابان — فیضیاب آپ سے ہون پیر و جوان

تیرے صدقے سے اے محبِ رسول — مستمندون کی ہو مراد حصول

منصبِ حسبتہ دل کو صحت ہو — ایسی اللہ کی عنایت ہو

ایزدا جب تلک ہون آباد — برکتِ پیر سے تو رکھ دل شاد

تن مین جبتک کہ جان اسیر رہے — جان و دل سے فدائے پیر رہے

یہ عریضہ ہوا یہان سے تمام — شجرۂ پاک کو کرون ارقام

نظم کے علاوہ کچھ حصہ نثر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اُردو عبارت سے یہان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نحمدہ و نصلی-)

جناب عموی صاحب قبلہ و کعبۂ دو جہان ادام اللہ ظِلّکُم--

پس از بجا آوری مراسم تسلیم بصد تمنائے قدمبوسی مدعا طراز یہ کہ باستدعاے سلامتی ذات بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام میمنت التیام مین یہ مژدۂ جانفزا اور بشاشت افزا سماعت مین آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالی بری ہو کر اپنے دولتخانۂ فیض کاشانہ مین تشریف لائے سُنتے ہی اسکے قالب بیجان مین جان آئی دماغ کو تازگی اور دل کو مسرّت تازہ ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدمبوس پر جو ایک عالم ہراس تھا اور میدان یاس مین مُبتلا تھے از سر نو زندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزون کو مبارک ہو ــ

(ایضاً فارسی)

شفقت فرمائے خُردان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجا آوردہ عرض می نماید کہ بورود تفاخر نامہ فیض شمامہ عزت دارین حاصل گردید

بر مضمون مندرجہ آگاہی کماہی دست داد حال آنکہ جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع جسمی کھرونہ کہ در انجا پیمائش شروع است از عرصہ سہ روز تشریف بردہ اند و سہ روز می رود کہ در موضع لگرہائی ہم پیمائش میشود آنجا سوائے بندہ و برادر خادم علیخان صاحب دیگرے نیست و کل کار روائی مثل بہم رسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمہ احقر و برادر موصوف لازم بود این تمام روز ہمراہ امین در پیمائش لگرہائی و چاکوک مشترکہ موجودگی میماند ازین جہت دور روز دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرور دو یوم حاضر خدمت عالی خواہم شد میان حیدر را فرمودہ دہند کہ نزد کرم علیخان رفتہ تعلیم پسران کرم علیخان سرگرم باشند تصفیہ تعلق بندہ دارند مگر تنخواہ از دو روپیہ ماہوار و یک وقت خوراک زاید نخواہد یافت باقی امور خاطر داری و دیگر حقوق آغازی وعیدی وغیرہ را بندہ فیصلہ کردہ خواہد داد و ہنگامیکہ بندہ حاضر خواہد شد آنچہ کہ ارشاد عالی خواہد گردید بجا خواہم آورد زیادہ بجز تمنای قدمبوسی چہ مطلع کنم۔

عاصی محمد منصب علی عفی عنہ

دیگر

موجد قوانین محبت مخترع آئین مروت کرم گستر مخلصان احمد یارخان صاحب سلامت

پس از سلام خلت انضمام کہ گلیست از گلشن اسلام مدعا تفویض آنکہ حال ما قرین حمد پروردگار و خورسندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبگار۔ در جواب مراسلہ نخیف بمضامین لطف تضمین محتوی تعویق بقدمہ معلومہ حسو خان صاحب و والدہ ما جدہ خود رنگ وصول ریختہ تشاویش را از دلم ربود و مسرت رو نمود حقیقت تنا ساحسب ایماے کرمفرما انتظار اطلاع تشریف آوری آن مہربان و نیز رونق افروزی محمد اسمعیل خان صاحب بموجب بیان آن مردم مرسلہ صدمۂ الانتظار اشد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب کہ نہ آن مہربان تشریف

ارزانی فرمودند ونہ سمعیل خان صاحب آمد وانکشاف حال رسیدن حسو خان صاحب والدہ سامی بر مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر المسرت مید اشتم لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بعیادت ایشان روند وبندہ محروم الملاقات شود متعذر ماندم اکنون کہ حیدر خان صاحب درینجا آمدہ اند ہنگام ملاقات حال مزاج لطف امتزاج سمعیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم وقصد تجشیم آنجا مصمم ست مگر تقدماً للحفظ اول گام فرسائی آنجانہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام ترقب دارم واسترضا میجویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تقرر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد واگر آن مہربان را درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ وعذرات معقولہ بپاسخ خواہم دید مجبور ورنہ ہرگز ہرگز راضی بہ التوا نہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ درینجا خواہم رسید وازان صاحب درین بارہ با دلائل نیازمندانہ پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلب ست کہ چندان عرصہ ودیر گردیدہ وگفتگوہا می روند نیازمندرا از بارشاقہ انتظار برہانید آنصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار ودانا اند اندرین امور بموجب حکم خدا ورسول عجلت ضرور نظر برآن مترصد کہ بندہ منتظررا آیندہ بوادی انتظار نہ گذارند بنا برترقیم جواب معلومہ ممتاز فرمایند کہ نیازمندان مترصدرا بعدم توجہات خستہ کردن نازیباست زیادہ طوالت تصور دیدہ ختم کلام برسلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خلش معدہ کی شکایت سے دس پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج مین مصروف رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ زلیست سے مایوسی ہوگئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل وکرم سے اوس مرض سے شفائے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی مین مولوی حامد علیخان نے جو

قابل و شاعر ہمہ دان اور اپنی قوت حافظہ مین مشہور شخص ہین اور اکثر کتب اُنکے تصنیفات سے مطبع منشی نولکشور صاحب واقع کانپور مین طبع ہو چکے ہین یہ قصیدہ بطور تہنیت کے اپنے عم نامدار کی خدمت مین پیش کیا جسکے بعض شعر درج کیے جاتے ہین۔

غم سے آزاد نہ کسطرح ہو سارا عالم ‌‌ کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر دم
کس طرح نکلے زمین سے نہ صدائے تہنا ‌‌ کیون نہ بجوائے فلک نوبت شادی ہر دم
چمن دہر سے کسطرح نہ ہو دور خزان ‌‌ کیون نہو باغ مین ہر گُل پہ بہارِ عالم
عالم علم فنا واقف اسرار خدا ‌‌ ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و حشم
باعث جود و عطا موجب خلق و اشفاق ‌‌ صاحب علم و حیا مورد الطاف و کرم
کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار ‌‌ عابد و زاہد و مقبول خدائے عالم
گوہر درج شرافت در دریائے وفا ‌‌ کشتی فیض و شرف ابر سخا بحر کرم
سایۂ چتر خدا پشت و پناہِ خُردان ‌‌ یعنی منصب علیخان قبلہ و کعبہ مرے عم
عارضہ اونکو تھا افسوس بہت عرصہ سے ‌‌ اس سبب سے انھین رہتا تھا بہت درد و الم
سیکڑون بار رہا اسمین مشوش و رنج اونکو ‌‌ بیسیون بار کیے خرچ ہزارون درہم
اِک دوا نے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن ‌‌ ایک نسخہ بھی شفا کا نہ مِلا اُن کو بہم
جو تکالیف سے ہو اُن کو مرض مین لاحق ‌‌ ہائے کسطرح کرون اوسکا بیان اسمین قلم
کیسے کیسے دل بیتاب پہ صدمے گذرے ‌‌ سختیان جان پہ کیا کیا ہوئین ہی ہر دم
دیکھکر اونکی یہ تکلیف عزیز و احباب ‌‌ یہ دعا مانگتے تھے حق سے وہ با دیدۂ نم
دے مصیبت سے انھین جلد رہائی یا رب ‌‌ رحم کر ان پہ تو اے ربّ رحیم عالم
تجھ سوا ہے نہ کوئی اُن کا مددگار و رفیق ‌‌ نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم

ہوتے تھے روکے وہ سب حق سے شفا کے طالب ۔۔۔ سب کے تھا ورد زبان کلمۂ ارحم ارحم
مبتلا اس مین رہے آہ برابر دس سال ۔۔۔ گیارھوین سال مین اللہ نے کیا فضل و رحم
غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھین ۔۔۔ ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم
دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری ۔۔۔ نہ رہا کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم
شاد و خندان ہوے سب انکے عزیز و احباب ۔۔۔ دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب درد و الم
دن ہوا عید کا دن رات ہوئی وصل کی رات ۔۔۔ جا بجا بجنے لگی نوبت شادی پیہم
لوگ ہر سو سے انھین دیتے مبارکبادی ۔۔۔ ہو گیا کیا کہون مین سارا خوشی کا عالم
الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت بپا ۔۔۔ مین بھی اک گوشۂ خلوت مین پڑا تھا خرم
سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب فکر ۔۔۔ کہ رہون یاد زمانہ کرون کچھ ایسا رقم
بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول ۔۔۔ یعنی احوال کیا مین نے یہ سب بند قلم
سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جس دم فکر ۔۔۔ طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی مینے رقم
سال تاریخ شفا نکلے اُسی وقت ضرور ۔۔۔ میم ہر مصرعۂ آخر کے جو ن ہون جمع بہم
اب دعا کے لیے ہاتھونکو کرون اپنے بلند ۔۔۔ کیا عجب ہین جو ہو مقبول خدائے عالم (بڑھے اُسکے)
یا الٰہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد ۔۔۔ چلتے پھرتے رہین جبتک ہے زمین پر آدم
گردش انجم افلاک کا جبتک ہے یہ دور ۔۔۔ مہ و خورشید ہین جبتک یہ فلک پر قائم
حسن ناسوت کا جبتک کہ نشان ہے قائم ۔۔۔ پائداری پہ ہے جبتک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہین چھوٹے بڑے سب آباد
حامد خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر بخوف طوالت کم کردیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

نہین نکل سکتا ہے۔
اسکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندرستی خراب ہوی اس زمانہ مین ایک فقیر جو بظاہر بہت مرتاض
معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہان آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ مین
ٹھہرایا گیا اسنے کچھ وہ رنگ جمایا کہ تمام شاہ آباد مین اُسکی شہرت ہوگئی اور لوگ اس
سے ملنے کو آئے اوسکی خاطر و مدارات مین بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ
بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہان سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا
کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج مین جو جائداد زیر بار ہوچکی ہی اسکے لیے
بھی ایک نسخہ کیمیا دی بنا دونگا اس سے سبکدوشی ہوجائے گی جب وہ اپنا مطلب
پورا کرچکا تو بھاگنے کی فکر مین ہوا۔ ایک رات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ
کے آدمیون نے اسے پکڑا آخرکار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہونچانے
کے وہ چھوڑ دیا گیا۔
اس فقیر کو کشتہ جات مین بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو مدار کے
دودھ مین پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا
تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا مین آپ کے ایک ریاحی درد اٹھا شدت
تکلیف سے ہاتھ پانون بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ
محسوس نہوا دوسری بار پھر صندقچہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطرار و بیچینی کی
حالت مین نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھایا
اور اسکے ساتھ وہ گرا بھی کھا لیا حتے کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجائے
اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے مین آگئی اوسنے آگ لگادی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہین ہوسکتا مختلف علاج کیے گئے تبرید کی کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۸۸۶ء روز سہ شنبہ سہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین اچھے مجمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوے سید شبیر علیصاحب جو عارف باللہ و روشنضمیر تھے اونھون نے مراقبہ کر کے عالم ارواح مین جناب مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہین ؎

واصل حق ہوے منصب علیخانصاحب آج
۱۳۰۴ھ

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے ہین منجملہ انکے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال پر ملال جناب منشی منصب علیخان مرحوم مغفور

ذہین و ذی خرد منصب علیخان — ز دنیا شد سوے جنت روانہ
بعہد زندگی از عقل و دانش — شدہ مشہور در عالم فسانہ

مظفر سال جستم گفت ہاتف
بجنت رفت دانائے زمانہ
۱۳۰۴ھ



حکیم سید فرزند علی صاحب افسرالاطبا

وجہ سے ترقی ہوکر عروج ہوا اور آثار گرانخاطری کے پیدا ہوے تو حکیم صاحب اپنے مکان
چلے آئے اسکے بعد بکمال توقیر و بصد اصرار مہاراجہ سری پرتاب سنگھ جی صاحب بہادر
جی سی ایس آئی والی ریاست نرسنگہ گڈھ نے طلب کیا اور آپ سنہ ۱۲۹۷ھ مین وہان جاکر
ملازم و معتمد ہو گئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست مین دخیل رہے۔
آپ کی حذاقت و قابلیت ایسی شہرۂ آفاق تھی کہ ملک مین جابجا امرا و حکام آپکو بلاتے
چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر اعظم ٹونک نے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور
جب آصف جہان بیگم صاحبزادی صاحبہ علیل ہوئین اسوقت بھی ولیۃ العہد صاحبہ بھوپال
نے آپکو بلایا اور آپنے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ
بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نوابصاحب ممدوح بھی آپکا بڑا احترام
کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر سنہ ۱۳۱۹ھ مین نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ملک نے انتقال فرمایا
اور بجاے انکے نواب سلطان جہان بیگمصاحبہ تاج الہند جی۔سی۔ایس۔آئی۔جی۔سی
آئی۔ای۔ مسند نشین ہوئین تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تعزیت
و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست سے جواب باصواب آیا جسکے بعد حکیم صاحب
بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدۂ افسر الاطبای پر سرفراز فرماے گئے۔
راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت سے آپکے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے
اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا انسے ملاقاتین ہوئین اور دلچسپ مکالمے رہے سرکار
عالیہ فرمانرواے حال بھی قدر و منزلت فرماتین۔ صاحبزادگان بلند اقبال بھی الطاف
رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔
حکیم صاحب کے بہت سے کارنامے قابل الذکر ہین انکو ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل تھا بیسیون اشخاص

لوگ مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صدہا جان بلب مریضوں کو انکے ہاتھوں شفا ہوئی۔ کثرت سے لوگوں نے انکے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری میں بمقام دہلی ہر ہائینس نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن اور انکی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونیکے باعث حکیم صاحب ہی ہوے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد ہزبر علی بہادر ولیعہد وخلف شاہ اودہ کی مہمانداریکا شرف بھی آپکو حاصل ہوا اور پرنس موصوف از راہ تکریم آپکے قیامی خیمہ پر آپسے ملنے تشریف بھی لاے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہرون کی سیر وسیاحت فرمای اور ۱۲۹۸ھ میں عرب بھی تشریف لیگئے اور حرمین میں حج اور زیارت روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔

صد حیف کہ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رحلت فرمائی تجہیز وتکفین سے آثار مغفرت کے نمودار ہوے۔ مولوی اعظم حسین صاحب خیرآبادی نے اپنے ہاتھوں آب زمزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو مکہ معظمہ سے جناب مرحوم مغفور اسی دن کیلیے لاے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد میں ہزارون نمازیون نے جسمین بیسیوں بلکہ صدہا صلحا وعلما تھے نماز جنازہ پڑھائی اور ایسا لگتا تھا کہ باران رحمت الٰہی کا نزول ہو رہا تھا جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر تکیہ قلندر واقع بھوپال میں مفتی محمد ایوب صاحب کی قبر کے قریب آپکو دفن کیا گیا مادہ وفات (محسن بخشش) جو مخبر نجات ہے ہاتھ آیا اسکے علاوہ ۓ بہتر آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرع سے بھی سال رحلت نکلتا ہے راقم آپکے مدفن پر حاضر ہوا ہے بارونق جگہ ہے بعض صلحا نے آپ کو بعد وفات عالم رویا میں عالی مراتب حالت میں دیکھا آپکے پیر ومرشد مولانا فضل الرحمن صاحب مرادآبادی جو شریعت با حقیقت عارف تھے انکی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوے بڑے میر نجف علیصاحب جو صوفی
خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون میں طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علیصاحب تھے جو شاہ اودھ
کے برادر خرد شاہزادہ مرزا اسکندر حشمت محمد جواد علی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکرٹری و
مصاحب ہی جب انتزاع سلطنت اودھ ہو گیا اپیل کیلیے خاندان تاجدار لکھنو لندن گیا تو
آپ بھی ہمراہ تھے جب انکے آقاے نامدار جرنیل صاحب کا ولایت مین انتقال ہو گیا تو آپ
لندن ہی مین رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن مین بعہدۂ پروفیسری ملازمت کرلی اور
ایک لایق میم مسماۃ زیپ صاحبہ سے عقد کرلیا جنسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوے میر صاحب
کے اکثر شاگرد یورپین کلکٹر وغیرہ یہان کے اضلاع مین آئے اور انھون نے آپکی
قابلیت و علی دماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔
حکیم صاحب کے قابل قدر و دلچسپ حالات راقم نے ایک سوانحعمری مین مفصل طور پر
لکھے ہین لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ
شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپکے حالات دیکھنے مین آجائین لہذا یہ مختصر حالات لکھدیے
حکیم صاحب کے شاگرد بھی لایق و مشہور ہوے جسمین حکیم سید امجد علیصاحب حکیم عبدالغفور صاحب
حکیم سید عابد علیصاحب وغیرہ طبیب نامور ہین آپکے صاحبزادہ کا نام سید غلام علیصاحب ہی
حکیم صاحب کا تذکرہ نواب شاہجہان بیگمصاحبہ کردن آف انڈیا نے اپنی تصنیف
تاج الاقبال مین ریاست کے لایق ملازمین مین لکھا ہے اور جناب نواب سلطان
جہان بیگمصاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر روشن خیال قدردان فرمانروا ہین اپنی
ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ مین حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے
جس سے حکیم صاحب کا ہر ہائینس کے حضور مین معتمد علیہ و مزاجدان ہونا ثابت ہی۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مؤلف نامہ مظفری

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتاب کیے جاتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہوا کرتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے ناموران شاہ آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا گیا حقیر کچھ اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کردے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کرکے دعاے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جاوے۔ اس بنا پر چند سطریں حوالہ قلم کیجاتی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر نجف علیصاحب نے بحساب سنہ پیدایش (مظفر جنگ) ۱۲۹۳ تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اسلیے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتیں دیکھنے سننے میں آئیں جب سن تمیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کیطرف توجہ ہوئی اور حسب دستور معلم مکانپر مقرر ہوکر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ معلم کے انکی ذاتی توجہ نوشت و خواند کیطرف مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پرداز نے اپنی گردش دکھلائی اور دل [illegible] سن میں والدین کا سایہ جو دنیا میں رحمت الٰہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا [illegible]

لہ والدین سے مراد منصب علیخان [illegible] اور [illegible] ہے۔



محمد مظهر حسين سليماني مصنف كتاب هذا

اٹھانا پڑا کبھی جاتی رہی چارون طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا
تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علیصاحب منشی عیوض علیصاحب مولوی
سبط حسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم
طب کی تحصیل کیطرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا
کیخدمتمین حاضر ہوا انھون نے بخیال خاندانی مراسم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت
شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک اُنکے فیضان صحبت مین استفادہ علمی کرتا
رہا اور سفر حضر مین موجود رہکر اصلاح نظم ونثر لیتا رہا۔ اس دوران مین استادی موصوف نے
اکثر حکام وامرا سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیگئے تو اپنے ساتھ لیجا کر نواب
احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعرف کرایا۔ ابھی فن طب
کی تکمیل نہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد مین انکی ذات سے
جو علم وحذاقت کی شمع روشن تھی وہ بجھگئی اور یہانکی ناموری کا خاتمہ ہوگیا ان چند در چند
حادثات سے دلمین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کیطرف مائل نہوئی
بڑا سبب اسکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا
اس بیکاری وتنہائی مین دل کو وحشت ہوئی او بزرگان دین کے مزارات کی حاضری
اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوڑلم شریف اجمیر شریف کلیر
شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب دہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ
سیاحت مین بمبئی بنگال مدراس پنجاب کے صوبجات مین جو قابل دید شہر ہین دیکھنے مین آئے
اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی وملکی مجالس مثل
جلسہ سالانہ ندوۃ العلما لکھنو۔ کانفرنس محمڈن کالج علیگڈھ دہلی دربار نمایش الہ آباد ومدراس

وغیرہ مین بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعیہ کیلیے بعض مخلص احباب نے مناکحت کیلیے مجبور کیا اور متاہل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتمین انقلاب ہوا نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل وعیال کی خبرگیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکش مین یہ خیال دامنگیر ہوا کہ یہ دنیاداری وکثرت مصارف سے زیرباری تو یون ہی چلی جائیگی مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل الذکر اشخاص کے حالات کسی نے جمع نہین کیے اور وہ ضایع ہوے جلاتے ہین اسپر کمرہمت چست باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ مین ترقی ہوئی اور حالات وکاغذات فراہم کرنے مین مصروف ہوا الله الحمد کہ اس مقصد مین کامیابی نے منھ دکھلایا اور اپنی فہم واستعداد کے لائق واقعات مرتب کر دیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہونیسے عبارت صحیح نہین تاہم حالات قابل قدر فراہم ہوگئے اور اس سے نتیجہ ضرور نکلیگا کہ اکثر صاحب کے نام نامی صفحۂ روزگار پر تابقاے کتاب رہ جائینگے اور آیندہ نسلین واجب التعظیم ولایق اہل وطن کے کارنامون سے آگاہی وفائدہ اٹھائینگی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابین اور بھی تصنیف وتالیف کین چنانچہ (حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہوکر شایع ہوگئی اور ملک مین مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے (تحیۂ جیلانی) استادی حکیم صاحب کے حالات مین مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی جسمین چودھری حشمت علی صاحب کے دلچسپ حالات بھی جو ایک نامور وفیاض تعلقہ دار گذرے ہین موجود ہین۔ آجکل مخدوم صاحب سندیلے کے ذاتی حالات اور انکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جسکا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنیکے ساتھ بارگاہ احدیت مین بکمال عجز و نیاز دعا ہی کہ وہ دنیاوی مصائب و ترددات سے محفوظ رکھکر حرمین شریفین و عرب کے اماکن متبرکہ کی زیارت سے مشرف فرمائے ہنوز یہ کتاب زیر طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آگیا جس سے وہ صدمہ پہونچا کہ دلکو بیقراری رہتی ہے اور وہ جانکاہ واقعہ یہ ہی کہ اس خاکسار کی لڑکی جو اولاد مین بڑی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ نہایت ذہین تھی دفعتہً علیل پڑی اور مرگئی چونکہ اس سے بیحد محبت تھی اور خاندان میں بھی اس سے

ل اس لڑکی کا نام عایشہ تھا یکم محرم ۱۳۲۲ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۴ء شب دوشنبہ کو پیدا ہوی تھی نہایت سمجھدار و ہونہار تھی افسوس کزاز کا مرض لاحق ہوگیا اور ہفتہ عشرہ علیل رہکر نوجوانی مین ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء ۶ بجے روز چہارشنبہ کو انتقال کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم نے کئی قطعات تاریخی تحریر کیے ہین بعض یہاں پر لکھے جاتے ہین ھ

جو تھی ذی ہوش پیاری ایک میری عایشہ بیٹی — یکایک اسنے سوے جنت الفردوس رحلت کی
ہوا صدمہ ہے لاحق اسطرح کا اسکے مرنے سے — کہ دل بیزار ہے اب زیست سے ناحق طوالت کی
رہا کرتی ہے ہر دم بیقراری خطرتا دل کو — بڑی تکلیف دل آزار ہے آزار فرقت کی
دھواں اٹھتا ہے دلسے جب وہ مجکو یاد آتی ہے — پھرا کرتی ہے تصویر آنکھ مین اس ماہ طلعت کی
جلائیگا یہ ساری عمر تک داغ جگر مجکو — نہ بھولیگی کبھی وہ لاڈلی پاکیزہ صورت کی
ملیگی اب دوبارہ پھر نہ ایسی خوبرو بیٹی — ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت مجپہ قدرت کی
ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر — مجسم تھی وہ پتلی قدرتا فہم و فراست کی
ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر اپنے پرائے کا — سرشتی طور پر واقع ہوی تھی نیک عادت کی
نمایاں خوش نصیبی تھی نہایت اسکے چہرہ سے — مگر لائی تھی کم میعاد دنیا مین سکونت کی
ہوا کرتی تھی حیرت مجکو اکثر اسکی باتون پر — کیا کرتا تھا مین تعریف ہی اسکے ذہانت کی
ملی وہ خاک مین ارمان سارے ہوگئے مٹی — بلائیں لیتی ہے اب دلکی حسرت جاکے تربت کی
ٹھہرتے ہی نہین آنکھوں مین آنسو فرط گریہ سے — ڈبوتی ہین مجھے خود موجین میرے جوش رقت کی
ابھی نو عمر تھی نو سال کی وہ نیک خو بچی — بھلا پھر موت نے اسطرح کیون اسدرجہ عجلت کی
پڑی دس دن فقط بیمار بھی آہ بستر پر — بہت تکلیف سے عشرہ کی اسنے ختم مدت کی
رجب کی چودھوین تاریخ روز چہارشنبہ کو — جو آیا سپہر تو اسنے پھر دنیا سے رحلت کی
مین سمجھاتا ہون دلکو صبر آتا ہی نہین ہرگز — کوئی تو بات پنہاں دلمین ہے ایسی مصیبت کی
الٰہی عایشہ کو بخشیں عیش جنتی دائم — دکھاوے تو خدایا شان اپنے فضل و رحمت کی
ہوئے خوش ہالے مظفر سال رحلت یہ ندا آئی — کہا ہاتف نے عایشہ نے تو دولت عیش جنت کی
۱۹

سیرت اور صورت کی اچھی بچی نظر بھی نہیں آتی اس وجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلق و صدمہ اس قدر ہے کہ قلم سینہ چاک سے تحریر نہیں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں اسکو ڈھونڈھتی ہیں اور وہ دیکھنے کو ملتی نہیں اسلیے گریہ و زاری طاری ہوتی ہے درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی تکبد یعنی اولاد کی موت داغ جگر ہوتی ہے میرے حال پر صادق آتی ہے۔ اس درد سے وہ صاحب جو اولاد کی اس روحانی تکلیف کو برداشت کر چکے ہیں آگاہی رکھتے ہیں کسی سے دل کو کیا افسوس ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموم رہا کرتا ہے

دیگر

افسوس پیاری بیٹی تھی جو میری عائشہ
صدمہ ہے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو
صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی
وہ پیاری باتیں اسکی مجھے بھولتی نہیں
پاکیزہ ایسی تھی کہ نظر اسکو کھا گئی
مرنے کا اسکے رنج ہے ہر خاص و عام کو
ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھیں ہیں چار سو
بیشک ہیں بدنصیب وہ دنیا میں والدین
نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی
الدم مرض کزاز کا افسوس ہو گیا
آیا نہ رحم تجھکو فلک اسکے حال پر
وہ کیا مری کہ دل بھی ہمارا یہ مر گیا
پڑھتی تھی خوب آیتیں ازبر تھیں بیسیوں
دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو
آتا ہے دل کو صبر نہیں آہ کیا کروں
یارب ہو عائشہ کو بہشت برین نصیب
میں کیا لکھوں جو دل کو مظفر ہے رنج و غم
پوچھا جو سال مرگ تو بولا سروش غیب

دنیا سے آج وہ سوے جنت روان ہوئی
جس سے کہ ابتی زیست سے بار گران ہوئی
صد حیف ایسی بچی نظر سے نہان ہوئی
حالت عجیب قلب کی کچھ لا بیان ہوئی
نازل یہ ہائے کیسی بلا ناگہان ہوئی
ہر دلعزیز تھی وہ ادم کو روان ہوئی
الدم کبھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی
جنکے کہ ایسی بچی جدا ناگہان ہوئی
بیوقت ہائے کیسی قضا آسمان ہوئی
دس دن فقط علیل رہی ناتوان ہوئی
تکلیف اس نحیف پہ وہ جانستان ہوئی
نکلی ہے جان میری نہیں وہ نہان ہوئی
وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کہاں ہوئی
جس پیٹھ پر یہ بار پڑا وہ کمان ہوئی
یہ عمر وقف اب پئے آہ و فغان ہوئی
ہر دم دعائے خیر یہ ورد زبان ہوئی
مرنے سے اسکے آنکھ مری خونچکان ہوئی
وہ نیک طبع طوطی باغ جنان ہوئی

۱۳ ۔ ۔ ۔ ۴۴

ایضاً

نور دیدہ عائشہ صد حیف از آغوش شد
بود در فکرم مظفر سال تاریخ وفات
در نگاہم جملہ عالم تیرہ و تاریک گشت
ہاتف غیبی بمن گفتہ گلے خوش رنگ رفت

۱۹ ۔ ۔ ۔ ۱۶

اگرچہ کئی ہزار اشعار احقر کے تحریر مین آچکے ہین مگر انمین سے چند غزلیات و ایک قصیدہ منجملہ ان قصائد کے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پڑھے جاچکے ہین یہان لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

غزل

ادہر وہ خشمگین خنجر بکف تیار بیٹھے ہین
ادہر جانباز کے جلنسے بیزار بیٹھے ہین

نہین سنتا نصیحت مجمع عشاق مین کوئی
کہو ناصح سے حضرت آپ کیون بیکار بیٹھے ہین

صدا آئی یہ ہر گوشہ سے جب وہ بام پر آئے
ادہر بھی ہو نظر ہم بھی یہان سرکار بیٹھے ہین

انھین لائین منا کر جس سے کچھ جینے کی خواہش ہو
ہمارے پاس کیون بیفائدہ غمخوار بیٹھے ہین

کریگا راز کو افشا یہ مجھ محفل مین تڑپ جانا
دل ناداں یہ مجمع ہے یہان اغیار بیٹھے ہین

بہار آئی ہے اٹھلاتی ہوئی گلزار عالم مین
نواسنج چمن کھولے ہوئے منقار بیٹھے ہین

لئے دیدار جب آئے تمھارے در پہ یہ دیکھا
ادہر دو چار بیٹھے ہین اُدہر دو چار بیٹھے ہین

تماشاگاہ نیرنگی سراسر بزم عالم ہے
کہین واعظ کہین زاہد کہین میخوار بیٹھے ہین

مظفر کسطرح فکر سخن ہو سخت مشکل ہے
پریشان حال ہین عرصہ سے ہم بیمار بیٹھے ہین

ایضاً

کبھی وہ بھی دن ہو یارب شب وصل یار آئے
مرے گھر بہار آئے بت گلعذار آئے

یہ ستم ہو بن سنور کے وہ ستم شعار آئے
کہین داور قیامت نہ تجھے بھی پیار آئے

ترے عشق مین لبون پر مری جان زار آئے
نہین اعتبار اسکا کہ تجھے اعتبار آئے

مین ادہر ہون نیم بسمل وہ اُدہر ہون نیم بسمل
نہ مجھے قرار آئے نہ انھین قرار آئے

کچھ عجب نہین کہ بھولے مجھے اپنی دادخواہی
جو ادا سے سر جھکا کر دم حشر یار آئے

اسی وقت نزع دیکھون ہونگہ مین یاس وحسرت
یہ اثر ہو مدتون تک نہ تجھے قرار آئے

کبھی بھول کر بھی کرتے نہین کوئی قول سچا
یہ غضب ہی چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے

ہوئی خاک عشق مین ہم اسے کچھ خبر نہین ہے
فقط اتنی ہے تمنا وہ سر مزار آئے

مین وداع اس ہی رہونگا کہ مری یہی ہے او داہی
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا مزار آئے

تجھے ظلم کن تنا ہین مجھے اپنے شکر ظالم
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

اُسی کرتے ہین نصیحت نہین کیون جناب ناصح
کہ جفا سے باز آکر دن وہ جفا شعار آئے

مجھے حسن کے تصور مین ہے محویت عجب کیا
کہ اجل حسین بنکر دم احتضار آئے

مین فدا ہون جان و دل سے یہ کبھی نہین کہونگا
نہین اعتبار اسکا تمھین اعتبار آئے

مجھے بخت سے مظفر نہین کچھ امید اسکی
مری آرزو برآئے شب وصل یار آئے

ایضاً

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے
اوٹھا کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے

جو ہم خیال قریب رگ گلو کرتے
کسی کی دیر و حرم مین نہ جستجو کرتے

مزہ تو جب تھا گریبان کے چاک ہونیکا
کہ جنکے عشق مین پھاڑا تھا وہ رفو کرتے

جھلک جو دختر رز کی انھین نظر آتی
تو وعظ چھوڑ کے واعظ سبو سبو کرتے

جو دیکھتے مجھے گریان کبھی نہ وہ ہنستے
ضرور ہی مرے اشکون کی آبرو کرتے

اثر ہماری محبت ذرا دکھا دیتی
کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے

تجھے جمع پاک زمانے کے بزم رندان مین
جو آتے شیخ وہان انکی آبرو کرتے

وہ تھوڑی دیر کو پہلو مین کاش آجاتے
نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

رہیگا یاد قاصد کو پیام وصل کا دینا
ترا کچھ بھی نہ کہنا سر جھکا کر مسکرا دینا

دغا دینا تمھارا کام ہے میرا دعا دینا
تم ہی انصاف سے کہدو ذرا اچھا ہے کیا دینا

لڑاتے تم ہو آنکھین غیر سب آپسمین لڑتے ہین
تمھاری بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا

یہ کیا انسانیت ہے وضعداری سیکھیے صاحب
نہین اچھا بڑھا کر رسم الفت کو گھٹا دینا

سماں وہ باندھ دے ابر کرم گلزار عالم مین
کہے زاہد مجھے بھی جام اک بھر چند ادینا

مزہ آئے نصیحت بھول جائین حضرت ناصح
ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا

سبحان اللہ کیا اچھی یہ تیری مشق ہے ظالم
ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھکر مٹا دینا

محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری
وہ چلمن کا اٹھانا دیکھکر مجھکو گرا دینا

ترے رندون مین آکر حضرت واعظ بھی بیٹھے ہین
اگر بچ جائے تھوڑی سی انھین بھی ساقیا دینا

مظفر مضطرب ہے خوف عصیان سے رسول اللہ
اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

ایضاً

کون ساشاہدِ گل آج ہی مہمان دل مین | نظر آتا ہے جو سرسبز گلستان دل مین
ڈھونڈھ لین مجھسا وفادار زمانہ مین کوئی | کرچکے قتل تو اب کیون ہین پشیمان دل مین
اونکے آنے کی خبر آئے یہان کیا ممکن | حسرت ویاس کے بیٹھے ہین نگہبان دل مین
یہ وہ گھر ہے کبھی خالی نہین رہتا اکدم | ہے خوشی آج تو کل حسرت و ارمان دل مین
آیئے کیجیے گلگشت چمن شوق سے آج | ہمنے داغونکا لگایا ہے گلستان دل مین
تیرے مظلوم یہ محشر مین کہینگے تجھسے | خیر ہی آج ہین کیون آپ پریشان دل مین
دھیان مین آتی نہین ہستی دنیا کچھ بھی | نقش برآب ہے یہ عالم امکان دل مین
زندہ کرکے جو نکالو تو مسیحا جانون | میرے ارمانون کا ہی گنج شہیدان دل مین
دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھون | ایک مدت سے تمنا ہی یہ پنہان دل مین
لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہ نجف | فکر و اندوہ سے ہی سخت پریشان دل مین

ایضاً

پھر حسینون پہ فدا ہونیکا ارادہ دل کا ہی | المدد مشکلکشا پھر سامنا مشکل کا ہی
مٹ نہین سکتا ہی لیلی خاک مجنون کا نشان | دیکھ خاکی رنگ اب تک پردۂ محمل کا ہی
ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہی تڑپنے کی ادا | رنگ مقتول جفا مین بسمل و قاتل کا ہی
سر جھکا کر دیکھ لے تصویر حسن و عشق کی | عکس کتنا صاف تیرے دل پہ میرے دل کا ہی
اہل محشر نیم بسمل ہین مظفر حشر مین | ایک ادنی یہ کرشمہ ابروے قاتل کا ہی

ایضاً

کہتے ہین دلولے یہ دل بیقرار کے | دن آگئے ہین باغ مین فصل بہار کے

بیکس اوسے سمجھ کے دبائے نہ ہجر یار
سو حسرتین ہین پاس دل بیقرار کے

قابو مین وہ رقیب کے ہون کچھ عجب نہین
مین بس مین آگیا ہون دل بیقرار کے

حاصل شب فراق مین ہی لذت وصال
دل ہین بھرے ہوے ہین مزے انتظار کے

آغوش مین لحد کی ہمین نیند آئیگی
سوئینگے خوب جامۂ ہستی اوتار کے

مین چاہتا ہون اور کسیکو اونھین سے شک
وہ آجکل ہین یار مرے رازدار کے

واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو
قائل نہین ہو رحمت پروردگار کے

بوسون کا کچھ شمار نہو وقت اب ہی کم
سنتے ہین ون قریب ہین روز شمار کے

ہوتا نہین ہی خوش جو مظفر کسیکا دل
سنتا نہین بہار مین نغمے ہزار کے

ایضاً

مری جان وہ بھی کرلو گر کوئی بیداد باقی ہی
ابھی کچھ کچھ تو ان خاطر ناشاد باقی ہے

رہے کچھ دیر جاری پرسش اعمال ای داور
ابھی ایک مورد بیداد کی فریاد باقی ہے

نہ ہے مجمع حسینون کا نہ اب وہ عشق کی لذت
اگر کچھ بات باقی ہی تو اوسکی یاد باقی ہے

تصور سے کسی محبوب کے دل مین مزہ لینا
یہی اک شغل بہر خاطر ناشاد باقی ہے

وہ محشر مین ہو گھبرایا ہوا مین اوس سے یہ پوچھون
ستم کا حوصلہ اب بھی ستم ایجاد باقی ہے

اگر تو ذبح کرتا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر
دم آخر یہی حسرت مری جلاد باقی ہے

سخن سنجی کی رونق ہی مظفر بزم عالم مین
امیر نامور ہے داغ سا اوستاد باقی ہے

قصیدۂ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر مدینہ منورہ مین پڑھا گیا

سوے مدینہ گر ترا باشد گذر باد صبا
اے بادشاہ دو جہان اے سید کون و مکان
اے تاجدار کن فکان ای زیب بخش لامکان
اے رحمۃ للعالمین ای فخر جملہ مرسلین
اے آئینہ ذات صمد اے مظہر نور احد
برحال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر
افضل توئی بعد از خدا احسن تر از مخلوق ہا
در جملہ خوبی وصفت حق کرد کامل منزلت
رخسار تو شمس الضحیٰ گیسوی تو بدر الدجی
کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پُر نور شد
کر دست او شق القمر طلبید چون آمد شجر
وقتیکہ آمد در جہان ایوان کسری بگیان
در لیل جبریل امین آورد مرکب نازنین
شد کحل ما زاغ البصر در چشم آن اہل نظر
بخشیدہ ایزد از کرم ہر گونہ از جاہ و حشم
بر ذات پاکت یا نبی شد مطمئن ہر امتی
طوفان کفر و معصیت برخاستہ از ہر جہت
از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل
از نفس و شیطان لعین تاریک شد قلب حزین

کن عرض با ذوق و ولا در حضرت خیر الوریٰ
اے ہادی ہر انس و جان اے شافع روز جزا
اے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا
اے رہبر دنیا و دین اے چارۂ ہر بینوا
اے مرجع ہر نیک و بد ای سرور شاہ و گدا
از فکر ہر شام و سحر غمگین ماند این گدا
محبوب ذات کبریا احمد محمد مصطفا
ہمسر نہ کس با مرتبت در حسن اخلاق و سخا
در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا
ہر ذرہ کوہ طور شد وقتیکہ شد جلوہ نما
از حکم گویا شد حجر صل علیٰ معجز نما
افتاد و ساوہ شد روان گو خشک بودہ برملا
از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا
در لامکان شد جلوہ گر در ذات باقی شد فنا
از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دو سرا
چون جد و اب الفت کنی قربان دل و جانم فدا
از خوابگاہ مکرمت برخیز یا نور خد ۴
ای رحمۃ للعالمین کن پاک از عیب و خطا
افکار دنیا ہمقرین افتادہ در حرص و ہوا

درگاه اعظم چون فلک مسجود جنات وملک — خوش آنکه گشته منهمک آنجا رود یابد لقا
درشوق دیدار درت بیچین دل هردم غمت — حاضر شوم بر روضه ات مقبول باشد این دعا
للّه یا شاه امم ما را طلب سوی حرم — درحال فرقت سوز وغم آتش زند در جان ما
از غیب پیدا کن سبب تا من روم سوی عرب — آزاد باشم از تعب روزیکه یابم مدعا
از فرط حرمان هر نفس آید چنان بانگ جرس — جانکاه حسرت گشته بس بهر مرض لطفش دوا
حسنت صد بر کاروان در راه او گشته روان — بر هر قدم مسرور جان در سینه صد جوش وولا
بردار از دل داغ غم ای صاحب تاج والم — از بهر آل ذی کرم وز بهر اصحاب صفا
آن شکل وقامت دلربا پرنور از سر تا بپا — در خواب من بهر خدا از مهر خود جلوه نما
از فیض لطفش یک نظر از زهد وطاعت بیشتر — خوش بخت بیشک آن بشر افتد چنین ظل هما
از خوف عصیان دل تپان از مهر تو یابم امان — در هند بیکس نیم جان افتاده در خوف رجا
در وقت نزع جان وتن در گور و در محشر من — در عجز یا شاه زمن امداد باشد رهنما
از فکر امراض والم محزون وغمگین شد دلم — ای دافع رنج وستم از بند غم باشم رها

از گردش چرخ کهن گشته مظفر خسته تن
بحال پر رنج ومحن کن رحم ای عقده کشا

منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذی لیاقت اشخاص مین تھے فارسی انشاپردازی مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ لکھنؤ کے شاہی دفتر مین جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہوکر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ درسی کتابین پڑھانے مین پوری دستگاہ تھی۔ عبارت آرائی کے ساتھ خط بھی منشیانہ اور پاکیزہ تھا۔ موزون طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین شعر کہتے اور نعت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان نعتیہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل مین درج کیجاتی ہین راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابین آپ سے پڑھی تھین اور والد ماجد سے دوستانہ مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے۔ معاملات دنیا مین آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نازکمزاج باتہذیب انسان تھے افسوس کہ ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۸ء مین آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ یہ تحریر کیا ؎

صد حیف منشی عیوض علی صاحب خجستہ	ذیعلم واہل فہم وہنر بود نکتہ دان
رخت حیات بست ازین دار پرمحن	بہر وصال حضرت خلاق دوجہان
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد	در عمر پیر بود بہ تدبیر نوجوان
در بوستان عالم جاوید شد مقیم	از خاکدان ہستی موہوم شد روان

پرسید از سروش مظفر چو سال مرگ
گفتہ جناب رفت سوے گلشن جنان

۱۳ ھ ۱۶

انتخاب از کلام نتیجہ فکر منشی عیوض علی صاحب المتخلص بہ منشی

مرحبا مژدۂ رحمت کے سُنانے والے
باعث مغفرت وجرم وخطائے آدم

ہم سیہ کارون کو دوزخ سے بچانے والے
کشتیِ نوح کے طوفان سے چھڑانے والے

حشر کو سایۂ الطاف خدا مین ہونگے
آپکے نام پہ ایمان کے لانے والے

مشعلِ طور سے حضرت نہ لگائین دل کو
دل کو حُسنِ رُخِ انور سے لگانے والے

ناز حورون کا بھلا کیون وہ اوٹھانے جائین
شوق حضرت کے نئے لطف اوٹھانے والے

خوف دوزخ کا نہ جنت کی تمنّا رکھین
کوچۂ احمد مختار کے جانے والے

بیکران بحر ہے کشتی ہے شکستہ میری
لو خبر جلد مری پار لگانے والے

سخت مجبور ہے منشی کی خبر لو مولا
لاکھون دشمن ہین کرورون ہین ستانے والے

تری الفت کا دم یا مصطفےٰ جسدم سے بھرتے ہین
مئے وحدت سے جامِ آرزو لبریز کرتے ہین

نہالستان نعت احمدی کے نخل پیرا ہین
چمن مین شاخِ گل جھک جھک ہمین تسلیم کرتے ہین

ثنا خوان آپکے جسدم قدم رکھتے ہین جنت مین
تو اہل خلد اوٹھ اوٹھ سروقد تعظیم کرتے ہین

صدائے مرحبا کا شور ہے ہر قصر و ایوان مین
ملائک عرش اعظم سے زیارت کو اُترتے ہین

وفور عشق سے ذات مقدس مین فنا ہین ہم
نہ خواہان وصل کے ہین اور نہین فرقت سے ڈرتے ہین

اونھین نام خدا ہم زندۂ جاوید کہتے ہین
جو تم پر اپنا ہردم جان و دل قربان کرتے ہین

مریض عشق حضرت روز جان تازہ پاتے ہین
شہیدان محبت کون کہتا ہے کہ مرتے ہین

ستایا ہے نہایت گردش چرخ ستمگر نے
خبر لو یا نبی ہمپر بڑے صدمے گذرتے ہین

گلستان ثنائے مصطفےٰ مین رات دن منشی
کوئی دیکھے تو ہمکو کسطرح کے گل کترتے ہین

ایضاً

مشرق مہر درخشان مرا سینہ ہوگا
گوہر نعت پیمبر کا خزینہ ہوگا

کشتی نوح کا ہم نام سنا کرتے ہین
حشر کو ادنے غلامون کا سفینہ ہوگا

جسکو سب خلق یہان آب بقا کہتی ہے
خضر کو ہاتھ لگا ان کا پسینہ ہوگا

داغ کہنہ نہ اگر جرم قمر مین ہوتے
کہتے ہم خاتم احمد کا نگینہ ہوگا

عید ہو کوچۂ احمد مین اگر دم نکلے
مر گئے پھر بھی نئے لطف کا جینا ہوگا

بخت خفتہ مرے بیدار کبھی تو ہونگے
آسمان تا بکجا بر سر کینہ ہوگا

دیکھیے یاد وہ کبتک نہ مجھے فرماتے ہین
ایسکا کون سا دن کون مہینہ ہوگا

ساتھ جائیگی ترے نعت نبی ای کشتی
خاک مرقد مین بھی اپنا دفینہ ہوگا

ایضاً

نعت شہ زمن کا مزہ ہے دہن مین آج
تاثیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن مین آج

معدن ہے کیسہ گوہر نعت رسول کا
شاہی کا لطف ہے مجھے دار المحن مین آج

بلبل درود خوان ہے جبین سا ہے ہر شجر
لائی صبا ہے بوے مدینہ چمن مین آج

ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے
پھولے نہین سماتے ہین گل پیرہن مین آج

منکر نکیر قبر مین تکلیف مت کرین
نعت رسول ہے مری جیب کفن مین آج

کس یوسفی جمال کے کوچہ کا شوق ہے
غربت سے عشق ہی ہمین حب الوطن مین آج

حاضر ہے پیشوائی کو جان منتظر ہے دل
تشریف لائیے مرے بیت الحزن مین آج

کشتون پہ کشتے لاشون پہ لاشے ہین کو بکو
کچھ اور ہی ادا ہے ترے بانکپن مین آج

ہے شور الحفیظ کہین العطش کہین
گرمی نئی ہے کچھ مرے داغ کہن مین آج

لے اب تو تیرے عشق کو منشی اثر ہوا
پڑھتے ہین تیرے شعر وہ ہر انجمن مین آج

ایضا

ہرگز نہ ثنا خوان ہون کسی لف و دہن کا
مداح ہون عز و شرف شاہ زمن کا

وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہی شان مین لولاک
ہستی گل پژمردہ ہی اک اُس کے چمن کا

نعت شہ کونین ہی جو حرف ہے میرا
رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا

جو شعر ہی اک طرۂ حوران جنان ہے
جو نقطہ ہے اک نافہ ہی آہوے ختن کا

مضمون و معانی مرے معشوق صفت ہین
بو زلف معنبر کی مزہ سیب ذقن کا

رکھتے ہین نہین عطر کی جو میری غزل مین
گلدستہ ہی دیوان گل نسرین و سمن کا

گلچین ہون گلستان ثنای نبوی کا
شرمندۂ احسان نہین فردوس عدن کا

موزون ہی طبیعت مری فیض شہ دین سے
ہی مشورہ حضرت سے مدح خوانی کے فن کا

حضرت کی محبت ہی مرا ملت و مشرب
طالب مین نہین ملت ہفتاد و دو تن کا

رکھتے ہین جو خاک در اقدس سے ارادت
لیتے وہ کبھی نام نہین دُرِّ عدن کا

خلعت جو نبوت کا نبیون کو ملا ہے
اُترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا

حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ
تھل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دار محن کا

مشتاق ہین خاک قدم پاک کی آنکھین
زنجیر ہے پاؤن کی مزہ حب وطن کا

کرتا ہون نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی
منہ دیکھکے رہجاتا ہون مین چرخ کہن کا

پامال ہو مردہ مرا کوچہ مین تمھارے
مولا مین طلبگار نہین گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہی نہ زر خواہش منشی
انعام شفاعت ہو صلہ اوسکے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لایق فرزند اور ذی علم شاعر صوفی خوشنویس رمال تھے میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ مین بسر ہوا امیر وزیر علی صبا کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے اہل کمال کی صحبت مین رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی کتاب انوار الرحمن مین بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت مین باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخار نامے آپکے نام لکھے ہین اور راقم کی نظر سے گذرے ہین اُنکے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت مترشح ہوتی ہی میر صاحب قناعت پسند اور مرتاض طبیعت کے انسان ہوے ہین گفتگو فصیح اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن مین جو خاص بات آپکو حاصل تھی وہ یہ ہی کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اُتنے جلی قلم سے لکھنا مشکل تھا نجوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات ازروی حساب تبلائی وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و اشعار گوئی مین تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتین کرتے کرتے تاریخی مادہ نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے اسجگہ لکھکر قابلیت و مہارت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۲۷۶ ہجری مین جب مولوی انوار حسین خان صاحب خیشادپوری کی ولادت اور اُسی زمانہ مین اُنکے والد افضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے اس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہے ع ماہ برآمد و شد مہر در زمین پنہان ۔ اسیطرح میر آپکے

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا کے یہان جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی مادہ نکالتے ہین سے پسر آمد جان مادر برفت - اور اس کو یون منظوم کیا ہے ؎

تولد چو فرزندِ فرزند گشت ٭	ز فرطِ خوشی جان مادر برفت
ز شربِ شراب نشاط و الم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفت سال این شادی مرگ گفت	**پسر آمد جان مادر برفت**

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھیے کہ صرف اسی ۱۲۹۳ھ تاریخ کو زور طبیعت سے کئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم وبیش تھا مگر تعمیہ بھی کر دیا اور غم وخوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے اُن سے حسن پیدا ہوگیا اور وہی مضمون کسی قدر الٹ دیا مگر کس لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر ؎

چو در خانہ سیدِ ذی وقار	بہ تولیدِ فرزند مادر برفت
پے سال تاریخ شادی و غم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفتم از سر بہجت و درد و آہ	بگفتہ **پسر ماند و مادر برفت**

اُردو مین بھی لکھا ہے مگر بوجہ طوالت صرف آخری شعر پر قناعت کی جاتی ہے ؎

سبھون نے کہا کھینچکر آہ کو	**چھپا ماہ خورشید طالع ہوا**

۱۲۸۸ھ مین جب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال "کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریب تشرح کی قرار پائی چونکہ آپکے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلیے میر صاحب نے اس جلسہ ہمایون کی تاریخ تحریر کی اور نام تاریخی

کے ساتھ لفظ نشرح کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادۂ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی و کمال تو یہی ہے کہ جس امر کی تاریخ تحریر کی جاوے اوسکا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ مین ضرور آجاے اور مناسبت پائی جاے اور قطعہ تاریخ یہ ہے ؎ این **نشرح سلطانجہان بیگم** دیجاہ ÷ از مصحفِ اقبال باخلاص عیان ست ÷ در گوش دلم حافظ فکر از پے تاریخ × فرمود اگر این **نشرح سُلطان جہان ست** ۱۲ ÷ اسیطرح ۱۲۹۱ سالہ ہجری مین جب رئیسہ ممدوحہ کیساتھ نواب نظیر الدولہ سلطان دولہ احتشام الملک عالیجاہ احمد علیخان صاحب بہادر کا عقد ہوا تو اسکے بھی قطعات میر صاحب نے بڑے خلوص و خوشی سے موزون کیے اور وہ یہ ہین ؎

بنے نوشاہ جو احمد علیخان فضل خالق سے	معمہ سال وصلت مین کہا طرز مجدد کا
رُخِ شادی نظر آیا جہان مین چار سو مجکو	جو صادِ چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضاً

کتخدا گشتہ صاحبِ اقبال	آن کہ ہمنام احمدست و علی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت ہاتف کہ **عشرت و شادی** ۹۱ ۱۲

جب آپکے پیر و مرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس رنج و الم کے ہجوم مین جو ہر ایک اہل ارادت مرید کو اپنے پیر کی رحلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تاریخین لکھین کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا بعض قطعات اسمین کے یہانپر درج کیے جاتے ہین ؎

عارف حق شہ چو از دُنیا	قبلۂ عارفان حق آگاہ
گفت سال وفات او ہاتف	**کز جہان رفتہ عارف باللہ** ۱۲

ایضاً

نظروں سے چھپا ہے آفتاب عرفان	دنیا تاریک ہو گئی غم ہائے یہی
جنت میں قدم چوم کے بہر تاریخ	رضوان نے کہا کہ شیخ عالم ہے یہی ۱۲۹۱ھ

اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا تو اسکی تاریخ لکھتے ہیں ؎

بنا نمودہ چو طالب حسین رحمانی	قریب قبلہ و گر قبلۂ بصدق و صفا
نجف بسجدہ فرو شد چو از پی تاریخ	سروش گفت کہ قبلہ حضور و قبلہ بیا ۱۲۹۲ھ

جب ۱۲۸۶ھ میں حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ مٹیا برج کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعۂ تاریخ مرتب کیا ؎

چو این کوٹھی نور منزل بنا کرد	شہنشاہ ذی جود سلطان عالی
پئے سال تاریخ چون فکر کردم	بگفتہ نجف نور بخش منازل ۱۲۸۶

۱۲۶۸ھ ہجری میں جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو آپنے یہ قطعۂ تاریخی لکھا ؎

حبیب حق محمد فخر عالم	شراب شیشۂ عرفان کے ساقی	گئے اس دار فانی سے سوئے خلد
ہوئے محبوب سے دل سے ملاقی	جو کی فکر از پئے تاریخ رحلت	کہا ضو نے محو ذات باقی ۱۲۶۸ھ

جب حکیم شہامت علی صاحب نے اپنی مثنوی کیلئے قطعۂ تاریخ کی فرمائش کی تو میر صاحب نے یہ قطعہ لکھ دیا ؎

چو خورشید حکمت شہامت علے	مسیحا نفس شاعر لاجواب	بفکر رسا مثنوے بگفت
شد از شاہد مدعا کامیاب	پے سال تاریخ فکر نجف	بگفتہ کہ بستان عشق شباب ۱۲۸۰ھ

میر صاحب کا کلام بہت تھا گر مزاج میں استغنائی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیر مشق آگئے تھے اور انکی وصلیان پڑی ہوئی تھین وہ تلاش سے مل گئین منجملہ اُنکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہو ۔

غزل

ہمارے دل مین یہ قاتل ہی آرزو باقی	رہے گلو مین نہ تارِ رگِ گلو باقی
یہ جام ہاتھ سے کیون تو نے رکھدیا ساقی	شراب خم مین ابھی ہی کئی سبو باقی
جوانی گذری لڑکپن گیا ضعیف ہوے	بس اب ہے خاک مین ملنے کی آرزو باقی
لٹک رہے ہے دلِ عشاق ہین نجف اتنے	نہین ہے گیسوی جانان مین ایک مو باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع	قید کر لی مرے ساقی نے پری شیشے مین
لبِ کے خم سے جو مئے صاف بھری شیشے مین	دلچسپ ہے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضایع

ہوگئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب امیر صاحب سے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامۂ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب مین سیدی سندی مقبول بارگاہ لم یزلی میر نجف علی صاحب لکھا ہوا ہے ۔

میر صاحب موصوف کو سرکار لکھنؤ سے تیس روپیہ ماہوار بطور پنشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رُخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علیشاہ کی محل تھین بعد انتزاع سلطنت اودھ جب سلطان عالم لکھنؤ سے کلکتہ تشریف لیگئے اور بعض محلات مثل خاص محل معشوق محل ہمراہ گئے اور اکثر لکھنؤ مین ہی رہگئے[۱] جن سے تاجدار آخری

[۱] مثل حضرت محل ۔ دلدار محل ۔ فرخندہ محل ۔ شہنشاہ محل ۔

خط وکتابت فرماتے منجملہ اُنکے شاہرخ بیگم بھی تھین ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے نامۂ منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُسکے جواب مین اسی بحر و ردیف قافیہ مین اشعار نظم کرکے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا جسکو دیکھکر شاہ اودھ نے شاہرخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمھارا منشی بہت باتمیز معلوم ہوتا ہے راقم نے گنجینۂ سلیمانی مین اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف اس مضمون کے اشعار تھے ؎

ہی تری فرقت مین ہم کو بیقراری شاہرخ
ہر گھڑی رہتا ہی شغل آہ وزاری شاہرخ

لکھنو عشرت کدہ تھا ہوگیا ماتم سرا
ہوگئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ

گھر لُٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی
دردِ سر ہے اب بجای تاجداری شاہرخ

سچ ہے اِس دنیای فانی کی نہین کچھ کائنات
کوئی بھی صورت نہین ہے اعتباری شاہرخ

تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے اُنکے جواب
ہم سے ممکن ہی نہین غفلت شعاری شاہرخ

جشن جمشیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روز و شب
خواب حسرت ہوگئی عشرت وہ ساری شاہرخ

دل پکڑ لیتے ہین ہم کو دیکھکر اہل جہان
رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ

شاہرخ بیگم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا ؎

ہجر مین بیتاب ہے یہ غم کی ماری شاہرخ
کر نہین سکتی ہی شرح غم تمھاری شاہرخ

کیا کہین سلطان عالم جب سے کلکتہ گئے
ہر گھڑی کس رنج مین ہمنے گذاری شاہرخ

ہاے گلزار جہان مین دھوم سے آئی بہار
بند ہو کنج قفس مین یہ بچاری شاہرخ

کچھ تھا درد جدائی آج کچھ آنسو سے تھمے
ہاے والا نے جب کی غمگساری شاہرخ

اے خط آتا نہین جب تک کہ مٹیا برج سے
رہے وہ رہتی حالت انتظاری شاہرخ

صدمۂ دوری سے شاہا اسقدر ہین تنگ ہون — ہوگئی ہون جان و دل سے سخت عاری شاہرخ

اب کہان لطفِ تکلم کیسی گلگشت چمن — اب کہان وہ فرحت باد بہاری شاہرخ

تا ابد زندہ رہین پھر آئین قیصر باغ مین — حضرت حق سے دعا ہے یہ ہماری شاہرخ

درگہہ عباس ہین جا کر چڑھاؤن مین علم — جب در دولت پہ پھر دیکھون سواری شاہرخ

آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف — کرتی ہے مشکلکشا یہ خواستگاری شاہرخ

پھر تری قدرت سے مولا لکھنو گلشن بنے — دیکھ لے آنکھون سے شان کردگاری شاہرخ

جانعالم آئین آئے لکھنؤ مین جان پھر — اور پوری ہون مرادین دل کی ساری شاہرخ

چھڑکا جاتا تھا جہان پنسیرون عطر و گلاب — خاک اُڑتی ہے وہان پر حیف خواری شاہرخ

مُشکلین حل ہون مری بہرِ علی بہرِ نبی — اپنے اختر پر کرون مین جان واری شاہرخ

ٹکڑے ہوتے ہین فوراً درد سے اُنکے جگر — داستانِ غم جو سنتے ہین ہماری شاہرخ

افسوس کہ ۲ ذالحجہ ۱۲۹۷ھ ہجری مین میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ طالب حسین صاحب جو سالک کارکردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان فرماتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے مین نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مُریدون کا کوئی سرتاج دُنیا سے کوچ کرے گا اِس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سُنی اور خواب کی تعبیر پوری ہوگئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

منبعِ علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز — خوشنویس و ذی لیاقت شاعرِ شیرین مقال

صوفی مرتاض و قانع عارفِ ذاتِ خدا — مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال

ہر کہ شد با او ملاقی گشت بیحد شادمان — خُلق دلکش داشت ازبس افتخارِ ذی جلال

باد آن سید نجف در خدمت شاہِ نجف	بود در اولاد پاکش نیک خو عالی خصال
فکر تاریخ وفاتش چون مظفر را بدل	گفت والا منزلت حبیب نصیب اہل کمال ۱۲۹۷ھ

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الانوار مطبوعہ (۲۰) نومبر سنہ ۱۸۸۰ء مین شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھکر دیوان جام جم کے صفحہ (۳۱) مین طبع کرائے ہین جس کے بعض شعر یہ ہین۔

کھینچتے تھے جو عطارد کے رقم پر خطِ نسخ	نوحہ خوان ہے حال پر انکے قلم وہ چل بسے
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم امیدوار	رکھ کے سینہ پر ہمارے کوہِ غم وہ چل بسے
بات سے جن کی ہوا کرتا تھا اپنے دل کو حظ	مرثیہ کرتا ہون مین اُن کا رقم وہ چل بسے
اب نہ اس دنیا مین رہنے کا مزہ ہے اے مجیب	لطف جنسے زندگی کا تھا ہم وہ چل بسے

میر صاحب کی اولاد مین تین لڑکے اور دو لڑکیان ہوئین سید خورشید علی کرنل برو صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جو منشی اولاد علی صاحب برادر میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی مین بعہدہ اہلمد کلکٹری ملازم ہوے مگر وہ بمرض ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار مین دوسو روپیہ ماہوار پر ملازم ہین تیسرے میر واجد علی صاحب ہین بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب مرحوم کو منسوب ہوئین اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دار القضا حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہین منسوب ہوئین۔

حالات حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

اشعار فی المدح

ہادیِ راہِ طریقت حامیِ دینِ نبی
اخترِ برجِ حقیقت گوہرِ مجد و علا

آفتابِ برجِ عرفان مظہرِ انوارِ حق
آسمانِ جاہ و عظمت گلشنِ صدق و صفا

رہبرِ عالی نژاد و مرشدِ بانیِ شہر
یعنی حضرت شیخ مہدی عارفِ ذاتِ خدا

شیخ عالیقدر گردون منزلت والا گہر
یافت صدہا مردمان از فیضِ او راہِ خدا

بد فنا فی الذات حق لختِ دلِ شیخِ کبیر
نخلِ باغِ آرزوی قاسمِ شیخِ ہدا

ناز بر فرزندیش قاسم سلیمانی کند
ہمچنین دلبندِ دین پرور خدا کردہ عطا

فیضِ روحانی میسر کرد حضرت غوثِ پاک
از براے جدِّ او بر خوش نصیبی مرحبا

معتقد سلطان عالمگیر شد با صدقِ دل
دید چون زہد و تقدس صاف از ریبِ ریا

گشت این ویرانہ پر نور از چراغِ فیضِ او
یافتہ اہلِ ارادت بیشما از روے ضیا

عارف باللہ از شاہانِ دہلی شد لقب
از پے فرزند او جاگیر ہم گشتہ عطا

داشت نسبت پنج خلفا صاحبِ ارشاد کیف
گلشنِ فردوس بودہ خانقاہش با صفا

آن کرامت ہاے بے پایان کز و ظاہر شدند
سیکہم منظوم دو سہ از پے اہلِ ولا

کرد کافر حجتِ تعیینِ اسلامِ شریف
بر و آمد بر مزارِ زندنی فرخ لقا

گفت بر تربت کہ بنما ذاتِ حق حاجی پیر
منکرِ اسلام باشد تا کہ قایل دائما

دید کافر در مزارش جلوہ اش حیران بماند
کلمۂ اسلام خواند و شد پشیمان بر ملا

سگ گزیدی یکبارگی در آرامِ او تا خیر شد
گوشت از خنجر جدا کردند حاصل شد شفا

گفت تا روزِ قیامت ہر کہ آید بر درم
آن نہ دیوانہ شود مقبول کردہ حق دعا

ہر کہ آید سگ گزیدہ بر مزارش بالیقین	از گزندِ زخم و از دیوانگی گردد رہا
در حیات آن مصدرِ فیض و ہدایت بود چون	شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا
گر نباشد قول من باور بیا سوے مزار	صاحبِ کشفی مراقب شو ببین صد جلوہ ہا
از پے ذاتِ نبیؐ بہرِ علیؑ شاہ و وزیر	یک نظر بر حالِ من ای مہدی راہِ خدا
گردشِ افلاک بر من آمدہ من عاصیم	کن دعا بہرم شوم از بند این ہر دو رہا
دولتِ دارین باید گر ترا تو خوای ایجاب.	این مظفر از سرِ اخلاص شد مدح و سرا

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے یہان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات مین آپ مرجع انام تھے اوسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہلِ ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپکی خانقاہ خداپرستون کی مخزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پردہ گمنامی مین پوشیدہ ہوگئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بیخبر ہین علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و حشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پیر و مرشد تھے اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت ہوے بادشاہِ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خداشناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر ــ غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپکے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اوسمین حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ۔ عزت افزا الفاظ سے مخاطب و سربلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھبیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولاد مین جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان داد صاحب کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کیطرف سے نظام الملک کے عہد وزارت مین مرحمت ہوا اُس مین تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین کے ہین وہ کثیر الاعیال ہین اور انکی خانقاہ مین فقرا ے وارد صادر کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد الٰہی مین مشغول رہا کرتے ہین لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد مین مدمعاش کے لیے مرحمت کئے جاتے ہین۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف[۱] بالاپیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد نامدار کے محامد و مناقب سے کتب سیر بھرے ہوے ہین چنانچہ مختصر طور پر اونکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہین۔

---

[۱] حضرت شیخ کبیر بالا پیر ۹۹۴ھ ہجری مین بمقام رودبدنی پیدا ہوے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ ریاضت کی تھی کہ پردہ حجاب کا اوٹھگیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بجدار ہتے تھے اور اتباع رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپکی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج مین آپکو لے آئے تھے اِس لئے جسوقت قاسم سلیمانی نے چنار گڈھ مین انتقال فرمایا اوسوقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقون کی اجازت ذتسلی و تشفی، تحریر کر کے اسپر اپنی مہر و قاضی و مفتی و حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسمٰعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج مین پہونچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپکو پہونچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت وعبادت مین مصروف رہے اور تا زندگی طالبان حق کو ہدایت صوری و معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑہا دی مزار شیخ کبیر علیہ الرحمہ کا قنوج مین ہے جو نہایت پر تصرف ہے اہل ارادت اوسے قبلہ حاجات سمجھتے ہین۔ آپکے متعلق جو عبارت ملفوظ مین ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۶

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بانسوی نے جو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا ماحصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ اونکی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتین سرزد ہوئین جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنا مین مصروف ہوے اثنائے تعمیر مین ایک روز ایک بدعقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپکو خانہ خدا کی تعمیر مین مشغول دیکھکر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہنود جو مرتے ہین وہ جلا کر خاک کر دئے جاتے ہین اور مسلمان لوگ زمین مین دفن کر دے جاتے ہین -

سند وہ بجنسہ تحریر کیجاتی ہے - آن مسترشد آن پدر مرشد عالیقدر آن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلف و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است ریاضت بسیار کردہ پردۂ مہاجرت دریدہ دایم مشغول بخدا پیوستہ مایل طریق مصطفی مورد کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت وقت وفات والد در چنارگڈہ حاضر نبود شاہ قاسم برائے او نامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ آنوقت حاضر بودند مبنی بر وضع مثال خلافت و جانشینی خود با سایرا جازت طرق گرفتن مرید و تلقین و تسلی نوشتہ حوالہ محمد اسمٰعیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بہ کبیر رسان بعد وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلاف بآنحضرت رسیدہ مدۃ العمر کمال استقامت و تلقین طالبان در طاعت و عبادت و طریق صوری و معنوی پدر بزرگوار را برپا داشتہ خلافت را زیب داد وہ مزارش در قنوج قبلہ حاجتمندان است ۱۲ - رمضان ۱۰۵۴ھ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا - ۶۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے یہ نظم کی ہے ؎ آفتاب چرخ عرفان حضرت شیخ کبیر ۔ حامی دین محمد رہنما با صفا ماحی کفر و ضلالت واقف سر خدا ۔ مخزن انوار یزدان چشمہ فیض و عطا ۔ از پے سالش مظفر فکر شد گفتہ سر دش ۔ رفت بالا پیر صاحب پاک جا

آپ کا مقبرہ جو ۱۰۵۷ھ ہجری مین تعمیر ہوا اوس پر جو عبارت تحریر ہے وہ تذکرہ لبر دن متعلق جاگیر ہیادر خان مین تحریر ہو چکی ہے قطعہ تاریخ جو کندہ ہے وہ یہان پر نقل کیا جاتا ہے - شدہ ز ہجری سال ہزار و پنجہ و چار ۔ دوشنبہ وہ و دو بود از مہ رمضان - دیکھو صفحہ ۱۳۴

وہ قبر مین عجب عذاب مین مبتلا ہوتے ہین انکے بدن مین کیڑے پڑتے ہین جسم و اعضا اونکے سڑتے ہین آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین مذہب اسلام کی خوبیان اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجکو مشاہدہ کرا دون وہ اس امر پر راضی ہوگیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کرکے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دین چنانچہ حضرت زندنی نے اپنی حالت اسپر ظاہر کر دی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہانپر تحریر کیے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو موقع وسواس کا نرہے

بقیہ صفحۂ ماقبل | کہ پیر کامل و قطب زمانہ شیخ کبیر ؒ سپہر علم و عمل بحر دانش و عرفان ؒ بگفت داعی حق را اجابت لبیک روانہ کرد و رو انترا بروضۂ رضوان ؒ آپکے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ گیارہ صاحبزادہ اور دس صاحبزادیان چار بیویون سے منقول ہین۔ صاحبزادونکے نام یہ ہین۔ شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن شیخ عارف۔ شیخ محمد مہدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیر الدین۔ شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ممتاز فردوس شیخ مظفر۔ ایک بیوی آپکی مسماۃ جمیلہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی وملاری خیل تھین جنکے بطن سے شیخ عارف۔ شیخ مہدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیان پیدا ہوئی تھین۔ دوسری بیوی تارخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیان متعدد البطن لکھی ہوئی ہین۔ شیخ محمد مہدی و شیخ عبدالکریم و شیخ مظفر و شیخ مختار وغیرہ باقی رہے تھے مابقی صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہین مع چند صاحبزادیون کے صغرسنی مین انتقال کر گئے تھے۔ شیخ عبدالکریم بعض کتب مین آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت محمد مہدی شاہ خلف وخلیفہ شاہ کبیر بالاپیر جانشین جد[1] شد صاحب خوارق ونمایش حالات بود روزیکہ از بنائے روضہ پدر فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را مصروف تعمیر خانہ خدا دیدہ اہانت دین اسلام آغاز نہاد وگفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ برباد میروند ومثل مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت وکرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج مشہور است برو سلام کرد وخواست کہ آنحضرت خود را برین کافر بنمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا ساخت کافر آنحضرت را دید۔

[1] جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ذیشان و عارفان عالیمقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی دستگیری فرماتے ۹۵۶ھ میں پشاور کے قریب رود بدنی کے پیدا ہوئے تھے آپکے والد کا نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبخت شیخ الہداد صاحب افغان کی صاحبزادی تھین

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ سے چونامش نہادند قائم ولی ۞ جہان شد ز انوارہ او ممتلی ۞ آپ قوم کے پٹھان متی زئی خلیل ہین۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم وصلوۃ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف اور تعلیم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک رات حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عالم معاملہ مین ظاہری بیعت کے لیے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر کسیکو برا نہ کہونگا آپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ مین لوگون سے آپنے بہت اذیتین اوٹھائین مگر عہد شکنی نہ کی کسیکو برا نہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت مین حاضر ہوے تو وہ حسب الامر غوثیت مآب کے آپکے استقبال کو حماہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت تمھارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین حاضر ہوے اور بغداد شریف مین بھی چلہ کشی فرمائی اور نجف اشرف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رملہ بعلبک حلب بصرہ وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آے اثنائے راہ مین خراسان بلخ غزنین کابل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوے اور پھر اپنے وطن پر پہونچکر موضع پلاسی مین مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ ایکسو اشخاص آپکے مرید تھے بتیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوے ایک مرید و خلیفہ آپکے شیخ حسین محمد قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے جنھون نے ستر ہزار مریدون کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار اونکے مرید صاحب ذوق وشوق و اہل مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان و شوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ سے

بڑے صاحب کمال گذرے ہین جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہوگئے انکا

بقیہ صفحہ ماقبل کہا کہ یہ شخص علاوہ کرامات کے طاقت وجماعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہو کہ خروج کرے بادشاہ نے ایک خوان مین شمشیر اور دوسرے مین زنجیر رکھکر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع حاضرین سے پیشتر ہی کردی تھی کہ مشیت الہیہ مین یہی ہے کہ مین اسیر ہوکر مدفن کو جاؤن جب بادشاہی مراسلہ پہونچا تو آپنے فرمایا کہ مجکو ملک دنیا کی خواہش نہین ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سنہ ۱۰۰۱ھ مین لاہور آکر ابوالفضل کے مکان مین مقیم ہوے اور ذکر اشغال و یاد الہی مین مشغول ہوے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی اجازت دی اور آپ معہ متعلقین محلہ خواجہ مین سکونت پذیر ہوے بعض لوگ اس مفسدہ پردازی کے باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہین جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اوسنے مشایخین کو بلا کر نذر دی اور دعاے فتحیابی کی استدعا کی یہ خبر سنکر جہانگیر نے لاہور کے مشایخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اوسکی نظر جسپر پڑتی ہے وہ مجذوب ہوجاتا ہے اسنے آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہوکر جہانگیر کے پاس آے بادشاہ مذکور نے کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڈھ مین مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپ حسب الحکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوے ۱۵ رجب سنہ ۱۰۱۵ھ کو چنار گڈھ پہونچے اثناے راہ مین آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہین کہ تو اپنے مدفن کو جارہا ہے باقی عمر کے انفاس آپنے وہان عبادت الہی مین گذرانے چنار گڈہ مین اکثر آپسے کرامتین ظاہر ہوئین جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریا سے وضو کرتے زنجیر کیطرف دیکھکر فرماتے کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلجاتی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار چالندھر مین موجود ہے اس نواح مین انکی کرامتین ہر خاص و عام پر روشن

تقیہ صفحۂ ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے تمنائے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ بیشتر وضو کے وقت آپکے خادم اسمعیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے پیچ مین رکھ لیا اور فرمایا کہ مجکو ایک مقام مقامات محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فنا سے ملک بقا جاؤنگا مین تیر پھینکتا ہون جہانپر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصہ ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۶ھ کو آپنے ۶۰ برس کی عمر مین انتقال فرمایا چنار گڈھ مین آپ مدفون ہوے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ؎ چو شیخ قاسم ذیجاہ بایزید زمن ٭ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت ٭ بفکر سال وفاتش دل مظفر شد ٭ بہ چرخ ہاتف غیبی خدا شناس بگفت ٭ آپ کی اولاد مین سات فرزند اور نو صاحبزادیان چار بیویون کے بطن سے لکھی ہوئی ہین بعض بیوی قوم کی لکیانی او بعض خلیل تھین فرزندون کے نام یہ ہین۔ شیخ ابراہیم شیخ کبیر بالا پیر۔ شیخ فرید۔ عبد الکریم۔ شیخ محمد واصل۔ شیخ اسماعیل۔ شیخ نور۔ بی بی حکیمہ کے بطن سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے۔ اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے۔

بحر ذخار مین جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہے وہ قابل دید ہے جو جنسہ یہانپر نقل کیجاتی ہے آن بمرزمرہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب و زکان حضرت شاہ قاسم سلیمانی از محتشمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ و مجاہدہ و صاحب مشاہدہ حلالے قوے و نفسے قاطع و دست گیر اداشت اکثر شاہبازان ہوائے آنصاحب کمال بہوائے کمال بھوا در آمدند۔ حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرداد نہایت پر تصرف اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات مین لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قنبہا کے

ہین وہان مدت تک سکھون نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہوجاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے ادبی سے باز آئے اونکے متعلق بحر ذخارمین جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادرزادہ وخلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے ازو بعمل آمدہ مزارش درجالندہر است کرامت وخوارق او برخاص وعام ان نواح اظہر است ودران نواح عمل سکھان کافر بود مدتہا خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جاکر ایک جوگی کو معہ اسکے چار مریدونکو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار مین وہ شہید ہوے اور کسیکو خبر نہوئی ایکسال کے بعد اپنے فرزند کو شب مین دکھلایا کہ مجکو فلان موضع مین شہید کر کے خاک مین چھپا دیا ہے وہان سے نکال کر جنازہ کی نماز ادا کر کے فلان مقام مین دفن کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور مہلک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد مین بڑے بزرگ گذرے ہین۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاویگا کہ دنیا سے کیا لایا تو کہونگا حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی مین ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہین ہوتی تھی معمار عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھادیا اور مسجد کا رخ صحیح کرادیا۔

اوشان خاموش میکردند بقدرت الہی روشن میشد [illegible] ناگزیر ازین بے ادبی دست بردار شدند۔

شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد مین تاج محمود دیوانہ رہا کرتے تھے اونھون نے اونکے دامن فیض سے برکات و کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتین ظہور مین آتی تھین ایکبار ایک نہر اپنے زور تصرف سے جاری کردی تھی آپ کا دل عشق الہی کے تیر کا نشانہ بنگیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔

خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۹۱ مین چند کرامتین آپکی مرقوم ہین ایکبار خشکسالی مین خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسادیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاب ڈالا تھا اور ایک عروس کے ورثا نے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہوگئی تھی اور پھر آپ کی دعا سے اصلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری کی وفات ۲۳ سنہ ۱۱ھ مین بعہد عالمگیر ہوئی تھی مادۂ رحلت شیخ الاصفیا اور عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان سے فرماتے اسیطرح ظہور مین آتا تھا خزینۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر ذخار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہین آن خدنگ عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کردی کرامت اعلانیہ داشت وے بر حجت کافرے جوے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات مین ایک یہ امر بھی آجتک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھاے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکلکر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ مین ہے جھانک آئے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایکبار آپکو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اوسکا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا آپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہوگیا اس اثنا مین آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہوا شخص میری درگاہ پر حاضر ہوگا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپکو موروثی طور پر اپنے بزرگون سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات مین ایک کرتہ تبرکاً چلا آتا تھا اوسکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اوسوقت ملجاتا تو گویا اس شخص کے حق مین یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جلگیا آپ کا مزار محلہ بذریامین موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے ؎

در سال نیک میمون در روز سعد احسن
غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد

سنہ ۱۰۸۰ھ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ۱۱ جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہین پڑھا نہین جاتا مگر ایک مصرع پڑھنے مین آیا ہے اور وہ یہ ہے ؎ ہمچو ادم تازہ تاریخ سعید۔

راقم سے ایک راستباز انسان نے بیان کیاہے کہ آپ کے مزار سے فیوض اور مراقبہ کرنیسے انوار مشاہدہ مین آئے ہین آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان دیگئی تھین بعض اسناد آجتک موجود ہین اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہوگئی ہین ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون مین دو موضع یعنے موضع بجولا اور موضع املیا دیے گئے تھے یہانپر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی بنابر مصارف درگاہ



ہو الغنی

شیخ محمد مہدی قادری

چون حقیقت استحقاق وکثرت اخراجات فقرا و درگاہ غوث الثقلین قطب الدارین بظہور پیوست لہذا موضع املیاتہ کرکا خاص عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار بدایون من ابتداے فصل خریف سنہ ۱۰۶۹ در وجہ نذر درگاہ مقرر نمودہ شد باید کہ فقرا درگاہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود با نمودہ بدعاء دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی التاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۵ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چہار دیواری شکست حالت مین ہے احاطہ کا رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و پختہ کنوان اور پر فضا باغ نصب تھا مگر وہ بہت خستہ و خراب ہورہا ہے جاگیرین جاتی رہین اولاد بے علم ہوگئی اور کوئی ذی مقدور شخص ادہر متوجہ نہوا اسلیے اسکی آبادی ویرہ اتگی کسے مبدل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج مین لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج مین انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد مین اونکا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آجتک نواب بہادر خان کے نام اور اونکے عہد مین تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب نواب بہادر خان نے شاہجہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد واصل صاحب کو شاہجہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی اونکے عقد مین دی اسیطرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مہدی صاحب کو بکمال تعظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا مین بسایا اور موضع جوگی پورہ موضع کنھر پور جو اوسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی مین دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوے ہین۔

شیخ محمد مہدیصاحب کی وفات ۱۰۸۷ھ مین واقع ہوئی سنہ وفات کتبۂ مذکورۂ بالا مین منقوش ہے راقم نے بھی ازروے حساب دو مادے تاریخی نکالے ہین پہلا مادہ اس مصرعہ مین ہے ؎

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ مین منظوم کیا ہے ؎

از دہر برفت سوے جنت	مقبول جناب پاک احدی
از بہر وصال گو مظفر	ہادی زمان شیخ مہدی
	۱۰۸۷ھ

خلافت

علاوہ ہزارہا مریدین کے آپکے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحب تقدس تھے انمین بعض عالی مراتب گذرے ہین مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپکے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات وکرامات ضمناً ہم اوپر بیان کرچکے ہین اس زمرہ مین خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھین کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھون انجام پاتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان وچاندخان وتاج خان وغیرہ گلگیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پرگنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب سنه ۱۱۰۳ھ کو تحریر ہوا ہے اسمین خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ مین حاضر رہتے تھے جنکے نام دوسو پچاس بیگہ اراضی بھی معاف تھی اونکے نامونکی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبدالملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پائندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ اخوند علاول	خلیفہ لنگر اخوند	خلیفہ اخوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدی قدس

قاضی لی اللہ سنہ ۱ھ — منجانب امارت پناہ دلیر خان بہادر از قرار بتاریخ ۴ محرم سنہ ۱۰۹۴ھ آنکہ متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ سانڈی محلہ سرکار خیر آباد بدانند چون موازی دو صد و پنجاہ بیگا از محال مسطور بموجب اسناد حکام سابق مفصلہ ضمن درو جہ مدد معاش فقراء و خلفاء شیخ محمد مہدی قادری مقرر است درینولا اینجا نب نیز بدستور سابق حسب الضمن مقرر و مسلم داشتیم باید کہ ہیچ وجہ مزاحم احوال این جماعت بعلت اراضی مسطور نشدہ واگذارند کہ بخاطر جمع حاصلات فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود بامینمودہ باشند و بدعاء دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند درینباب تاکید دانند تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ

مقررہ شرح ضمن عہ اسامی مقررہ اراضی ملا صگہ موازی دو صد و پنجاہ بیگہ اراضی بگمرالی نبجر افتادہ۔

تفصیل اسماء خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مہدی صاحب قادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپکی اولاد کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند کاغذات سے مدد ملی ہے۔

شجرہ محمد مہدی صاحب

- شیخ محمد مراد صاحب — لاولد
- شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب
- شیخ منور صاحب — لاولد

اولاد شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب:

۱ شیخ عبدالرحمن صاحب
- محمد ولی — دو دختر
- غلام علی — لاولد
- محی الدین لال میاں
  - یوسف علی — لاولد
  - قادر علی — دختر
  - ناصر علی — کفایت علی

۲ عبدالستار صاحب
- عبدالغفار — لاولد
- عبدالرزاق — لاولد
- دختر

۳ عبدالرسول صاحب
- عبدالواحد صاحب
  - عبدالروف
    - محمد صالح عرف پیرن میاں
      - امیر علی میاں
      - مقصود علی میاں
      - ممتاز علی میاں معصوم علی وغیرہ
    - شیخ عبدالباسط عرف فقیرن میاں
  - عبدالغفور — لاولد

۴ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بہکاری صاحب
لاولد ایک چلہ محمد روشن متبنٰی کیا تھا

۵ میاں داد صاحب
- نورانی بیگم
  - عنایت علیخان
  - فتح علیخان
  - حسن علیخان
  - رستم علیخان
  - شجاعت علیخان
  - ستارہ بیگم مادر رضا علیخان
  - دختر منکوحہ قادر علیخان
  - دختر منکوحہ عظیم خان بازید خیل
  - تارن بی بی والدہ حافظ غلام علیخان
  - الہی علیخان — یعقوب علیخان
- بادشاہ بیگم — لاولد

صفت علیخان۔ سلامت علیخان۔ صغیر علیخان۔ محفوظ علیخان
محفوظ علیخان عرف سلم بمقام ریاست رامپور اجلاس ہمایون
مین بعہدۂ اہلمدی ملازم ہین

۶ محمد زاہد صاحب — لاولد

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات مین نہین ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم مین آیا اس سے آپ کا لاولد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی مین ایک واقعہ پیش آیا ہے جسکا محضر موجود ہے اسمین تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب ایکمرتبہ اپنی معافی کے اسناد جو چارسو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرپور وکوریا پرگنہ سانڈی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیون کے دکھلانیکی غرض سے قنوج سے سانڈی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنپر بادشاہی عاملون وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہین آپ کے کپڑونمین رکھی تھین رات کو آپنے موضع عمرپور مین قیام کیا تھا ناگہان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع مین ڈاکہ ڈالا اور مال ومتاع اس گانون کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جسمین وہ سندین رکھی ہوئی تھین لوٹ لیگئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ محضر ۱۰۹۶ھ مین تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھون نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبدالرحمن شاہ محمد جلال شام رائے بھوانی سہائے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہین آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات مین نہین دیکھنے مین آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور لاولد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہوے ہین ان ہرسہ فرزندون کے تام بعد انتقال محمد مہدی صاحب مرحوم کے نواب دلیر خان نے بحالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل بجنسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزندان حضرت شیخ محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

مہر
جلال داشت زروز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

ہو المعز

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند چون موضع جوگی پور و کنھر پور که در وجہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من ابتداے فصل خریف لوی ییل ۱۰۸۴ فصلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجۃ الکرام شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور پسران آنمرحوم بحال داشتہ شد باید کہ تعلق و تصرف ایشان واگذارند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ و زمین زرعی کہ از سابق دران موضع متعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و دخل خود داشتہ باشد درینباب تاکید دانند تحریراً فی التاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک ۱۰۸۷ھ ہجری۔

	جانب پشت	

ملاحظہ نمایند - بتاریخ ۷ اشہر رمضان سنہ ۱۰۸۷ھ داخل سیاہہ حضور ہر دو موضع بموجب

حافظ محمد تقی
منعم صدیق

پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیو از ابتداے فصل خریف لوی ئیل
سنہ ۱۰۸۴ فصلی بحال داشتہ شد مواضعات -

ملاحظہ نمایند - مقررہ دیہات در وجہ نذر و وطن باسم محمد مراد وغیرہ پسران مغفرت
پناہ شیخ محمد مہدی من ابتداے فصل خریف سنہ ۱۰۸۴ھ مقرر شد بتعلق کسان آنہا واگذارند
شرح دستخط والا پناہ خواجہ مالچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت
پناہ پیر خان من ابتداے فصل خریف لوی ئیل پروانہ قلمی نمایند -

سالہ ۱۴

افزود	حاصل زر مال
۱۴	سالہ

جوگی پور تہ شاہ آباد		کنھر پور تہ شاہ آباد
سہ ۱۴		سماعی

حاصل	افزود	حاصل	افزود
للہ	عہ ۱۴	مارعہ	ماعہ

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری

چون بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھرپور وجوگی پور عملہ
پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج
وجہت سکونت وآبادی وسراے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ حقایق
ومعارف آگاہ عارف باللہ شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشار الیہ
مواضعان مذکور دربست راقابض ومتصرف التماس فرمان عالیشان وارد لہذا
حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مذکور دربست در وجہ صرف
مایحتاج وبراے سکونت وآبادانی وسراے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ باوجب
الضمن مقرر باشد کہ بدستور سابق بشرط قبض وتصرف بخاطر جمع در المعمورہ آباد بودہ
وحاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نمودہ بدعاء بقاء دولت ابد مدت مواظبت
مینمودہ باشد می باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال انحکم
والا را مستمر دانستہ مواضعات مسطورہ دربست رابتصرف او بازگذارند اصلا و
مطلقا تغیر وتبدیل بدان راہ بدہند وبعلت مالوجبات واخراجات مثل بیگار و
شیکار ومقدمی وقانونگوئی وضبط ہر سالہ وکل تکالیف دیوانی ومطالبات
سلطانی مزاحم نشوند ودر نیاب ہر سالہ سند مجدد نہ طلبند بتاریخ پنجم شہر صفر سنہ ۲۰ جلوس

جانب پشت

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز چہار شنبہ یازدہم شہر شوال سنہ ۲۰ جلوس والا

موافق سنہ ہجری مطابق مہر الٰہی برسالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت
دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الٰہی صدر رفیع القدر رضویخان
و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلی میگردد
کہ بغرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھرپور و جوگی پور عملہ پرگنہ
پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج و جہت
سکونت و آبادانی و باغ و حوض و چاہ و خانقاہ حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ
شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعان مذکور در بست را قابض و متصرف
التماس فرمان والاشان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مسطور
در بست را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج
و جہت سکونت و آبادانی و سرائے و باغ و چاہ و حوض و خانقاہ باو مرحمت فرمودیم
اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ہم شوال سنہ جلوس والا
مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناہ شرافت و
نجابت دستگاہ صدر رفیع القدر رضویخان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
نویس مطابق واقعہ است شرح بخط موتمن الدولت العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرا
رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و
اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت لایق الاحسان
لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ جلوس میمنت مانوس
مکرر بعرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

مواضعات دربست بدستور سابق

کنھر پور موضع	جوگی پور موضع
موضع	موضع
ہفت گہ رقبہ	ما رسگہ رقبہ
ہماسگہ	
ما سہ بہائی والی حوض	عبداللہ میان والی
باغ نور کل	حوض باغ نور کل
ہماسہ لایق زراعت	مارسگہ لایق زراعت
مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری	مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری
موافق سنہ ۱۸	موافق سنہ ۱۸
مارحم	



اس فرمان کے چھ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی اس معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانب بادشاہ عالمگیر بنام پیرزادہ شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب قادری ابن شیخ محمد مہدی صاحب قادری

عالمگیر شاہی
خیر اندیش خان ہامی

ہو المعز

متصدیان مہمات پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودہ بدانند چون بموجب اسناد حکام موضع کنھرپور و جوگی پور عملہ پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعان مزبورہ را قابض و متصرف باید کہ مواضعان دربست مسطورہ را بدستور سابق در وجہ مدد معاش تبصرف مومی الیہ واگزارند کہ حاصلات آن از اصرف معیشت خود نمودہ بدعا گوئی ازدیاد عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند۔

بتاریخ شہر جمادی الاولی ۲۷سنہ جلوس والا تحریر یافت۔

جانب پشت

مقررہ ضمن مدد معاش و صرف مایحتاج سکونت و آبادانی و سرائے و باغ و چاہ و خانقاہ و حوض حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ موضع کنھرپور و جوگی پور من اعمال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودہ

کنھرپور۔ موضع — جوگی پور۔ موضع

بتاریخ ۲۵ جمادی الاول ۲۶سنہ نقل بدفتر حضور رسید۔ بتاریخ ۲۹ جمادی الاول ۲۷سنہ نقل بدفتر رسید

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مہدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کرکے فرمان مین عظمت مآب الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جنمین بعض ابرار وقت ہوے ہین جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے انکے دو لڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوے ہین ایک کاغذ مین غلام محی الدین عرف لالن میان آپ کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین مگر انکا نام ان کاغذات مین جو اس خاندان مین باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوے ہین نہین ملتا ممکن ہے کہ یہ پیشتر مفقود الخبر ہون اور پھر واپس آے ہون اسلیے آخر عمر مین انکا نام کاغذ مین درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر مین شرکت ثابت ہے لالن میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنار گڈھ مین لاولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختری تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لاولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختری تھی کوئی لڑکا نہ تھا جو انکے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ انکے ترکہ پر بجاے انکے لڑکون کا نام دیکھا جاتا ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انھین کے لڑکے

شیخ عبدالواحد صاحب تھے اور انکے فرزند عبدالروف صاحب و عبدالغفور صاحب تھے اور شیخ عبدالروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبدالباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوے ہین پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن مین دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے انکے بشرہ سے بھولاپن اور نیکبختی اور اتقا پائی جاتی تھی۔ انکے چار لڑکے ہوے انمین منو میان معصوم علی میان جوانمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہین مقصود علی میانصاحب مرحوم کی اولاد مین بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہین جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ خاندانی علم سے خالی ہین۔

شیخ عبدالغفور صاحب نے لاولد ہونیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبدالروف صاحب کے نام ۱۰۹۴ھ مین تحریر کر دیا تھا۔

تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری صاحب تھے وہ بھی لاولد رہے اونھون نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کرکے متبنیٰ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لاولد رہے۔

پانچوین صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے انکے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کاغذات مین لکھے ہوے ہین مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہین جاتا اونکا جلد انتقال کرجانا اس بات سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ اونکی ہر دو بہنین مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئین اور ان دونون صاحبزادیون نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان میان فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اونکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھین دونون بھانجون کو ہبہ کردیا مگر اپنے بھلنجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے حصہ نہین دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی مین مارے گئے انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ مین کام آے انکی اولاد مین مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختری تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانرواے اودہ کے یہان پانچروپیہ یومیہ پاتے تھے انکی اولاد مین ایک بیٹے امیر علیخان اور دو بیٹیان تھین ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو منسوب تھین جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولادین پیدا ہوئی تھین اور دوسری بیٹی عظیم خان بانیزخیل کو منسوب تھین جولاولد رہین۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان تھے جنکی اولاد مین صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہین۔

چھوٹے صاحبزادہ شیخ عبدالستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دو لڑکیاں تھین بڑے بیٹے عبدالرزاق جنسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبدالرزاق مذکور لاولد رہے اور لڑکر مارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبدالغفار بھی لاولد رہے۔

شیخ عبدالستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدۂ عبدالرؤف جو شیخ عبدالرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبدالواحد صاحب سے اور چچازاد کو بیاہی تھین مالک ہوئین اونکے بعد عبدالروف اونکے فرزند اپنے نانا عبدالستار صاحب کی املاک پر قابض ہوے کیونکہ اونکے ماموں عبدالرزاق جوان لڑائی مین مارے گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سنجر خان اور عبدالروف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر مین عبدالرؤف صاحب حقیت سے کامیاب ہوے اور یہ دادہالی اور ننہالی دونون طرف سے مہدی صاحب کی اولاد مین تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبدالرسول صاحب کی اولاد مین مفصل بیان ہوچکا ہی ہدایت اللہ صاحب کی اولاد مین ایک صاحب عبدہادی صاحب ہین جنکا نام کاغذات معافی مین درج ہے مگر ولدیت تحریر ہونیسے یہ پتہ نہ چلا کہ اپکے پوتے ہین یا نواسے مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذ مین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتون کی نسل مین پسران مقصود علی میان صاحب اولاد نرینہ ہین اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد دختری مین ہین

ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات مین دو شجرہ دستیاب ہوے ایک تو بندوبست سرکاری یا کسی مقدمہ مین مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام علیخانصاحب نے جنکو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہونیسے پوری وقفیت اور ایکو

برس سے زائد عمر اور اوسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھا ہے
لیکن ان ہر دو شجرون مین بعض باتومین اختلاف ہے اسلیے ہمنے پرانے کاغذات
سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہین انپر پرانے
کاغذات کو مقدم و مُستند سمجھا۔ ہان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہین چلا
وہ ان دونون شجرون سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علیصاحب کا لا ولد فوت ہونا ان
ہر دو شجرونمین سہواً یہ لکھ گیا ہے کہ مہدیصاحب کے صاحبزادونمین ایک صاحبزادہ
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہین گذرے بلکہ
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہین بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عہد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہین جو باہمی معاملات مین تحریر ہوئی ہین
کبھی تقسیم جائداد مین جملہ خاندانی حقدارون کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
کبھی کسی جھگڑے مین کوئی صورتحال لکھی گئی ہے جنپر قاضی وقت و باشندگان
شاہ آباد کی بیسیون مہرین پڑی ہوئی ہین یہ کاغذات تعداد مین چالیس سے زیادہ
ہمکو دستیاب ہوے اور بکمال غور تحقیق و جانفشانی سے رشتہ او رناتونکا سلسلہ
صحیح کرکے شجرہ لکھا اسلیے کہ اس خاندان مین بڑے صاحب نسبت اور باخدا
بزرگ گذرے ہین انکی اولاد مین کوئی صاحب باقی نرہجائین اور جو اختلاف
کہانتک تھی اسکو بحث کرکے صراحتاً صاف کردیا اور حتے الامکان کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا گیا۔
شیخ... کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوے ہین انکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتاہے۔
دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کیطرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے
چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔

نقل سند شیخ عبدالستار جیو

لقد ر
شاہزادہ رفیع ا
۱۱۲۵ ھ ۱۲ ای
دلاور قدو

چون موضع بجولا و موضع املیاتہ کر کا عملہ پرگنہ مہر آباد سرکار
بدایون دار الخلافت شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق
و معارف آگاہ سابق در وجہ مقرر است برطبق آن درینولا نیز مواضعان مذکور
بدستور سابق از ابتداے ۱۱۲۰ فصلی مطابق ۴۲ جلوس والا اجلال داشتہ شد
کہ حاصلات آن فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاے دولت ابد پیوند
اشتغال مینمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول ۱۱۲۵ھ

شیخ عبدالستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو سو
بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھاہے اور آپکی مقدرت
کا یہ حال تھا کہ نواب قیمور خان اکثر آپ سے قرض منگوالیا کرتے تھے چنانچہ ایکبار
سات ہزار روپے جو آپکے یہان سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک سید
موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل مین درج کردیگئی ہے۔
انھون نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھاہے اسمین ملکیت کی یہ تفصیل ہے
نصف موضع کورہا پرگنہ کانٹ۔ موضع فتحپور ناسہ۔ ہفتم پٹی موضع جوگی پورہ مع
باغ و حصہ علاوہ از سہ شنبہ۔ حویلی سکونت چوپال معہ چاکوک۔

موضع باقر پور نسولی وفیروز پور و بهداسی و آراضی و محله نوآباد واقع قصبه شاه آباد
و موضع لچھمن پور و موضع جتھا و موضع تریا پرگنه ساندی موضع برهای پرگنه سره باون
یکهزار نوسو اشرفی ستائیس هزار روپیه نقد واجناس سوله جلد کتب و اثاث البیت
و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لونڈیان - مهر

خادم شرع رسول الله قاضی ضیاء الله

نقل پروانه مهر نواب کمال الدین خان ازاقرار واقعه تاریخ غره رجب المرجب ۳۲ جلوس والا

متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه شاه آباد امیدوار بوده بدانند که چون حقیقت
استحقاق مشیخت پناه حقایق و معارف آگاه شیخ عبد الستار بظهور پیوست
بنا بر آن موازی دو صد بگیه زمین بنجر افتاده خارج جمع لایق زراعت بگز آلهی در
وجه مدد معاش مشیخت پناه مذکور من ابتدای فصل خریف ۱۰۹۷ فصلی تصدق
فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نموده شد
باید که اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیهات پرگنه پالی که در زمینداری و اجاره
اینجانب اند پیموده و چک بسته بمشار الیه بدهند که مزروع کنانیده حاصلات
آن از فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود نموده بدعاگوی دوام دولت
ابد مواظبت اشتغال داشته باشند درین باب تاکید دانسته حسب المسطور
بعمل آرند - تحریر بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۱۰۰ھ

رسید بطور فارغخطی

منکه شیخ عبد الستار ولد شیخ هدایت الله قادری ایم - چون مبلغ هفت هزار و دو
صد یازده روپیه ذمه برخوردار عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنه سره سرکار

خیر آباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زادہ فتح معمور خان تمسک مالضامنی مبلغ مذکور بمہر خود بہ مہر برخوردار سرکا خانزادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور تمام وکمال از نزد برخوردار عبدالسبحان مسطور وصول یافتم لہذا این چند کلمہ بطریق فارغخطی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بست وششم شہر شوال ۱۳۱۲ھ - العبد عبدالستار قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب

تقدس اور باثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دستخطی مین آئے ہین ایک سند شاہی عامل کی انکے نام جسمین چھبیس[۲۶] مواضعات کی معافی کا ذکر درج ہی موجود ہے اوسکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی ہے -

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی بنام شیخ عنایت اللہ صاحب قادری

حاجی علیخان | متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ بدانند موضع کنھر پور وجوگی پور معمولہ تعلقات مذبو منجملہ بست وشش دیھ کہ در آبادی وباغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہای از قدیم الایام مقرر است واز کاغذ حشو مینما لہذا بدستور تسلیمی می گردد کہ وجہی من الوجوہ بعلت بھنٹ وحسادن کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات ندارد متعرض ومزاحم نشوند وخلاف معمول بعمل نہ آرند زیادہ درین باب تاکید دانند - دوازدہم شہر صفر سنہ ۲ جلوس ... ملاحظہ شد

ایضاً

۱۱۱۷ ہجری
محمد شاہ بادشاہ غازی
عباد خان فدوی

متصدیان حال واستقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ موضع کنہر پور وجوگی پور عملہ پرگنہ مذکور دیہہ زمینداری ڈھیوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در آبادی و باغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشو نہا است از ابتدای عمل بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سنہ ۱۱۴۲ فصلی ستور سابق معاف نمودہ شد باید کہ بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند بتاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۹ جلوس والا نوشتہ شد۔

اِن حضرات کا ظاہری جاہ واحترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات اِن کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی میں جب سماۃ زبکا نے اپنے شوہر دلچند قوم کایستھ کے قتل کرنے کا دعوی جسونت رام وغیرہ پر کیا ہی تو اِن پیرزادگان نے چار ماہ تک اُن قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا ہی اور پھر اس عورت نے جب اُن مجرموں کی بریت کرائی ہی تو چھوڑا ہی اِس واقعہ کی صورت حال پر نواب قمر الدین خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکانِ شاہ آباد کے دستخط موجود ہیں۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بد مزاج وزبان دراز تھا شیخ عنایت اللہ صاحب پیرزادہ کو پالی میں طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر وگوشہ نشین تھے ایسے ناقص وظالم شخص کے پاس نہیں گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کرا دیا پھر بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہی کہ پیرزادہ صاحب کی مقدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پارچہ جات لوٹ میں گئے تھے چنانچہ اِس بارہ مین نواب برہان الملک بہادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان غظفر جنگ کے نام جوابًا لکھا ہی جس مین آپ کے بھتیجے محمد علی صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہی کہ ایک فردمعہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہروقت مدّنظر رہتی ہی لہذا عیسی بیگ خان کو تاکیدًا لکھا جاتا ہی کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کرکے ان کو دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو اُن پیرزادون کے ہین وہ بدستور اُنکے تصرف مین رہین اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران شاہی اُن پیرزادون سے کہین کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنون مین سکونت پذیر ہون غالبًا یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہی اصل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہی۔



نقل نوشتہ نواب برہان الملک بہادر بہ نواب محمد خان بہادر غظفر جنگ قلمی مقوم دنگلہ

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ بہجت طراز در مقدمہ محمد علی و علی محمد پیرزادہ ہا با فرد حقیقت مشارالیہما چہرہ وصول افروختہ مسرت بخش خاطر گردید از انجا کہ نظر بر عدم جدائی مراعات متوسلان آنمہربان ہمہ وقت منظور باشد

ہمانوقت بہ عیسیٰ بیگخان تاکید قلمی شد کہ اموال آنہا آنچہ متفرق شدہ باشد پیدا کردہ بدہد و حویلی و باغات وغیرہ در تصرف آنہا واگذارند بعد ازین حرف مخالفان آنہا را نشنود اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و مسکن خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیون کے معزز محترم تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب فتح معمور خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہان سے منگوا لئے تھے آپکا انتقال جلد ہوگیا تھا آپکے ترکے پر آپکے فرزندان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا ہوا دیکھنے مین آیا ہی اِس جگہ نقل رقعہ نواب صاحب موصوف تحریر کردی گئی ہی ہے ۔



دعا بالعہ

چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نود روپیہ و یک آنہ عالمگیری برلے خرچ سپاہ بمعرفت لالہ ام ناتھ دوبی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالرحمان بطریق قرض گرفتہ بتحت تصرف خود آوردیم اقرار می نمایم کہ مبلغ مذکور را عند الطلب بمشار الیہ برسانم ہیچ عذر درمیان نیارم بنابراین چند کلمہ بطریق تمسک و قبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجت بکار آید تحریر فی التاریخ دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۴ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی ۱۱۲۹ھ تک کاغذ بٹوارہ سے ثابت ہوتی ہی مگر انکے فرزندان مین عبدالواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہی میان واحد صاحب بھی دینی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے



معلی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان حال و استقبال
پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد بدانند - کہ بموجب فرمان عالی شان بندگان
حضرت خدیو جہان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل ایزد متعال
نائب مناب دادار بے ہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار مقنن
قوانین جہانداری ممہد مہاد کرم گستری خلافت پناہ ظل مرقوم ہفتم شعبان
سنہ ۳ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ دربست من اعمال پرگنہ وسرکار
مذکور از خریف پارس ئیل برای خرج فقرا و خانقاہ در وجہ مدد معاش حقایق
و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ دیدہ ودانستہ حسب الضمن مقرر گشتہ
باید کہ مطابق فرمان والاشان بعمل آوردہ مواضع مسطور را دربست بتصرف
مشار الیہما باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ نہ دہند و بوجہ
من الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نمودہ بدعاء
بقاء دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی اشتباہ شدہ آنرا
قلمی نکند در تنبیہات قدغن دانند بست و ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳ جلوس قلمی شد - صر -

جانب پشت

مقرر ضمن در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ بموجب فرمان عالی شان عہد مرقوم صدر از پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد از خریف پارس ئیل۔

فردے مزین بصاد خاص ملفوف بمہر صمصام الدولہ امیر الامرا خاندوران بہادر۔ منصور جنگ بدفتر رسید کہ شیخ میان داد وغیرہ نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین مستحق و کثیر العیال و وابستگان و خرچ خانقاہ و فقرا وصادر و وارد بسیار دارد و ہمیشہ بیاد حق مشغول اند از فضل و کرم امید وار است کہ موضع مخدوم پور عرف آمدہا وغیرہ ۳ موضع دربست پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد در وجہ مدد معاش این عاکوے مرحمت شود بعرض اقدس رسید شرح صدر حکم شد۔

بتاریخ بست و چہارم شہر ... سنہ جلوس ...

ال
ہفتدہ

سے موضع دربست

مذکور دربست عرف امدا — کموہ

خرچ خانقاہ فقرا حسب الحکم — خرچ خانقاہ فقرا حسب الحکم — خرچ خانقاہ فقرا حسب الحکم

جمعی دربست

خرچ خانقاہ و فقرا — حسب الحکم

نبیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزندان شیخ ہدایت اللہ صاحب بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد مین بزرگی کیساتھ متمول اور خوشحال مشہور تھے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادون مین جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُسکا قسمت نامہ قاضی فیض اللہ صاحب کا دستخطی موجود ہی جو یہان پر نقل کیا جاتا ہی اس کاغذ سے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہی



قسمت نامہ

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت اللہ مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض اللہ برضامندی و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ -

دہات زمینداری	دہات مدد معاش
۵ ۲/۵ موضع	للعہ موضع
مواضعان در اصل فتحپور نالسہ دیدہ و دانستہ رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد -	۳ حال
سے موضع مہ	ہفتدہ للعہ ۳ حال

وزمین محله را بر شش حصه قسمت نمایند ازان جمله بوالده شیخ عبدالرحمان و شیخ عبدالرحمان یک حصه و تتمه چهار حصه را بر پنج حصه قسمت نموده بهر پنج برادران علی السویه بگیرند

سکرولی عمله پرگنه پالی — قدما پور وجدسی
سے مواضعان — منجمله پرگنه مدار مواضعان

کنهر پور وجوگی پور — چاک پهانی
مواضعان — موضع

جٹهان عمله پرگنه سانڈی — اورنگ آباد
موضع — موضع

بجهن پور — میر پور ناگر
موضع — نصف

فیروز پور وغیره — هسولی
بار نصف — نصف

هسولی
موضع باسم شیخ عبدالرحمن و شیخ عبدالستار
بموجب بر خط صین حیات شیخ هدایت الله مرحوم مقسم شد

شیخ عبدالرحمن — شیخ عبدالستار
موضع

اما للعه بیگه
نصف چک

میر پور ناک — هسوا — جٹهان — فیروز پور وغیره
اما — موضع — باز بیگه بقیه

عه موضع

سکرولی — قدما پور وجدسی
سے موضع — مواضعان

کنهر پور وجوگی پور — چاک پهانی
مواضعان — موضع

اورنگ آباد — بجهن پور
موضع — موضع

هفت ده — هفت حصه نوحصه

کورها عمله پرگنه کانٹ — بجهبولی
موضع — موضع

همیر پور — طاهر پور
موضع — موضع

مغلا پور عمله پرگنه سانڈلی — مسکا کلبهی
۵ بیگه — موضع

محمد یار پور — فتحپور ناالسه
موضع — مواضعان

دیده و دانسته مار شیخ عبدالستار
مها شد

دہات مدد معاش	زمینداری	حصۂ شیخ عبدالرسول صاحب	
والدہ شیخ عبدالرحمان	شیخ عبدالرحمان غیر برادران	دہات مدد معاش	دہات زمینداری
یک حصہ	سے حصہ	اورنگ آباد عملہ پرگنہ سانڈی	ازموضع طاہرپور
	مشارالیہ عبدالستار	موضع	عملہ پرگنہ کانٹ
	یکحصہ یکحصہ	کنہرپور وجوگی پور معہ	موضع
	عبدالرسول عنایت اللہ	باغ کلان	
	یکحصہ و برادر یکحصہ	باغ نخل ہفتم حصہ	
	میان داد و محمد زاہد	چک پہانی	
	دو حصہ	ہفتم حصہ	
ہفتدہ قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی جیو		حصہ شیخ عنایت اللہ	
حصۂ والدہ شیخ عبدالرحمان		دہات مدد معاش	دہات زمینداری
دہات مدد معاش	دہات زمینداری	سکرولی از دربست کنہرپور وجوگی پور مع باغ کلان	موضع
سکرولی عملہ پرگنہ پالی	ازموضع بہبولی عملہ	زمین سیصدوسی تالاب	۵ بیگہ
ازدربست زمین معہ	پرگنہ کانٹ -	بیگہ بعد منہائی مشترکہ زمینداران حصہ	سکاکلبھی
منہائی سیصدی بیگہ زمین	موضع	چک والدہ عبدالرحمن ہفتم حصہ	موضع
چک مشارالیہ و زمینداری تالاب و	کنہرپور وجوگی پور	و آبادانی	مغلاپور
آبادانی وکھیڑہ مشترکہ زمینداری	مع باغ کلان	کھیڑہ مشترک زمینداری	۵ بیگہ
دربست دیہہ مشترکہ تالاب	نشستگی ہفتم حصہ	سیوم حصہ	
چک پہانی سیوم حصہ	ہفتم حصہ	چک پہانی	
ہفتم حصہ		ہفتم حصہ	

حصہ شیخ عبد الرحمان

دہات مدد معاش دہات زمینداری

سکرولی عملہ در موضع میر پور عملہ

پرگنہ بالی از درست پرگنہ کانٹ۔

زمین سیصد کنہر پور و جوگی پور

وسی بیگہ چک والدۂ معہ باغ کلان

عبد الرحمان واقع

نمودہ۔

زمینداری آبا و اجدادی

سیوم حصہ

چک پھائی

ہفتم حصہ

ہفتم حصہ

حصہ شیخ میان داد و محمد زاہد

دہات مدد معاش دہات زمینداری

قدما پور وجدہی موضع

مواضعان کورہا عملہ

مشار الیہ پرگنہ

ہفتم حصہ کانٹ

چک پھائی نیم موضع موضع

دو حصہ محمد زاہد

مشار الیہ ہفتم حصہ

ہفتم حصہ

تحریر دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۹ھ

حصہ شیخ عبد الستار

دہات مدد معاش دہات زمینداری

بجھن پور کنہر پور در موضع کورہا عملہ

موضع دجوگی پور پرگنہ کانٹ

چک پھائی معہ باغ نیم موضع

ہفتم حصہ کلان

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب
و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتون ہین تھے جملہ نیک اطوار اہل دسترس
اور صاحب جائداد تھے اکثر اِنکے نام بحالی جاگیر کے اسناد موجود ہین کیونکہ وقتاً
فوقتاً حکام وقت نے جو شاہان دہلی کی طرف سے مامور تھے انکی مملوکہ اور مقبوضہ
آراضیون کی سندین لکھی ہین اور اب تک موجود ہین چنانچہ عیسی بیگ خان نے
منجانب محمد شاہ بادشاہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۸ جلوس مطابق سنہ ۱۱۴۳ فصلی
کو جوگی پور و کنہر پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے
نام لکھی ہے اور ۹ ذالحجہ سنہ ۳ جلوس مطابق سنہ ۱۱۵۸ فصلی کو چار قطعہ چکوک کی
سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان نے منجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہے
کُل اِسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلیے ایک سند کی نقل لکھدینا
کافی سمجھا جاتا ہے۔

نقل سند

مُہر
صدر خان
بہرام خان
ولد

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار
خیرآباد صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ چون موضع جوگی پور و کنہر پور
و چند قطعات زمین دیگر از آبادی باغات از قدیم ایام از حضور حضرت
خدایگانی و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم
بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی
و شیخ عبدالروف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہای شیخ عبدہادی
با شیخ جدہ صاحبہ نبیرہ زادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میرود کہ بدین پروانہ

سابق بنام مشار الیہا گذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند ورینباب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بست و نہم شہر رجب المرجب ۳۱ جلوس نوشتہ شد۔

اختلاف

مفتاح التواریخ مصنفہ طامس ولیم صاحب مطبوعہ منشی نول کشور صاحب کے دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تاریخ مذکورہ مین تحریر ہی کہ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قنوج مین اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل مدفون ہین اور ان کا انتقال ۱۶ محرم ۱۰۸۸ ہجری مین واقع ہوا ہی اُنکے مزار پر بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہی ان کے روضہ کے اندر اُن کے دو فرزندکی قبرین موجود ہین اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہی۔

عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عہد سلطنت خرد دین پناہ ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعہ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت	گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ
شب سہ شنبہ و ہنگام صبحدم بوہ	کہ آن محمد مہدی سپردہ جان باللہ

این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طور مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب ربانی سلیمانی قادری قدس اسرارہ در ۱۰۸۸ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے اِن کتبون کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی
کی ہو اُنھون نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کرکے بھیجے ہین۔ اُسمین بجای ہشتاد
وہشت کے ہشتاد وہفت لکھا ہوا ہی یعنے یہ مصرعہ یون ہی ع ہزار بودہ وہشتاد
وہفت از ہجرت۔ حضرت شیخ مہدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو
شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اسمین یہان اور وہان ایک ہی سنہ
رحلت تحریر ہے۔ تعمیر روضہ مین صرف چند ماہ کا فرق ہو کیونکہ ۱۰۸۷ھ ہجری یہان
کے مزار پر کندہ ہو اور ۱۰۸۸ھ ہجری قنوج مین نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۲ محرم
مین آپ کا انتقال ہونا وہان کے کتبہ بالتصریح مین موجود ہو تو یہان بھی ۱۰۸۷ھ
کئی مہینے گذرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہو گا اِس حساب سے ایک ہی سال
کے اندر یہان اور وہان رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہی اور رمضان ۱۰۸۷ھ ہجری
کو نواب دلیر خان نے حضرت مہدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور وکنھر پور کی
بحالی کی سند اُن کے فرزندون کے نام تحریر کی ہو اِس سند سے بھی آپ کا انتقال
رمضان سے پہلے ۱۰۸۷ھ ہجری مین ثابت ہو۔ اب رہی یہ بات کہ یہان
جو مزار حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کا ہو یہ وہی شیخ مہدی ہین جو شیخ کبیر
صاحب کے بیٹے ہین یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہی ہین
کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہین کیونکہ بحر ذخار مین لکھا ہوا ہو کہ شیخ
مہدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ برہان الدین جو اُنکے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل
اور خدا رسیدہ تھے اُنکے ایک تربیت یافتہ تاج محمود دیوانہ تھے جو شاہ آباد
مین اُنکے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کردی کہ شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر مین مدفون ہین اسکے علاوہ ایک صورت حال
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر
کی مُہرین پڑی ہوئی ہین آپ کے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ مین داخل
ہی اُنھون نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندون سے تصدیق کرا لی
ہی اور اُس تصدیق کرلنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اُسوقت قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنیسے لٹ گیا تھا اِس مستند صورتِ حال سے بھی ثابت
ہوگیا کہ غلام علی صاحب جو نبیرہ مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج
دونون جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالاپیر کی املاک کے مالک اور وہان کی
درگاہ کے متولی وکارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو آپکی
اولاد وہان کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہان کے
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک ہی خاندان دونون
جگہ تھی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اِس واقعہ کی تصدیق وتائید کرالی ہی اور فقرائے
خانقاہ کیلیے اعانت و امداد چاہی قاسم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہین چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار
بہتاس صوبہ بہار نے سنہ ۱۱۴۶ فصلی مین ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو
اُن کی اولاد امجاد مین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہان موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب
قنوجی نے متولیان روضہ بالاپیر و حضرت مہدی صاحب سے راقم کے خط کے ذریعہ
سے اِس بارہ مین تفتیش کی ہی اور اُن کا یہ بیان ہے کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے
مٹھو میان شاہ آباد گئے ہین اُن کا مزار شاہ آباد مین موجود ہی کتبہ جو مہدی صاحب کا

یہان موجود ہی اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد مین مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہی بعض کہتے ہین کہ شاہ آباد اور قنوج دونون جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اسلیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہان انتقال ہوگا وہین دفن کردیا جاوُن اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہان اور کوئی اولادمین مدفون ہوجائیگا۔

بہرکیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہی اور حق تعالی عالم الغیب دانای حال ہی کہ یہان اور وہان کون سے مہدی مدفون ہین۔

صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہی وہ ثبوت کیلیے لکھدی گئی ہی۔





ھکذا وقع — بیان لما وقع

سوال می کند و گواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نبیرہ از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہندو مسلمان ساکنان بلدہ شاہ آباد و قنوج برا نیمعنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ ہمگی شہر مذکور را خانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلاء وطن ساختہ وانچہ اسباب اشیاء از نقد وجنس جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب و فقرایان و خدامان کہ از قدیم الایام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد ہندو و مسلمان امراو فقرا رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا برآن باعث عراق

پریشانی ما فقیران شدہ و بسبب عدم وجہہ معیشت درماندگی قوت روزمرہ
استقامت فقیران وارد و صادر ہم موقوف گردید و جز توکلت علی اللہ وجہی
دیگر ندارم تفصیل اشیای مغروقہ للعہ ۵ دیگہای کلان بقیمت مبلغ
پانصد روپیہ دیگ خرد بقیمت شست روپیہ دیگہاے خرد بقیمت
دوصد روپیہ دیگر ظروف قیمتی ما معہ تبرک دستار غلاف تربت زربفتی و
ورشیمین وسفید قرآن مجید تلاوت خاص دیگر کتب غلہ دو سومن دیگر سامان
باقی دیگر اعداد مہرہای شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد
ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو
خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکریم

مناقشہ

اس خاندان مین ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک
مقدمہ لڑتا رہا دو سو گواہ دوران مقدمہ مین مر گئے گیارہ صفحو نپر اسکے تفصیلی
حالات درج ہین مگر ہمنے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کر دیا اور اس
خیال سے کہ عہد شاہی مین قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنچایت
مین معاملات یون رجوع ہوا کرتے تھے لکھدینا مناسب سمجھا۔ یہ جھگڑا شیخ
عبد الروف صاحب اور سنجر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی
تھی کہ شیخ عبد الستار صاحب نبیرہ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے
عبد الرزاق صاحب سے ناخوش ہوکر ان کو عاق کر دیا تھا اور جملہ ملکیت جس مین

ہزار ہا روپیہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھدی تھی
جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہوگیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے
آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہوگئے اور ماں پر طرح طرح کے ظلم شروع کیے
وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بیگم لڑکی کو لیکر نواب کمال الدین
خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑہی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں وہ قاضی
فیض اللہ صاحب کے اجلاس میں نالش کی محمود خان بازید خیلوں ہی کی
وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پاکر تمام نقد وجنس جائداد
پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا
شیخ عنایت اللہ صاحب وغیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے
چچا میاں داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کرکے فتحپور نالسہ میں مارے گئے
اسکے بعد اِن کی ماں یعنے بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر
قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد اُنھوں نے جملہ املاک اپنی دختر یعنے والدۂ
عبدالروف صاحب کے نام لکھدی اور ایک پٹی موضع کندھرپور و فتحپور
ویرانی حویلی از راہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بیگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو
تاحین حیات گذارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بھتیجے
سنجر خان کو لکھی تو عبدالروف صاحب مانع ہوے کہ یہ حق میرا ہے تمھیں بجز گذر
اوقات کے انتقال حقیت کا اختیار نہیں ہو مگر سنجر خان اِس معاملہ کے بعد سفر
کو چلے گئے اور ۱۲۷۱ء فصلی میں جس سال جنگ بکسر ہوئی ہو شاہ آباد کو واپس آئے
و رخانزادہ سعادت خان انہیں چھوٹی ڈھیوڑہی کے ملازم و مصاحب ہوگئے تھے انہیں

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے
اپنی جدّہ کے دین مہر کا دعوی برادری مین پیش کیا اور اسکے عبدالروف صاحب
جواب دہ ہوے اسی بسلسلہ مین دولت بی بی نے حصہ فتحپور ناسہ سید احمد صاحب
گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب
موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہین مالکہ مجاز نہیں اور ہنوز اس جائداد کا قضیہ درپیش
ہے اس زمانہ مین مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد
کے عامل ہوکر آئے خانزادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوے
اور عبدالروف صاحب کو دبانا چاہا اور مُلا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا
کہ عبدالروف صاحب حویلی وپٹی و باغ سے دست بردار ہو جائین ورنہ جانسے
مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء اللہ
خان نے بطور فہمایش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک والی اودہ
بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگئے ہین شہر حاکم سے خالی ہی باہمی طور پر صلح کرلو
بعد ازان سنجر خان کی پھوپھی مرگئین اور اُنھون نے اُس پٹی کو جو ثلث موضع
تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اِس فساد کی
وجہ سے نہ خریدی اس مدت مین خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید
ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اسوقت مین شیخ
عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈھلکی
کے پاس آکر پناہ گزین ہوے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا
اُنھون نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہین ہو تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کس وجہ سے لکھاتے ہین سنجر خان کے والد محمد خان بن ولیخان
کا تعلق اُس سے کچھ نہین ہی میرا موروثی مادری ترکہ ہی بلکہ چھیٹا حصہ مسماۃ مریم
بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری ماں کی پھوپھی تھین اور مسماۃ
حمیدہ بیگم کی والدہ تھین وہ مجھے از روے وراثت مادری سنجر خان سے
ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ سُنکر فرمایا کہ تمھارا قول اور حق مین تسلیم کرتا
ہون مگر مجکو تپر رحم آتا ہی کہ تمھارے مخالف آمادہ قتل ہین اگر تو اپنے حق سے
درگذر کرے اور بریت نامہ لکھدے تو مناسب ہے مگر عبد الروف صاحب نے
باز دعوی نہ لکھا اور کہا کہ یہان دباؤ خانزادہ کا ہی مقدمہ شاہجہان پور مین
پیش ہونا چاہیے چنانچہ بمقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس مین مقدمہ
پیش ہوا وہان قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے
خوب بحث ہوئی وہان بھی عبد الروف صاحب کو غلبہ رہا بعدہٗ قاضی محمود
خان صاحب شاہ آباد بھی بلاے گئے ۷ رشعبان ۱۱۹۰ھ ہجری کو سنجر خان نے
عبد الروف صاحب کے مکانپر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت رای چکلیدار
کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر
درگاہی صاحب تھے اُنھون نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد جمعدار
کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیڑہ مع اپنے فرزند
شجاعت علیخان اور پیر خان ابن سعد اسد خان و خان زادہ ہدایت خان
باقرزئی اور عبد الرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رفع شر کو آئے اور فریقین
کو فہمائش کر کے بسنت رائے چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھون نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوبدار کے روانہ کیا وہان بھی حق عبدالروف کا قایم رہا مگر
قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مرادن صاحب کی خدمت مین فریقین کو
بھیجنا چاہا مگر سنجر خان نے منظور نہین کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد
فیض اللہ صاحب کو لکھا اُنھون نے اِنکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب
کیے گئے اُس درمیان مین نواب شجاع الدولہ پورب کے مُلک سے واپس آگئے
اور صوبہ اودھ کو ضبط کرلیا اور کوئی تعلق اب اسکو دارالسلطنت دہلی سے نہین
رہا اسے صاحب تبدیل ہوکر دارالخلافت کو روانہ ہوگئے راجہ بینی بہادر یہانکے
نائب قرار پاے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت
پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب
نے کہا کہ چند روز گذرے ہین کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بہادر کا اِس بارہ
مین صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہی کہ آپ طرفداری سے دست بردار
ہون اور شیخ عبدالروف کو اُنکے گھر مین آباد کرائین یہ سُنکر خان زادہ سے
اپنی جانب سے لالہ شتاب راے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب
اعز الخان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبدالروف صاحب کو اُنکے
گھر جاکر اُنکو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوگئے
اور اِس صورت مین یہ مقدمہ ختم ہوا اِنکے دوسرے بھائی عبدالغفور تھے لیکن چھوٹے
بھائی عبدالغفار صغیر سن مرگئے تھے اِن فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیون
مُہرین ثبت ہین اور شریک مقدمہ لکھے ہین جن کے نام اِس غرض سے کہ یہان کون
کون معزز اور روادار اشخاص گذرے ہین لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے

قاضی ضیاء اللہ خان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعزاز خان -
محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد اللہ خان خواجہ حفیظ صاحب دیوان
شتاب رائے مولوی ولی اللہ صاحب محمد روشن صاحب متصدی
سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبدالرحمان خان شروانی محمد آصف
خان تاج الدین خان میر معز الدین صاحب میاں امام بخش صاحب
شیخ محمد سعادت صاحب ملا اللہ داد صاحب خیر اندیش خان سید خیل
روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفےٰ صاحب عرف میاں چندن یوسف
خان سلیمانی عبداللہ خان سلیمانی فیض اللہ صاحب حسینی سید اسمعیل صاحب
شیر خان خلیل اخون صاحب فیض اللہ خان خلیل متی زی مظفر علی خان
باقرزئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقرزئی شیخ قیام الدین وکریم الدین
وشمس الدین پیرزادگان میاں خیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
ابراہیم خان مہمند کالے خان علزئی محمد علیخان تاذین زبردست خان خانزادہ
یٰسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان اہلمد
نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبدالستار صاحب
پیرزادگان شاہجہان پور -

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد وصل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہی کہ ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد مین ہین - آپکے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو ماہ جمادی الاول ۱۰۰۰ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے نواب بہادر خان چنارگڈھ سے بکمال احترام لاے اور اپنے شہر شاہجہان پور مین بسایا اپنی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ بیگم کو آپکے عقد مین دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ گڈہ کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئین - اسکے بعد محمد افضل صاحب اور اُنکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد مین تھے منعقد کیا اُن سے شیخ عبد الرزاق صاحب پیرزادگان شاہجہانپور پیدا ہوے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان اُن کو منتقل ہوگیا -

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوے ۱۰۳۸ھ ہجری مین (۳۱) برس کی عمر مین محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنارگڈہ مین جہان اُنکے والد ماجد کا [illegible] مدفون ہوے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہے

زلا وصل حق شیخ واصل نمود		خدا کرد او را حقیقت پناہ
مظفر پے سال چون فکر شد		ندا داد ہاتف شریعت پناہ ۱۰۳۸

شیخ قیام الدین صاحب کو اُنکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہجہان آباد مین لاے اور محلہ اللہ پور مین

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے عنایت کی اسناد اراضیات ابتک آپکے نام کی موجود ہین جن کی نقل ذیل مین درج کردی گئی ہی آپکے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسما یہ ہین شیخ نظام الدین شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نتھو صاحبان - آپکی حیات کا زمانہ ۱۰۹۶ھ ہجری کا غذات سے ثابت ہوتا ہی - پیرزادگان اللہ پور آپ کی اولاد مین ہین درحقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہین مگر آبائی فقر کے سبب سے پیرزادگی کے خطاب سے مخاطب ہین -



شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مہمات پرگنہ شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند - چون معافی پنجاہ بیگہ زمین مزروع بکرالہی ازجملہ آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف حد باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نمودہ باغ محمود خان درمیان واقع است بحقایق معارف آگاہ نتیجۃ الکرام بجہت باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مذکور پیمودہ و چارحدود نمودہ در قبض تصرف مشارالیہ واگذارند کہ در آن باغ احداث کنند باینکہ دنیا قلیل غن بلیغ دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ ہفتادم شہر ذیقعدہ ۱۰۹۶ھ

جانب پشت

شرح مقرره پروانگی دستخط شیخت پناه منشی رحمت الله خان

حاصل نموده آنکه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو این که موازی پنجاه بیگه زمین پولج مزروعه بگیر آلهی آراضی که ازیکطرف حد تالاب ویکطرف بلغ سردار خان ویکطرف حد باغ احداث نموده بلغ محمود خان این پخته احداث نمودن بلغ بحقایق و معارف آگاه مذکور مرحمت نمود شد باید که پروانه بنام متصدیان پرگنه شاه آباد نوشته دهند که زمین مذکور را بشرح صدر پیموده و حد حدود بسته دهند۔

بتاریخ ۱۱ ذی الحجه سنه ۱۰۹۶ھ
نقل بدفتر دیوان رسید۔

بتاریخ ۱۷ ذیقعده [illegible]



شیخ قیام الدین جیو

شجاعت دستگاه عبد الرسول خان را ۱۱ ۱۰ ۱

آنکه چون موازی پنجاه بیگه زمین مزروع بموجب سند جداگانه بحقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو پخته باغ مرحمت نموده شد باید که آراضی مسطور مطابق سند مذکور پیموده حد حدود نموده در تصرف معزی الیه واگزارند بعلت مزروع بهیچ وجه مزاحم نشوند چنانچه دیده و دانسته آراضی مزروع مرحمت شد اگر احیاناً در خصوصیت خلاف خواهد شد بحقایق آگاه بحضور خواهند نوشت بصد انواع عتاب خواهند افتاد

درینباب تاکید تمام دانسته حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ نهم شهر ذیقعده ۱۰۹۶ سنه هجری -

دیگر



شیخ قیام الدین جیو .

متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه شاه آباد
بعنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بیگه اراضی بگز الهی مطابق ضمن
دروجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل خریف ۱۰۹۶ سنه فصلی مرحمت نموده شد
باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمله پنجاه بیگه مزروعه و پنجاه بیگه بنجر افتاده خارج
جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل بفصل
سال بسال متصرف شده باشد - درینباب قدغن بلیغ دانسته حسب المسطور بعمل
آرند - تحریر فی التاریخ چهارم جمادی الاول ۱۰۹۹ سنه هجری -

جانب پشت

جمادی الاول ۱۰۹۹

چون دروجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب جیو از انجا که حسب الامر
تفصیل ذیل بر بحال پرگنه شاه آباد مابیگه بگز الهی
در موضع خانپور عمله پرگنه مذکور بدستور بدین مزروعه ده بیگه ... بنجر افتاده خارج جمع

حضرت شہاب الدین سیّد احمد صاحب گیلانی شاہ آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور مستند سید تھے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم غوث بنی آدم تک پہونچتا ہی۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الٰہی تھے ظاہری علم و فضل مین بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت مین ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا **ابو اسحاق ابراہیم صاحب** شہر حامہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لاے تھے سیدنا ابراہیم کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد ابن سید عفیف الدین صاحب نے اپنی روشنضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سیّد ابراہیم صاحب ہند تشریف لاے جب آپنے ہندوستان مین قدم رنجہ فرمایا ہو تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب مہمانداری کی۔ غرضکہ شاہی دربار مین آپ نہایت سربلند ہوے۔ شہزادہ محمد شجاع آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اسطرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم اپنے مخدوم سے۔ سیّد صاحب ممدوح سے کئی کرامتین ظاہر ہوئین اسلیے خاص و عام کو آپسے بیحد عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہوگئے۔ دس برس تک سید ابراہیم صاحب ہندوستان مین تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولے حب الوطنی

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حماہ مین سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین ایک محل محلہ کے وسط مین تعمیر کرایا اور سنہ ۱۰۶۹ ہجری مین سیدہ فخری سے نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر پاک الاعوج حاکم حماہ کی بیٹی تھین اس عقد کی تاریخ امام بخشی حلبی مصنفہ کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب مین لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

اینة بالعرس الذی تاریخه　　زفت الیک نفایس لا فراح

اسکے بعد غرۂ رجب سنہ [illegible] ہجری مین بعض امورات و مہمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ تشریف لیگیے اور ان کامون کے ختم ہونیکے بعد پھر اپنے وطن حماہ کو تشریف واپس لاے اور سنہ [illegible] ہجری تک وہین آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان مین زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لاے ہین تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہوچکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسلیے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگئے بالآخر سنہ [illegible] ہجری کو سید صاحب موصوف

سلہ قال صاحب تحفة الابرار السید الشریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید الشریف الشیخ عفیف الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشیخ الشریف شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشریف الشیخ شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی الکبیر الگیلانی الحموی الدار المولد توجہ بعد وفات والدہ الی الہند (و اخبر ابوہ عن ذلک قبل فی بابہ) فحصل لہ القبول التام من الامراء واجتمع بملکہا شاہجہان فی بلدہ دہلی

نے اُسی شہر مین انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بیگم مشہور بہ دار الشفا
مین مدفون ہوے شجرہ خاندانی مین جو آپکے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد
صاحب نے لکھا ہی اور وہ شاہ آباد مین موجود ہی سال رحلت ۱۰۸۷ھ ہجری تحریر
ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السید ابراھیم توفی باورنگ آباد سنہ سبع وثمانین والف ھجری
مرقوم ہی اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن مین اختلاف کیا ہی اور
بجاے ۱۰۸۷ھ ہجری کے ۱۰۸۹ھ ہجری اور بجای اورنگ آباد کے شاہجہان پور
مدفن قرار دیا ہی اِسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ بُعدِ مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی
اور خبر اُن تک نہین پہونچی اُس زمانہ مین ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ
تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے۔ مدت کے بعد کوئی شخص کہین سے اگر گیا
اور کچھ اُسنے بیان کیا اور اُسمین کچھ غلطی ہوگئی تو پھر اسکی تصحیح نہین ہوسکتی تھی۔ اہل حماہ
نے جو یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ مین جو اُنھون نے شاہجہان پور مین
بنایا تھا مدفون ہوے اسمین بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور مین آپکے بھائی ابوالحسن

کالمنزلۃ المنزلۃ التی بالمنزلۃ التی ہو اہلہا وہرعت الیہ جمیع اہل تلک البلاد واعتقدوہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص
ابن الملک محمد شجاع فانہ کان معہ علی ما یذکر کالمطیع مع المطاع (وظہرت علی یدیہ الکرامات وسار ذکرہا فی البلاد) وجرت
لہ معہم امور وامتحانات اظہرہ اللہ برکۃ سلفہ الطاہر واقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماۃ وکان دخولہ الیہا
سنہ ۱۰۶۲ ہجری وجدد بنا قصرہ ودخل دارہم وکان تمامہ بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ سنہ ۱۰۶۹ ہجری وتزوج بالبنت الصغری
بنت عمر باک لاعوجی حاکم حماہ فی السنۃ المذکورہ وعمل لہ تاریخا نظما الامام البخشی صاحب شمس المفاخر جاء فی خاتمہ
ہنیت ما بالعرس الذی تاریخہ زفت الیک نفایس الافراح وفی غیرہ سنہ ہجری توجہ الی القسطنطنیہ
وفی بعض امور ومہمات وبعد قضایہا عاد الی وطنہ حماہ واستقام بہا الی سنہ ہجری ثم انہ سافر مرۃ ثانیہ
الی الہند واستقام بہا نحوا عشر سنۃ وکان اجلہ بہا فدفن قدس اللہ روحہ فی تکیہ کان بناہا لنفسہ فی حضرۃ الملک
وتوفی فی بلدۃ شاہجہان پور سنہ ہجری وبہا دفن ۔ ۱۳ ۔ ۱۲

سید علی صاحب دفن ہوے جن کا مزار مشہور ہی۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دہلی یا اورنگ آباد مین کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تک اُنکے خاندان مین وہ چلی آتی ہی۔ ہمنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہین وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہی یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضی صاحب نقیب الاشراف کے پاس حماہ مین موجود ہی اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سیّد احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہی جس کی نقل راقم نے حاشیہ پر درج کردی ہی۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلاید الجواہر مین بھی ہین یہ کتاب عربی زبان مین ہی اور مصر مین چھپی ہی راقم کی نظر سے گذر چکی ہی یہ آپ ہی کے عہد مین تصنیف ہوئی آپکے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیر کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہی۔ اسکے بعد یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب استنبول تشریف لے گئے ہین خدا سے اُمید ہی کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائین کتاب مذکور مین اسیقدر تحریر ہے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ سیّد صاحب استنبول ہی مین تھے کہ مصنف کا انتقال ہوگیا اور آپکے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہین پہونچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اور اُنکے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین بجاے بغداد کے حماہ مین کیسے سکونت پذیر ہوے اور بغداد شریف سے کیون چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ مین مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہین بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل
کی ہوا اور اسکے متعلق جو اُن حضرات نے عربی مین حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اُردو مین
خاکسار نے تحریر کردیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اوّلاً بغداد شریف سے حماہ
تشریف لاے ہین وہ سید سیف الدین صاحب ہین اور اُنکے آنے کی وجہ یہ
ہوئی کہ جب تاتاریون نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ مین سید سیف الدین
صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہوے
اس ہنگامہ مین انقلاب عظیم ہوا سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے
سنہ ہجری مین حماہ کو چلے آئے اور حاکم حماد کے یہان مہمان ہوے آپکا ارادہ
مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الٰہی مین کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور
وہ اس زمانہ مین بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دم ڈالنے کی استدعا
کی آپ نے اُسکے حق مین دُعا کی اور کچھ پڑھکر اُسپر پھونکا آپ کی دعا کی برکت سے
خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھکر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے
بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے نجانے دیا اور اپنے شہر کی
بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ
فرماتے ہین کہ حماہ مین تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپنے حماہ مین قیام فرمایا حاکم
شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت مین دیا اور حضرت کیواسطے ایک زاویہ
نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرا دیا اور اسمین آپ رہتے تھے ۷۳۲ سنہ ہجری مین سید
سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زاویہ قادریہ مین مدفون ہوے۔ اب
قریب پانسو اشخاص کے آپ کی اولاد امجاد سے حماہ مین آباد ہین (حماہ) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کہ دمشق سے حلب کو جاتی ہو اُسکے اثنائے راہ مین یہ
شہر واقع ہو دمشق سے حماہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حماہ بغداد شریف سے
بہت دور ہے بغداد ملکِ عراق مین ہو اور حماہ شام مین ہو۔ اسمین سادات
گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک
جگہ ہین یہ لوگ حماہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور ہین۔ آجکل اس خاندان
مین جو سجادہ نشین ہین وہ سید صالح ہین وہان سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے ہین
سید صالح صاحب کے والد سید مرتضیٰ صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور
سید سیف الدین صاحب دو بھائی سجادہ نشین حال کے ہین سادات حماہ کو اپنی
عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین دخل
نہین ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہوے ایک سید جو سلطان عبد الحمید خان کے
مقرب تھے اُن کو سادات حماہ ہونے کا خیال تھا اُنھون نے اپنا نسب نامہ معہ
سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب اِن حضرات نے اپنے یہانکی کتابین
دیکھین تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے
مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوے۔ سادات حماہ کو اپنی
جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اِس ہی اثنا مین استنبول مین
انقلاب ہوا اور سلطنت متغیر ہوگئی اور سادات حماہ کو کچھ نقصان نہین پہونچا یہ حضرت
صاحب جاہ و منزلت ہین علم و بزرگی درس و تدریس کے ساتھ دولتمندی بھی ہو غرضکہ
شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حماہ مین اب بھی علما و
زہاد موجود ہین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حماہ مین آکر

سکونت پذیر ہوے ہین اِن مین بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہین منجملہ اُنکے عم
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد مین گذرے ہین اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہین اُس سے ناظرین کو اندازہ ہو جاے گا کہ حماہ مین سادات کی جو شاخ آئی ہو
اُس مین ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہین امام بخشی حلبی
نے اپنی کتاب مین لکھا ہو کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
سنہ ۷۰ ہجری مین تصنیف کی ہو اُسمین تحریر کیا ہو کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جوانمرد و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص و عام اور حکام
مین پھیلی تھی۔ سلسلہ قادریہ کی اشاعت مین آپنے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
مین آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو و لعب کے امورات روکتے تھے اکثر قمارخانے اور
بھٹی خانے آپنے توڑ ڈالے اور مے خانہ جادہ فرج کا جو وہان بہت آراستہ
تھا اور اُسکے نیچے خزانہ تھا اپنے مسمار کر دیا۔ اور یہ بُرائی خرافات چیزین آپکی ذات
بابرکات سے معدوم ہو گئین اسلیے حمویون نے آپ کی مخالفت پر کمرِ حمیت باندھی
اور آپنے اُس کفرستان مین رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جسوقت
کہ حمویون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواقی نام جو مشایخ حماۃ سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگاے ہوے بیٹھے ہین اور اہل شہر آپ پر زغہ کرتے ہوے چلے آتے ہین آپنے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پردہ اُٹھا کر دیکھ اُسنے دروازہ کا جو پردہ اُٹھایا تو ایک

فقیر بیز نکلا اور مونھ کھول کر اُسنے حملہ کرنا چاہا اروانی گھبراکر بھاگا اور حمویون کی جماعت
کے پاس جو سید موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اِس حال کی خبر
پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنکر بھاگے سید صاحب ممدوح کے پڑوس مین کردی لوگ جو
معتزلہ مذہب کے تھے آئے اور اُنھون نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفین پر حملہ
کو تیار ہین آپ نے آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھی اور فرمایا کہ مجھے
خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد درکار نہین۔ اِس عرصہ مین جملہ مخالفین جامع نوری
کے قریب جمع ہوے آپ تن تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر اعلانیہ
دین اسلام کی تعریف بیان کی اِسکے بعد آپ وہان سے چلے گئے مگر کسی کو آپکے پاس
آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُریدین وغیرہ کے روانہ ہوے
جب آپ حمص پہونچے تو وہانکے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے
حاضر ہوے اور دوکانین بند ہوگئین اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے
مگر آپ وہان نہ ٹھہر سکے۔ بعلبک ہوتے ہوے بیت المقدس مین داخل ہوے وہان
ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُسنے اپنے ہم وطنون کی اطلاع اور وعلائے
سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل
مدرسہ کے حجرہ مین آرام فرما ہوے جب آدھی رات گذرگئی اُس محافظ حموی نے خواب
دیکھا کہ رسول اللہ صلعم حرم شریف مین تشریف فرما ہین اور آپکے گرد صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہین
یہ دیکھکر محافظ حموی اُٹھا اور آپکے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلیے حاضر ہوا مگر آنحضرت
نے اُسکی طرف سے منھ پھیر لیا وہ ہر چہار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہین فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی) ابن عبدالقادر
کے ساتھ کج ادائی کی اس وجہ سے مین تجھ سے نہایت ناراض ہون جب تک کہ وہ
راضی نہ ہونگے مین راضی نہ ہون گا یہ خواب دیکھکر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف
اُسپر غالب ہوا رات ہی مین وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدمونپر گر پڑا آپنے
فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جد امجد رسول اللہ صلعم کے نہین آیا اُس نے
معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہوگیا اور قریب الموت تھا پس آپنے اُسکی
خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہان سے مصر کو روانہ ہوے اُس محافظ نے اپنے
بھائی ابن رفاعہ کو جو مصر مین شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا
مقرب تھا اور کثرت سے لوگ اُسکے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب
آپ مصر پہونچے تو حسب اطلاع ابن رفاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ
مصر کے علما، فقہا، قاضی وحکام واہل لشکر جن مین سولہ سو سادات عظام اور قریب
اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رفاعہ اُنکی رکاب تھامکر پیدل ساتھ ساتھ چلا جب
اہل شہر نے اُنکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہوگئے جس وقت سید علاءالدین
صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گذرے اُسنے یہ مجمع اور جوش بچشم خود دیکھا
جب قلعہ کی بلندی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہوگیا اور چند قدم بڑھکر خیر مقدم کیا اور
بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رفاعہ دونون کے
سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رفاعہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای شیخ بیٹھ جا ابن رفاعہ
نے کہا کہ یہ کسطرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دُنیا اور دوسرا سلطان آخرت
ہوں اُنکے سامنے مین تیسرا شخص بیٹھون بالکل ادب کے خلاف ہوا ابن رفاعہ نے حمویون کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ حمویوں پر نہایت غضبناک ہوا اور حمویوں کو مسلسل گرفتار کرکے لانے کا حکم دیا چنانچہ حموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزائیں دین اور ذلیل کرنا چاہا مگر آپ کی رحمدلی جوش زن ہوئی اور سلطان سے سفارش کرکے تعذیب سے بچا دیا مگر مختلف شہرون مین اُن کو جلا وطن کر دیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے بہت سے مواضعات جاگیر مین دیے جو خانقاہ حماۃ کی اب تک متعلق ہاین سید علاءالدین صاحب نے ۱۴ ربجمادی الثانی سنہ ۷۹۳ ہجری مین رحلت فرمائی آپکے جنازے کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپکے جنازے کی نماز کئی بار ہوئی۔ آپکے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب۔ سید بدرالدین صاحب سید نورالدین صاحب۔ کل آپ ہی کی اولاد ہی جو شہر حماۃ مین رہتی ہے۔

القصہ جب سید ابو اسحاق ابراہیم کا انتقال ہو گیا تو آپ کی اولاد مین ایک صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ عرب مین موجود تھین تحفۃ الابرار مین مرقوم ہے کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین اپنے چچا ابوالحسن سید علی صاحب کے ہمراہ حماۃ سے ہندوستان تشریف لائے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوئے مصنف تحفۃ الابرار کا قول ہے کہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان مین موجود ہین ہماری دعا ہے کہ حق تعالی اُن کو صحیح وسلامت واپس لائے:

سید سیف الدین صاحب حموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ سنہ ۱۳۲۹ھ مین تحریر فرماتے ہین کہ ہم لوگ یعنی سادات حماۃ کو سنہ ۱۳۱۰ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابرار

[illegible]

کے لکھنے کا ہی پھر کچھ حال معلوم نہین ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماۃ مین آئے یا نہین اور سید احمد صاحب کی اولاد ہندمین ہوئی یا نہین کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال مین اُسطرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہین آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اسوقت تک حماۃ مین موجود ہی۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہی کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح مین دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان مین مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام مین مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

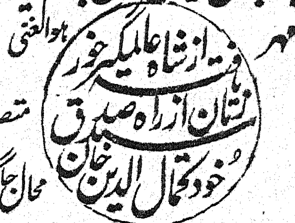
جناب سید صاحب کو لوگون کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ مین کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کیلیے اپنے اعزہ کو لکھا ہی اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسبی کا تصدیق کرکے ہندوستان مین آپ کے پاس بھیجا ہے جس مین آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہونچتا ہی راقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور مین دیکھا ہے نہایت خوشخط مطلا مذہب عربی زبان مین ہی جسپر مُہرین سادات عظام کی پڑی ہوئی ہین۔

بقیہ حاشیہ تعالی ان یاتی بہم للعالمین بمنہ وکرمہ ومن بعد ذلک التاریخ لم نقف علی اثر رجوعہم من الہند الحماۃ ولا ندری ہل صار السید احمد ابن السید ابراہیم الگیلانی المذکور اولادا فی الہند حیث ما احد ثنا بالخبر من تلک الاطراف واما السید علی بن سید احمد بن السید عفیف الدین حسین الگیلانی المذکور الذی راح معہ ابن اخیہ الہند فاولادہ وذریتہ موجودین فی حماۃ ۱۲

بعد انتقال نواب دلیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ مین اُن سے کوئی بادشاہی مہم انجام کو پہونچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو اُنھون نے اُسکے صلہ مین سید صاحب اور قدم مُبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطر داری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب سنہ ۱۰۹۶ ہجری مین سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لاے اور بکمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد مین دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح مین دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضعات مین سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چکوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندین راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہین سید صاحب کے نام نامی

لہ نقل سند معافی منجانب نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب۔

مہر



متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔ چون مواذی یکصد و پنج بیگہ زمین پختہ بگز الٰہی در سواد موضع ہری عملہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصل خریف ۱۰۹۶ فصلی ایکہزار نود و شش در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن مرحمت شد باید کہ اراضی مرقوم را بحدود مفصل ذیل بتصرف میر معز الیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تحریر فی التاریخ یازدہم ربیع الاول سنہ ۱۰۹۶ ہجری مقدسہ

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ مین تحریر ہے اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ آپ کو خطاب خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہی آپ کے آبا و اجداد مین بجز آپ کو کسی کے نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ مین نہین لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مُریدی جاری تھا ایک مکتوب مین آپ کے محامد و محاسن مولانا عبد اللہ صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے عربی زبان مین تحریر کیے ہین اور اِس مکتوب مین فضائل سادات و اہلبیت رسالت اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہین اور شجرہ آپکی اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہی اور اسنادہ مین تحفۃ الابرار لوامع النور شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہی اور یہ مکتوب معہ شجرہ کے آٹھ ہاتھ لنبا اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہی اور مصنف موصوف نے ۱۲۳۴ھ ہجری کو آپکے عہد حیات مین لکھا ہی سید صاحب کے اوصاف

بقیہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن موازی یکصد پنج بیگہ آراضی زمین از سواد موضع پہری علہ پرگنہ شاہ آباد در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ماضہ بیگہ پختہ۔

شرقی — حد دھوہ موضع
غربی — حد دھورہ موضع پہری
جنوبی — حد دھوہ موضع حسن پور
شمالی — حد دھوہ موضع اختیار پور

نقل سند منجانب نواب صاحب بنام الیہ سید صاحب

مہر: بادشاہ غازی خانزاد عالمگیر کمال الدین خان

ہو الغنی — متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جہانگیر بعنایت ایزد وادود بدانند چون موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ بگز آلہی در سواد موضع جمودا علہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصل خریف ... یکہزار یکصد و سہ فصلی بنام قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب ضمن مرحمت شد باید کہ اراضی مرقوم را بحدود مفصلہ ذیل بتصرف مشار الیہ واگذارند بوجہی من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ چهار دہم شہر رجب المرجب ... ہجری

جانب پشت موجب ضمن موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ از سواد موضع جمودا پرگنہ شاہ آباد بنام الیہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ... بیگہ پختہ

شرقی — حد دھورہ موضع بلیا تالاب
غربی — حد دھورہ موضع جمودا
جنوبی — حد دھورہ موضع لال پور
شمالی — حد دھورہ موضع کمال الدین پور

مین اکثر اشعار لکھے ہین اُن مین سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہان پر درج کیے جاتے ہین

قد صفت خطبتہ نسبتہ فی سادۃ	من عزہم و فخرہم من یفتخر
سادات کے نسب کی مینے تعریف کی	کون شخص ہے جو اُن سے زیادہ عزت والا اور اُنکے فخر سے زیادہ فخر رکھتا ہو
اشبال عبد القادر جیلانی	بنجارہ فوق السھٰی والمشتری
مین نے تعریف کی اولاد عبد القادر جیلانی کی	جنکی اصل سہٰی اور مشتری سے بلند مرتبہ ہے
غوث الانام وقطبہم وامامہم	وغیاثہم فی کل ہم معین
وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس اور قطب و امام ہے	اور ہر پیش آنے والے غم مین اُنکے درد کا درمان ہے
محلی الخطوب بقدرہ وبجاہہ	عند الالہ لمن بہ یستظہر
جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہے	اُسکے مشکلات کو دور کرنیوالے ہین اُس عزت اور تقرب کے باعث جو اُنکو خدا سے حاصل ہے
باشارۃ من تاج مفرق عزہم	ورئیسہم سامی الکمال الافخر
اور [illegible] اس شخص کی خواہش سے کی جو مخلوق کی فرق عزت کا تاج ہے	اور اُن کا رئیس ہے اعلی کمال والا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۵۲ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ ہے اور اُنکے جد امجد کا احمد ابن عبد الرحمن ہے مالکی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ملک مغرب کے باشندے تھے اسیلیے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے عبد اللہ صاحب جوان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر مین اُنھون نے سید صاحب کے حالات لکھے ہین صاحب نسبت تھے ۱۱۲۲ھ کو شہر قاہرہ ملک مصر مین ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصری دری مالکی شاذلی مغربی نے خرقہ قادریہ پہنایا تھا اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھین علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُنکے علاوہ دیگر چند مشائخین سے بھی اِن کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ سنہ ۱۱۳ھ ہجری مین شیخ ابو العز محمد بن احمد بن عجمی مصری شامی نے بھی انکو خرقہ پہنایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمانی مغربی مالکی مقیم مکہ کے خلیفہ تھے اور سنہ ۱۱۳ھ ہجری مین مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی مکی اور شیخ عبد اللہ ابن سالم مصری شافعی مکی سے حاصل ہوئی اور سنہ ۱۱۲ھ ہجری مین طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت انکے شیخ محمد بن عبد اللہ فارسی سے قاہرہ مین حاصل ہوئی تھی غرضکہ صاحب سلسلہ و اہل ارشاد تھے۔ ۱۲ + ۱۲

السیّد ابن السیّد الحسینی الشریف المسمی والعنصر

سردار ابن سردار حسینی شریف نام اور اصل والا

هو احمد حمدت مناقبه التی
یہ احمد ہے مین نے اُس کے اون مناقب کی تعریف کی

منها طلاقة وجهه المستبشر
جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الطیب الاخلاق والاعراق
عمدہ اخلاق اور افعال والا ہے

الافعال شهم من سلالة حیدر
نہایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

وتیمة الدهر التی ما مثلها
اور بےبہا موتی ہین اس زمانہ کے جن کا کوئی مثل نہین ہے

ونتیجة الکون البهی الانور
اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

من لو راه حاتم فی عصره
کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ مین دیکھتا

وندی یدیه الهاطل المتفجر
اور اُسکے ہاتھ کی مُسلسل سخاوت کی بارش کو دیکھتا

یقضی له بالجود نسرا واغتدی
حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہے اور صباح کو مشہور ہوکر

معروفه یکسی لباس تنکر
لباس گمنامی کا پہن لیتا

او صافحت کفه قضی من حاتم
یا کف افسوس ملتا کہ کس شخص نے اسکو (اپنی ذات کیجانب اشارہ) حاتم کہا

لتفجرت بمواهب کالکوثر
بخششین مثل کوثر کے اُس سے جاری ہین

او لو رای السفاح غرة وجهه
اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا

لاقر انه تبع فی حمیر
البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی مین حمیر اُن کا تابع ہے

او قیل من خیر الخلائق کلها
یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہو

فالی شهاب الدین یؤمی المخبر
تو مخبر شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

ماذا عسى اثنى وعد صفاته
مجھ سے اُسکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہی

وسعادة المشطر و مسطر
ہر ہمسایہ اور مقرر کرنے والیکی سعادت ہین

اهل الکساء وخیر آل محمد
بلند مرتبے والے اور بہترین آل محمد ہین

ارجو شفاعة جدهم فی المحشر
مین اُسکے جد کی شفاعت کی روز محشر امید رکھتا ہوں

صلی الله ما هبت صبا
جب تک کہ ہوا چلتی ہے اُنپر درود نازل ہو

مورخ موصوف نے سید صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشاپردازی کی تعریف بھی لکھی ہی اور عربی عبارت مین رقمطراز ہی کہ وفاخرة الهند بالعلاه وعلاه الخ یعنے زیبا ہی کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا تو بجائے معز الدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپ کے اوصاف مین لکھے ہین۔

فیا واحد الازمان جودا ومنصبا
اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب کے یکتائے روزگار ہی

ویا من به الدنیا تروق وتبسم
اور اے وہ شخص جسکے سبب سے دُنیا تر و تازہ و شاداب ہے

ومن وجهه کالبدر یشرق نوره
اور اے وہ شخص جسکے چہرہ کی روشنی مثل ماہ کامل کے چمکتی ہی

ومن جوده کالغیث بل هو اکرم
اور اے وہ شخص جسکی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے

ومن ذکره کالمسک فض ختامه
اور اے وہ شخص جس کا ذکر مثل مُشک کے مہکتا ہے

وکالشمس نور بشره المتوسم
اور اُس کا روشن چہرہ نور مین آفتاب کا مقابلہ کرتا ہی

لقد حزت خصل السبق غیر منازع
گھوڑ دوڑ کے میدان مین کوئی تیرا مقابل نہین

فانت علی اهل السباق مقدم
تو ہر سبقت کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

به الروض يندى والزلى تبسم	هو شخص العسر الكلى كرمه
جس سے باغ تروتازہ اور دُنیا روشن ہی	تو نے ہر چُزی انعامات کو گھیر لیا ہے
لمجدك فى حال الفخار ليسلم	اذا فاخر الامجاد يوما فانما
تو تیرا حسب و نسب فخر کا ذریعہ ہی	جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسب پر فخر کرین
تكد انامل حسابها	مناقب مثل اعداد الرمال
جسکے شمار سے اُنگلیان عاجز ہین	آپکے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہین
وتفنى قراطيس كتابها	وتتعب الالسن دراسها
اور کاغذ آپکی تعریف لکھنے والونکے لیے کافی نہین ہو سکتا	اور زبانین آپ کی تعریف سے عاجز
وقد اربى على سحبان وائل	وهو المتقدم فى البلاغه
اور تحقیق زاید بلند ہین سحبان وایل سے	اور وہ مقدم ہین بیچ بلاغت کے
لم يستطعه الاوائل	والمتاخر الزمر وقد اتى بما
لیکن اُنکے مقابلہ مین کسی متقدمین کو طاقت نہین	اگر زمانتا وہ متاخر ہین
يقطع اليه الفوافد والبيد	لو كان فى عصر لبيد
تو لوگ جنگل و میدان قطع کرکے اُن ہی کے پاس آتے	اگر وہ لبید کے زمانہ مین ہوتے

او طرفة بن العبد يقال هذا هو الطرفة وانا المريد

یا طرفہ بن عید کے زمانہ مین تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ ہین اور مین مرید ہون

او قال هذا هو السيد وانا من العبيد

یا کہتا یہی وہ سردار ہین اور مین غلام ہون

يا حسن مايثنى عليه يعاب	تجاوز قدح المدح حتى كانه
کہ نہایت خوب ہے کہ جو کچھ اُنکی تعریف کیگئی وہ اُنکے لیے کم اور نقص ہے	وہ مدح کی حد کو اسقدر تجاوز کر گئے ہین

سید صاحب کی روشنضمیری کے متعلق یہ نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لاے ۔ سید صاحب اُسوقت کبوتر ونکی کابک بنانے مین مشغول تھے اُن خشک مُلا کے دل مین یہ خیال آیا کہ جب آپکے اِس قسم کے مشاغل مین تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی سے اُنکے اِس خطرہ پر آگاہ ہوگئے اور کہاکہ دل بہ یار و دست بکار پر عمل ہو یہ فقرہ سُنکر وہ صاحب نہایت نادم ہوے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوے ۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہجہان پور ہر دو جگہ رہا کرتے تھے دونون جگہ آپکے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ارادتمندون کا حلقہ وسیع تھا ۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی اور دوسری بیوی سے چار صاجزادے اور ایک صاجزادی تھین یعنی سید داؤد صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر اللہ صاحب و بی بی آمنہ پانچ اولادین بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھین اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے ایک صاحبزادی تھین جن کا نام خدیجۃ الکبرےٰ تھا اور دو صاجزادے سید ابراہیم صاحب اور سید رحمت اللہ صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ رجادی الثانی ۱۱۲۹ھ ہجری کو جب کہ فرخ سیر بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا ہو جس کی نقل[۱] بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھدی گئی ہو سید صاحب

[۱] نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ منجانب سید احمد صاحب بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرار کردہ اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہجہان پور عملہ پرگنہ کانت گولہ سرکار بدیوان مضاف بصوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد حال جواز اقرار شرعا بہ نحوے کہ بخشیدہ و تملیک شرعی گردانیدہ در حال صحت و ثبات عقل بہ مسمی گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و برخوردار رشید رحمت اللہ از انچہ کہ حق و ملک

کی حیات کا زمانہ ۱۱۲۴ھ ہجری تک تو تحریر مکتوب سے ثابت ہے اسکے بعد کا اور کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا ایک مدت تک شاہ آباد آپکے فیوض و برکات سے پر نور و معمور رہا بالآخر ۲۷ ذی الحجہ کو آپ نے اِس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی سنہ وفات کا کہین پتا نہین چلا ۲۷ ذی الحجہ تاریخ رحلت ایک قدیم بیاض مین لکھی ہوئی ہی اور اسی تاریخ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہی مزار آپ کا محلہ کٹرہ منہلان شاہ آباد مین مشہور روزگار ہے جو درگاہ سید ابراہیم صاحب کے نام سے معروف ہی کیونکہ آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم صاحب بھی اُسی خطیرہ مین مدفون ہین نہایت پرانوار مقام ہے تصرف و حاجت روائی کے اعتبار سے زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہجہان پور مین سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہی ایک شجرہ مین جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو صاحبزادے تحریر ہین اور دوسرے شجرے مین ۱۲ بارہ صاحبزادے لکھے ہوے ہین ممکن ہے کہ تین صاحبزادے اِس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود مین آئے ہون یا تین فرزند

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ او بود و درتحت و تصرف مالکانہ خود داشت تا زمان این تملیک شرعی خالیا عن حق الغیر و عما یمنع جواز التملیک و نفاذہ ہمگی و تمامی یک منزل حویلی کہ مشتمل بر منسوبات متعددہ مسقفہ مرتبہ بنی گچ و خشت پختہ و غیر ذلک کہ واقعہ است در قصبۂ شاہ آباد عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد تابع صوبہ اودہ محدود است بدین حدود اربعہ شرقی آن ملاذق است بحویلی حاجی الہ بخش صاحب و حد احمد خان و بنے و غربی آن ملحق است بحویلی لعل خان و عظمت خان و جنوبی آن متصل است بحویلی ارادت خان و فتح خان و شمالی آن پیوست بحویلی کلو تیلی و بھوجی و حد حویلی مدد خان و نصیب خان با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن داخلی و خارجی از قلیل و کثیر و ما یضاف نسب الیہا تملیکا صحیحا شرعیا جائزا نافذا و قبض شرعی کردم کہ سلہ مذکور محدود مذکورہ را باذن تسلیم مالک مذکور پس باقی نماند مالک مذکور را در محدود مذکور ہیچ حقے نصیبی و وجہی من الوجوہ و سبب من الاسباب فقط۔ تحریر فے التاریخ بست و دوم جمادی الثانی ۱۱۲۹ھ ہجری مطابق سنہ جلوس میمنت مانوس بادشاہ فرخ سیر خلد اللہ ملکہ

گواہ شد سید عبد الباسط — گواہ شد سید سلیمان — گواہ شد سید داود — گواہ شد حافظ جعفر — گواہ شد شایستہ خان مہر سید محمد — گواہ شد سید محمد صالح شہد بما فیہ عبد الحلیم بازید خیل

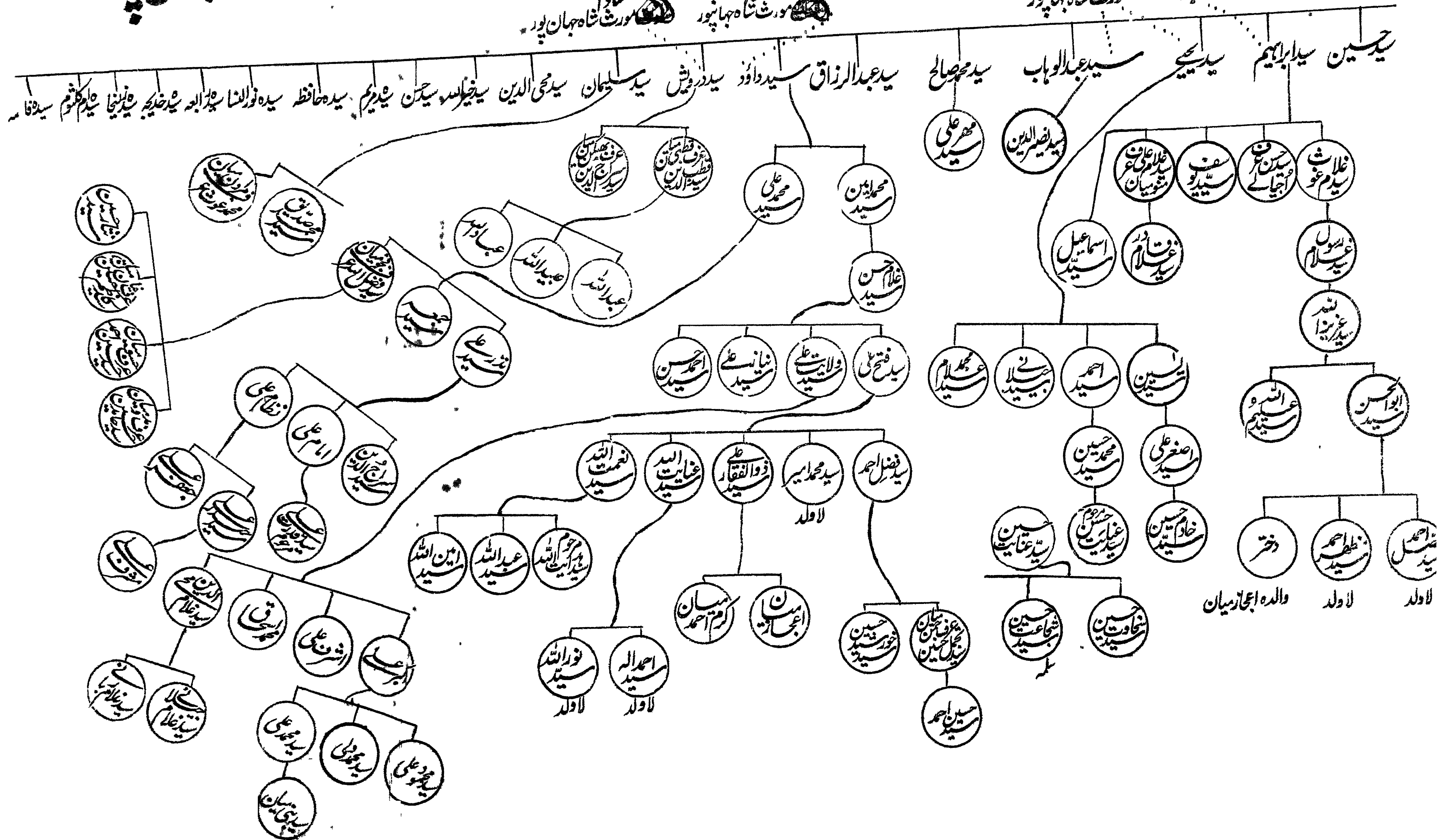
پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہون ایک کاتب نے اِن کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہو اور دوسرے نے غیر ضروری - سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیان تھین پیشتر سید صاحب کے آبا و اجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہو اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا - سید صاحب کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہو -

شہاب الدین سید احمد خان
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد
بن سید سیف الدین حموی
بن سید ابو اسحاق ابراہیم
بن سید شمس الدین محمد
بن سید علاء الدین علی
بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی
بن سید [illegible]
بن سید عفیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابو صالح نصر
بن حافظ العراق تاج الدین ابو بکر سید عبد الرزاق
بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی قدس اللہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابو الحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور مین ہوا اور محلہ جھنڈا کلان واقع شاہجہان پور مین مدفون ہوے آپکے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جانان دہلوی تشریف لاے ہین ہندوستان مین سید علی صاحب نے شادی نہین کی اور نہ یہان آپکے اولاد ہوئی مگر حماہ شریف مین آجتک آپ کی اولاد موجود ہے -

سید صاحب کی اولاد نرینہ و دختری کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہان تک ممکن ہوے لکھدیے ہین - شجرہ صفحہ آیندہ پر لکھا ہوا ہے -

شجرہ اولاد حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب مجاز مرشد علی سادات غوثیہ باشندگان شاہ آباد و شاہ جہان پور



سیّد محمد صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی سمجھے جاتے ہین بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر تبلاتے ہین آپ اور ایک آپ کی بہن سیّد فاطمہ متحد البطن تھین آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لاے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات مین مرتب ہوا ہے اسمین جسطرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہین اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیون مین امتیازی طور پر لکھے ہوے ہین سید محمد صالح صاحب نہایت نامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہے کہ ایک بار آپکو مجلس سماع مین کیفیت طاری ہوئی اسی حالت وجد مین آپ نے اپنا کرتہ اتار کر قوالون کو دیدیا جس کی برکت سے قوالون کی نظر سے پردہ حجاب کا اٹھگیا اور وہی کیفیت انپر طاری ہوگئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرا کے یہان کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلاکر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نبیرہ تھے اُن کا عقد[1] مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سیّد بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کرور پچیس لاکھ

---

[1] نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - الحمد للہ الذی جعل النکاح سنت الانام ومتصلا قاطعا بین الحلال والحرام حسنا التفاحش والاثام والتمعاش امالی الانام الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ واصحابہ الدرر الکرام ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی دین کل ولوکرہ المشرکون قال النبی صلعم عن النکاح سنتی فلیس منی - اما بعد این وثیقہ محبت شرعیہ کہ بزیور صدق آراستہ مبنی وساریت برآنکہ بتاریخ نوزدہم شہر ذی الحجہ سنہ جلوس فرخ سیر شاہی بزبان خواست و رعقد نکاح شرعیہ خود آورد مسمی نواب بہادر خان خلف بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان نفس نفیس عاقلہ بالغہ زین المستورات تاج المخدرات مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بتزویج وکیلش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بصدق وکالت او اختیار نمود شاہدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ برخوردار بن شیخ فیروز و میر محمد ہاشم بن محمد حسین بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر کی پھوپھی تھین بعض لوگ سید صاحب کی اولاد مین ایک صاحبزادی ہونا بیان کرتے ہین جس کا نام سیدہ عایشہ تھا کاغذات سے آپکے ایک فرزند سید مہر علی ثابت ہوتے ہین ممکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپکے حین حیات ہی فوت ہو گئے ہون اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہون شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علیخان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ مین کر لیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پرانوار محلہ ٹیڑھا نیب مین آپکے پکے باغ کے شمالی اور شرقی کونہ پر واقع ہو باغ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنواں وغیرہ ابتک باقی ہو ۔

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی جو عالم متشرع اور عارف باللہ تھے شاہ آباد تشریف لاے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریا پور سے عبدالسبحان خان سب جسٹرار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لیجا رہے تھے حافظ غلام علیخان ہمراہ تھے اثناے راہ مین جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میر سید علی صاحب وکیل سیدہ روشن آرا بیگم فقیر اسد بیگ ولد اللہ بیگ بن نذیر بیگ کہ بصدق وکالت او اختیار نمودند شاہدین عاقلین بالیقین مرزا محمد علی بن غیاث خان بن نواب ظفر خان مرحوم دمہر علی بن محمد صالح وکیل مذکور و وکیل مذبور بنفس برکلہ خود را بنکاح مذکور بزنی وحلالی داد ایجاب قبول بین العاقدین مذکورین در مجلس واحد واقع دمردم کرایجاب وقبول را می شنیدند ومی فہمیدند کا تبین مبلغ یک کرور بست وپنج لک روپیہ رایج الوقت کہ نصف آن شصت و دو نیم لک روپیہ میشوند از انجا ثلث موجل واجب الادا است دو ثلثان موجل الی انتہا نکاح بامن ست کان مکانا - ان اللہ یفعل یوتیہ من یشاء - محمد کاظم ولد التفات خان - بہادر خان چغتا فتح محمد حبیب ولد التفات خان - صالح محمد بن سید احمد - محمد فتح اللہ ولد اسد شجاعت التفاخان فدوی محمد شاہ بہادر ... ابن عبد الصمد مظفر بیگ

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب سے پوچھا کہ یہان کوئی بزرگ اہل اللہ سے آسودہ خاک ہین اور جب مولانا صاحب آپکے مزار پر پہونچے تو نہایت ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو بتلایا اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الٰہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر لوگونکی مُرادین آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہین آپکے خاص دست مبارک کا مُہر کیا ہوا ایک کاغذ راقم کے پاس موجود ہے یہ کاغذ تملیک نامہ ہے جو گل بیگم صاحبہ کے نام معاوضہ مین تحریر کیا ہے اِس کی سند[۱] ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۲۹ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیان پیدا ہوئین سیدہ عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھین ۔

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے جو گل بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حسب قاعدہ عرب اپنے دادا کے نام پر رکھا گیا - آپ دینی و دُنیاوی اوصاف مین مثل اپنے بزرگون کے متصف تھے سیّد ابراہیم صاحب کی تین بیویان تھین زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث صاحب سید حسن عرف میان اُجیالے صاحب سید حیدر صاحب

---

[۱] نقل اقرار نامہ سید محمد صالح بنام بی بی گل بیگم صاحبہ - باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ [مہر: سید احمد گیلانی محمد صالح ابن]
اقرار کرد و اعتراف صحیح شرعی نمود فخر باسم و نسب خود محمد صالح ولد میر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و ثبات عقل و جواز تصرفات بر جملہ یک قطعہ زمین بابت خرید خود کہ محدود است بدین حدود اربعہ معروفہ موصوفہ شرقی [خانہ باکو بیلی] غربی [خانہ سلطان ...] شمالی [...] جنوبی [شارع عام]
عوض یکقطعہ زمین مشہور بحویلی الشمیر تنبولی کہ مملوک عصمت و عفت مرتبت بی بی گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم است و محدود است بدین حدود اربعہ موصوفہ معروفہ شرقی [حویلی محمد حلیم] غربی [حویلی محمد حلیم] شمالی [حویلی محمد حلیم] جنوبی [عقب خانہ کریمان تنبولی]
مرقومہ دادیم و بر زمین معوض عنہ قابض شدیم و تمامہ متصرف گردید از قطعہ عوض کہ خرید او او بود دعوی و حق و خصومتے و دکان ذالک بحضر من العدول و الثقات نوشتہ شد این خطابت بتاریخ چہارم شہر ذیقعدہ ۱۱۲۹ھ ہجری -

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسمٰعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف منو میان اور سیدہ فرحت تھین سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات مین کردی تھی مرادن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے کہکر دو چک اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق وزنکشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک و مکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادون کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیعنامہ جو دس بیگہ پانچ بسوہ پختہ باغ کا ہے اور وہ اراضی مین علاودپور محلہ باقرزئی کے واقع ہے جس کی حد شمالی باغ اجمیری خان اور حد جنوبی باغ جمال الدین خان ذکریاخیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید کیا گیا تھا یہ بیعنامہ غرہ رجب ۱۱۵۸ھ ہجری کو تحریر ہوا ہے اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنے اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو سندین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہین جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہین ایک سند ایک قطعہ باغ علاول خاص خیل کی ہے جو بیس بیگہ پختہ اراضی کا ہے یہ ماہ رجب ۱۱۵۶ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند مین قطعات چکوک کے درج ہین اور یہ سند ارذی الحجہ ۱۱۶۷ھ کو تحریر مین آئی ہے۔ سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک خواہر خدیجۃ الکبرٰے تھین غرضکہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات اراضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلی ہین۔

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپکے مُرید جبل پور مین زیادہ تھے اسلیے آپ کا وہان قیام ہوا اور آپ نے وہین انتقال کیا جبل پور مین

سید سلیمان صاحب کا مزار ہو آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف
مُرادن صاحب تھے جن کے متعلق کا غذات مین ہو کہ عالم کامل سراج الاولیا
بن سیّد سُلیمان صاحب جاہ و حشمت بود ان کی مُرید بھوپال
کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھین - سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیان بھی تھین بعض ناگپور
مین آپ کا مزار بتلاتے ہین -
سید عبد الوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے
باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک دختر اور دو صاحبزادے
یعنے سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے مفصل
حالات نہین معلوم ہوے محلہ جھنڈہ شاہجہان پور مین مدفون ہوے -
سید درویش صاحب پانچوین صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکی ذات
بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیان تھین ایک فرزند
قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہو دوسرے فرزند سید
سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید وبی بی شاہ مدن صاحب
کو منسوب تھین دوسری اپنی برادر چچازاد سید محمد صدیق فرزند سیّد سلیمان صاحب کو
منسوب ہوئی تھین تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پہائی مین منسوب تھین آپ کی اولاد
نے شاہجہان پور و رام پور مین سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپکے فرزند قطبی میان صاحب
کے حالات مین بیان کیا جاے گا آپ کا مزار دہلی مین ہے -
سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکے نبیرہ غلام حسن صاحب
اور اُنکے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مُریدی کا جاری ہو آپ کی اولاد امجاد

ہین سادات شاہجہان پوری ہین جو محلہ جھنڈے مین آباد ہین سید تجمل حسین صاحب عُرف
جمن میان مسندِ سجادگی پر بالفعل رونق افروز ہین باخدا ذی اخلاق او رجملہ اوصاف مین اپنے بزرگونکی
یادگار ہین فی زمانہ بزرگ منشی مین مغتنمات سے ہین راقم کو بھی اُن سے خلوص ونیاز
حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور مین دفن ہین اِنکے نام چار مواضعات کا
فرمان منجانب شاہ دہلی تھا جس کی بحالی کی سند حاشیہ پر درج ہی سلہ - آپ کی چار لڑکیان
اور [redacted] فرزند تھے سید داؤد صاحب کی شاخ مین سید فتح علی میان صاحب تصرف
بزرگ تھے اِن کو اجازت آبائی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی اِن کے پیر و مرشد سید غلام
علی صاحب تھے جو شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان
صاحب کا ایک رسالہ نعتیہ سراج السالکین ہے جو تصوف مین قابل دید اور فارسی
زبان مین ہے آپ کا انتقال ۱۲۰۰ھ ہجری مین ہوا اور اپنے وطن شاہجہان پور مین
مدفون ہوے آپ کے متعلق ستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپکے حالات ملا شاہ
ساکن جھنڈہ نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی
مین بھی سید صاحب نے مُلا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایکبار
مولوی غلام حیدر خان عرف جھنگا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار مین لحاف اوڑھے
پڑھے تھے اُسی حالت مین سید فتحعلی میان صاحب کو خواب مین دیکھا کہ آپ نے ایک

سلہ - آپکی چار لڑکیاں و دو لڑکے تھے (نواب علی محمد خان بہادر) بدستور سابق بحال متصدیان حال و استقبال پرگنہ کانٹ گولہ سرکار بدایون مضاف صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد بدانند موضع غوث نگر وغیرہ چہار دیہہ عملہ پرگنہ مذکور کہ تعلق بہ میان صاحب سید داؤد دانند در مولا دیہات مذکور حسب ضمن از ابتدائے فصل خریف سال ۱۱۹۲ ف بنا بر میان صاحب موصوف نمودہ باید کہ حاصلات آن فصل بفصل بتصرف میانصاحب موصوف واگذارند و بوجہے من الوجوہ مزاحم نشوند و دریں باب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تاریخ ۱۱ شہر ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ ضمن - موضع غوث نگر چہار دیہہ پرگنہ کانٹ گولہ جہت خرچ یازدہم گیارہوین پیش انجاب مقرر اند حضرت پیر مرشد

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جسطرح کہ دیگ سے جھنکار نکلتی ہو پیدا ہوئی مریض مذکور جب بیدار ہوے دیکھا کہ بخار مطلق نہین بالکل جاتا رہا۔

سید یحییٰ صاحب سید احمد صاحب کے ساتوین صاحبزادے تھے جنکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باللہ صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد مین چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور مین ہو اور اُنکے اسما شجرہ مین تحریر ہوے ہین آپ کا مزار بھی شاہجہان پور محلہ جھنڈے مین ہو آپکے ایک فرزند سید یٰسین عرف کلن میان صاحب تھے جن کا مزار اجمیر شریف مین ہو۔

سید عبد الرزاق صاحب آٹھوین صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے بزرگون کے واجب التعظیم تھے۔

سید حسن صاحب و سید محی الدین و سید خیر اللہ صاحب و سید حسین صاحب لاولد تھے محلہ جھنڈ شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔ اِن چارون صاحبزادونکے نام بھی شجرہ مین تحریر ہین مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہین چلا مگر چمن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید محی الدین صاحب اور سید خیر اللہ صاحب شاہ جہان پور مین مدفون ہوے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے سید رحمت اللہ نام کے تھے ممکن ہو کہ سید رحمت اللہ ابراہیم صاحب کا عرفی نام ہو یا کوئی دوسرے فرزند ہون ہم نے آپکے فرزندون کے نام سلسلہ شمار مین صرف اندازے حساب کے تحریر کیے ہین یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہین اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہجہان پور مین

تشریف فرماتھے واللہ اعلم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد مین ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی انکے پاس بہت سے چکوک وار اضیات تھیں بعض کا غذات و اسناد اُس کے اسوقت ہماری پیش نظر ہین سید نور اللہ عامل شاہی نے سید حسن عرف اُجیالے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند[1] بھی لکھی ہو اور نیز باہمی خاندان مین چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اُسکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہو اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیادان چک منکوحہ میان حید رضا چک ہرلی چک سلیمانی چک مہند چک کھیڑہ منّو میان چک میان فقرن چک ہری چک باغ گلخان چک تریرن چک سوز و نالہ چک حجرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب از بی بی عیدن بنت اسمٰعیل صاحب چک مہلیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مُہرین پڑی ہوئی ہین غلام رسول صاحب کا سجع نہایت دلکش ہے[2] لطف غوث است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جھنڈا و باغ وغیرہ مساوی طور پر آپ کے فرزندو نیز تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرا کے لگانا چاہا مگر فقرن میان

[1] (مہر: سید نور اللہ) درشتہ نور اللہ متصدیان حال و استقبال عمال جاگیر شاہ آباد بدانند چکات سید ابراہیم صاحب پیرزادہ از قدیم الایام معاف ست حالا ہم بنام سید حسن عرف اجیالے ولد سید ابراہیم معاف نمودہ شد باید کہ از محصول چکات مسطور مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر بتاریخ چہارم شہر رجب المرجب ۱۱۰۹ ہجری۔

نے اپنی دونون چچیون کو یعنے منکوحہ اوجیالے میان وحیدر میان کو مزاحمت پرآمادہ کیا مگر نواب احمد علیخان تعلقدار باسط نگر نے فیصلہ کرادیا فقیرن میان نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعوی پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب رواج خاندان کے ۵ ہزار روپیہ میر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ وظیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد اُن کے فرزند سید غلام علیصاحب کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان نے ۵ روپیہ بجال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو اُن کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتے رہے یہ کیفیت سید باقر حسین ولد سید امین الدین صاحب کے مقدمہ مین مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان مین اب تنزل ہے فی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغتنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۳۲۴ہجری مین جوان مرگ انتقال کر گئے تاریخ اُن کی راقم نے یہ لکھی ہے ؎

فضل احمد زمکہ آمد مُرد[1] ۱۳۲۴ منظر احمد میان بھی لاولد انتقال کر گئے اب صرف اعجاز احمد میان سید ذوالفقار علی میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھانجے اس درگاہ پر چراغ روشن کرنے والے نظر آتے ہین باقی اور کوئی معلوم نہین ہوتا۔

قطبی میان صاحب اصلی نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

---

[1] راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میان کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے ؎

یک سید فرخندہ شدہ واصل بہ الٰہ	اندر غصہ در کام جہان فرقت دہر
تاریخ ہمین سال رقم کرد مظفر	ببد سفر کرد و روانہ شد ازین دہر
	۲۴ ۶ ۱۳

یہ روایت بھی ملفوظ رزاقی مین مرقوم ہے کہ سید نا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکمل وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب سے کمال محبت قلبی اور طبعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بار سید صاحب بانسوی کی خدمت مین راگ شروع ہوا قوال نے رباعی سوگل گفت کہ من مذہب دینی دارم چھیڑی قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ اللہ عُرف مُوتی میان کو گریہ وزاری پیدا ہوئی شیخ نعمت علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ وزاری لاحق ہوئی ہے کچھ محبت آلہی کا غلبہ بھی ہے یا خالی مکر ہے اور سُنا جاتا ہو کہ اُنکے والد ماجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہین ہے نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہوکر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو پر آگاہ ہوگئے اور دونون اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہین وہ ہرگز نہین اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی کہ جس کو مین جانتا ہون۔ سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ مین طاری ہوتی تھی وہ محبت آلہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر بین ہوتے ہین وہ سامان دنیا دیکھکر اعتراض کیا کرتے ہین اور آخر مین ندامت اُٹھاتے ہین ۔

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر اسحاق[۵۱] میان صاحب سے جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہجہانپور

[۵۱] شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان طوغی تھے شاہجہانپور گاڑی بورہ مین رہتے تھے ابتداے عمر سے محبت آلہی کا انکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکمل روزگار ہوے آپ کے بہت حالات ملفوظ رزاقی مین مذکور ہین۔ ۱۱ ذیحجہ کو وفات پائی۔ میر شیر علی میان صاحب بانسوی جب آپکے مزار پر حاضر ہوے اور اسحاق میان کی نظر

مین ہی ارادت واتحاد تھا اُس زمانہ مین ایک بزرگ محمود خان صاحب جنکا خاندان صابریہ کے مرید اور اکمل وقت تھے شاہ جہان پور مین رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد مین زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمشیرہ جو اہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تھین لاولد تھین اُن کو آپ سے بے حد موانست تھی اور بقولے آپ کو اُنھون نے اپنا متبنّہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزون طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونون بانون مین آپ کا کلام دلکش ہی یہ شعر آپ ہی کا ہے ؎

محبّت رشتہ نازک ندارد تا نجوے بینی - بانک دم زدن ایدل گرہ در تار می آید

آپ کی ایک ٹھمری جو صوفیون کی بزم مین اکثر قوّال گاتے ہین اور صاحبان حال اُس سے وجد مین آتے ہین یہ ہے ؎ جُھنجُھوا لگے ٭ بیتی سو بیتی اب تھوڑی رہی ہے اب تو ٹھوڑے گھر آو   برہا نے جنگی پھونکدی   بن پیا کون بجھاے   سید کے ہم گاون رہت ہین پوری دہرو موری ناؤ۔

بعض مُریدون نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اس محلہ سُلیمانی مین بھی لوگ آپکے مُرید تھے اور یہان ایک باغ مین ایک درخت جو دو شاخی آم قطبی صاحب کا مشہور اور آجتک آپکے نام سے منسوب چلا آتا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکلیداری کا سرکار لکھنو سے دوبارہ ملا ہی وہ آج تک موجود ہی نقل اُسکی یہانپر درج کی جاتی ہی۔

بقیہ صفحہ گذشتہ آئے تو میان صاحب بانسوی نے آپ کا سنہ وفات پوچھا آپنے مصرع ؎ یکہزار و یکصد و ہفتاد بود پڑھا ایک بار غلام علیشاہ صاحب آپکے مزار پر تشریف لیگئے تو عالم مکاشفہ مین اسحاق میان صاحب آپ کو اخوند کو حجرے مزار سے اپنے مزار پر کھینچ لیگئے۔ غرضکہ آپ کامل بزرگ تھے مزار بھی آپکا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکلیداری بنام قطبی میاں صاحب منجانب نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان بہادر نصرت جنگ نائب وزیر سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت ۔ خدمت چکلہ بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ جھاؤ لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بآنمہربان از حضور پر نور بحال و برقرار اند شقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات خود مستعد بودہ سعی بافزونی تردد نمایند و باقیات ۱۱۹۴ فصلی کہ بذمہ شما ہست منجملہ آن تنخواہ سپاہ ہرچہ شدہ بسپاہ بدہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط پیشگی ۱۱۹۵ فصلی ارسال دارند کہ حسن مجرائی ایشان است درین امر تغافل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان ۱۱۹۶

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ مین بھیجی تھی وہ بھی احکامات روبکاری سے مزین ہو کر صادر ہوئی تھی جسکی نقل بجنسہ تحریر کی جاتی ہے ۔

نقل

خادم شرع شریف قاضی محمد مہدی ۱۱۸۸

واجب العرض   امیدوار فضل و کرم کہ واقعات ذیل بدستخط مزین شوند

بدستخط خاص
دو صد روپیہ
ماہواری
دہ ماہی

از راہ پرداخت مدد خرچ ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید بدستخط خاص مزین شوند

بدستخط خاص
[illegible]

پرگنہ شاہ جہان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگرانند ہر جا کہ گنجایش خواہم دید خام کردہ خواہم گرفت نالش کسی درحضور پذیر انشود کہ باعث خلل و بدعملی نگردد و بہر کسے کہ از حضور رعایت و تخفیف شود از روی تشخیص خود آنچہ گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چرا کہ بدون این زر سرکار سرانجام نخواہد

بخط خاص — نوشتہ شد کہ پنجصد سوار و دو ضرب توپ با پانصد پیادہ نجیب و غیرہ تعین خواہند بود و قت ضرورت از سرکار حضور [illegible] و نیز جمعیت حاضر باشد

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند در نیصورت ادای سرکاری بخوبی خواہد شد۔

بخط خاص — موافق ضابطہ باید نجیب

واصلات خام و عاملان معزول ہر چہ باشد مجرا یابند۔

بخط خاص موافق — [illegible]

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر بیگ خان عہد حکومت نواب آصف الدولہ مین سرفراز الدولہ حسن رضا خان وزیر اعظم کے نائب تھے یہ امیر اپنی صفات مین وحید العصر تھے تھوڑے عرصہ مین اُنھون نے اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن رضا خان بجز نام کے وزارت کے کوئی چیز نہ تھے کیونکہ اُمی محض تھے نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا سالانہ خرچ چھتیس لاکھ روپیہ کا تھا نواب آصف الدولہ جو سخی ترین سلاطین اودہ سے ہوئے ہین جس دم اُنھون نے جو طلب کیا اگر خزانہ سرکاری مین نہ ہوا گر امیر الدولہ بہادر نے فکر کر کے حاضر کیا اسلیے نہایت تقرب و اعزاز حاصل تھا کلکتہ مین ویسرائے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اودھ کی ضرورتون مین جب گئے تو ویسرائے کو اپنی طلاقت لسانی سے ایسا رضامند کیا کہ وہ ملک بنارس کا واپس دینے لگے امیر الدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے عہد مین انتقال کر گئے اُنکے فرزند اکبر علیخان و حسن علیخان مورد عاطفت شاہی ہوئے تھے نواب امیر الدولہ کے بعد بجائے اُنکے مہاراجہ ٹکیت رائے نے ترقی کی تھی۔

از بنده قبولیت مال و ابواب ہرچہ بود ہمہ فهمیده نوشته خزانه داخل سرکار فرمودند و

سواے ازین یکجز مُہرہ بعلت ابواب و پٹہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود۔ براے ہفت نفر متعینہ ٔ شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بنده بیکار نشسته اند امیدوار که در بندی نوکر شده متعینه بنده شوند که مردمان کارآمد و رفیق اند۔

نقل دستخط خاص
ارشاد الله سرفرقہ
بہ نیت بخواہند
بملاحظت رسید
جمع وارند

خود بدولت معتقد سادات و جناب حضرت علی مرتضی علیہ السلام اند بحسب اعتقاد ما ہردم دامن دولت گرفته ام تشود که از گفته کسی مخالفان مزاج عالی تقسیم دیگر شود پاس ایضعیفی بخود بدولت ضروری ست۔

نقل دستخط خاص
موافق معمول
ارشاد معاف

در باب املاک امیدوار ست که بعرف بہار نزا بکشیده بدعای دولت مشغول باشد۔

قطب ربانی

قطبی میان صاحب عہد چکلیداری مین سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے مشہور آشنبہ بھیجا کرتے تھے اِسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہین ایک[1] خط مین پانچ بھنگی انبہ کی رسید لکھی ہے اور دوسرے[2] خط مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہی کہ قطبی میان صاحب

نقل خط۔ بمطالعہ سید صاحب مہربان سید قطب الدین جیو سلامت خط ایشان معہ پانچ بھنگی انبہ رسیده بدریافت خیریت با مسرور و شاد کام شد لازم که ہمیشہ نویسان حالات باشند پروانگی رسانند۔ محمد فاضل سلخ شہر نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگخان بہادر نصرت جنگ۔ آنکہ عزیز القدر ای قسیت شای سید قطب الدین صاحب ہای باغ عبداللہ خان سلیمانی و بگوخان برای ارسال ملی الیہا حضور پر نور خرید کرده اند باید که انبہ ہای باغ مذکور ہیچ مزاحمت نرسانند که دار رسال انبہ ہا ہیچ نشود در ینباب تاکید دانند

قاضی الدین
خادم شرع

نے عبداللہ خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انبہ حضور پُرنور کے لیے خرید کی ہی لہذا انبہ ہای باغ مذکور سے کوئی فراحمت نہ کی جاوے کہ جس سے ڈالی کے پہونچنے مین ہرج ہو۔ اس بارہ مین تاکید جاننا چاہیے۔ عبداللہ خان سلیمانی نے راقم کے پردادا تھے یعنے احمد علیخان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے ملک تھے انبہ اس کا درخت جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے دادا تھے قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسما یہ ہین۔ سید محب اللہ عرف میان جڑاون سید مستقیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ سید عباداللہ عرف ننھے میان سید عباداللہ عرف موتی میان سید عباداللہ عرف عبید و میان دو صاحبزادونکے عرفی لقب کلّن میان اور جھاو میان بھی تھے مگر یہ نہین معلوم ہوسکا کہ ان مین عبد سید الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادون کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے نقل اسکی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر کی جاتی ہے اسمین چار پانچ صاحبزادون کے نام تحریر ہین **نقل خط قطبی میان صاحب بنام فرزندان خود** برخوردار نورچشم سید محب اللہ و سید مستقیم و سید عبدالرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از دریافت خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد الحمد للہ والمنہ کہ تاتحریر در اینجا ہم بہمہ وجوہ خیریت است خاطر خود باجمع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود باہمہ جمیع خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی اِلی ازان متصور است زیادہ خیریت از عبداللہ

اسم باسم سلام شوق خوانند از عبداللہ برخوردار فضل اللہ وغیرہ۔ بعد دعای ترقی عمر خوانند بجذبت مولوی صاحب شفیق عبداللہ سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند از پدر من خان بندگی برسد۔

سیّد عبداللہ صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سیّد عبیداللہ صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عباداللہ صاحب تھے یہ تینوں صاحبزادے حقیقی بھائی تھے یہ ہرسہ برادر یعنی فرزندان قطبی میان صاحب شاہجہان پور سے رامپور چلے گئے تھے اور ریاست مذکور مین بعہد نواب نصراللہ خان مُلازم ہوے تھے سید عباداللہ صاحب۔ نواب نصراللہ خان کے نائب تھے۔ نواب نصراللہ خان نواب احمد علیخان صاحب والی رامپور کے مدارالمہام تھے اور اُس زمانہ مین نواب احمد علیخان بہادر صغیر سن تھے اِسلیے نواب نصراللہ خان تمام امورات ریاست پر حاوی ہوگئے تھے گو اصل مالک نواب احمد علیخان تھے مگر وہ برائے نام رئیس تھے اور درحقیقت نواب نصراللہ خان مختار و مالک بنے ہوے تھے اِن صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ رزاقی[1] کے صفحہ (۲۱۸) لغایت (۲۲۰) مین تحریر ہے کہ سید عبداللہ صاحب نواب نصراللہ خان صاحب کی طرف سے مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم مارنیکی نہ تھی سید عبیداللہ صاحب کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عباداللہ صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور اُمرا کے پاس آنا جانا بھی پسند نہین کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

---

[1] صاحبزادہ علی الحسب سید عبداللہ و سید عبیداللہ فرزندان سید قطب الدین نزد نواب نصراللہ خان نوکر در عمدہ خدمات بودند صفحہ (۲۱۰) ملفوظ رزاقی [2] مراتبات سیدین ممدوحین ترقی در ترقی گردید حتی کہ در تمامی امورات ملکی و مالی و فوج باختیار ایشان شدہ پسران ملاغیرت و ہمہ نوکران موصوف دست نگر سید عبداللہ شدند تا ریاست نواب صاحب موصوف سید ممدوح مالک و مختار جمیع امورات ماندہ کسی را طاقت مجال دم زدن و مقابلہ ایشان نبود (۲۱۲ و ۲۲۰) صفحہ ملفوظ رزاقی۔

اِن ہر سہ صاحبزادگان کا انتقال ریاست رام پور مین ہوا اور وہین اِن حضرات کے مزارات ہین۔ قطبی میان صاحب کا ۵ ربیع الاول کو بھوپال مین انتقال ہوا اور ریاست بھوپال مین دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوے قطبی میان صاحب کی بھوپال مین تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہان کے لوگ کثرت سے آپ کے مُرید تھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جوآپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق کرم احمد میان صاحب کا بیان ہو کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے توآپکے صاحبزادونکو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی مُلک ہے اور پردیس ہو کوئی نشانی مزار پر بنا دیجاے۔ پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوے نمودار ہوے اور یہ شعر پڑھا ؎

عشق را با صوتِ زیبا و نازیبا چہ کار
مُردہ را کے سود دارد گور با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگون نے قطبی میانصاحب کی زبانی سُنا تو کہا اگر پسند ہوگا یہ خود مزار بنا لیوینگے اِن کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہین ہو۔ میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہو کہ چندبار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہجہان پور مین نظر آئے ایک بار سید عبداللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی مین جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ بجے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی مین داخل ہوے اور کہا کہ ننھے میان ذرا آنکھین کھول دو بہت درد ہے اور آپنے لعاب دہن لگایا فوراً آرام ہوگیا اور آپ غائب ہوگئے بارہا اپنے اسی مکان مین اُس لباس مین جو اُن کا تھا پہنے ہوے بالاخانہ پر پھرتے ہوے مرد وعورات نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سوا سنہ وفات نہین ملا ۱۱۴۲ھ ہجری آپ کی مُہر
مین کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہی سید عبداسد صاحب عرف ننھے میان
صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مُبین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند
سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب قادری مہاجر مدینہ منورہ مین
فروکش ہین اُن کے حالات خود قابل الذکر ہین - اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے
اور عبید اسد صاحب عرف موتی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے
جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور مین
مقیم ہین -

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص مین نہایت مغتنمات
سے ہین عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ مین تشریف فرما ہین اور راقم سے خط وکتابت
اکثر رہا کرتی ہی صاحب ارشاد بزرگ ہین -

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام سید شرف الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالباسط صاحب
حموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید
محمد صالح کی حقیقی خواہر تھین - یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے
تھے - سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب
الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اسلیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالباسط صاحب
کو جو سید عبداسد صاحب کے فرزند اور سید محمد بن سید عبدالقادر حموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان مین بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے شاہ مدن صاحب پیدا ہوے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگون کے علوم ظاہری و باطنی مین شہرہ آفاق تھے خداپرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی مُلک آپ کے حلقہ بگوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان مین پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت خان بریلوی آپ کے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جاگیر آپ کے نام معین تھی اور تمام کٹھر اور روہیلکھنڈ کی خلایق آپ کی بیحد ارادتمند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادت السعادت مین مفصل مرقوم ہین لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اُردو مین ترجمہ اس جگہ لکھے دیتے ہین اور اصل[1] عبارت فارسی بھی ثبوت کیلیے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہین۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحب اوصاف پسندیدہ تھے پیشتر شاہ صاحب **نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بہادر جنت آرامگاہ کے مصاحب و ہمراز تھے** ۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپکی بلا صلاح و مشورہ کے نہین کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودہ کے مخزن اسرار کہے جاتے

[1] شاہ مدن پیرزادہ بود از نسل حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات پسندیدہ در ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ جنت آرام گاہ بود ہیچ مشورہ بیرون صلاح او اقرار نمی یافت بلکہ خازن اسرار نواب ممدوح نام ببرور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ برفاقت آلہ وردی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی میکرد انجا ہم خیلی معزز و مشیر تدبیرامور ملکی و مالی بود چون بنگالہ خراب شد باز باین طرف آمد و طرح اقامت در شاہ آباد کہ متصل شاہجہانپور است انداخت و الا دست نواب سپہر جناب شجاع الدولہ بہادر اختیار نمود آنجناب ہم او را خیلی معوقری داشت و ہیچ راز از وپنہان نمی کرد القصہ شاہ صاحب ممدوح برای اینکہ شاہ آباد از فیض آباد بعید تر منزل داشت و نیز برای سبقت زبان تا مان کہ مبادا از باعث قرب آن بلدہ خلل اقامت پیدا شود آن فرقہ بد نام کنند دخالص پور کہ نیم کروہ از لکھنؤ فاصلہ دارد خانہ برای سکونت تعمیر نمود

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہوگیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہان الہ وردیخان مہابت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت مین مرجع انام رہے - نہایت اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہان تک آپ ناظم بنگالہ کے مشیر ہوے کہ جملہ امورات ملکی و مالی آپ کی راے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ مین انقلاب آیا اور وہ خراب ہوگیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبای مراسم ہونیسے کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہین پوشیدہ رکھتے تھے اور ازراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی مین بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر مین دیا تھا شاہ آباد کے پڑاؤ مین نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگا کر بھی کھایا ہی نواب شجاع الدولہ کے تقرب کے ثبوت مین شاہ صاحب کے متعلق تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول مین مرقوم ہی کہ جب مرزا انور بیگ وحید بیگ

بقیہ حاشیہ

بود و ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین می کرد جوق جوق علما و طلبای علوم و فوج فوج مشائخ و اولاد شیوخ از اطراف واکناف مثل عظیم آباد و بہرام و جون پور و الہ آباد و اودہ و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کالپی و کورا جہان آباد و اٹاوہ و خیر آباد و سندیلہ و کاکوری و لکھنو و بیلون و بریلی و دیگر بلاد و مولدان عرس جمع می شوند و کرایہ بہل و انچہ در آمدن و رفتن و ماندن اینجا صرف می شد بسرکار شاہ صاحب یافتند تا سہ روز عجب انبوہ و طرفہ تماشای بود کہ دیدنی داشت چند لفر قوال تراز و در دست گرفتہ نشستند از صبح تا شام جنس را وزن کردہ برد دم می دادند بعضے رذیل الطبعان دو بارہ و بعضے سہ بار در یکروز می گرفتند قوالان دم نمی زدند زیرا کہ ہمہ در سرکار شاہ صاحب محبوب نمود بیشتر ہمچو د تا نگاہ و بیراگی در آن انبوہ چنین کہ خوراک دادند برای عمل حرام کہ بہ بنگ خوردن وچرس یا می یافتند تخمینا سی ہزار آدم فراہم می آمدند القصہ شاہ مدن لایق آن بودہ است کہ گمان می رود کہ دولت خلفا تا غنمہ بلند بنی نوابے اجیاب بودند اگر این حالت رذیلہ مخصوص شما است حالی ظرفان حکمت بیشگاہ ہرگز این کارہ نیستند دیگر در ہمین جای شک نیست کہ او سرآمد عقلای زمانہ بود عاقل بدخواہ ولی نعمت خود نمی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے مین انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے کھانے مین ہیم وزن نمک دینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت مین شاہ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور شجاع الدولہ سے سفارش کرکے قید سے نجات دلا دی اسکے بعد حیدر بیگ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد مین نایب وزیر اور امیر الدولہ انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوے - اسیطرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب مین لکھتے ہین کہ جب میرے والد کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کرکے بحالی معافی کا پروانہ حاصل کرکے آپ کو بھجوا دیا - عبارت تاریخ الانساب درج ذیل ہے

بعد دو سال نواب شاکر الدولہ عامل ضبطی نمود دران سال حقایق و معارف آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ سعی بکار غربا نمود پروانہ معافی از حضور حاصل کردہ فرستاد -

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چغلی خور وحاسدین کٹھر کے قریب ہونے سے روہیلیون کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کرین شاہ صاحب نے خالص پور مین مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے جوق جوق علما طلبا شایقین پیرزادگان ہندوستان کے مختلف شہرون سے مثل پٹنہ عظیم آباد و سہسرام وجون پور و الہ آباد و اودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد و کالپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاوہ و سندیلہ و کاکوری و لکھنؤ و سیلون و بریلی

و دلمو کے اُس عرس مین شاہ صاحب کے یہان آکر شریک ہوتے اور کرایہ بہل وغیرہ کا جو آمد و رفت مین پڑتا سرکار شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب وغریب مجمع و تماشا رہا کرتا تھا جو قابل دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراز و لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگون کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین بار ایک روز مین جنس لے لیا کرتے تھے مگر بنیئے شاہ صاحب کے حلم و ہیبت سے دم نہین مارتے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانجہ کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمیونکا مجمع ہوتا تھا اِس مین شک نہین کہ شاہ صاحب سرآمد عقلاے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ و جلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ مین شاہ آباد کیا بلکہ اس ضلع ہردوئی مین کوئی مقدرت مین اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری مین بھی کمال حاصل تھا۔ موجد تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی اپنے تذکرے مین تحریر فرماتے ہین کہ "سید شرف الدین موجد تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اند در قصبۂ شاہ آباد کہ مسقط الراس راقم ہست اجداد ایشان از بغداد تشریف آوردند تولد این کوہر شریف ہمین جا شدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان و قصائد اند این چند ابیات از وہستند ؎

معراج تست بارگہِ عرش ذوالجلال	معراج ما مدینہ عالی مقام کن
زنار ماند در کف تقواے من ز شرم	ازبس چکید خون عرق از سبحہ دانہا
از محرمی چکید از داغ عشق دل پس مرگ	این سینہ از کف خود داس آخگر نگذاشت

محو شد شبنم گل خورشید تابان ماند و بس — آنقدر از خویشتن رفتم کہ جانان ماند و بس

تا کدامین جلوۂ ناز ترا آئینہ دید — چون نگاہ دیدہ ذبوح حیران ماند و بس

روز ہجر تو ام آرام چہ خواہد بودن — صبح سودا زدہ را شام چہ خواہد بودن

شاہ مدن صاحب کی ڈیوڑھی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھین بعض کاغذات راقم کے پیش نظر ہین چنانچہ ۱۱ محرم سنہ ۱۱۸۶ ہجری کو نو بیگہ پختہ اراضی موضع بی بی پور مین شاہ صاحب نے میانجی عبدا ولد مولوی آلہ داد صاحب ساکن محلہ مہمند کو جن کی اولاد مین خلیفہ ننھون تھے عنایت کی تھی اور ۵ محرم سنہ ۱۱۸۷ ہجری کو چند کوٹھریان معہ عملہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھین اِن واقعات کے ثبوت مین ایک سند کی نقل[۱] حاشیہ پر درج کی جاتی ہی۔

شاہ[۲] صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہو کہ آپ کو گاڑی مین اچھے بیلون کا نہایت شوق تھا اور آپکے یہان منجملہ دیگر بیلون کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپنے چورون کو قیمت عنایت کی اور وہ بیل لے لیے اور اُنکے جرم کا کچھ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ نہایت موافق رہا مگر گردش فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اِس عالم مین نہین رہتا اسلیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہو کہ حافظ رحمت خان

سلہ پروانہ بمہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم الحرام سنہ ۱۱۸۶ ہجری متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد بدانند۔ موازی نہ بیگہ پختہ اراضی مزروعہ در سواد موضع بی بی پور علاقہ مولا گنج بطریق مدد معاش باسم میانجی عبدا ولد مولوی آلہ داد ساکن محلہ مہمند نیاز حضرت۔۔۔ معاف تعلقداری معاف نمودہ شد لازم [illegible]

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت مین شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصہ یہ ہی کہ جب مرہٹون نے روہیلیون کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرمانرواے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ مین نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر مین طرفین کی رضامندی ہوکر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہوگیا اقرارنامہ مین ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیونکے سردار اسطرح ادا کرین کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانون کو جو مرہٹونکے ہاتھ سے جنگلون مین پھررہے ہین اُن کے گھرون مین آباد کردین۔ اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل دیا جاے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ سلسلہ ۵۱ وبعد تحقیق وثبوت رسید کہ شاہ صاحب ازانطرف خود ہیچ توقع از روہیلہ ہا نداشت لیکن آغا نظر بہ تیرگی اوگاہ گاہے ارسال ہدایہ بعمل می آورد در نصورت اگر خرابی ملک روہیلہ ہا میخواست بسبب دولت جناب وزارت مآب ہم آرزمی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی مدار بدرجہ زیادہ ازان ہا میخواست گرفتم کہ درین جنگ کشتہ شدن حافظ الملک مثل دیگران موجب سرورش بود کہ بلکہ اندوہگین شدہ باشد لیکن ازین حالات این نمی بار دکہ این روز بد براے نواب سپہر جناب تمنا داشت زیراکہ دو برادر باہم می جنگند ہر گاہ یکی کشتہ می شود دیگرے باوصف حصول مسرت فتح از درد دلگیر مدبر شاہ مدن چہ موقوف کہ جناب عالی سر حافظ الملک دیدہ بود خود سر افسوس جنبانیدہ بود مافی الضمیر شاہ صاحب مزبور این بود چو مصالحہ باہم رو دہد لیکن نواب سپہر جناب ہم چہ کنند کہ حافظ الملک بہ آن فطانت وفراست ودرستی ایمان کہ داشت بشورہ کسی یا بطور خود پیش وپس نہ ماندہ وباوجود تشیید اساس محبت کہ خلاف شرعیہ وایمان موکدہ صورت داشتہ بود در دشمنی آن مدد بلا برسر خود نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ رحمت خان پیش ایشان بردہ تحقیق رسانند کہ سر حافظ الملک یا سر دیگرے بعد ازان بہ شاہ مدن پیرزادہ راہم نمایند کہ اونیز بخوبی می شناسند شنیدہ شد کہ نواب ضابطہ خان آن سر را دیدہ ہمین قدر گفت کہ این سر حافظ الملک است سر دیگرے نیست ونواب مظفر جنگ گفت کہ بہمین ریش وفش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بود وشاہ مدن قرہ پرنم کردہ گفت کہ این سر ہمان مسلمان است۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را شنیدن این حرف کہ این سر ہمان مسلمان است باین غضب مشتعل شد واورا محبوس کرد۔ اعتماد السعادت ۱۲

عرصہ مین دیا جاے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوے اور شجا
سے ضمانت کرالی تو اُس کا تمسک تحریر ہوگیا اسکے بعد یہ سات آگئی مرہٹہ
واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانے سے پانچ لاکھ
شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلیون کے دوسرے سر
اور بدایون وغیرہ مین حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے نادا
کیا اور کچھ نہ بھیجا اِس عرصہ مین مہاجی سیندھیا اور تکوجی ہلکر کا ایلچی آیا کہ
تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کرین اور ہم تم دونون تقسیم
کرلین اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمین گنگا پار سے راستہ
ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک
حافظ رحمت خان نے اِس کا یہ جواب دیا کہ مین کفار کے طالمونکی ہمراہی
سے مقابلہ نہین کرون گا اور نہ معاہدہ توڑون گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک
نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ مین فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہون
چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹون کو نہین دیا گیا
کردین اور آئندہ بھی ایسی حالت مین روپیہ نہ بھیجا جاے گا اسپر نواب شجا
نے سید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیج
اور کہا کہ آپ نے جال سے مجکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف
نواب وزیر الملک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹون کی شکست دینے کے بعد تمسک
کردیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹون
مین آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سردارون کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بھ

لڑائی مرہٹون سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اُسوقت نواب شجاع الدولہ نے کانونپر ہاتھ دھرا کہ مین نے واپسی تمسک کا وعدہ نہین کیا یہ مجھپر تہمت ہے سید شاہ مدن صاحب شہادت کو طلب ہوے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے چھتیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہین کہ حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنے نواب اودہ سے مل گئے حالانکہ اُنھون نے ہماری قوم وقبیلہ کو برباد کر دیا ہو نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیون کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ مین بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا مابین روہیلیون اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اٹاوہ اور شکوہ آباد کے پرگنے خالی ہوے شجاع الدولہ نے کہا کہ مین انپر قبضہ رکھون گا۔ اس مین شک نہین کہ حافظ رحمت خان کو عجیب مشکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسر آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایماندار نہین جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار رکھتا۔

جب ضابطہ خان روہیلہ جاگیردار سہارنپور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیون نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری ۱۷۷۳ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

رابرٹ بارکر سے ملے وزیر مشورہ کیا کہ مین سخت مشکل مین ہون اگر روہیلون کو مرہٹون نے روہیلکھنڈ سے نکالدیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر روہیلے مرہٹون سے ملگئے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا مین نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلون کی سرحد پر جاون اور وہان کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر حکمت عملی سے کچھ ملک بنابر نذر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کرون اور کچھ زرنقدی بھی لون جس مین سے کچھ مرہٹون کو دونگا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑکر چلے جاوین مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

القصہ نواب وزیرالممالک نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپنے روپیہ بھیجنے مین تساہل کیا مین عنقریب پہونچتا ہون اُسکے جواب مین حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ **نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادہ شما بصلح است فبہا و نعم المراد خیرا و اگر ارادہ شما بجنگ فباسم اللہ۔ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ است* کلوخ انداز را پاداش سنگ است* والسلام** اِدھر سے شجاع الدولہ بڑھے اُدھر حافظ الملک اپنی جمعیت سے تیار ہوے جب سرحد پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہجہان پور و شاہ آباد ہوکر اسطرف آنے کا ہے حافظ الملک فریدپور مین جو بریلی سے سات کوس ہے آکر خیمہ زن ہوے اسطرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور مین حکومت عبداللہ خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور مین قریب پندرہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہین شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک و نواب عبداللہ خان کے تھا۔ یہان عبداللہ خان نے مہمان ناخواندہ

کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہجہان پور لا کر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج بیشمار تھی کنز التاریخ مین ہی کہ حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھوان حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر تاریخ سلاطین اودھ مین حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنیل چیپ مین سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہین۔

القصہ کٹرہ کمال زئی خان اور فریدپور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو دونون لشکر مقابل ہوے فریقین مین سخت جنگ ہوئی فیض اللہ خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب اللہ خان ولد دوندے خان بڑی جرات سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی سرشتی نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ مین اسیر الزام سازش کا قایم کیا ہی۔ آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع ہوئی دونون فریق کے آدمی بہت مارے گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) مین ہی کہ روہیلے اپنی عادت قدیم کے موافق دفعۃً دھاوا کر کے توپ پر آپڑے۔ چھرے سے ہزارون مثل دانہ نخود جل بھنکر خاک پر گر پڑے اور تلوار بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ مین لیکر چاہا کہ اپنی جمعیت کے یارون سے دھاوا کر کے جناب عالی تک پہونچین اتفاقاً ایک گولہ آنکے جو لگا گھوڑے سے گر پڑے اپنی جمعیت کو خاک مین ملا دیا امر عجیب یہ ہی جیسے سب نے اپنی آنکھ سے دیکھا اسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پہنے قرآن شریف

پہنے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی مین
ایک سیاہ دھبا گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے
سے فقط گر پڑے تھے مرتضی خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کاٹکر
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اُترکر سجدۂ شکر
بجالائے اور سر حافظ سے مخاطب ہوکر فرمایا خدا شاہد حال ہے
مین ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا" یہان تک مضمون تاریخ سلاطین
اودھ کا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب
شجاع الدولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھون سے شکست کھاکر بریلی گئے تو
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت مین نواب شجاع الدولہ
نواب احمد خان بنگش رئیس فرخ اباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنھین سمجھا کر استقبال کو لائے
اور میل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقوی اور دیندار انسان تھے۔

کنز التاریخ کے صفحہ (۲۸۱) مین ہے کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے
بائین جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر
سلطان خان کاٹکر شجاع الدولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان
کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا
تاکہ وہ پہچانین کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہین چنانچہ انھون نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر
لائے ~ سر گشتہ بر نیزہ بینم دو نفس ✽ کہ معراج مردان ہمین ست و بس

عماوت السعادت مین ہو کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پرنم ہوے اور فرمایا کہ این سر ہمان مسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہونچکر نظر بند کر لیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید مین اُنھون نے رحلت فرمائی ۔

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نعش تلاش کرا کے معہ سر کے اُسی تاریخ بریلی مین روانہ کر دی بریلی مین قاضی شہر و علما و حفاظ نے ۱۲ صفر کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور اُن کو بریلی کے پچھم جانب جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا ۔ راقم مزار پر گیا ہے ۔ تاریخ خانا دلِ راشا یعنی خوش آمدید ۔ کندہ ہی

کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے ؎

ہر کس کہ در جہان کند از قوم خود بدی — او بایزید در ہمہ اوقات ہمسر است
داری اگر بدل ہوس امتحان ببین — سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است

راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک بیاض مین یہ شعر لکھا دیکھا ؎

چو در لفظِ ظفر تاریخ جستم — پے باقی سرِ حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب کے متعلق یہ شبہہ ہوا ہی کہ شجاع الدولہ کے مونھ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ ایسی شکست کا وعدہ کیا گیا ہے امر دشوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے مرنے پر کمر بستہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونون شخص سچے مسلمان تھے ان کو بمقابلہ راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا ۔ مورخ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اورعظمت کو نہین جانتے تھے اُنھون نے سرسری قیاس سے جو چاہا
لکھدیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہونیکے متعلق کچھ نہین تحقیق کیا
شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ
دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر داولوالعزم سلاطین مین تھا اگر اُس کے
روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب
کبھی حق گوئی سے سرِ مُو تجاوز نہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہین شجاع الدولہ
نے اُسیطرح معاملہ کیا لیکن کسیقدر اُن واقعات مین صراحت مطلوب ہی تاریخ
اخبار محبت اور دیگر مستند راویون مین یہ مشہور روایت چلی آتی ہی کہ جب حافظ الملک
کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن
صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کرلی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم
سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم
کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے اُنھین
دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل مین شاہ صاحب کی بُرائیان جماتے تھے
شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے
ارادتمند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہین اسوجہ سے
شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی
جاگیرات ضبط کرلین اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہانتک ظلم کیا کہ محلہ آباد کے قیام
مین اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوالیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہونے دی حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب مین ۴۵ برس کی عمر مین ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہے

از وفاتِ سید شاہ مدن — گشت این فانی جہان مغموم حیف

اے مظفر بہر تاریخ وصال — گفت ہاتف سیدِ مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوی تھی جو چند روز زندہ رہی اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے ہمکلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویان تھین پہلی بیوی آپ کے ماموں سید درویش صاحب کی دختر سید و بی بی دوسری مغلانی تیسری بیوی خوشحال بائی جو بیرونی تھین انکے نام شاہ صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جسکی نقل درج ذیل ہے۔

تملیک نامہ سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب بنام اہلیہ خود

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب خود سید شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب ولد سید عبد الباسط صاحب حموی گیلانی ساکن قصبۂ شاہ آباد پرگنۂ پالی صوبۂ خیرآباد مضاف بصوبہ اختر نگر اودہ فی الحال بصحیح اقرارہ شرعاً برائیمعنی کہ منازل محلسرائے قدیم و جدید و حویلیات درونی و بیرونی و پوشیخانہ و مودیخانہ و دیوانخانہ تعمیر پختہ و کٹرہ مولا گنج معہ اراضی بست و پنج بیگہ پختہ مدخلہ و مشمولہ منازل و گنج مذکور و موازی بیگہ پنج بسوہ پختہ اراضی مسکونہ رعایا واقع دروازہ شمالی گنج مذکور و ہشت بیگہ دہ بسوہ پختہ واقع در جنوبی گنج مصرحہ بالا محدودہ بحدود ات اربعہ مفصلۃ الذیل و موازی چہاردہ و نیم قطعہ باغ ابنیہ کہ از انجملہ ہفت نیم قطعہ مشتریہ و پنج قطعہ مرہونہ و دو قطعہ نشاندہ و تعریش کردہ خود واقعہ قصبہ شاہ آباد مذکور کہ تفصیل اراضی و حدود ات آن در قبالہ جاتش مشروحاً مندرج و مرقوم ہست بطریق اشترا و رہن تعمیر خود ساختہ تحت و تصرف خود میدارم والی یومنا ہذا اشیاء سابق الذکر در قبض و تصرف مالکانہ منمقر بلا شرکت و سہامت غیرے مقر اند درینولا بحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیہ خود کہ جائز و نافذ است آن ہمہ عمارات و باغات مشتریہ و نشاندہ خود و از رہن باغات مرہونہ مسطور با جمیع حقوق و مرافق داخلی و خارجی من قلیل والکثیر مداخلہ فیہا والخارجیہ عنہا و ما یتعلق بہا و فیہا من الا بار والاشجار و ثمرہا

مشمرہ عقلاً و ارادتاً برضا و رغبت خود بلا اکراہ و اجبار غیرے بہ بی بی صاحبہ
مسماۃ **خوشحال بائی** منکوحہ خود بوجہ دین مہر ہبہ و تملیک صحیح
شرعی کردہ دادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً مقرعاً صالباً عن
الشروط الفاسدۃ و عاریاً عن المعالی المطلبہ و حق الفروعین الفاحش
وعنھا یمنع جواز التملیک و موہوبہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم و تفویض
ساختہ مملک لہ را قابض و دخیل گردانیدہ دادم و نیز موہوبہ لہ در
مجلس عقد ہذا قبول تملیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً
و متصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نماند مر احدہو من المعاقدین حق فسخ
تملیک و استردادن احیاناً من بعد ازین اگر کسے سہیم یا شریک پیدا شود
و دعوے نماید باطل و نامسموع است شرعاً و عدالتاً کان ذلک بحضر
من العدول والثقات بنابران اینچند کلمہ بطریق سند تملیک و ہبہ نامہ نوشتہ شد
کہ عند الحاجت دلیل قاطع و برہان ساطع گردد فقط

تفصیل قطعات باغ مذکور الصدر

باغ مشتریہ ۷ قطعہ — باغ مرہونہ ۵ قطعہ — باغ خود نشاندہ

باغ بکری بخا بیلہ	باغ بروا	باغ ملکاپلہ	باغ کرم اللہ پلہ	باغ تبکالہ	باغ سردار خان	باغ چکلہ	باغ سمند خان	گلاب باغ	باغ سلیم پلہ	
ایک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	
باغ چکلہ	باغ عباس	باغ محلہ سلیمانی	باغ محمود خان	لعل باغ	باغ دوندہ قریب باغ عزت خان					
تکیہ			ایک		نصف					
نصف یک		یک	یک							

گواہ شد عبد الواحد

سید محمد ابن سید محمد امان گیلانی

سید امین ابن سید محمد داود گیلانی

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
پیوستہ محلہ شیخ دلدار	ملحق مسجد سید عبدالباسط صاحب	ملاصق اراضی زرخرید من است وشاہراہ	پیوستہ باراضی زرخرید منقر

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
پیوستہ باراضی شیخ دلدار تا حد احاطہ مولا گنج	ملحق باغ حضرت سید عبدالباسط صاحب مرحوم مغفور	ملاصق باراضی دروازہ و دیوار شمالی متصل مولا گنج مذکور	ملتصق مزار و باغ میر محمد صالح

تفصیل حدود اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
متصل باراضی محلہ شیخ دلدار وتالاب	پیوستہ بچاہہاے مسکونہ رعایا	ملحق مقابر سعادت خان	ملاصق محلہ شیخ دلدار و احاطہ مولا گنج

تحریر فی التاریخ نہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۸ھ

سید شاہ مدن صاحب کا مزار محلہ مولا گنج لب سڑک پختہ احاطہ مین واقع ہے آپکی مہر مین سنہ ۱۱۲۸ھ کندہ ہین۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی مین ترجمہ کرکے طب کو ارزان کردیا ہے جنکو زمانہ ہوے ہین۔

سعدی میا نصاحب کا بنگالہ وبہار مین بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی
لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابون کے نام خطوط
لکھکر پٹنہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولویصاحب کا طب مین وہان خوب رنگ جما تھا۔
جنکی طرف سے بعض کا غذات ابتک موجود ہین مزار آپکا بمقام شاہجہانپور لب سڑک
محلہ محمد زئی مین متصل مسجد کے واقع ہے۔

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے **سید طاہر عرف قدن صاحب** تھے
انھین کے صاحبزادہ سید ال ہے جنکے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب
تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلّو تھے عہد شاہی مین دریاؤن کے
گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلٹری کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری
اس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

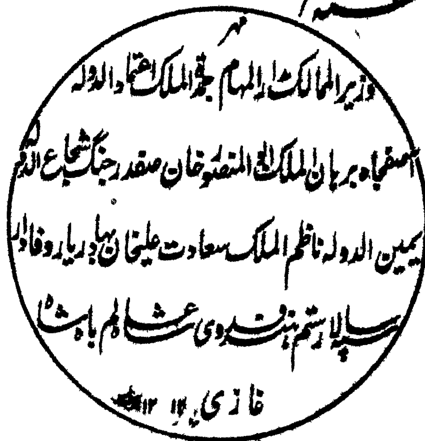
جب مولوی نظامی صاحب نے عبد الرحمن خان قندہاری رسالہ دار کے ذریعہ سے
نواب سعادت علیخان والی اودھ کی خدمت مین رسوخ حاصل کیا اور نوابصاحب
موصوف کی رفاقت مین بنارس سے لکھنو تک ہمراہ آے اور نواب سعادت علیخان
سنہ ۱۲ھ ہجری مین مسند نشین لکھنو ہوے تب بعد تین سال کے بصلہ حسن خدمت
سنہ ۱۲۱۹ھ مین شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جنمین مکانات و باغات و چکات
و گنج وغیرہ جو ضبطی مین تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوے مگر شاہ صاحب کی
جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبد الرحمن خان قندہاری کو عنایت
ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے
اسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

حکم نامہ

باسم سیادت پناہ میر نظام الدین آنکہ بجلدوے حسن و دولتخواہی سرکار دولتمدار قطعات و باغات و اراضیات و گنج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد در سرکار ابد قرار مملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نمودند بان سیادت پناہ بلا شرکت غیرے نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ املاک مذکورہ را در تصرف خود داشتہ خود را مورد الطاف سرکار دولتمدار شناسند تاکیداً

المرقوم یازدہم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۹ھ

مہر



منشی محمد صالح صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب

منشی صاحب بڑے راستباز محقق وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے نواب سعادت علیخان والی اودھ کے عہد سے تا جلوس محمد علیشاہ کتبخانہ شاہی کے داروغہ رہے سلاطین اودھ انکو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا بہت

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ مین تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جا کر وہین مکان و باغ تیار کیا تھا۔ اور رجب ۱۲۵۷ھ مین آپنے انتقال کیا تو وہین مدفون بھی ہوے۔ صدہا اہل لکھنؤ آپکے شاگرد تھے ضمناً آپکا ذکر خیر تذکرۂ رحمانی مین درج ہے علم ظاہری مین کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپکے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب سے تربیت یافتہ تھے اور بیشتر اصلی سکونت انکی موضع جسرت پور مین تھی منشی صاحب اس عہد مین ممتاز اور وضعدار لوگون مین شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ؎

بست و چارم شوال حیف کلک قضا — بنام منشی صالح چو سر گذشت چنین
نوشت خامۂ واثق بدیہہ تاریخش — کہ جای منزل صالح بود بہشت بریں ۱۲۵۷ھ

دیگر

در مہ شوال حیف منشی صالح نمود — بست و چہارم قضا [illegible] نعش شد دل غمگین
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گذشت — گفت کہ صالح نصیب باد بہشت بریں

مولوی عبد اللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص مین گذرے ہین علم ظاہری و باطنی دونون سے فیضیاب تھے مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ مین بسر ہوا اسلیے لکھنؤ کے صدہا طالب علم آپکے شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے جاتے تھے مولوی صاحب ممدوح کی حاضر جوابی و بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل زبان مین شہرت تھی برمحل بیساختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

محظوظ و متحیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور برجستہ گوئی چھوٹے بڑے کے ساتھ ہر قسم
کی ہوتی تھی اور طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہین اور سپر
خوبی یہ کہ کسیکو ناگوار نہ ہوتی ضلع جگت سب مین کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور
صاحب باطن بزرگ تھے اسلیے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا
یہ عالم تھا کہ دریاے سلاست موجزن ہوتا۔ اس ترکنی والی طبیعت اور ظاہری
خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبدالرحمن صاحب
لکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کیطرف سے عنایت ہوئی
تھی گویا آپکا یہ ازلی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپکے حجرہ پر یہ شعر لکھا ہوا تھا
گر تو میخواہی کہ بیند در جہان اللہ را ❊ پیش چشم خویش دار د شکل عبداللہ را (حاشیہ: ہر کہ میخواہد)
مولویصاحب کی پیدایش ۱۱۹۵ھ ہجری کو شاہ آباد مین ہوئی اسکے متعلق خود ہی
ایک رباعی مولویصاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کیجاتی ہے

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال ❊ کہ ہم کیا تھے چلے تھے کونسی سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار ❊ تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال

تذکرۂ انوار الرحمن مین مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق

ملہ یکے از خلفاے راشدین مولوی عبداللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و دو سلسلے عظام بلدہ شاہ آباد متعلقہ سرکار
اودھ اند تحصیل علوم کتب مروجہ از برادر حقیقی خود محمد صالح نمودند کہ مولوی محمد صالح ممدوح از عہد نواب سعادت علیخان
بہادر تا جلوس محمد علیشاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و دار و غگی کتبخانہ سرکار متعلق او شان بود بجہت تعلق شان
بنا بر تحصیل علم بود و باش ہر دو برادر بجہت السلطنت لکھنو اتفاق افتاد در محلہ تکیہ شاہ عبدالجلیل صاحب باغی محمد صالح
باغ و مکان تیار ساختند و تا ان مکان ہر دو برادران معہ اہل و عیال سکونت میداشتند در عرصہ ... اگی اوصاف حضرت

یہ لکھتے ہین کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو
جناب مولانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سنکر جمال الدین
و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور مین حاضر ہوے
مسجد پنڈیاین مین ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت مین حیرت
و آشفتگی دلپر چھاگئی اور بیخودی کے نشہ مین مخمور ہوگئے آیندہ جمعہ کو حاضر
ہوکر مرید ہوے شجرۂ صابریہ نور الہدے کے صاحب کے واسطہ سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شنیدہ باتفاق جمال الدین و شمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا در مسجد پنڈیاین آمدہ ملازمت
حاصل نمودند در اول صحبت حالت تحیر و آشفتگی دل عارض شد کہ نشہ بیخودی معلوم می شد بروز جمعہ آیندہ آمدہ
مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدے و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ عبدالرزاق
صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرخص خلافت شدند ایشان اراده خواست برائے حاضر باش دائمی بود حضرت
فرمودند کہ بروز جمعہ و منگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ
ہست مجلس بہ ین قرار ہنوز - حضرت نقل کردند کہ برادرم مولوی محمد صالح بحضور مولانا حاضر شد عرض کردند کہ مولوی آزاد مزاج
و طفلی بود اکنون مرید جناب شد از کار ما رفت ارشاد شد کہ از کار نخواہد رفت شادی ہاے خواہد کرد اولاد خواہد شد و خوش خرم خواہد ماند
مطابق ارشاد سہ نکاح در وقت اتفاق شد یک دختر و دو پسر از بی بی ہاے سابق ہستند و بعد فوت شان زوجہ در لکھنو بنکاح آوردند
کہ آنہا نیز صاحب اولاد اند با وجودیکہ معاش و جائداد ندارند و نوکری کسے نکردہ اند مگر بایحتاج خود نگاہے در ماندہ نشدہ اند ظریف طبع
و لطیفہ گو ہمچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردند کہ ترا در ہمین ظرافت و طلاقت لسانی کشود خواہد شد چنانچہ میگویند کہ از کرامات حضرت
بجنس بسط من بعد سکوت و کلم است یعنی مادامیکہ کلام ظرافت لطافت بر زبان من جاری میماند بر دل من بسط میماند و در سکوت قبض میشود

اور شجرۂ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب کے
ذریعہ سے عطا ہوکر اجازت خلافت کی دیگئی اور جمعہ متنگل کے روز
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔
ایکبار آپکے بھائی منشی محمد صالح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب
کیخدمتمین حاضر ہوکر عرض کیا کہ برادر مولوی لڑکپن سے آزاد مزاج
تھے اب جناب کے مرید ہوے ہمارے کام کے نرہے مولانا
نے فرمایا کہ تمھارے کام کا رہیگا شادیان کریگا اولاد ہوگی
خوش وخورم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوے۔
بعد وفات زوجۂ اولے کے دو بیویان لکھنؤ مین اور کین وہ بھی
صاحب اولاد ہوئین باوجودیکہ کچھ معاش وجائداد نہین رکھتے تھے
اور نوکری بھی کسی کی نہین کی مگر اپنے حوائج ضروریہ مین کسیکے
محتاج نہین رہے۔ ظریف طبع اور لطیفہ گو اسقدر تھے جسکی کہ
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی ظرافت وطلاقت لسانی

مین تیرے لیے کشود کار ہوگا چنانچہ مشہور ہے کہ آپکی کرامت سے
قبض وبسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام مین پیدا تھی
چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جسوقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جسوقت
مجکو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر
طاری ہوجاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپکے متعلق چند حکایتین اور بھی ملفوظ رحمانی مین منقول ہین اگرچہ وہ مولانا صاحب کی کرامت کی دلیل ہین لیکن مولویصاحب پر جو نظرعنایت مولانا کی مبذول تھی وہ انسے مترشح ہوتی ہے کہ کسقدر انکو انکی پاسداری مدنظر تھی اور کیسا دست شفقت آپکے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دلجوئی کی تھی اور انکو مولانا کیخدمت مین کیسا تقرب ویاریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایکبار مولوی عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہوکر گھر سے نکل گئے مولوی عبداللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ مین عیش باغ کیطرف چلدیے اور وہان سے بجاے گھر آنے کے مولانا کے حضور مین حاضر ہوے اور دل مین نیت کی کہ بدون استفسار کے مین کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے روبرو اظہار کرونگا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کرلیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھدیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اسقدر ملول کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرضکیا مولانا نے ارشاد کیا کہ گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہوگا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ مین اسیوقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب بڑے بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا مینے دلمین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اوسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجشنبہ کے روز قریب مغرب کے مولانا صاحب کے حضور مین حاضر ہوے مولانا صاحب نے پوچھا کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہین مولوی عبید اللہ صاحب نے عرضکیا کہ بفضلہ والدہ اور والد دونون زندہ ہین مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم ہے والدہ کو پوچھتا ہون اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہوگئے اوسی زمانہ مین شاہ آباد سے خبر گئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتون کا جسکا کہ ہم اوپر اظہار کر چکے ہین اسجگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہین۔ شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی نے فرمایا کہ مولویصاحب اپنے پیرو مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے ایکروز مولویصاحب مولانا کیخدمت مین حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت آپ نکاح کرلین مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب یاہ نہین ہے مولویصاحب نے پھر کہا کہ حضرت نباہ ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علیخانصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکروز مین مولوی عبداللہ صاحب کے مکان پر محلہ مولاگنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھی تشریف لا

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اسلیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اندرون حویلی سے باہر آیا مولویصاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور حافظ صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانیکے قسم سے چانول کدو انڈے وغیرہ تھے جب کھانے کیطرف لوگ متوجہ ہوے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب سے کہو کہ خشکہ کھائین اور نہین کیا کدو کھائینگے خلیفہ صاحب بھی انکی باتونپر ہنستے جاتے تھے۔

ایکبار مولوی صاحب لکھنو مین اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانیکو بیٹھے جاڑونکا موسم تھا کھانیمین فصلی چیز کھچڑی بھی موجود تھی اس اثنا مین منشی صاحب کی اہلخانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کیطرف زیادہ ڈالدیا مولویصاحب نے یہ دیکھکر کہا کہ بھائی مین کل روشن الدولہ کی کوٹھی کیطرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی تھی مین گرتے گرتے بچگیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیون سے ظاہر کرکے گھی اپنی طرف گھسیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اسطرح برابر کرادی اور گھی کل کھچڑی مین ملاکر برابر کردیا۔

حافظ غلام علیخان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنو مین ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے اُنکے کوئی اولاد نہ تھی انھون نے اپنی یہ تمنا مولویصاحب سے رجوع کی خدا کی دین کہ انکے یہان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولویصاحب کے اور بھی زیادہ معتقد ہوے اکثر مولوی صاحب کیخدمتمین حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات ریاستہ مین اعصابردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولویصاحب کو نذرانہ مین اشرفی دیتے

ایکروز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا لے گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز
کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب
اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نوابصاحب
کے یہان گئے نواب صاحب بالاخانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے
بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اُٹھے اور کھڑے ہو کر
تعظیم دی معانقہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت
تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی مونچھین بڑی
بڑی تھین بیٹھے ہوے تھے اونھون نے نواب صاحب کے کان مین کچھ آہستہ
سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ
مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے
نواب صاحب نے کہا کہ ہم اسلیے ملے کہ آج ہمارے یہان بابا شجاع کی عید تھی
مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہان خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب
کو سنکر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھون والے صاحب سے کہا
کہ مین جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہین ہین۔

منشی عیوض علیصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکبار مولوی صاحب کے ساتھ
ایک نوجوان خوبصورت طالبعلم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیطرف سے
نکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ ظرافت
کا انکے حسب حال کہنا چاہیے مینے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے
مجھے مجبور کیا کہ بجز تمھارے اس مجمع مین اور کوئی اسکی لیاقت نہین رکھتا کہ مولویصاحب

پر پھبتی کہہ سکے مینے یہ شعر پڑھا ؎ پیری مین پھر ہے عشق حسین جوان ہوا ٭ یا ردگر کمان مین زور کمان ہوا ٭ یہ شعر پڑہنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔ مولویصاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدہا برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی بھرمار شروع کردی گویا ابر نوبہار کیطرح برس رہے تھے اور ہم سبکو اس بوچھار مین بھگو رہے تھے ضلع جگت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھون نے نہ ختم کردیا ہو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بلبل ہزار داستان چہک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سکوت کے ایک بات کا بھی جواب نہ دیسکے ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولویصاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف سنی تو انکے کلام سننے کی مشتاق ہوی اور خدمت مین حاضر ہوئی سلام کیا مولویصاحب نے جواب دیا وہ بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد اوسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم ہوتے ہین کچھ بولنے والے نہین ہین ابتک کوئی غیر معمولی بات مینے نہین سنی جب مولوی صاحب کو اسکے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب مین جاتی ہون آپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ مین انکی حاضر جوابی کی معترف ہوگئی ایکبار میانجی غلامی کے بھائی خلیفہ نہون حاضر ہوے انھون نے بجاے سلام کے کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کرکے آ۔ داب جواب دیا کہ جس سے دوسرے معنے پیدا ہوگئے اور خلیفہ مذکور بہت مقبول ہوے کرامت خان نے مولویصاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور نہ آئے جب وہ آے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھون نے کہا کرامت مولوی صاحب نے لفظ کے دو ٹکڑے کرکے کہا کہ کرا مت آ سیر وہ بہت نادم ہوے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایفاے وعدہ کی معافی مانگنے لگنے۔

معشوق اللہ جو قصبہ کانٹھ کا رہنے والا آزاد فقیر ہے اوسکی عادت ضلع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب وہ مولویصاحب کیخدمت مین حاضر ہوا مولویصاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر فوراً جواب دیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور ماںکی نو مہینے کی محنت ہے مولویصاحب نے کہا کہ حیضی ہوش گرتے ہی بولنے لگا) ہے ذی ہوش۔ کی رعایت فقرہ مین پنہان تھی جو اسموقع پر نہایت لطف دیگئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی مولویصاحب کے صدہا لطیفے اسطرح کے ہین جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولویصاحب کے دلچسپ مکالمے کلکٹر صاحب سے سوال وجواب اور دیگر بہت سی حکایتوں سے راقم کو آگاہی ہے۔

مولویصاحب کا لکھنو مین قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرا نوردی مین بسر کی لکھنو سے جب مولویصاحب وطن چلے آئے تو مکان پر محض توکل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ اونکی خاطر وخبر گیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنوی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اونسے اور مولویصاحب سے قدیمی مراسم تھے انھون نے مولویصاحب کی خوبیونکی تعریف نواب خلد آشیان سے بیان کی نوابصاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولویصاحب کے بلوانیکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولویصاحب کیخدمت مین کی اور سفر خرچ بھیجا۔ مگر مولویصاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت استغنائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ ایسے قدرشناس فرمانروا کی ذات سے قدر و منزلت و مشاہرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی

مولویصاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہی مولا گنج مین رہتا ہون لے خلیے اتگر کو جاؤ نگا
مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی مین خلافت کی سند تحریر کردی تھی
مگر منشی محمد صالح صاحب اور نیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل ہوئے
مولویصاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالبعلم گلزار دانش کا فقرہ
عندلیب آتشین نفس تپش قلبی بر شاخسار خیال آن گلرخ بہ نغمات سوز
وگداز قفس را برنگ جرس آب نشین خاموش میگرداند۔ پڑہ رہا ہے
اور مولویصاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہین سے سینکڑون آہین
کرون پر ذکر کیا آواز کا پتیر جو آواز دیے ہے نقص تیر انداز کا۔
عندلیب کیسا آتشین نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے
شاخسار خیال پر نغمات سوز وگداز سے اپنے قفس کو مثل جرس
آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولویصاحب سبق پڑھاتے جاتے تھے
اور صدہا اشعار برمحل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ کہتے جاتے۔
مولویصاحب جو اشعار پڑھتے تھے انمین سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
حوالہ قلم کیے جاتے ہین سہ

عشق مین نسبت ہے کیا بلبل کو پروانہ کیساتھ	وصل مین مرجاوے وہ یہ ہجر مین جیتی رہے ہے
تم بھی نظر ونسے نہ کھو دو عاشق دلگیر کو	کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو
دو سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے	پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلگیر ہے
سال آیندہ تلک گلہ رہا	عید آئی اور تو گلے نہ ملا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر نہ تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولوی صاحب

کی قلم کا ایک مسودہ جسپر انھون نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ) لکھی ہے
اسوقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر انکے یادگار تحریر کیے جاتے ہین۔
دیدنی سب خدا کی صنعت ہی جتنی شئے ہی خدا کی قدرت ہے نام اللہ کا تو لے ہر دم
ہر ہے تجھپہ کوی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے
کوئی جا کر کے پھر نہین آیا حد سے خوشتر مکان وہین پایا مرنیسے پہلے نفس مرجاے
نام اپنا یہان بھی کرجائے

فرمانبر رحمان ہین عصیان کسے کہتے ہین — ہر شیے کا محیط حق ہی بطلان کسے کہتے ہین
اول ہی آخر وہی باطن وہی ظاہر وہی — خود آپ نمایان ہے پنہان کسے کہتے ہین
عبث دنیا و دین کی یہ ہوس ہے — جو برحق موت ہے اللہ بس ہے
تو آپ ہی شوق سے کر پاس انفاس — جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے
رہائی کا نہ کر احسان صیاد — کہ آپ ہی ٹوٹنے پر یہ قفس ہے
بھری ہے فوج عشق عاشق کے دل مین — دم کی آمد و شد اک جرس ہے
جسے ہے کوچۂ جانان میسر — تو کونین اسکے آگے خار و خس ہے
تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم — کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے
نہو تو نفس امارہ کا پیرو — جو کچھ بھی معرفت کی تجھ مین کس ہے
فیض مولانا سے حاصل دل کو نفی غیر ہے — ظاہر و باطن ہمین باغ ارم کی سیر ہے

مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ مولوی صاحب کا صبر تخلص تھا
و غزل مندرجۂ ذیل انھین کی ہے ؎

قادر دل سے عاشق تماشا جو چاہے کرے — کچھ نہوگا وہ ستم ایجاد جو چاہے کرے

چاہ کنعاں میں گرادیں ماہ کنعاں کو عزیز — حق یہ ہی تقدیر کی افتاد جو چاہے کرے
کب ہلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاؤں — آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے
ہم تو خواب وصل میں تھے دی مؤذن نے اذان — پھر اس کمبخت کی فریاد جو چاہے کرے
جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے — دخل کسکو صانع ایجاد جو چاہے کرے
دیکھ لینگے کھینچکر لاویگا جب اسکی شبیہ — دعوے باطل ابھی بہزاد جو چاہے کرے
ہو خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہے مجھے — تہمت بے اصل وبے بنیاد جو چاہے کرے
کوہ کاٹا بے تکلف سر ترا شا بے دریغ — تیز دستی تیری اے فرہاد جو چاہے کرے
کشور دل بھی ہمارا ہے مگر اقلیم ہند — لے ہتو اسکو خراب آباد جو چاہے کرے
گھر کی جنت بھی گئی تونے خدائی خوب کی — سچ ہے نادان کی سمجھ شداد جو چاہے کرے
نزع میں آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ — وہ ستم ایجاد ہے ایجاد جو چاہے کرے
پر کتر کے ذبح کر دے بیچ لے یا چھوڑ دے — بلبل اسکے بس میں ہے صیاد جو چاہے کرے
چاہ بابل سے فرشتوں کو یہ آتی ہے صدا — قہر کا پتلا ہے آدمزاد جو چاہے کرے
زندگی بھر ہو گئی پوچھا نہ اکدن آپ نے — مر گئے پر ضیغم ہمکو یاد جو چاہے کرے

مولویصاحب کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انہیں کی ہی مگر چونکہ اسمیں تخلص نہیں ہی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی ہے

پس از مردن مجھے یاد آ گیا جانانہ تربت میں — مؤدب ہو کے اٹھ بیٹھا میں بیتابانہ تربت میں
وہاں بھی ہم جا لیو بینگے نقشہ دل لگا نیکا — فرشتوں سے رہیگی صحبت یارانہ تربت میں
مزار اپنا ہی جا ہو جہاں قصر حسیناں ہو — نہیں رہنے کا یہ وحشی دل دیوانہ تربت میں

عوض مے کے پئینگے واں بھی بس ہم خون دل اپنا | لگا کر منھ سے رکھنا ساقیا پیمانہ تربت مین
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک سوتے ہین | بچھاتا کون ہے اب مسند شاہانہ تربت مین

مولویصاحب کے شاگردونمین ایک مولوی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ مین رہتے تھے انھون نے ایک رسالہ دینیات مین موسومہ تسنیم جنت نظم کیا ہے راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا رسالہ ہے اسمین مولوی عبد اللہ صاحب کی مدح مین چند شعر لکھے ہین اور وہ یہ ہین۔

دوسرے استاد میرے باتمیز | ہین عنایت سے بڑے ہر دلعزیز
نام عبد اللہ مولانا مگر | ہے توکل جنکو تجھ سے خاصکر
رویت دیدار سے اے بے نیاز | روز محشر انکو کرنا سرفراز

مولویصاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان موخیل وغیرہ نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولویصاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہوا شعر پڑھتے تھے ؎ یہی مسکن ہے ہمارا یہی ہوگا مدفن ؍ یا گلی دوست کی یا یار کے گھر کا آنگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور زمینداری سے ہے اور یار کے آنگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ مین مولویصاحب کا اکیسو ایک برس کی عمر مین جب وصال ہوا تو ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند گز کے فاصلہ پر مدفون ہوے مزار خام ایک چبوترہ پر لب سڑک واقع ہے۔

میر نجف علیصاحب نے آپکی رحلت کا قطعہ تاریخ قرآنمجید کی آیت مین نظم کیا ہے ؎

چو شد عازم خلد عبد الہ | شہ ملک دین مہر وصل حبیب
نجف گفت از بہر تاریخ سال | کہ نصر من اللہ و فتح قریب

خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب

آپ محمد حسین خانصاحب اختیارپوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خانصاحب کے بھتیجے ہین۔ جب لڑکپن مین آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ کے عم نامدار حاجی محمد حسین خانصاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کیطرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابین قاضی کاظم علیصاحب سے پڑھین اور عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا کے شاگرد ہوکر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ مین افسر الاطبا صاحب ممدوح والی نرسنگہ گڈھ کے ملازم و معالج تھے لہذا استادی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگہ گڈھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کیطرف رجحان ہوا اور آگرہ جاکر ڈاکٹری مین دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب مین ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم الطبعی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکرٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوے اور سرکار کیطرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونون عہدون کے فرایض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کارگذاری ثابت ہوئی اسی سلسلے مین کاگس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہوگئے اور ایسی موافقت تھی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات مین آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

اسمین شک نہین کہ میونسپلٹی شاہ آباد مین جو ترقیان ہوئین وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ ہین۔ بڑی ہوشیاری وتدین سے کام کیا۔ میونسپل کے خدمات و آنریری مجسٹریٹی کے بے لاگ فیصلونکے صلہ مین گورنمنٹ نے مستحق سمجھکر سنہ ۱۹۱۰ء مین آپ کو خطاب خان بہادری مرحمت کیا اس خوشی مین کہ اپنے وطن اور قوم افغان مین آپ ہی پہلے خان بہادر ہوے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریرین واشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھکر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اسجگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ؎

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت		از لطف کبریا شدہ آن زیب بخش صدر
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد		آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا		ہر ایک قلب مین اُس سے خوشی نے پایا دخل
جو فکر سال مظفر ہوئی ندا آئی ؎		ہوے ہین خان بہادر حکیم صاحب عقل

حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمونمین وہ اہل الرائے اور معاملہ فہمی مین عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی واقفیت ہے کیونکہ یار رہا ہمبا ولخیالات کا موقع ملا سفر حضر مین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیٔ بھوپال مین ہمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی وتجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور انسے کام لینے مین بڑی مداخلت تھی اور ان فنون کیطرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمایش الہ آباد جو اس قسم کی اشیاء مین بے نظیر اکزبیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اسمین بجلی سے

و مذاقا تون کے انھین چیزون کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھون نے کبھی پانی پہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخی اور اوسکے درست کرنیوالے آلات کا کارخانہ کھولدیا۔ ہومیوپیتھک معالجات مین اسقدر قابلیت پیدا کرلی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اوسکا شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا اور دوا بلا قیمت تقسیم کیا کیے۔ قلمہاے انبہ کے کارخانہ مین بھی ترقی پیدا کردی اور فہرست انبہ مین بھی جدت دکھلادی قومی کامون مین قابل الذکر جامع مسجد کا گنج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری مین کمی ہوگئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ ان دوکانات زیر تعمیر مین جوکمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنیوالا کوئی ممبر نظر نہین آتا۔

نو ایجاد چیزون کی ماہیت اور انکے منگانیکی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نو ایجاد مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ تپ دق کے مہلک امراض مین علیل رہکر ۶ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل و لایق شخص کے مرنیکا عام طور پر افسوس کیا گیا ؎ (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے ؎

عقیل و جوان عمر خانِ بہادر | زدنیاے دون رخت ہستی بہ بستہ
دل بستگی ہاے جنت قرین شد | دل خاندان را ز غمہا شکستہ
مظفر پے سال تاریخ جستم | ندا شد جوانمرگ ذی عقل رفتہ ۱۹۱۵ء

آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جوانمرگ ہی چل بسے حکیم صاحب کی اولاد مین چار فرزند ہین منجملہ انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان ہین جو نیکبخت وہونہار نظر آتے ہین۔

اشرف یار خان صاحب

آپ اعظم خانصاحب رئیس سیدخیل کے بھائی امانت خان کے خاندانمین ہادی یار خان کے بیٹے ہین۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہین۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف تخلص کرتے ہین منشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح سخن حاصل کی اس امر کا رقم کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایکبار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے خط مین لکھا کہ جناب منشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب منشی صاحب مرحوم نے اسکے جواب مین جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اسمین خاکسار کو بھی سلام مسنون سے سرفراز فرمایا تھا جب سے آپ ریاست مہیوہ مین ملازم ہوے ہین اپنی خوش تدبیری سے وہان کے کاروبار مین رونق پیدا کردی اور آپ کی کارگذاری پر اسقدر اعتماد ہو گیا ہے کہ مثل ایک ممبر خاندانی کے سمجھے جاتے ہین اور ایک ہندو ریاست مین مسلمان حیثیت سے کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت مین جمع نہین کیا اسلیے جو اشعار یاد تھے نذر ناظرین کیے جاتے ہین۔ رباعی

گدا می یوسف ثانی سراپا نور می آید
باستقبال جان جدا از تن میرود بیرون
شب وصل دست تمنا کے ہاتھون
بس مرگ اک داغ کافی ہے اشرف

کہ بہ از روز در چشم شب دیجور می آید
سرور قلب غمگینم مگر مسرور می آید
چلے گا نہ ہیچ چلاین کیا
کرے گا ہی نام روشن کیا

نواب عنایت علیخان صاحب

آپ بھی باشندگان شاہ آباد مین خلیق وخاطر نواز انسان ہین۔ ابتدا سے آپ مین خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علیشاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوے اور پیر پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر خیر بڑے خلوص وارادت سے کرتے ہین اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ وایصال ثواب مین سرگرم رہتے ہین۔ جس بزم مین آپ رونق افروز ہوتے ہین۔ آمین آپکے ہم مذاق احباب کو خاص دلچسپی ہوجاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپکی طرف مخاطب ہوجاتا ہے۔ اس امر سے آپکی ہردلعزیزی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات مین آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہین اور اسبارہ مین جیسا کہ لوازمات بشریت مین ستہ ضروریہ کا تعلق ہے اسیطرح آپکی شرکت بھی ضرور ہے۔ خوش مزاجی آپکی طینت کا اک جزو اعظم ہے اسلیے پر لطف اور برمحل حکایتین بیان کرکے اپنے زندہ دل دوستونکو محظوظ و مسرور کرتے ہین جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اوسکی طرف آپکا رجحان رہا بار بار اسکی تکمیل کے بارہ مین دریافت کیا اور شجرہ دلیر خانی مین اپنے نام داخل کرنے کے بابت بہت اصرار رہا۔ ایک حدتک یہ ذوق آپکا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے بزرگونکے وہ حالات جو کبھی نہین سُننے تھے اور نہ وہ کتابین آپکے دیکھنے مین آئی تھین آپکو معلوم ہوجائینگے اور آپکی ذاتی واقفیت مین معلومات کا ایک بین اضافہ ہوجائیگا جو آپکو آیندہ کسی مجمع کے روبرو بیان کرنےمین بہت مدد دینگے۔ اس لگاو سے آپکا تذکرہ اس کتاب مین درج

ہونا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہین۔ آب اس دائمی یادگار کی فہرست مین آپکا نام ہمیشہ نظر آے گا۔ نواب دلدار خان صاحب رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہین راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس گاہ مین پیش کیے ہین اس ثبوت مین دکھلاے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی مین دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گذارہ بھی پلتے ہین۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہین۔
شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۔ انجمن ہند ضلع ہردوئی سے آپ نے لکھایا ہے۔

نواب دلیر خان
ولدار خان
سعادت خان
بندہ علیخان

احمد علیخان	خادم علیخان
دوست علیخان	حمایت علیخان
حسن علیخان	عنایت علیخان
لطیف النسا بیگم	آپکے دو فرزند
لاولد رہین	راحت علیخان و
	محفوظ علیخان ہین۔

محرم مین سب سکہ رائے کا جھگڑا

محرم سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو شاہ آباد مین سب سکہ رائے اور تعزیہ دارون سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ مین چونکہ انگریزی عملداری ملک اودہ مین نہین ہوئی تھی اور یہان نوابی تھی اسلیے فریقین نے شاہ اودھ کی سرکار مین نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسل اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہین۔

مسلمانون نے جو عرضی دی تھی اوسکا مضمون یہ تھا۔ سب سکہ رائے کایستھ نے معہ اپنے بھائیونکے امام عالیمقام کے علمون اور تعزیون کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ۶ تاریخ محرم کو نواب دوست علیخان کے علم اٹھے تھے اس وقت بھوانی دین دائم الخمر نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ مین لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانون نے یہ اپنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھکر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کیوجہ سے دم نہ مارا، محرم کو جب بڑی ڈیوڑھی کے علم اوٹھے تو سب سکہ رائے گھوڑے پر سوار ہو کر علمون کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی مین علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی مونڈھون پر بیٹھے اور حقے پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانون کو یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسوین محرم کو اہل اسلام تعزیون کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکہ رائے

نے منادی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اُٹھایا جائے گا تو اسپر پانسو روپیہ جرمانہ ہوگا مسلمانون نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیے اٹھلیے جائین مگر شب مین بغیر سامان روشنی کے تعزیہ اوٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے عذر کیا کہ ۱۱ تاریخ کو تعزیہ دفن کرنیکا دستور نہین ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کر دیے جائینگے مگر سب سکہ راے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوا دیے جب مسلمان انکے پاس سمجھانے کو گئے تو اُنکے بھائی تکیٹ راے نے کہا کہ ہمکو تعزیون کا آج کے دن اٹھوا دینا منظور تھا وہ تعزیے ہمنے اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا ہوگیا باقی تعزیے ہمارے کیر پر ہین چاہین اٹھین یا نہ اُٹھین ایسا سخت اور فحش کلمہ سنکر مسلمانون کو تاب نرہی اور انکی رگ حمیت جوش مین آگئی اور عام بلوہ ہوگیا اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والونکے نام یہ ہین نواب رعد انداز خان نواب امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان بخش اللہ خان۔ عنایت خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکہ راے نے شاہجہانپور جاکر وہانکے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو عرضی سرکار اودھ مین بھجوائی تھی اُسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ سے نائب تحصیلداری و تحصیلداری کے عہدہ پر عاملون کیطرف سے پرگنہ شاہ آباد مین مقرر رہا ہے اسعرصہ مین مجھپر رعد انداز خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد و شیخ علی محمد مردہہ اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور بھیرار جستے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال مین اختلاف رہا بعض جگہ دو

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبداللہ چکلیدار ساندی وغیرہ کا پھر رات رہے آیا کہ دارالسلطنت لکھنؤ مین ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع عام شاہ آباد مین کرادینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیہ داری کا انتظام کیا جائے چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیسان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھون نے اعلان کرادیا ہیمراج جو میری کارگذاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسنے سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی اسیکی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کرلیا اور معہ اہل وعیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر مین چھپ رہا مگر مدعاعلیہم نے زور کرکے کواڑ ڈالے اور حویلی مین چلے آئے اور سب اسباب لوٹ لیا میرا اور میرے بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی ٹلیٹ رائے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمین اسناد معافیات وغیرہ کے تھے وہ بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب مین معہ عیال واطفال کے بیک بینی و دو گوش شاہجہانپور بھاگ آیا یہان عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہی امیدوار ہون کہ مستمردون کا تدارک ہو کر میرا اسباب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ فہرست اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جسمین زیور کپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہی اسکی نقل موجب طلب صاحب اسیطرح بھوانی دین اور سب سکہ رائے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھسے رعایا ورؤسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا امسال سے مجھے خیرخواہ وکارگذار سمجھکر دوستعلیخان تعلقہ دار باسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا علی محمد مردہہ اور ہیمراج میکولال مہاجن سے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا ساطرح ہوتا سمجھا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھین اشخاص نے سبکو آمادہ کر کے میری خانہ بربادی کرائی اور ان ہرسہ بدباطنون نے زعداندازخان اور امیر حسین خان کے پاس جاکر مشورہ کیا اور انکو اپنا ہمخیال کر کے دو تین ہزار پٹھان اور شیخ اور جلاہے لیکر ۱۱ محرم روز چہار شنبہ کو دوپہر کیوقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا ٹکیٹ رائے برادر حقیقی سب سکہ رائے اور جانکی پرشاد خویش سب سکہ رائے اور منگلی خدمتگار کو مجروح کیا لگر بجو خان ساکن موضع گڈھی چاند خان نے معہ اپنے عزیزونکے ان زخمیونکی حمایت کرکے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران مین امجد علیشاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علیشاہ بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تاجدار آخری کے روبکاری سے علی محمد امین کے نام حکم صادر ہوا کہ درنیولا بھوانی دین برادر سب سکہ رائے بذریعہ چٹھی صاحب مجسٹریٹ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور پرچہ اخبار ۱۱ محرم ۱۲۶۳ھ کا بھی ملاحظہ سے گذرا لہذا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات واقعی کر کے تصفیہ اس مقدمہ کا کرادو اور کیفیت راست براست بارگاہ مابدولت مین ارسال کرو توقف و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس والا اسکے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور مین سب سکہ رائے کے پاس بھیجدیا گیا اور مقدمہ خفیف ہو کر باہم رضامندی ہوگئی سب سکہ رائے نے چکلیدار محمدی کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکہ رائے نے شاہ آباد آکر یہان کی چکلیداری مین نوکری اختیار کی اور فریقین مین ایک دوسرے سے کوئی قصومت باقی نرہی۔ اور یہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا

محرم ۱۳۳۲ھ مین بعض جہلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین جھگڑا ہو گیا اور مہینون عدالت مین فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بنائے مخاصمت یہ تھی کہ سادھو رام تعزیے نکلنے کیوقت قصدًا چارپائی پر بیٹھے اور مسلمانون نے کہا کہ یہ ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادہر سے اٹھنے کا اصرار اُدہر سے بیٹھنے کا اظہار رہا نوبت مجادلہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوے قاضی مصطفٰے علیصاحب ڈپٹی کلکٹر اور نور علیصاحب انسپکٹر یوسف علیخانصاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا ۔ رادہارمن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھون نے پوری توجہ کی السپ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ کے اجلاس مین مقدمہ پہونچا مہینون روبکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی سی فوجداری ہوگئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ مین طول ہوا مگر سادھو رام سرغنا اور چند ادہر اُدھر کے لوگون نے سزا پائی ہزارون روپیہ مسلمانون کیطرف سے خرچ ہوا اسیطرح پریشانی و مصارف بیجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے ۔ باہمی نارضامندی سے سالگذشتہ مین چہلم نہین ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر خود شاہ آباد تشریف لاے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع الخیر محرم کے مراسم ادا ہوے اور چہلم مین بھی تعزیہ داری حسب دستور قدیم ہوئی راقم کی راے کے نزدیک دونون گروہ آپس مین مل جل کر بسر کرین اور ایک دوسرے کے مذہبی ارکان مین مداخلت کرنا ناجائز سمجھین اور بیجا سخن پروری و نفسانیت سے دور رہین ۔ اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونون ایک ہی خدا کے بندہ ہین ۔

چراغ بتکدہ و شمع خانقاہ یکیست
اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

تقریظ خاتمۂ کتاب

نوشتہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ پنشنر سکرٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و مکرم جناب منشی مظفر حسین خانصاحب سلیمانی رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی مُصنّف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ اسمین شجاعان قومی و دلیران ملکی کے کارنامے درج ہین کہ جنکے پڑھے بغیر شگفتگی خاطر نہین ہوتی جسقدر انکے مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اسیقدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہی۔ ایک تو فخر زمانہ بعدیل و یگانہ امراے نامدار و مشاہیر عالیمقدار کے جو حالات درج کیے گئے ہین انکی دلچسپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی۔ خصوصًا راستبازی و احتیاط وسچائی نے ازخود رفتہ بلکہ اسکتاب کا مداح وشیدا بنا دیا۔ تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی ہین اس شاہراہ سے معزز مُصنّف نے سر مو لغزش نہین کی۔ مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنیکا مجھے موقع نہین ملا لیکن جہانتک مجھے استفادہ ہوا ہے مین کہہ سکتا ہون کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے قابل اعتبار و لایق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیال اس زمانہ موجودہ کے اگر اگلے واقعات مین کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہین مگر جن حضرات کو علم تاریخ سے خلقی شوق و دلچسپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لایق وقار ہین۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابون کا حوالہ بھی جا بجا دیدیا ہے

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے۔ مُصنّف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ مین یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہین ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیازمندی و وثقیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کیجاتی ہے کہ معزز مُصنّف اپنے آپ ہی عدیل ہین بلکہ ہمارے قصبات مین فخر بین الاقران و الامثال اگر کہا جاے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مُصنّف کی عمر مین برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے

راقم بندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

تقریظ نثار مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مُصنّف فردوس برین منصور موہنا افسانۂ قیس وغیرہ

شاہ آباد ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین پٹھانون کے نامور خاندانون کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہے جن خاندانون سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خانصاحب سلیمانی ہین مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ واقف ہین آپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو در اصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جسنے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنا یا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور دلچسپی سے مطالعہ فرماوینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہون اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر مین ایک قیمتی اضافہ تصور کرکے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہون اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کرینگے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

تقریظ جناب حکیم محمد علیخانصاحب اڈیٹر مرقع عالم و مصنّف جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحای عالم و آنریری مجسٹریٹ ضلع ہردوئی

نامۂ مظفری۔ یہ ایک مفید و بکارآمد تاریخ ہے جسکو میرے قدیمی عنایت فرما و لایق دوست مولوی مظفر حسین خانصاحب شاہ آبادی نے حال مین تصنیف فرماکر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار ازمنہ کے اگر دیکھا جاوے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہوگا یا موجودہ یا آیندہ آنیوالے واقعات سے۔ آنیوالے حادثات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسیکو نہین۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہین۔ بہرحال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہین تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہین جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابون کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے مملو پائیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز مین ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پٹھانون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک عمر گمنامی مین پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھون نے

اپنی محنت وتلاش وکوشش سے اسکو معرض گمنامی سے نکالکراس شہرت تک پہونچایا
کہ جو ایک مشہور مردم خیز سرزمین کے لیے ہوسکتی ہے بڑے بڑے شہرونکی تاریخ لکھنی
بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیون کے حالات لکھے جائین اور میرے
خیال مین یہ انسے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہرونکے حالات سے تاریخین
بھری ہوی ہین چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام وحالات صفحۂ دنیا سے مٹتے جاتے
ہین۔ مبارک ہین وہ لوگ جنھون نے اسطرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور
وہانکے باشندے خواہ وہ زندہ ہون یا مرگئے جنکے واقعات وکارنامے قیامت
تک باقی رہنے کے لیے تاریخون مین مدون کردیے گئے۔ ہم اپنے دوست منشی مظفرحسین خان
صاحب کے مشکور ہین اور داد دیتے ہین کہ انکی اس محنت وجانفشانی سے فن تاریخ مین
ایک قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ جو سب سے زیادہ ابنائے وطن اہالیان شاہ آباد کو ممنون ہونا چاہیے
اس تاریخ کے ذریعہ سے اونکے آبا واجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات وکارنامے
اونکو اور اونکی آیندہ نسلون کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے
محفوظ رہ گئے۔

قطعات طبع کتاب ھذا

چکیدہ کلک دُربار طرازیدہ خامہ عجوبہ نگار بدر سماء تحقیق مرکز دائرہ تدقیق شہریار ملک سخندانی فرمانروائے اقلیم خوش بیانی کشاف غوامض عقلی و نقلی حضرت ثریا قدر میرزا محمد تقی علی بہادر دُر درج سلطنت عظمےٰ برادرزادہ و خویش حضرت سلطان عالم محمد واجد علیشاہ بادشاہ پنجم ملک اودھ و خلف شاہزادہ عالم و عالمیان سلیمان قدر میرزا محمد حسن علی بہادر مرحوم مغفور خلف حضرت محمد امجد علیشاہ جنت مکان اعلی اللہ مقامہ فی بساطین الجنان بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت محمد علیشاہ فردوس منزل نور اللہ مرقدہ بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک از نسل محمد قرا یوسف ترکمان ملقب بہ بادشاہ گر

مشہور ہیں جو منشی مظفر حسین خان	واقف ہے یہ نحیف بھی اُن خوشخصال سے
تاریخ ایک لکھی ہے بے مثل و انتخاب	کچھ ربط و ضبط جسمیں ہیں باریک بال سے
آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے	تحقیق وہ کہ جو نہ بڑھی اعتدال سے
لکھو ثریا سال دعائیہ بہر طبع	محفوظ رکھے رب انھیں عین الکمال سے
	۱۹ ۶ ۱۵

ایضاً

ہوا ہی کیا مرتب نسخۂ تاریخ ان روز دن	پُر از خوبی سراسر ہی تھی حالات لایعنی
بیان ایسا کہ فیضی گو میں بچین ہو جائے	زبان ایسی کہ جسکی مدح خوان ہو مدح خاقانی

ثریا طبع کا سن کردو قلب طبع سے موزون — لکھے حالات وہ جنکو کہیں نقش سلیمانی
١٣٣٠ھ

ایضاً

آن مؤلف خوش نوشتہ جملہ حالات وطن — غیر ممکن میشود تعریف و مدح و وصف او
از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگہان — اے ثریا زد ندا ہاتف باین صورت بگو
بدیہیک مصرع دو صنعت صوری وہم معنوی — شدمزین سال فضلی سیزدہ صد بست و دو
١٣٢٢ ف

ایضاً

ساقیا برخیز و جام بادۂ احمر بیار — تا بجا آرم جو آم ہم دل رفتہ زکار
گفتہ تاریخ وطن لایق مظفر بے بدل — کردہ احسان لاجرم این بر صغار و بر کبار
ہر سطر چون سنبل تر سر بسر زلف حسین — ہر ورق چون برگ گل گلرنگ یا رخسار یار
دیدنش بر کثرت سر سبز و شادابی او — بلبل سدرہ ندارد رشک باغ پر بہار
صوری و در معنوی گویم ثریا سال طبع — یکہزار و نہ صد و ہفتاد و یک سمت شمار
١٩٧١ سمت

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید افضل علیخان بہادر
شوکت جنگ خلف الرشید حضرت آسیر لکھنوی

این مظفر نامۂ نامی ہست مملو از صفات — دفتر خوبی بصد حُسنِ تکلم طبع شد
افضل از سر چون قلم این سال تاریخش نوشت — فرد عالم نامۂ اعمال مردم طبع شد
١٣٣٣ھ

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر انجم لکھنوی شاگرد رشید
نصیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص اسیر ندیم و دبیر شاہ ودھ

عجیب نامہ نامی رسید در مطبع — کہ عاجز است بمدح گرامیش خامہ
نوشت سال مسیحی بلوح دل انجم — رسد بدرجہ اعلیٰ مظفری نامہ

از عالیجناب ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خانصاحب

سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرحوم

اک دوستنے یہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شے — مینے یہ گذارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن ہجری درکار ہے گر سائل — لازم ہے اسے کہنا تاریخ جہانبانی ۱۳۳۲ھ

ایضاً

ہے مظفر حسین کی تاریخ — جو محقق بھی ہیں سخنور بھی
سائل اسکا حساب ہجری سے — نام رکھ نامۂ مظفر بھی ۱۳۳۲ھ

از عالیجناب راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ
درجہ اول و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ

اے مظفر حسین علم پناہ — رایت فکر تو رسید بماہ
خان لقب باشد و سخن یارت — نیست جز نیکوی دگر کارت
نیکخو نیک دل وجود تست — برسماء سخن صعود تست
خوش نوشتی کتاب شاہ آباد — قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چہ خوش سحر سامری کردی — جلوہ شان دلبری کردی
مردگانرا چہ زندگی دادی — باب منت بخلق بکشادی

این کتاب تو حرز جان آمد
فکر تاریخ از تو آمد بیش
از سر جوش سال او بے عیب

قابل قدر قدر دان آمد
اندکے مہر رفت چون از خویش
عمدۂ تاریخ گفت ہاتف غیب

۱۳۲۳

از عالیجناب منشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیلہ

کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے
تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھدو تم بھی ہاشمی

یادِ بہارِ رفتہ کو اس گلشن ایجاد کی
نایاب و نادر ہو گئی تاریخ شاہ لیاد کی

۱۵ ۶ ۱۹

از عالیجناب منشی محمد ارتضا علی صاحب شرر علوی کاکوروی انسپکٹر ضلع الہ آباد

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف گلبن شہید جفا تصویر عبرت وغیرہ

مرے حبیب مظفر حسین خانصاحب
ادیب و منشی قابل رئیس ابن رئیس
خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو
سفر حضر مین جہان دیکھیے کتاب ہے ساتھ
بجاے رو سے کتابی کتاب ہے محبوب
سواد خط ہے کہ روشن سواد کشور نور
پرانی وضع مین انکے ملا ہے رنگ جدید
بڑی صفت ہے کہ مکر و ریا نہین انمین

ہین حسن و خوبی اخلاق مین خود اپنے نظیر
بڑے ہین صاحبِ تحقیق اور با توقیر
نئی کتاب کی رہتی ہے فکر دامنگیر
کتاب ہی ہے رفیق طریق اور مشیر
وہ سلسلے مین مضامین کے ہو گئے ہین اسیر
جو حرف لکھتے ہین بنجاتا ہے وہ مہر منیر
ہین یہ نہین کہ پرانی لکیر کے ہون فقیر
وہ صاف لکھتے ہین پاک صاف ضمیر

لکھی ہی حالمین اپنے وطن کی اک تاریخ ۔ وہ اسطرح لکھی ہی نادر نہین ہے جسکی نظیر
دیا ہے حبّ وطن کا ثبوت تحریری ۔ کیا ہی اگلے بزرگونکا حال سب تحریر
بڑی تلاش ہی تحقیق سی لکھی ہے کتاب ۔ ہوی ہین جمع تصاویر سب بصرف کثیر
نہین بصیرت علمی جنھین وہ ہین معذور ۔ نگاہ قدر سے دیکھینگے نکتہ سنج بصیر
دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے سہین ۔ عیان ہی جدول کاغذ سے جوہر شمشیر
جو توڑتی ہین ستم توڑیدا ز بند وقین ۔ فصیل کے گھاٹ اترتے ہین باغیان شریر
کہین پرانی قرابین کے ہین فیر پہ فیر ۔ کہین کشش کی صدا دیر ہے ہین خنجر و تیر
جناب شاہجہان کا عروج شوکت جاہ ۔ ہی زیب صفحۂ قرطاس و زینت تحریر
دکن کی جنگ ہی اورنگ زیب کی سطوت ۔ عجب نہین ہی کہ شہرت ہو اسکی عالمگیر
دُر و جواہر تحقیق سے مرصع ہے ۔ الٰہی پائے یہ عزّ قبول شاہ و وزیر
زبان پہ آتی ہے بیساختہ ثنا و صفت ۔ صدائے داد ہی یا خامہ شرر کی صریر
خلف وہی ہی جو نام سلف کرے روشن ۔ بڑھائے اپنے بزرگونکی عزت و توقیر
کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان ۔ بجا ہی انکے معرف ہون گر صغیر و کبیر
کچھ اور شعر بھی توصیف مین رقم کرتا ۔ ہجوم کار جو دیتا اجازت تحریر
یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ ۔ کہا سروش نے حب الوطن کی ہی یہ نظیر

١٣٢٦ھ

ایضًا

لکھے حالات یہ حب الوطن مین ۔ ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ
اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی ۔ شرر لکھدو لکھی کیا خوب تاریخ

١٥ ٦ ١٩

از عالیجناب حاجی مولوی نور الحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہردوئی
خلف ارشد حضرت محسن کاکوروی مصنف خورشید بدر و کلیات محسن وغیرہ

حبذا مولوی مظفر حسین
دلِ گلچین باغ عالم کو
پچھلے حالات طرز نو سے لکھے
عمر رفتہ کی یاد تازہ ہوئی
ہاتف غیب نے کہا نغز

کیسی باغ و بہار ہے تاریخ
چمن لالہ زار ہے تاریخ
تازے پھولونکا ہار ہے تاریخ
منظر سبزہ زار ہے تاریخ
تا در روزگار ہے تاریخ
۱۵ ۱۹ ۶

از عالیجناب منشی نور الدین احمد صاحب رئیس کاکوری
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرتِ تصنیف ہے اہلِ قلم کیواسطے
خود نہیں رہتا ہے لیکن ہے سخنگو کا کلام
عالمِ فانی میں جسنے کچھ نہ چھوڑی یادگار
ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب
صورت احوال اک آئینہ تاریخ ہے
کیا مظفر آپنے لکھی ہے تاریخ وطن
دل کو فکر سال تھی کیفی یہ ہاتف نے کہا

یادگار اچھی سی اچھی عالم ایجاد کی
تا قیامت اک نشانی ہے اسکی یاد کی
سچ تو یہ ہے عمر اپنی مفت ہی برباد کی
ایک نے بستی اجاڑی ایک نے آباد کی
لوح ہے یا اس طلسم دہر بے بنیاد کی
واہ جسنے کچھ نہ دی اسنے بڑی بیداد کی
لکھی گئی تاریخ نادر اوج شاہ آباد کی
۱۵ ۶ ۱۹

از عالیجناب حکیم سیّد بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہے اے مظفر آپ نے نادر کتاب
جسکی دنیا مین نظر آتی ہے مشکل مثال

یا خدا پبلک مین اسکی قدر ہو توقیر ہو
شاد ہو تا قدردانی سے مصنف باکمال

آرزوے بلگرامی لکھ قلم برداشتہ
بیمثال و بینظیر و بیعدیل از بہر سال

از عالیجناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس ٹیوہ

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب
الحق نمودہ مانی و بہزاد را خجل

اصغر چو فکر کرد پے سال انطباع
تاریخ شاہ آباد شدہ طبع گفت دل

از عالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خاں صاحب دل رئیس شاہجہانپور شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر
عجب مضمون عجب طرز بیاں ہے

جزاک اللہ اے خان معظم
تمھارے مدح مین قاصر زباں ہے

لئے دل مصرع تاریخ لکھ دو
شمیم گل بہار بیخزاں ہے

از عالیجناب سید حسین احمد میاں صاحب ابن سید تجمل حسین میاں صاحب قادری سجادہ نشین رئیس شاہجہانپور

مصنف نے عجب کی ہے یہ تالیف
مرے منھ سے ہو وصف اسکا بھلا کیا

جو ہے بات اسمین وہ تحقیق کے ساتھ	ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا
ہزارون نکتۂ باریک دم مین	اگرچاہین تو ہون اس سے ہویدا
زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر	تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا
جو فکر سال ہے بیباک دلکو	لکھو ہے جام جم تاریخ زیبا
	۱۳۲۳ھ

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علیخانصاحب ولد حافظ غلام علیخانصاحب

رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینائی

جیسی یہ خان مظفر نے ہے لکھی تاریخ	نہ سنی ایسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ
شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے	سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ
کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہین دخل اسمین	ہے بجا کہیے اگر اسکو بدیہی تاریخ
آفرین مرحبا اے صل علے صل علے	خان ذیشان نے عجب خوب یہ لکھی تاریخ
فی زمانہ نہین اب ایسے ہین قابل انسان	حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ
سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمائش	مینے بھی چاہا کہ لکھون کوئی مین بھی تاریخ
ناگہان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد	کیون نہین کہتے ہو تم ہی یہ انوکھی تاریخ
	۱۳۲۳

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خانصاحب

ڈپٹی کلکٹر و رئیس شاہجہانپور

نوشت خوب مظفر حسین خان تاریخ	ز جانفشانی و تحقیق حسن اسلوبی
چو فکر سال نمودم برائے طبع جلیل	سروش غیب ندا داد نسخہ خوبی

از عالیجناب محمد نوح صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ مصنف دیوان نوح خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب جج و رئیس و تعلقہ دار قصبہ تارہ ضلع الٰہ آباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے — اس کام سے واقف ہیں وہ اس کام میں ہیں تیز
وہ لطف سے خالی نہیں جو فعل ہے اُنکا — جو بات ہے اُنکی وہ ہے اک مصلحت آمیز
حالات جو سچے تھے وہی درج کیے ہیں — نفرت ہے بناوٹ سے انھیں جھوٹھ سے پرہیز
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت — ہر صفحہ مضامین و معانی سے ہے لبریز
دلدار ہے دلدار بھی دلکش — معشوق ہے معشوق بھی نوخیز
تحریک کی خوگر نہیں خامہ کی روانی — شبدیز طبیعت کو نہیں حاجت مہمیز
جسمیں نہ کتبخانہ ہو کمبخت وہ گھر ہے — جسپر نہو کاغذ کوئی منحوس ہے وہ میز
اے نوح پھڑک اٹھتے ہیں سب دیکھنے والے — تاریخ کی تاریخ ہے تاریخ دل انگیز
۱۳۲۲ھ

از عالیجناب رائے بہادر کنور کامتا پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دلپذیر — ہے مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنی نظیر
قیس نے دقت اٹھائی ہو تلاش نافہ میں — تیشۂ فرہاد کس محنت سے لایا جوئے شیر
ہر ورق ہے بے ثباتیہائے دنیا کا گواہ — ہے ہر اک صفحہ میں اک نیرنگ عالم کی نظیر
عبرت افزا کھنچ گیا ہے نقشہ ہجر و وصال — شادی و غم کی بنی تصویر توام بے نظیر
نامۂ معجز رقم نے مردونکو زندہ کیا — آگئے آگے ہو دم عیسے کی آواز صریر
[illegible] بزم ہستی کی اگر مشکو [illegible] — آج ارواح [illegible] بھی ہوئیں جنت پذیر

چرخ پر پہونچا دیا رتبہ زمین کا آپ نے
اوج مضمون نے دکھائی عالم بالا کی سیر
نطق طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے
اوڑتی پریاں ہر طرف مضمون کی آتی ہیں نظر
شوق میں تاریخ کے ہیں ہر زباں نغمہ سنج
خامہ نے بھی اس توقع پر جھکایا اپنا سر
نجم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شگفت

کر دیا خاک وطن کو آج ہم رنگ عبیر
طائر عرشی ہوے ہیں دام بند شین اسیر
بلبلوں کا بند دم ہے ہو سکیں کیا ہمصفیر
صفحہ صفحہ ہے مشتری کا ہی سلیمانی سریر
حلم دل ہی میں بھی ہوں ان بلبلوں کا ہمصفیر
پڑہی جاتا ہی نشانہ پر کبھی نادان کا تیر
دیدۂ اعزاز میں ہی بوستان بے نظیر

تقریظ و قطعہ تاریخ از طبع جناب سید غلام کاظم صاحب نعت گو

متخلص بہ نجم ورئیس اٹاوہ ابن حاجی مولوی میر خوب علیصاحب تحصیلدار و مولف انوار الایمان واخبار الانبیاء ومناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک محسن الدولہ سید مہدیعلیخان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

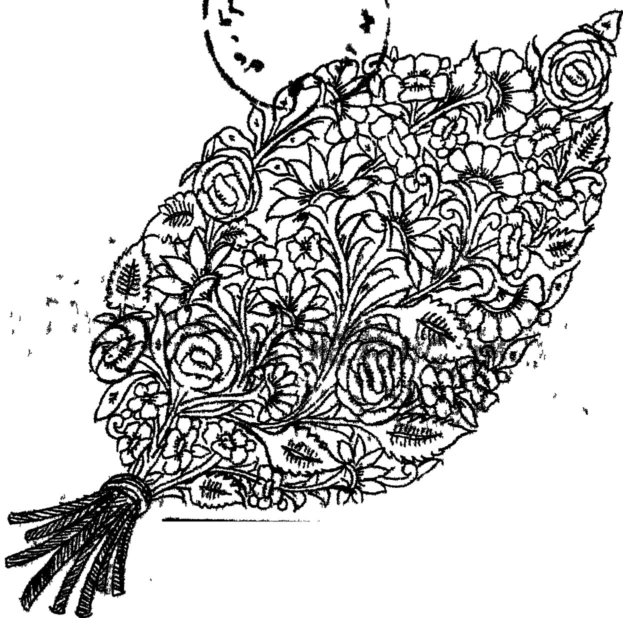
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

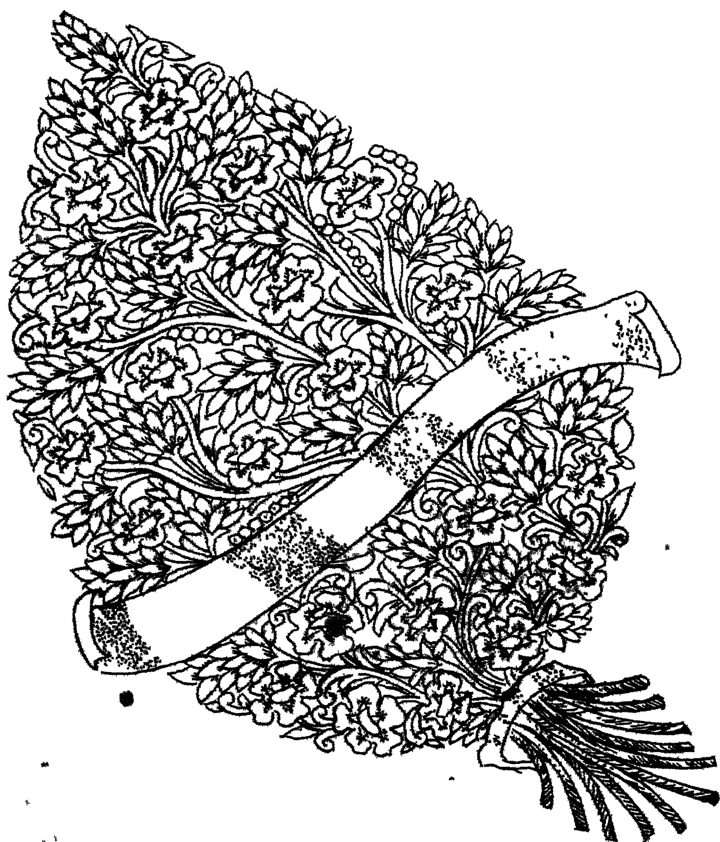
علم تواریخ درحقیقت خدا کی قدرت کو نگارنگ صورتوں سے دکھاتا ہے آفریدگار برحق نے کہ اپنے محبوب ذیشان باعث تخلیق کون و مکان احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس ظلمتکدۂ دنیا کو منور کیا ہے۔ تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ دیہہ۔ شہر و ملک نئے نئے رنگ کا نقشہ آنکھوں میں کھنچ جاتا ہے الحمد للہ زمانہ حال میں مخزن عقل و فہم طبع رسا مجمع علوم و ذہن ذکا ملک تحقیق کے حکمران مورخ خوش بیان جناب منشی مظفر حسین خانصاحب نے یہ کتاب

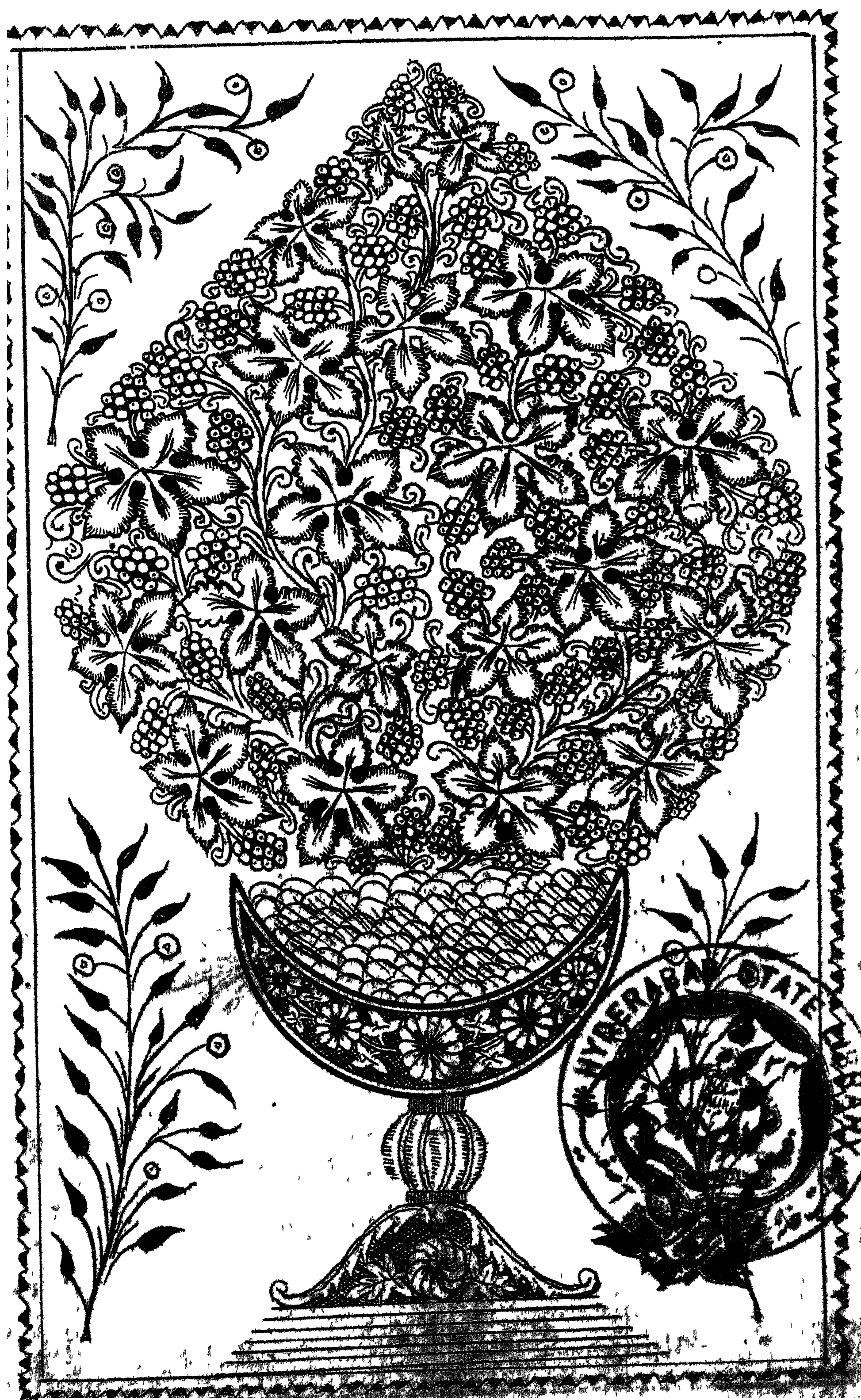
تاریخ قصبۂ شاہ آباد خوش بنیاد قلمبند فرما کر قلمرو ہندوستان میں ناظرین کو محو نظارہ بنایا ہے چشم بد دور سچے واقعات کا مرقع عجیب حسن و ادا سے دکھایا ہی۔ شہر شاہجہانپور کی بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوزہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہی نامۂ مظفری سے موسوم بہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان حجم اوراق و مضامین بندہ کے خیال میں اسم تاریخی بہ سن عیسوی دفاتر مظفری بھی موزون ہے۔
۱۹۱۵ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

رقمزدہ مورخے سوانح مصدقہ — بعلمے نمودہ وے نتائج سخنوری
ہران کسے کہ بخبر ز حالت جہان بود — بداد ہم کہ خوش بین دفاتر مظفری
۱۹۱۵ع






STATE

اعلان

اس کتاب
مین کثرت سے جو غلطیان
چھپنے مین آگئی ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ اول یہ
کتاب نیجر کا ذمیشن پریس لیگئے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھاپا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تساہل و
بدانتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد مین اکثر بزرگونکے حالات
جو مقدم تھے موخر کرڈالے۔ دوسرے کاپیان جو لکھائی تھین وہ کاتبون
نے بہت غلط لکھین اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہو گئین اور
اُن کے حروف پتھر پر پورے طور پر نہین آئے۔ مصلح سنگ نے جس جگہ جو لفظ
نہین پائی یا پڑھی نہین گئی وہ اپنی راے سے جو چاہا لکھدی جب
یہ ابتری دیکھی تو وہان سے کتاب اُٹھا کر مطبع مجتبائی کو بنا بر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع مجتبائی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسون اور مصلح سنگ کی غلطیون سے کتاب محفوظ نہ رہ سکی
مجبوراً جو فاحش غلطیان تھین اُن کی صحت کرکے غلط نامہ
شامل کردیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتون وغیرہ کا
تصرف جو چھپنے مین آگیا ہے اُسکی اصلاح غیر ممکن ہے لہذا حضرات
ناظرین ناچیز مولف کو عبارت کی غلطیون سے بیقصور
تصور فرمائین اور محنت کے معاوضہ مین بجاے
نیک صلہ کے کلمات اعتراض سے نہ
شاد فرمائین۔ فقط

المشتہر مولف